آنچل
کراچی
aanchalpk.com aanchalnovel.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
قیمت=/60 روپے

مدیراعلیٰ —— مشتاق احمد قریشی

مدیرہ —— قیصر آرا

مدیر خصوصی —— طاہر احمد قریشی

مدیرہ معاونین —— جویریہ احمد

روبین احمد

جلد	36
شمارہ	06
ستمبر	2014

ماہنامہ آنچل کراچی

قیمت =/60 روپے

رکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی

رکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹر

رکن چیمبر آف کامرس

aanchalpk.com

aanchalnovel.com

www.aanchalpk.com/blog

onlinemagazinepk.com/recipes

info@aanchal.com.pk

/women.magazine

/pkwomenmagazine

اس شمارے میں

ابتدائیہ

دانش کدہ

ہمارا آنچل

عید سروے

بہنوں کی عدالت

سلسلہ وار ناول

مکمل ناول

ناولٹ

افسانے

پبلشر: مشتاق احمد قریشی پرنٹر: جمیل حسن ابن حسن پرنٹنگ پریس
ہاکی اسٹیڈیم کراچی۔ دفتر کا پتا: 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی۔ 74400
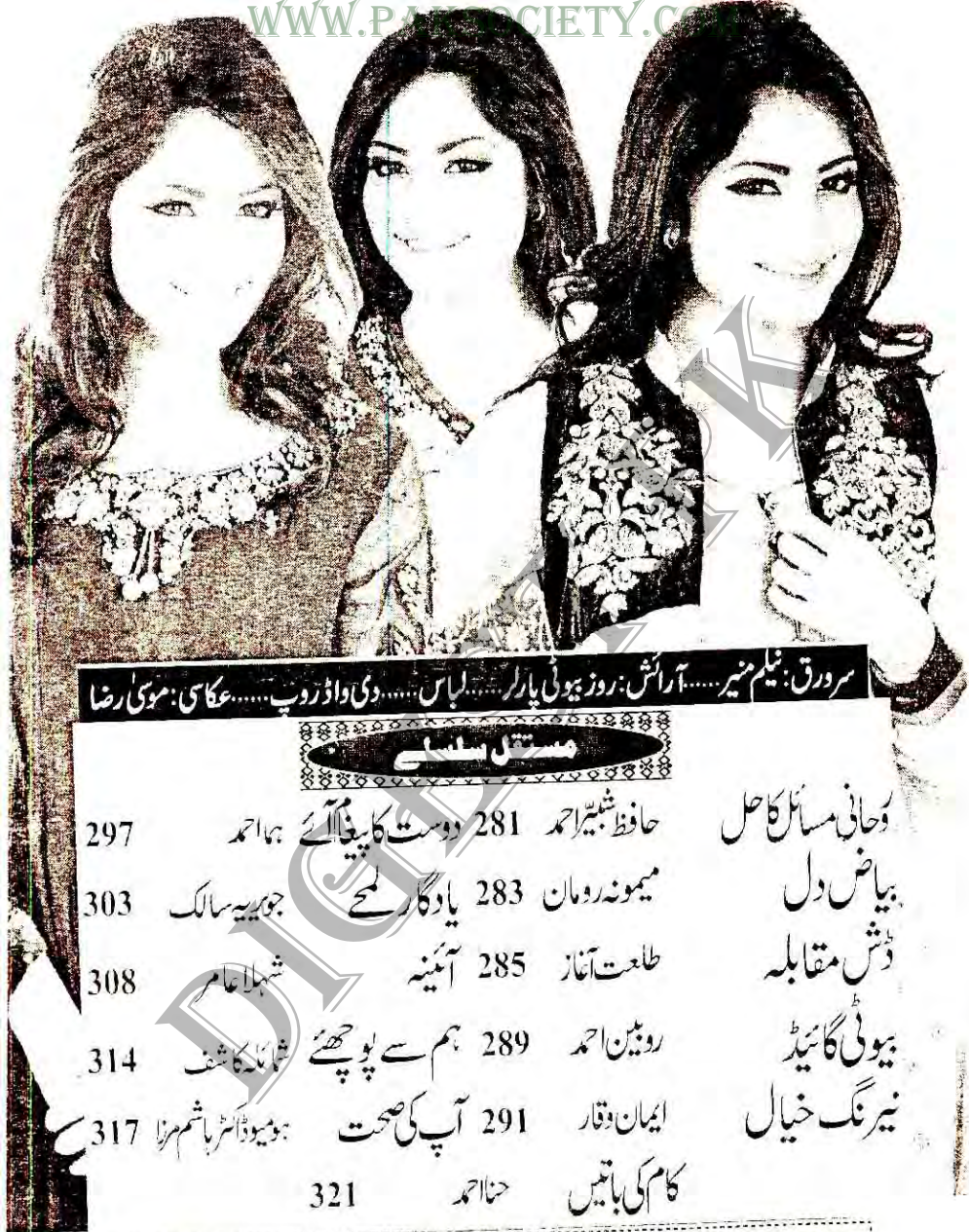
سرورق: نیلم منیر ..... آرائش: روز بیوٹی پارلر ..... لباس ..... دی واڈروب ..... عکاسی: موسیٰ رضا

مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی 74200 فون نمبر: 021-35620771/2
فیکس 021 35620773 ای میل: info@aanchal.com.pk

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تین چیزیں ایسی ہیں کہ جس شخص میں بھی پائی جائیں گی وہ ایمان کی حلاوت محسوس کرے گا، ایک یہ کہ اس شخص کو اللہ اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) دوسری ہر چیز سے زیادہ محبوب ہو۔ دوسری یہ کہ وہ کسی (اللہ کے) بندے سے محبت کرے اور محبت صرف اللہ کے لیے ہو۔ تیسرے یہ کہ اسے کفر سے نجات حاصل کرنے کے بعد دوبارہ اس کی طرف لوٹنا ایسا برا لگتا ہو جیسے وہ آگ میں جھونکے جانے کو برا سمجھتا ہے۔" (بخاری ومسلم)

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

ستمبر ۲۰۱۴ء کا آنچل حاضرِ مطالعہ ہے۔

سب سے پہلے یوم آزادی کی مبارک باد قبول کیجیے اس دعا کے ساتھ کہ اللہ ہمارے وطن عزیز کو ہر بلا ٗ ہر آفت اور بددیانت لوگوں سے محفوظ رکھے اور ہمیں ہمارے پیارے پاکستان کو تمام آفات سے اپنی پناہِ عظیم نصیب فرمائے آمین۔

اب آپ کو ایک خوشخبری سنا رہی ہوں اور اس شرف کے ساتھ کہ آپ تمام بہنیں میری آواز میں آواز ملائیں گی اور اپنے مشوروں تجاویز سے زیادہ سے زیادہ نوازیں گی۔ ادارہ آنچل اور نئے افق کے تمام ذمہ داران کو آپ کے خطوط کی کثرت نے قائل ہونے پر مجبور کردیا ہے اور اب وہ آنچل کے ساتھ اس کی ہم جولی ہم رنگ سہیلی کے اجرا کے لیے آمادہ ہو رہے ہیں لیکن مشتاق قریشی صاحب کا کہنا ہے کہ نئے ماہنامے کا نام بہنیں ہی تجویز کریں جس نام کو بہنوں کی اکثریت حاصل ہوگی وہی نئے ماہنامے کا نام ٹھہرے گا اب گیند آپ کے کورٹ میں پڑی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ آپ (یعنی میں مدیرہ آنچل) بہنوں سے چند باتیں معلوم کرلوں۔

۱:۔ کیا آپ تمام بہنیں واقعی کسی نئے ماہنامہ کا اجرا چاہتی ہیں؟

۲:۔ اگر بہنوں کے لیے کسی نئے ماہنامے کا اجرا کیا جائے تو اس کا کیا نام ہوگا؟

۳:۔ اس کی قیمت کیا ہونی چاہیے؟

۴:۔ اس کے صفحات یعنی ضخامت کتنی ہونی چاہیے؟

۵:۔ کون کون سے کالم شامل ہونے چاہئیں؟

۶:۔ قسط وار ناول کیسے ہوں؟

۷:۔ نئے ماہنامہ میں کیا کچھ نیا ہو؟

ان تمام سوالات کے جواب آپ بہنوں نے ہی دینا ہیں تاکہ ہمیں بھی آپ کی موثر آرا سے رہنمائی اور روشنی ملے اور ادارے کو بھی نئے ماہنامے کی پالیسی بنانے میں آپ کی شرکت و مدد مل سکے اب بتایئے آپ کیا کہتی ہیں؟

آنچل کا شمارہ اکتوبر عیدالاضحیٰ نمبر ہوگا بہنیں نوٹ فرمالیں اور اپنی نگارشات جلد از جلد ارسال کریں تاکہ بروقت پہنچ سکیں۔

اس ماہ کے ستارے

☆ برف کے آنسو — بہن نازیہ کنول نازی طویل عرصے کے بعد ایک شہکار مکمل ناول کے ساتھ شریکِ محفل ہیں۔

☆ میرا الزام بھی تم ہو — بہن نبیلہ ابر راجا طویل عرصے کے بعد ایک نئے انداز کے ساتھ شامل محفل ہیں۔

☆ تم چاند بن کے رہنا — صائمہ قریشی دلوں کو چھو لینے والے انداز کے ساتھ شریکِ محفل ہیں۔

☆ منکر محبت — بہن نگہت سیما بہت عرصے بعد ایک بار پھر آنچل میں شرکت کررہی ہیں۔

☆ سجدۂ شکر — تمثیلہ زاہد عید کا رنگ لیے حاضرِ محفل ہیں۔

☆ چاند خوشبو اور گلاب — سمیرا غزل ایک سبق آموز تحریر کے ساتھ شرکت کررہی ہیں۔

☆ عید ساعتوں کی نوید — ایم بے صدا ایک بار پھر عید کے حوالے سے ایک دلچسپ اور نصیحت آموز تحریر کے ساتھ شریک ہیں۔

اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

دعا گو

قیصر آرا

حمد

یہ دنیا میں جو کچھ نظر آرہا ہے
یہ سب کچھ خدا کا بنایا ہوا ہے
زمیں آسمان چاند تارے بنائے
ہمارے لیے سب مناظر سجائے
یہ کوہسار' دریا' اسی نے بنائے
نباتات پودے شجر بھی اُگائے
ہَوا جیسی نعمت ہمیں جس نے دی ہے
حقیقت میں ہم سب کا خالق وہی ہے
دیا ہے ہمیں صاف اور میٹھا پانی
بغیر اس کے ممکن نہیں زندگانی
نظام اس کا حکمت سے خالی نہیں ہے
حقیقت ہے سب کچھ خیالی نہیں ہے
شب و روز کھاتے ہیں جس کا سدا ہم
شفیق اس خدا کا کریں شکر ادا ہم

محمد شفیق اعوان...... اٹک

سارے نبیوں میں افضل مقام آپ ﷺ کا
دونوں جہانوں میں رحمت ہے نام آپ ﷺ کا
چلو جہاں بھر کی سمیٹ لائیں فضیلتیں
برستی ہے جہاں رحمت درو بام آپ ﷺ کا
آپ ﷺ کے در سے خالی نہ لوٹا کوئی
جو بھی مانگو وہ دینا ہے کام آپ ﷺ کا
اس جگہ پر بہاروں کا مسکن بنا
جس جگہ پر بھی لکھا ہے نام آپ ﷺ کا
اس کی قسمت پہ قسمت بھی نازاں ہوئی
پی لیا جس نے بھی اک جام آپ ﷺ کا
کیوں نہ اس کی عرش تک رسائی رہے
جس زباں پر ہو درود و سلام آپ ﷺ کا
آپ ﷺ سے التجا یہ ہی ساحل کی ہے
نام لب پہ رہے صبح و شام آپ ﷺ کا

خالد ایاز ساحل...... حافظ آباد

editor_aa@aanchal.com.pk
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

فائزہ جعفری...... گجرات

پیاری فائزہ! جیتی رہو کہانی کی اشاعت پر ہماری جانب سے ڈھیروں مبارک باد۔ گڑیا! شکریہ کی قطعاً ضرورت نہیں ہے البتہ یہ آپ کی رائے ہے کہ کہانی ردّی کی ٹوکری کی نذر ہوگئی ہوگی دیکھ لیجیے ہم نے نہ صرف سنبھال کر رکھی بلکہ آپ کے لیے عید کی خوشیوں میں اضافہ کا ذریعہ بھی بنادیا بہرحال آپ کو اجازت کی ضرورت نہیں ہے آپ آئندہ بھی آنچل کے لیے لکھ سکتی ہیں' دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

ثاقبہ طلعت...... کوٹلی بھرام' دینہ

پیاری ثاقبہ! سدا مسکراؤ' پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ آپ کو اجازت کی قطعاً ضرورت نہیں ہے ہر ماہ ہی آنچل آپ کی نگارشات سے پایہ تکمیل تک پہنچتا ہے اگر آپ کی تحریر معیاری ہوئی تو ضرور حوصلہ افزائی کی جائے گی۔ آپ مستقل سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں۔

نگہت سیما...... چکوال

ڈیئر نگہت! جیتی رہو ایک طویل عرصہ کے بعد آپ سے یہ نصف ملاقات بہت اچھی لگی' آج کل ہر کوئی فرصت کی عدم دستیابی کا شکار یہی کہتا نظر آتا ہے "دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات دن" اپنی مصروف گھڑیوں سے کچھ پل چرا کر آپ نے اپنے دیرینہ ساتھی آنچل کے نام کیے' ہم بے حد مشکور ہیں۔ اب یہ قلمی سفر بحال رکھیے گا اور رابطہ یونہی استوار رکھیے گا۔

فصیحہ آصف خان...... ملتان

فصیحہ ڈیئر! سدا خوش رہو آپ کا خط موصول ہوا ساتھ ہی "جیون جھیل میں چاند کرنیں" اور "عشق کا کوئی انت نہیں" ناول و ناولٹ کے مجموعہ پر مبنی دو خوب صورت کتابیں بھی موصول ہوئیں' آپ کے یہ تمام ناولز آنچل کی زینت بنے اور اب انہیں کتابی صورت میں دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ رب تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کا قلمی سفر ترقی کی جانب پر گامزن رہے جو بہنیں یہ ناول خریدنا چاہیں وہ نواب سنز پبلی کیشنز سے رابطہ کرسکتی ہیں' باذوق قارئین کے لیے یہ ایک خوب صورت تحفہ ہے۔

نورین مسکان سرور...... سیالکوٹ

ڈیئر مسکان! سدا ہونٹوں پر دھیمی سی مسکان قائم رہے' آپ کا خط پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں تعلیم کی لگن اور جستجو موجود ہے جبھی آپ ہر بات کو نظر انداز کر کے ان نامساعد حالات میں بھی علم کی شمع جلائے ہوئے ہیں۔ آپ کے یہ جذبات قابل فخر ہیں جہاں تک آپ کی تحریروں کا تعلق ہے تو ابھی آپ کو کافی محنت اور مطالعے کی ضرورت ہے' کوشش جاری رکھیں۔ ان شاء اللہ محنت و لگن سے آپ بھی اچھی لکھاری بن جائیں گی۔

شیریں گل...... ٹمن

شیریں گل! اسم بامسمیٰ بن کر سب میں محبت کی چاشنی بانٹتی رہو آپ نے تمام نگارشات ایک ہی صفحے پر لکھ کر بھیج دی ہیں جبکہ ہر سلسلے کے لیے علیحدہ سے صفحہ استعمال کریں تاکہ متعلقہ شعبہ میں دینے میں آسانی رہے آئندہ خیال رکھیے گا اسی بنا پر آپ کی ڈاک اس بار شامل اشاعت نہ ہوسکی۔

مسکان خان...... مانسہرہ

پیاری مسکان! شاد و آباد رہو ایک طویل عرصہ بعد آپ کا خط موصول ہوا' جواب حاضر ہے۔ گڑیا! آپ کی تحریر پڑھ کر ہی اندازہ ہوگا کہ کچھ بہتری آئی ہے کہ نہیں فی الحال کچھ کہنا قبل از وقت ہوگا' آپ کہانی کے علاوہ دیگر مستقل سلسلوں کے ذریعے شرکت کرسکتی ہیں۔

فریحہ شبیر...... شاہ نکڈر

پیاری فریحہ! سدا مسکراؤ' آپ کی اس بھول کو اب ہم بھلا کیسے دور کریں کہ ہم آپ کو نہیں بھولے بلکہ ہمیں سب ہے یاد ذرا ذرا۔ آپ کی تجاویز نوٹ کرلی ہیں ان شاء اللہ

جلد پورا کرنے کی کوشش کریں گے آپ اپنی نگارشات دس تاریخ سے قبل ارسال کردیا کریں تعارف باری آنے پر ہی شائع کیا جاتا ہے۔

چندا چوھدری...... حویلیاں

پیاری چندا! سدا مسکراؤ مصروفیت سے بھرپور زندگی کا ذکر جس ہلکے پھلکے اور شگفتہ انداز میں کیا ہے جان کر اچھا لگا۔ شادی شدہ زندگی میں ماسٹرز کرنا واقعی قابل تحسین ہے ایسے میں کولہو کا بیل بن جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ چندا ڈیئر! آپ کی دیگر نظمیں غزلیں بھی وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہیں گے آپ کے ارسال کردہ مہندی کے ڈیزائن ہمارے پاس محفوظ ہیں عیدالاضحیٰ نمبر میں شامل اشاعت ہوجائیں گے۔

ارم خان...... ڈیرہ غازی خان

ارم ڈیئر! جیتی رہو اداسی و ناراضگی سے بھرپور خط موصول ہوا جواب حاضر ہے۔ ہر ماہ آپ کی طرح دیگر بہنوں کے لاتعداد خطوط موصول ہوتے ہیں سب کے جوابات کو شامل کرنا ناممکنات میں سے ہے پھر بھی کوشش یہی ہوتی ہے کہ سب کو شامل ہونے کا موقع دیا جائے تاخیر سے موصول ہونے کی بنا پر بعض ڈاک شامل نہیں کر پاتے جو آئندہ ماہ استعمال کرلیتے ہیں۔

حرا رمضان...... اختر آباد

حرا ڈیئر! جیتی رہو آپ نے آنچل کے لیے جو خوب صورت ٹائٹل اپنے ہاتھوں سے بنا کر بھیجا وہ آپ کی محبت و چاہت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ماڈل البتہ کچھ زیادہ ہی فیشن کی دلدادہ معلوم ہوتی ہے بہرحال اس تحفہ کا بے حد شکریہ۔ ربّ تعالیٰ سے دعاگو ہیں کہ آپ کے تمام معاملات کو اچھا کردے آمین

انیسہ ناز...... حضرو' اٹک

پیاری انیسہ! سدا مسکراؤ آپ کی تحریر "فرض" کچھ خاص تاثر قائم نہ کرسکی دوستی اور محبت کے موضوع پر لکھی گئی یہ تحریر موضوعاتی لحاظ سے نہایت کمزور ہے۔ انداز تحریر بھی آپ کا پختہ نہیں ہے ابھی آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں اور دیگر بڑے رائٹرز کی تحاریر کا بغور مطالعہ کریں۔

تسنیم محمود...... سرگودھا

ڈیئر تسنیم! شاد و آباد رہو آپ کی تحریر "کسبتی دل کی" پڑھ ڈالی کہانی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ کا انداز تحریر بہتر ہے آپ مزید محنت کریں تو لکھنے کے فن پر عبور حاصل کرسکتی ہیں لیکن موضوع کا چناؤ ٹھیک نہیں ہے۔ آئندہ موضوع کے چناؤ کا خاص خیال رکھیے گا کوشش جاری رکھیں۔

قیصر شاھد...... دھلی کالونی' کراچی

ڈیئر قیصر! جگ جگ جیو آپ کی تحریر "خون کی کشش" پڑھی لیکن کچھ خاص تاثر قائم نہ کرسکی موضوع اور انداز تحریر دونوں لحاظ سے ابھی بہت کمزور ہے۔ بہت سی باتیں بھی غیر واضح ہیں اسی لیے معذرت خواہ ہیں ابھی آپ مطالعہ پر توجہ دیں دیگر بڑی رائٹرز کی تحاریر کا بغور مطالعہ کریں۔

فریدہ جاوید فری...... شادمان' لاھور

اچھی بہن فریدہ! خوش رہیں آپ کی جانب سے "محبت یاد رکھوں گی" شعری مجموعہ کی صورت میں خوب صورت تحفہ موصول ہوا دوسرے مجموعہ کلام کی اشاعت پر ہماری جانب سے ڈھیروں مبارک باد۔ بے شک ہجر وصال کے سب رنگوں کو آپ نے نہایت محبت سے شاعری کے کینوس پر اتارا ہے۔ ربّ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ کا قلمی سفر یونہی کامیابی سے جاری و ساری رہے کتابی تحفہ بھیجنے پر نہایت شکریہ۔

عذرا کنول......

عذرا ڈیئر! شاد و آباد رہو آپ کی تحریریں ابھی اس درجے کی نہیں ہیں کہ انہیں شامل اشاعت کیا جائے ابھی آپ کو کافی محنت کی ضرورت ہے اپنا مطالعہ وسیع کیجیے اور دیگر بڑے رائٹرز کی تحاریر کا بغور مطالعہ کریں جہاں تک آنچل میں اپنا نام دیکھنے کی خواہش ہے تو آپ مستقل سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں۔

ثناء اجالا...... بھلوال

اچھی ثناء! جگ جگ جیو آپ کی شاعری متعلقہ شعبے

میں بھیج دی ہے اگر معیاری ہوئی تو ضرور لگ جائے گی۔ جہاں تک تحریروں کا تعلق ہے تو گڑیا! لکھنا کوئی آسان کام نہیں ہوتا اس کے لیے کافی محنت اور وسیع مطالعے کی ضرورت ہوتی ہے نیز آپ کا مشاہدہ عمیق اور گہرا ہو آپ کا تعارف باری آنے پر شائع ہو جائے گا۔

نوشین مشتاق جوئیہ...... لودھراں

ڈیئر نوشین! سدا مسکراؤ' آپ کا انتظار رائیگاں تو نہیں گیا ناں۔ امید ہے آپ کو یہ سرپرائز اچھا لگا ہوگا بہر حال باری آنے کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ پہلے سے جو ڈاک ہمارے پاس محفوظ ہے اس کے بعد آپ کا نمبر آئے گا۔ آپ صفحہ نمبر لکھ دیں گی تو زیادہ اچھا رہے گا' تعارف شائع ہونے پر شکریہ کی ضرورت نہیں خوش رہیے۔

زیبا حسن مخدوم...... سرگودھا

ڈیئر زیبی! جگ جگ جیو آپ سے نصف ملاقات اچھی لگی آپ کی دیوانگی وارفتگی بے اختیار ہنسنے پر مجبور کر گئی۔ بہر حال اپنا نام دیکھ کر آپ خود پر قابو رکھیے گا' کہانی ایک لائن چھوڑ کر لکھنا ضروری ہے جبکہ دیگر سلسلوں میں آپ صرف ایک الگ صفحہ پر سلسلے کا نام لکھ کر نیچے اپنا نام اور پتا لکھ کر ایک ہی لفافے کے ذریعے ارسال کر سکتی ہیں۔

نائلہ امین...... راولپنڈی

نائلہ ڈیئر! جیتی رہو آپ کے مختصر افسانے کو پڑھ کر اندازہ ہوا ہے کہ ابھی آپ کو کافی محنت کی ضرورت ہے' آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں فی الحال تین حصوں پر مبنی یہ ناول مت ارسال کیجیے۔ ابھی آپ مختصر افسانے پر ہی طبع آزمائی کریں جب آپ کا قلم پختہ ہو جائے پھر اس طرف دھیان دیجیے گا' امید ہے تشفی ہو پائے گی۔

محمد زبیر اعظم...... حیدرآباد

زبیر اعظم! خوش رہو آنچل ڈائجسٹ کے پسند کرنے کا شکریہ جہاں تک شاعری کا سوال ہے تو اس بار آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہونے کے سبب شامل اشاعت نہ ہو سکی' بہر حال دیگر شعراء کی طرح آپ ''بیرنگ خیال'' میں شرکت کر سکتے ہیں۔

شگفتہ خان ٹوفی...... پھلوال

شگفتہ ڈیئر! جیتی رہو سب سے پہلے عمرے کی عظیم سعادت حاصل کرنے پر مبارکباد قبول کیجیے' ربّ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ آپ نے اپنے وطن پاکستان کے لیے وہاں جتنی دعائیں مانگیں وہ ان سب کو شرف قبولیت بخش دے آمین۔ آپ کو بھی جشن آزادی مبارک۔

طیبہ طفیل وفا...... گجیانہ نو' فاروق آباد

ڈیئر طیبہ! سدا مسکراؤ' آپ کی تحریر ''عطا'' آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنانے میں ناکام رہی بہر حال پڑھ کر اتنا اندازہ ہو گیا کہ آپ کے موضوع کا چناؤ عمدہ اور خوب ہے' آپ اسی طرح کے موضوعات پر طبع آزمائی کرتی رہیں۔ مزید محنت اور مطالعے کی بناء پر آپ انداز تحریر پر گرفت حاصل کر سکتی ہیں۔

سبین محمد عثمان...... چنیوٹ

پیاری سبین! خوش رہو آپ کی تحریر ''سسرال کے رنگ انوکھے'' موضوعاتی لحاظ سے واقعتاً انوکھی اور عمدہ ہے لیکن ابھی آپ کا انداز تحریر کمزور ہے۔ کہانی پر آپ کی گرفت کمزور ہے آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں اور دیگر بڑے رائٹرز کی تحاریر کا بغور مطالعہ کریں' افسانے پر طبع آزمائی جاری رکھیں۔

مصباح خان پارس...... جھنگ صدر

پیاری مصباح! جگ جگ جیو آپ کا پہلا خط موصول ہوا خوش آمدید۔ آنچل کی پسندیدگی کا بے حد شکریہ' کسی بھی مقام تک پہنچنے کے لیے محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہوتی ہے۔ آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں اور محنت و مستقل مزاجی سے کوشش جاری رکھیں۔

سمیرا' سائرہ حیدر...... کھروڑپکا

ڈیئر سسٹرز! شاد و آباد رہو بزم آنچل میں شرکت پر خوش آمدید آنچل کو پسند کرنے اور سراہنے کا بے حد شکریہ آپ اپنی تجاویز سے یونہی نوازتی رہیے گا کیونکہ آپ قارئین کی آراء اور ذوق کے مطابق ہی آنچل ترتیب پاتا ہے آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا۔

ام ایمان قاضی...... کوٹ چتھہ

ایمی ڈئیر! سدا خوش رہو آپ کی دو تحاریر "ظرف اپنا اپنا" اور "آ میرے بخت کی روشنی" منتخب شدہ کہانیوں میں سرفہرست ہیں۔ بہت جلد آنچل کے صفحات پر اپنی جگہ بنالیں گی۔

عائشہ تبسم...... چکوال

ڈئیر عائش! جیتی رہو آنچل سے متعلق آپ کے جذبات واحساسات جان کر بے حد اچھا لگا اگر ان کہانیوں سے آپ مثبت پیغام حاصل کرتی ہیں اور زندگی کے نئے رموز سے آشنا ہوتی ہیں تو شاید ہمیں بھی ہمارے اصل مقصد میں کامیابی حاصل ہوجاتی ہے جہاں تک شاعری کی بات ہے تو آپ کی شاعری متعلقہ شعبے کو ارسال کردی گئی ہے قبول ورد کا فیصلہ وہیں طے پاتا ہے۔ تحریر کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں اور دیگر رائٹرز کے انداز تحریر پر خصوصی توجہ دیں آپ کو لکھنے میں کافی مدد ملے گی۔

ریحانہ سحر...... گوجرہ

اچھی ریحانہ! جیتی رہو آپ کے خط کا جواب حاضر ہے ہمارے پاس آپ کی تحریر "دوستاروں کا ملن" موجود ہے لیکن آپ کی تحریر کے لیے ہم معذرت خواہ ہیں۔ ابھی آپ کو بہت محنت کی ضرورت ہے، موضوع کا چناؤ اور انداز تحریر دونوں ہی کمزور ہے۔ روایتی محبت کے موضوع پر لکھی گئی یہ تحریر کچھ خاص تاثر نہ قائم کرسکی آپ اپنا مطالعہ وسیع کریں محنت جاری رکھیں۔

مصباح فاروق مشا...... میانوالی

ڈئیر مصباح! شاد وآباد رہو بزم آنچل میں پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ چاہتوں اور محبتوں سے بھرپور آپ کا خط موصول ہوا ساتھ ہی آپ کی تحریر بھی موصول ہوئی کہانی پڑھ کر بہت جلد آپ کو اپنی رائے سے آگاہ کردیں گے۔ رب تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ پر اپنی خصوصی رحمت نازل فرمائے اور آپ کی تمام مشکلات کو دور فرمادے آمین۔ دیگر رائٹرز تک آپ کی تعریف ان سطور کے ذریعے پہنچ جائے گی۔

ناقابل اشاعت:

کیا کھویا کیا پایا، رشتے وفا کے، مجھ سے نافرمانی ہو، پہلا بول، عہد عید وفا، مقدر کے کھیل، چاند رات، نگاہ الفت، وفا ہے ذات عورت کی، بہت تلخی ہے جام حیات میں، میری دعائیں، اک انمول محبت، دیوانی محبت، محبت اک گماں، شرک، کیا ہم ایسا پاکستان چاہتے تھے، محبت کی سزا، خون کی کشش، قرض، عطا، کتنی محبت ہے تم سے، بستی دل کی، بجھتا ہوا ستارا، وہ لمحہ جو مہرباں ٹھہرا، تیرا پیار میری حیات ہے، پاسبان وطن، گمشدہ جنت، تجھے اے زندگی لاؤں کہاں سے، بلاعنوان، بددعا، بینک چیک، عید کی خوشیاں پیاروں کے سنگ، ملن رت پھر چھا گئی، مقدس رشتہ، پروا کی ماں، میرا عشق ماہ صیام سا، محبت ہوگئی، عید کا چاند، کچی عمر کے روگ، یہ رخصت ہوتے لمحے، تم میری عید پیا، بلند سوچ، ونی، داغ ندامت، خواب جزیہ، احساس، دادی ماں اور رانیاں، سسرال کے رنگ انوکھے، وعدے سنبھال رکھنا، اب ہمسفر روشن جہاں، انمول لمحہ، خواب ہے وہی، خوشیوں بھری عید، انعام محبت، دوستاروں کا ملن، چاہتوں کے موسم۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ ہاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابلِ اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا خوشخط تحریر کریں۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 7، فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ۔ کراچی۔

مشتاق احمد قریشی

آیتِ کریمہ سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ انسان اور جن مخلوقاتِ الٰہی ہیں یہ دونوں مخلوق ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ارادے کا محدود اختیار عطا فرمایا کہ وہ اللہ کے احکام تسلیم کریں اور اطاعت و بندگی کا اظہار کریں یا شیطان کے پیچھے لگ کر اپنی آخرت برباد کرلیں' باقی کسی اور معاملے میں انسان کو کوئی اختیار نہیں ہے وہ اپنی تقدیر و قضا سے کہیں نہیں بھاگ سکتا۔ آخر بھاگ کر جائے گا بھی کہاں؟ وہ کونسی جگہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے اختیار سے باہر ہے۔ اس لئے جنوں کی اور انسانوں کی اول تو ایسی کوئی کوشش میدان حشر میں ہوگی ہی نہیں اور اگر کوئی ایسا کرے گا تو اسے مایوسی اور ناکامی ہی ہوگی۔

جب سب جن و انس میدانِ حشر میں جمع ہوجائیں گے تو ربِ ذوالجلال کے حکم سے جنت اور دوزخ کے درمیان پڑے پردے ہٹادیئے جائیں گے اہلِ جنت کو جنت اور اہلِ جہنم کو جہنم نظر آنے لگے گی اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس طرح فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔ اور جب نامہ اعمال کھول دیے جائیں گے' اور جب آسمان کا پردہ (کھال) ہٹادیا جائے گا' اور جب جہنم دہکائی جائے گی' اور جب جنت قریب کردی جائے گی' تو اس دن ہر شخص کو معلوم ہوجائے گا وہ کیا کچھ لے کر آیا ہے۔ (التکویر۔ ۱۰ تا ۱۴)

آیاتِ ربانی میں ارشادِ الٰہی ہورہا ہے اور میدانِ حشر کی عکاسی کی جارہی ہے جب قیامت کے بعد سب جن و انس میدانِ حشر میں جمع ہوجائیں گے تو اس وقت کی کیفیت کے بارے میں ارشاد ہورہا ہے۔ صحف سے مراد نامہ اعمال ہے اور نشر ہونے سے مراد سب کے نامہ اعمال جو خفیہ ہوتے ہیں اس میدان میں خفیہ نہیں رہے گے' کھل کر سب کے سامنے آجائیں گے اور نہ ہی ناقابل فہم رہیں گے اور ان کا یہ انکشاف ہی بدکاروں کے لئے سوہانِ روح ہوگا۔ کیونکہ ایسی خفیہ برائیاں بھی ہوں گی جن کے انکشاف سے خود بدکار سخت پریشان ہوجائے گا' جس کی وجہ سے وہ سخت خوف زدہ ہوگا۔

نامہ اعمال کا کھل جانا اور رازوں کا نشر ہونا بھی اس دن کی ہولناکی میں اضافہ کردے گا۔ یہ ایک عظیم انقلاب بھی ہوگا۔ سب کے پوشیدہ سے پوشیدہ راز بھی کھل جائیں گے۔ اور کوئی راز راز نہیں رہے گا کیونکہ نامہ اعمال میں تو لوگوں کے صرف اعمال و اقوال ہی نہیں سوچیں تک لکھی جارہی ہیں' وہ بھی جو سینوں کے اندر ہوتا ہے اور وہ بھی جو سینوں کے باہر ہوتا ہے۔

دوسری آیت میں ارشاد ہورہا ہے کہ جب آسمان کا پردہ ہٹادیا جائے گا' یعنی اس روز لوگوں کے نامہ اعمال ہی نہیں کھولے جائیں گے ان کے ساتھ ساتھ آسمانوں کے حالات واقعات بھی کھل کر سامنے آجائیں گے۔ آسمان کا پہلا مفہوم تو یہ ہے کہ ہمارے سروں پر جو نیلگوں آسمان کا پردہ نظر آتا ہے وہ ہٹ جائے گا۔ آیتِ مبارکہ میں کشط کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی کھال ادھیڑنا ہے۔ اس سے مراد یہ بھی

ہوسکتی ہے کہ آسمان کا جو جلال وحسن ہمیں نظر آ رہا ہے اس روز اس کی کھال اتار دی جائے گی اس کا جلال وجمال بھی فنا کے گھاٹ اتر جائے گا اور چپے چپے سے وحشت ودہشت برسنے لگے گی۔

اور جب جہنم دہکائی جائے گی اور جب جنت قریب لائی جائے گی‘ اس روز یعنی روزِ حشر جہنم کی آگ کو خوب تیز کردیا جائے گا کیونکہ یہی حکم الٰہی ہے اس کے شعلے بلند سے بلند ہوجائے گے اس کا جوش وخروش اور حرارت بہت ہی زیادہ ہوجائے گی۔ جہنم کیا ہے اور کس طرح دکھائی جائے گی اس میں کیسا ایندھن استعمال ہوگا‘ اس کے بارے میں سورۃ البقرہ میں ارشاد الٰہی سے پتا چلتا ہے کہ

ترجمہ:۔ اس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ (البقرہ۔۲۴)

یہ حالت اس وقت ہوگی جب اہل جہنم کو اس کے اندر پھینک دیا جائے گا اور جب جنت قریب کردی جائے گی جن لوگوں کو جنت میں داخل ہونا ہوگا انہیں جنت قریب نظر آرہی ہوگی اور اہلِ جنت سے چند قدم کے فاصلے پر ہوگی‘ اہل جنت اسے دیکھ رہے ہوں گے اور مطمئن ومسرور ہوں گے جس طرح اہل دوزخ بے چین خوف زدہ ہوں گے گھبراہٹ کے مارے پسینے بہہ رہے ہوں گے اسی طرح اہل جنت نہایت سکون واطمینان سے اپنی باری کا انتظار کررہے ہوں گے۔ اس وقت ہر شخص کو معلوم ہوجائے گا کہ وہ کیا لے کر آیا ہے دربارِ الٰہی میں وہ دن ایسا ہیبت ناک خوفناک ہوگا کہ ہر بدکار کافر مشرک اور دین اسلام سے انحراف کرنے والا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرنے والے کو پتہ چل جائے گا کہ اس کے پاس کیا ہے اور اس کے ذمہ کیا ہے۔ اس روز ہر ایک کو پتہ چل جائے گا جو فصل اس نے دنیا میں اپنے اعمال سے بوئی تھی اس کی فصل پک کر کٹنے کو تیار ہوچکی ہوگی ہر کوئی خوف سے کانپ رہا ہوگا کیونکہ سب کو یہ معلوم ہوچکا ہوگا کہ اس کے نامہ اعمال کی تفصیل کیا ہے اور یہ بھی کہ اب اس میں کسی بھی طرح کسی بھی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہوسکے گی۔ ہر چیز متغیر ہوگی ہر شے بدل دی گئی ہوگی‘ اس دن تو صرف باری تعالیٰ کو ہی قیام ودوائم حاصل ہوگا۔ لوگ سوچ رہے ہوں گے کہ کاش ہم نے دنیا میں اللہ کی طرف رجوع کیا ہوتا‘ نبی مکرم کی بات سن لی ہوتی‘ اسے اپنی زندگی بسر کرنے کا ذریعہ بنایا ہوتا تو آج ہم یوں رسوا نہ ہوتے۔

جب ہر طرف سے لوگ میدان حشر میں جمع ہوجائیں گے تو میدان حشر میں میزان عدل لگائی جائے گی اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں پیش کی جارہی ہے۔ روزِ حشر جب تمام لوگ زندہ ہوکر اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے سورۃ بنی اسرائیل میں اس طرح ارشاد فرمایا کہ مومن اہل ایمان بندے کس طرح اپنی قبروں سے باہر آئیں گے۔

ترجمہ:۔ جس دن اللہ تعالیٰ تم کو پکارے گا تو تم اس کی تعریف (حمد) کرتے ہوئے تعمیل ارشاد کرو گے اور گمان کرو گے کہ تمہارا رہنا بہت ہی تھوڑا ہے۔ (بنی اسرائیل۔۵۲)

پکارے گا سے مطلب ہے جب نفخہ میں پھونک ماری جائے گی اور سب قبروں سے زندہ ہوکر بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوں گے تو اہل ایمان بندے اللہ کی حمد وثنا کرتے ہوئے تعمیل ارشاد میں حاضر ہوجائیں گے۔ جب وہ یوم قیامت کو دیکھیں گے تو انہیں دنیا کی زندگی ایسے لگے گی گویا وہ دنیا میں ایک شام یا ایک صبح ہی رہے اسی مضمون کو دیگر مقامات پر بھی بیان کیا گیا ہے۔ النازعت ۴۶۔ سورہ طٰہٰ

۱۰۲٬۱۰۴۔ الروم ۵۵۔ المومنون ۱۱۲٬۱۱۴۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ پہلا نفخہ ہوگا تو سب مردے قبروں میں زندہ ہوجائیں گے دوسرے نفخہ پر میدانِ حشر میں حساب کتاب کے لئے جمع ہوجائیں گے' ان دونوں نفخوں کے درمیان چالیس سال کا فاصلہ ہوگا اس عرصے میں کسی پر کوئی عذاب نہیں ہوگا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کلمہ طیبہ (لا الہ الا اللہ) پڑھنے والے مومن پر نہ موت کے وقت وحشت ہوگی نہ قبر سے اٹھتے وقت اور نہ ہی قبر میں' گویا کہ میں ان کو (قبر سے اٹھتے ہوئے) چیخ کے وقت دیکھ رہا ہوں وہ اپنے سروں سے مٹی جھاڑ رہے ہیں اور پڑھ رہے ہیں۔ ''سب تعریفیں اس ذات کے لئے جس نے ہم سے غم کو دور کیا جبکہ کافروں کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے۔

میزانِ عدل کیا ہے؟

میزان ایک اسلامی اصطلاح ہے جو روزِ محشر اعمال کی جانچ کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ وہ پیمانہ جس پر انسانی اعمال جو وہ زندگی بھر دنیا میں رہتے بستے ہوئے کرتا ہے کو تولا جائے گا جس کے ذریعے انسانوں اور جنوں کے نامہ اعمال کا حساب کتاب کیا جائے گا' اس کے مطابق لوگوں کی جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا ان کی دائمی زندگی گزارنے کے ٹھکانے الاٹ کئے جائیں گے۔

میزان سے مراد مفسرین نے ترازو لیا ہے' قرآن مجید میں ترازو کے لیے لفظ قسطاس (اشعرا:۱۸۲) اس کے علاوہ شاہین' قبان (رسائل اخوان الصفاء) ترلیس قبہ' محمل اور حبابہ بھی آئے ہیں۔ قرآن حکیم میں میزان سے مراد عدل ہے چونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفت عدل ہے وہ بڑا ہی عدل کرنے والا اور باخبر ہے۔ میزان قائم کرنے کا مطلب یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے پورے نظام کو عدل پر قائم کیا ہے۔ یہ بے حد وحساب ستارے وسیارے جو فضا میں گردش کررہے ہیں وہ تمام عظیم الشان قوتیں جو اس کائنات میں مصروفِ عمل ہیں' وہ لاتعداد قسم قسم کی مخلوقاتِ الٰہی سب کے درمیان عظیم تر درجہ کا عدل وتوازن قائم کردیا ہے' اگر یہ سارے کا سارا نظام کائنات عدل وتوازن پر قائم نہ ہوتا تو کب کا بکھر گیا ہوتا' زمین اور زمین کے اردگرد ہوا کے دباؤ کا نظام پانی' خشکی پہاڑ جنگلات میدان دریا غرض ہر ہر چیز میں نظامِ الٰہی عدل وتوازن لئے ہوئے ہے اگر زمین وآسمان یعنی کائنات کا نظام جو کروڑوں برس سے بغیر کسی معمولی سی تاخیر یا خرابی کے مسلسل چل رہا ہے وہ سب اللہ کے نافذ کردہ عدل وتوازن کا شہکار نظام ہے۔

ایسے ہی جب انسانی زندگی میں عدل وتوازن قائم ہوجاتا ہے تو معاشرے کی تمام خرابیاں خوبیوں میں بدل جاتی ہیں عدم توازن اور بے انصافی کا احساس ہی انسان میں بغاوت وسرکشی پیدا کرتے ہیں جب اسے یہ احساس ہونے لگتا ہے کہ اس کے ساتھ بے انصافی ہورہی ہے' نہ انسانی فطرت اور نہ ہی کائنات کی فطرت بے انصافی اور حق تلفی کو قبول کرتی ہیں' نظامِ عدل اور نظامِ میزان ہی انسان میں اور فطرت میں اعتدال وسکون پیدا کرتا ہے۔

ترجمہ:۔ قیامت کے دن ہم درمیان میں لارکھیں گے ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو' پھر کسی پر ذرہ برابر

ظلم نہ ہوگا۔ جس کا رائی کے دانے کے برابر بھی عمل ہوگا اسے ہم سامنے لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے۔ (الانبیاء۔۴۷)

آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ قیامت کے روز تمام انسانوں کے حساب کتاب کے لئے ایک ترازو درمیان میں رکھ دی جائے گی۔ یہ کلام الٰہی ہے اس میں کسی قسم سے کوئی رائے زنی کوئی خیال آرائی نہیں ہوسکتی۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ ترازو رکھی جائے گی تو رکھی جائے گی یہ سوچنا ہم انسانوں کا کام نہیں ہے کہ اعمال جن کا کوئی جسم یا وزن یا ٹھوس حقیقت نہیں ہے انہیں کیسے تولا جائے گا یہ تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے کہ وہ کس طرح کس چیز سے کام لیتا ہے وہ قادرِ مطلق ہے ہر ہر چیز پر اسے پوری پوری قدرت واختیار ہے۔

آج ہم خود اپنی دنیا میں ایسے سائنسی آلات دیکھتے ہیں کہ وہ بے وزن چیزوں کا بھی وزن کرلیتی ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے اپنے نائب کو اس پر قادر کردیا ہے تو خود اس کے لئے ایسا کرنا کونسا مشکل کام ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو دکھانے سمجھانے کے لئے اعمال واقوال کو اجسام سے بدل دے پھر وزن کیا جائے‘ جیسا کہ حدیث شریف میں بعض اعمال کے مجسم ہونے کے ثبوت ملتے ہیں۔ مثلاً قرآن کریم کے لئے ہے کہ قرآن کریم ایک خوش شکل نوجوان کی شکل میں آئے گا‘ وہ پوچھے گا‘ تو کون ہے؟ وہ کہے گا میں قرآن ہوں جسے تو راتوں کو (قیام اللیل میں) بیدار رہ کر اور دن کو بھوکا پیاسا رہ کر پڑھتا تھا۔ (مسند احمد۔ ابن ماجہ) اسی طرح مومن کی قبر میں عملِ صالح ایک خوش رنگ اور معطر نوجوان کی شکل میں آئے گا اور کافر اور منافق کے پاس اس کے برعکس شکل میں آئے گا۔ مسند احمد۔

جس طرح دنیا میں ایک ترازو کے دو پلڑے دو چیزوں کے وزن کے فرق کو ٹھیک ٹھیک تول کر بتادیتے ہیں‘ اسی طرح اللہ کی میزانِ عدل بھی ہر انسان کے کارنامے جو اس کے نامہ اعمال میں درج ہوں گے انہیں جانچ کر بے کم وکاست بتادے گی کہ ان میں نیکی زیادہ ہے یا بدی زیادہ ہے۔ ربِ کائنات تو خوب جانتا ہوگا لیکن انسانوں کے لئے وہ حجت پوری فرمائے گا۔ اسی بات کو سورۃ الاعراف میں اس طرح ارشاد فرمایا ہے۔

ترجمہ:۔ پھر ہم چونکہ پوری طرح خبر رکھتے ہیں (وہ) ان کے (ہر ایک کے) روبرو بیان کردیں گے۔ اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔ (الاعراف۔۷)

آیتِ کریمہ میں ارشاد ہورہا ہے کہ وہ ہر بندے کے ہر ہر عمل سے پوری طرح باخبر ہے لیکن اپنے بندوں کے لیے ان کی ہر بات ان کے سامنے کھول کر رکھ دیں گے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر ظاہر اور پوشیدہ بات کا پورا علم رکھتا ہے اس لئے ہی ارشاد ہوا ہے کہ وہ سب کے سامنے ان کے اعمال کی پوری تفصیل رکھ دے گا تاکہ کسی کو حق تلفی کا احساس تک نہ ہو۔

یومِ حشر جب سب جمع ہوچکے ہوں گے تو میزان عدل درمیان میں لگادی جائے گی۔ اس روز میزان عدل میں وزن اور حق دونوں ایک دوسرے کے ہم معنی ہوں گے‘ حق کے سوا کوئی چیز وہاں وزنی نہیں ہوگی اور وزن کے سوا کوئی چیز حق نہیں ہوگی۔ جس کے پاس جتنا حق ہوگا‘ وہ اتنا ہی باوزن ہوگا اور فیصلہ اسی

وزن کے مطابق ہوگا۔ کسی دوسری چیز کا ذرہ برابر لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ باطل کی پوری زندگی چاہے کتنی طویل اور قوی رہی ہو دنیا میں لیکن اس ترازو میں سراسر بے وزن ہی رہے گی۔ جب باطل پرست جو دنیا میں اپنی مرضی سے جیتے تھے۔ اپنی مرضی چلاتے تھے شیطان کے پیچھے ناچتے رہتے تھے حق اور دعوتِ حق پر کان نہیں دھرتے تھے یا آخرت کا یقین ہی نہیں کرتے تھے سمجھتے تھے جو کچھ ہے یہی چار روزہ زندگی ہے جو عیش کرنا ہے یہیں کرلو مرنے کے ساتھ سب کچھ ختم ہو جائے گا۔ کل کس نے دیکھا ہے ایسے تمام افراد جو احکام الٰہی، قوانینِ الٰہی کی پروا نہیں کرتے تھے ان کے دنیا میں چاہے جتنے بھی کارنامے ہوں وہ اس روز اس ترازو میں قطعی بے وزن ہوں گے، جو لوگ دنیا کو ہی سب کچھ سمجھتے تھے اور دنیا ہی کے لئے سب کچھ کرتے تھے اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو نظر انداز کرتے تھے اور سمجھتے تھے کسی کو کوئی حساب نہیں دینا سب یونہی ڈرانے کی باتیں ہیں اس روز جب سب میدانِ حشر میں جمع ہوں گے اور میزانِ عدل گاڑھ دی جائے گی، تو سب کا کچا چٹھا سب کے سامنے آ جائے گا، جن کے اعمال بے وزن ہوں گے انہیں جہنم کا راستہ دکھا دیا جائے گا اور جن کے نامہ اعمال وزنی ہوں گے وہ جنت کی راہ لگیں گے وہی لوگ اس روز کامیاب ہوں گے، الاعراف کی اس سے اگلی آیت میں ارشاد ہو رہا ہے۔

ترجمہ:۔ اور اس روز جن کے پلڑے بھاری ہوں گے وہی فلاح پائیں گے، اور جن کے پلڑے ہلکے رہیں گے وہی اپنے آپ کو خسارے میں مبتلا کرنے والے ہوں گے، کیونکہ وہ ہماری آیات کے ساتھ ظلم کرتے تھے۔ (اعراف۔ ۸۔۹)

ان آیات میں انسانوں کے اعمال کے وزن کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے، جو قیامت والے دن میدانِ حشر میں ہوگا، جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں کئی جگہ بیان فرمایا ہے۔ اور احادیث میں بھی بیان ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ جب روزِ محشر اللہ کی نصب کردہ ترازو میں نامہ اعمال تولے جائیں گے تو جن کے نیکیوں سے اعمال نامے پر ہوں گے ان کا پلڑا بھاری ہوگا، وہ لوگ کامیاب ہوں گے، اور جس کا بدیوں والا پلڑا بھاری ہوگا وہ ناکام ہوگا روزِ محشر ہر کسی کے اعمال کو ترازو کے ایک پلڑے میں نیکیاں دوسرے میں بدیاں برائیاں تولی جائیں گی، میزان اور اعمال کے وزن کا مسئلہ قرآن و سنت سے ثابت ہے اس لئے اس بارے میں کسی بھی قسم کا شک نہیں کرنا چاہئے۔ اسی بات کو سورۃ الکہف میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے۔

(جاری ہے)

فائقہ سکندر

ملیحہ احمد

ڈیئر آنچل قارئین السلام علیکم! ارے ارے رکیے تو سہی' سب سے پہلے سلام کا جواب تو دیتے جائیں ایسی بھی کیا بے نیازی۔ جی جناب مابدولت کا نام فائقہ سکندر حیات ہے میرے ابو جان نے میرا نام رکھا۔ میری تاریخ پیدائش 8 مئی 1995ء ہے' اسٹار ثور ہے۔ میں اسٹارز پر سو فیصد یقین کرتی ہوں۔ میرا تعلق گجرات کے ایک بہت ہی خوب صورت گاؤں لنگڑیال سے ہے' میرے گھر میں کُل گیارہ افراد ہیں' ہم چھ بہن بھائی ہیں۔ سب سے بڑی باجی شائلہ سکندر' عادل سکندر' کیفہ سکندر (عقل سے پیدل) پھر سہیل سکندر (اپنی ہی بات کو سچ اور حق پر سمجھنے والا) اور جب بھی ہم دونوں بہن اور بھائی مل کر بیٹھتے ہیں بحث اور لڑائی شروع ہوجاتی ہے پر ہم میں پیار بھی بہت ہے پھر میں فائقہ سکندر اور سب سے چھوٹی اقراء سکندر ہے۔ عادل بھائی کی شادی ہوچکی ہے اور بہت پیاری بھابی عادلیہ عادل ہیں اور ان کے دو بہت ہی پیارے اور کیوٹ سے بچے بڑی بیٹی اقصیٰ نور عادل اور محمد صائم عادل ہیں۔ ہم سب ایک دوسرے سے بہت لڑائی کرتے ہیں اور پیار بھی کرتے ہیں۔ میں نے آنچل 2010ء میں پڑھنا شروع کیا تھا' میری بڑی آپی کیفہ پڑھتی ہیں پھر ایک دن ''یہ چاہتیں یہ شدتیں'' میری نظر سے گزرا' جو دل میں ہی اتر گیا۔ پھر یہ میرے پسندیدہ رسالوں میں سے ہوگیا۔ میرے آئیڈیل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علیؓ ہیں' کتاب قرآن مجید پسند ہے۔ موسموں کی بات کی جائے تو بہار' سردی اور برسات کا موسم ہے۔ رنگوں میں پسندیدہ رنگ آسمانی' گلابی' سیاہ' سبز ہیں۔ کپڑوں میں مجھے لانگ شرٹ' ٹراؤزر اور فراک چوڑی دار پاجامہ پسند ہے۔ میوزک مجھے بہت ہی پسند ہے۔ کھانے کی شوقین ہوں لیکن کھانے کی حد تک' بنانے کی بات ہی نہ کریں۔ کھانے میں کریلے گوشت' گوبھی' قیمہ ساگ' پکوڑے' سموسے چاٹ بہت ہی زیادہ پسند ہیں۔ میٹھے میں آئس کریم اور چاکلیٹ پسند ہے۔ شاعری بہت زیادہ پسند ہے' پسندیدہ شاعر وصی شاہ' احمد فراز' واصف خان ہیں۔ جیولری ہر قسم کی جمع کرتی ہوں پر استعمال کم کرتی ہوں' کاجل بہت زیادہ پسند ہے۔ کرکٹ پسند ہے' کامران اکمل اور عمر اکمل پسند ہیں۔ کھیل ویسے سارے ہی شوق سے دیکھتی ہوں' ہمارے گروپ کا نام سویٹ گروپ ہے۔ میری بہت سی دوستیں ہیں' ایمان فاطمہ عاشر' اقصیٰ نور شرجیل' کیفہ سکندر' زریا عارف' حنا بھابی' سارہ بھابی' فضا بھابی' مدیحہ اشرف' صبا ندیم' مریم راصف' علینہ' زینب' ماریہ آپی' صوبیہ' ربیعہ' وجیہہ' ثناء' دانیہ شہریار' بھابی کہکشاں یہ میری جان اور سب سے اچھی دوستیں ہیں۔ سب سے بڑی بھابی کہکشاں ہیں جن سے گپ شپ کرنے میں بہت مزا آتا ہے۔ ان سے باتیں کرتے گھنٹوں گزر جاتے ہیں اور پتا ہی نہیں چلتا۔ زینب اللہ تعالیٰ تم کو زندگی کی ہر خوشی دے' آمین۔ یار خوش رہا کرو پلیز تمہاری امی جان کا دکھ ہم سب کو بھی بہت زیادہ ہے' پر یار ہم نے بھی تو اس دنیا سے جانا ہے۔ میری فیورٹ استاد باجی نائلہ ہیں' میرے ابو جان بہت ہی اچھے پیارے اور مخلص انسان ہیں وہ ہم سے بہت پیار کرتے ہیں۔ میں سب سے زیادہ پیار اپنے ابو جان سے کرتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ میرے ابو جان کو اور امی جان کو لمبی صحت والی زندگی عطا کرے آمین۔ اگر بات پھولوں کی کی جائے تو مجھے گلاب' موتیا پسند ہیں۔ اچھی عادت یہ ہے کہ میں بہت حساس ہوں کسی کو دکھ میں نہیں دیکھ سکتی۔ بُری عادت یہ ہے کہ غصہ بہت آتا ہے' غصہ میں ہمیشہ بہت بُرا کرتی ہوں دوسروں کے ساتھ نہیں اپنا ہی نقصان کرتی۔ رائٹرز میں سمیرا شریف طور' سباس گل' نازیہ کنول نازی' نوشین اقبال نوشی بہت زیادہ پسند ہیں۔ تنہائی پسند ہے۔ میں کم لوگوں سے فری ہوتی ہوں جس کی وجہ سے مغرور کہتے

ہیں پر ایسی بات نہیں ہم جس سے فری ہو جائیں تو اس کا تو بس اللہ مالک ہے۔ سب کہتے ہیں کہ میں بہت زیادہ بولتی ہوں پر میں بہت زیادہ نہیں حد سے زیادہ بولتی ہوں۔ تعارف کچھ زیادہ ہی لمبا ہو چکا ہے بس میں جانے لگی ہوں پر دعاؤں میں سب یاد رکھنا اگر کوئی دوستی کرنا چاہے تو موسٹ ویلکم جی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے آنچل کو زیادہ سے زیادہ ترقی دے آمین۔

کشمالہ اقبال

ڈیئر آنچل اسٹاف ریڈرز اور رائٹرز کو محبت بھرا اسلام جی تو آپ سب کیسے ہیں اللہ کے فضل و کرم سے سب ٹھیک ہوں گے۔ جی تو مابدولت کا نام جیسا کہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کشمالہ اقبال ہے 18 اکتوبر کو اس دنیائے فانی میں تشریف لائے۔ ہم دو بہنیں اور دو بھائی ہیں۔ پہلا نمبر میرا ہے دوسرے نمبر پر میرا لاڈلہ اور پیارا بھائی کاشف اقبال تھا جو کہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گیا۔ وہ ہم سب بہن بھائیوں والدین رشتہ دار دوست احباب سبھی کا چہیتا تھا ہم سب بہت اداس ہیں وہ ہمیں ایک لمحے کے لیے نہیں بھولتا سب اس کی مغفرت کے لیے خصوصی دعا کرتے ہیں آپ بھی پلیز میرے بھائی کے لیے دعا کیجیے گا۔ اس کے بعد بھائی یاسر پھر بہن مرچنا اور آخر میں سب کی آنکھوں کا تارا احسن اقبال ہے۔ ہم سب احمد پور سیال کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہائش پذیر ہیں۔ مابدولت بی اے کی اسٹوڈنٹ ہے والد سرکاری اسکول میں ملازمت کرتے ہیں اور والدہ گھریلو خاتون ہیں اور گھر کے کام بخوبی سرانجام دے رہی ہیں۔ میں بھی ایک نجی اسکول میں ٹیچنگ کے فرائض سرانجام دے رہی ہوں میرا حلقہ احباب بہت وسیع ہے ان میں (حفصہ کرن فوزیہ قرۃ العین سعدیہ راشدہ نگینہ سونیا رابعہ عذرا عشرت نادیہ مسرت) وغیرہ شامل ہیں یہ سب میرے ساتھ بہت مخلص ہیں۔ میری پسندیدہ شخصیت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ ہیں۔ پسندیدہ جگہ سعودی عرب جہاں روضۂ رسول اور بیت اللہ ہے۔ دل کرتا ہے کہ بیت اللہ کی زیارت کو جاؤں اور پھر واپس نہ آؤں اللہ پاک مجھے اور آپ سب کو بھی بیت اللہ کی زیارت کی سعادت نصیب فرمائے آمین۔ میں 2009ء سے آنچل کی خاموش قاری ہوں کبھی لکھنے کی جسارت نہیں کی آج پہلی بار قلم تھام لیا اور سوچا کیوں نہ آنچل میں ہم بھی تعارف شائع کروائیں۔ مجھے آنچل کے تمام سلسلے پسند ہیں رائٹرز میں سب پسند ہیں۔ نازیہ کنول نازی سمیرا شریف طور اقراء صغیر احمد اور سباس گل کی کیا ہی بات ہے یہ سب مجھے بہت اچھی لگتی ہیں دل کرتا ہے کہ سامنے آئیں تو بہت سی باتیں کروں ان کے ساتھ کہ یہ تمام رائٹرز اتنا اچھا کیسے لکھ لیتی ہیں اور لفظوں اور کرداروں کا انتخاب کیسے کر لیتی ہیں۔ میری اللہ سے دعا ہے کہ آنچل اسی طرح ترقی کرتا رہے اور اللہ آپ لوگوں میں مزید لکھنے کا حوصلہ کرے آمین۔ ذرا خوبیوں اور خامیوں کی بات ہو جائے تو جی میں تنہائی پسند ہوں لیکن فرینک بھی بہت جلد ہو جاتی ہوں ہم عمر لڑکیوں سے مہمان نوازی کا بہت شوق ہے۔ حج بیت اللہ کی زیارت کا شوق ہے نماز کی کوشش کرتی ہوں کہ قضا نہ ہو پھر بھی بحالت مجبوری قضا ہو جاتی ہے۔ زیادہ فرینڈز بنانے کا شوق ہے بھلکڑ بہت ہوں تھوڑی دیر بعد بات بھول جاتی ہوں علماء کرام کے بیان سننا پسند ہیں۔ تنہائی میں اسلامک کتابوں کا مطالعہ کرتی ہوں (یہ ایک اچھی بات ہے)۔ اس کے ساتھ ہی اجازت چاہوں گی اللہ تعالیٰ آنچل کو مزید ترقی دے سب کو ہنستا بستا رکھے پاکستان کو ریشہ دوانیوں سے محفوظ رکھے اور اسے ترقی کی راہ پر گامزن کرے۔ ایک مرتبہ پھر قارئین سے گزارش ہے کہ میرے بھائی کاشف کی مغفرت کیلئے دعا کیجیے گا کہ اللہ اسے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اسے اپنی رحمت کی سائے تلے جگہ دے آمین۔ تعارف پڑھ کر اپنی آراء سے ضرور آگاہ کیجیے گا کہ کیسا لگا اللہ نگہبان۔

صبا آرزو

السلام علیکم! کیسے ہیں آپ لوگ' ارے بھئی اتنا
حیران ہونے کی کیا ضرورت ہے مانا کہ فرسٹ انٹری ہے
مگر جب میں نے اپنا تعارف کروادیا تو بہت سی دوستیں
میری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گی (خوش فہمی) اچھا تو
اب آتے ہیں تعارف کی طرف' جی تو مابدولت کو صباء
پرویز کہتے ہیں (ارے بھئی چونک گئے) ہاں بھئی میرا
اصل نام یہی ہے' آرزو تو ویسے ہی شوقیہ طور پر رکھا ہوا
ہے۔ہم گرمیوں کی چلچلاتی دھوپ میں 10 جون کو اس دنیا
میں آئے اور چھا گئے۔شاید یہی وجہ ہے کہ گرمی بہت
زیادہ لگتی ہے' ہم ماشاء اللہ چار بہنیں اور ایک بھائی ہیں'
میں بھائی سے چھوٹی اور تینوں بہنوں سے بڑی ہوں اس
لیے ان بے چاروں پر خوب رعب جھاڑتی ہوں۔ میں
فرسٹ ائیر کی طالبہ ہوں' میرا اسٹار جوزا ہے' اسٹار پر بالکل
بھی یقین نہیں رکھتی' ویسے مجھ پر تو ہر کلر ہی جچتا ہے (بقول
میرے) چاہے کوئی سا بھی پہن لو لیکن میرے فیورٹ کلر
ریڈ اور پنک ہیں۔ موسموں میں مجھے بہار کا موسم اچھا لگتا
ہے' بارش بہت اچھی لگتی ہے اور بارش میں بھیگنا میرا
مشغلہ ہے۔ مجھے کھانے میں بریانی اور اچار گوشت بہت
پسند ہے اور ہاں میں زیادہ نہیں کھاتی شاید اسی وجہ سے
اسمارٹ ہوں۔ ارے نہیں میں اپنی تعریف خود ہی نہیں
بلکہ لوگ کرتے ہیں کہ صباء تم بہت اسمارٹ ہو۔ مجھے
خوب صورت آنکھیں بہت اٹریکٹ کرتی ہیں اور مجھے
کسی کا کہا جملہ آج بھی یاد ہے (تمہاری آنکھیں بہت
پیاری ہیں) اور میری دوستیں بھی میری آنکھوں کی بہت
تعریف کرتی ہیں (بھئی آخر پیاری جو ہیں)۔ مجھے خوشبو
میں سکریٹ اور ہیوک پسند ہے' اس کے علاوہ پھولوں کی
خوشبو بہت اٹریکٹ کرتی ہے۔ مجھے اداس موسم دیوانگی کی
حد تک پسند ہے' تنہائی پسند ہوں۔تنہا رہنا زیادہ اچھا لگتا
ہے' اکثر آپ کو گنگناتی ہوئی ملوں گی۔اپنی ذات کے
حوالے سے بہت سے خواب دیکھ رکھے ہیں' اداکارہ یا سنگر
بننا چاہتی ہوں مگر ہمارے خاندان میں ایکٹر یا سنگر بننا تو
دور کی بات کوئی نام سننا بھی گوارہ نہیں کرتا (یا الٰہی رحم
ہمارے حال پر)۔ اچھا تو میری بیسٹ فرینڈ میں انعم شہزادی'
ریحانہ کبیر' اقصیٰ امانت' اقصیٰ انور اور رخسار شامل ہیں۔
مجھے دوست بنانے کا بہت شوق ہے' اب باری ہے
خوبیاں اور خامیاں بتانے کی تو خامیاں تو بے شمار
ہیں لیکن خوبیاں چراغ لے کر ڈھونڈنی پڑیں گی (اب
ایسی بات بھی نہیں ہے) مجھ میں خوبی یہ ہے کہ حالات
جتنے مرضی سنگین ہوں ہمیشہ سچ بولتی ہوں اور اب اس بات
کو کوئی چاہے خوبی سمجھے یا نہ سمجھے اگر مجھے کسی کی بات بری
لگی تو منہ پر ہی کہہ دیتی ہوں (چغلیاں کرنے سے بہتر
ہے)۔ بے حد حساس ہوں ہر بات پر رونا شروع کردیتی
ہوں۔ کچھ دوست مجھے مغرور اور انا پرست سمجھتے ہیں
حالانکہ میں ایسی بالکل بھی نہیں ہوں بلکہ میں بہت خوش
مزاج ہوں۔ میری خالہ روبینہ اور میری نانی مجھ سے بہت
پیار کرتی ہیں اور میں بھی اپنی نانی اپنی خالہ اور ان کے
بچوں صائم' سویرا اور ثانیہ سے بہت پیار کرتی ہوں (جو کہ
ابھی بہت چھوٹے ہیں) میں اپنے اکلوتے بھائی سے ہی
بہت پیار کرتی ہوں اللہ تعالیٰ میرے بھائی کی ساری دلی
مرادیں پوری کرے آمین اور مجھے اپنی کزنوں میں سامیہ'
سویرا' ثانیہ' ثناء' تہمینہ' طیبہ پسند ہیں۔ ارے ایک کزن تو
میں بھول ہی گئی ماہا جو کہ میری ممانی کی بیٹی ہے' مجھے بہت
ہی پیاری لگتی ہے اور ہاں ایک بات سن کر آپ کو شاید
بہت حیرانگی ہوگی کہ میں شاعری بھی کرلیتی ہوں۔ میری
آئیڈیل شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں' اللہ ہمیں
بھی نیکی کرنے کی توفیق عطا فرمائے' آمین۔ میں اپنے
لیے کسی کی آنکھوں میں نفرت نہیں دیکھ سکتی۔ میک اپ
کرنے جیولری پہننے اور مہندی لگوانے کا بہت شوق ہے۔
غصہ بہت زیادہ آتا ہے اور جب میں کسی سے ناراض
ہوتی ہوں تو مکمل خاموشی اختیار کرلیتی ہوں۔ لباس میں
فراک اور ساڑھی بہت پسند ہے' ڈائجسٹ پڑھنا میرا

موسٹ فیورٹ مشغلہ ہے اور رائٹرز بننا میرا خواب۔ اچھا تو تعارف زیادہ لمبا تو نہیں ہوگا' شکریہ اتنی دیر مجھے برداشت کرنے کا اور ہاں یہ ضرور بتانا کہ کیسا لگا میرا تعارف کہیں میں نے بور تو نہیں کردیا آپ لوگوں کو دعاؤں میں یاد رکھیے گا' اللہ حافظ۔

سمیرا انعام

السلام علیکم! آنچل کے تمام قارئین کو میرا محبت بھرا سلام قبول ہو' میں آنچل میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں' ویسے میرا آنچل کے ساتھ رشتہ پرانا تو نہیں ہے لیکن جب سے جڑا ہے تب سے دل کھلا کھلا اور دماغ روشن روشن ہوگیا ہے' میری زیادہ بڑی فیملی تو نہیں ہے لیکن ہماری فیملی کی ایک خاص بات ہے وہ یہ کہ ہماری دنیا ہمارے تک ہے لیکن آنچل سے جڑنے کے بعد اب یہ دنیا اور بھی حسین ہوگئی ہے کیونکہ اب اس میں باہر کی دنیا کے رنگ بھی بھر چکے ہیں ویسے میں نے آج تک بھی کسی کے لیے نہیں لکھا جب آنچل میں تعارف پڑھے تو دل نے کہا کہ میں ابھی اپنے لیے کچھ لکھوں' اپنی دنیا میں اور رنگ بھروں۔ ہماری چھوٹی سی فیملی ہم پانچ بہن بھائی ہیں یعنی کہ تین بہنیں اور دو بھائی اور اماں ابا یعنی کہ کل سات افراد ہیں۔ میں 6 اپریل کو اس دنیا کے چھوٹے سے لیکن خوب صورت شہر بورے والا میں پیدا ہوئی' میرا اسٹار برج حمل ہے' اس اسٹار کی خوبیوں کے بارے میں بتانے بیٹھوں گی تو ورق ختم ہوجائے گا۔ شمائل آپی کے کہنے کے مطابق ورق مہنگا ہوگیا ہے۔ میں بہت اچھی اور سخی ہوں' میرا نک نام پیٹو ہے۔ میں اپنے بارے میں جتنی تعریف کرلوں اتنا کم ہے' بہت چنچل اور مستی خور ہوں۔ فیورٹ کتاب قرآن پاک ہے میں روزانہ صبح اٹھ کر اور نماز عصر کے بعد دو گھنٹے قرآن پاک پڑھتی ہوں اور میری دعا ہے کہ اللہ پاک سب کو قرآن پاک پڑھنے کی اور پانچوں نمازیں پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میری پسندیدہ شخصیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ان کے بعد قائداعظم محمد علی جناح ہے کیونکہ آج ان کی وجہ سے ہم آزاد ہیں اور آزاد ملک میں سانس لے رہے ہیں۔ میری پسندیدہ نمکین ڈش پلاؤ اور چکن قورمہ ہے اور پسندیدہ سویٹ ڈش کھیر' آئس کریم' چاکلیٹ اور کیک پسند ہے ویسے تو زیادہ تر بچوں والی چیزیں کھاتی ہوں جیسے ٹافیاں' چپس اور چیونگم۔ میرا پسندیدہ لباس شلوار قمیص اور لمبا دوپٹہ ہے میں فراکیں بھی بہت شوق سے پہنتی ہوں۔ شاعری کا بہت شوق ہے اور دوستیں بنانا تو چاکلیٹ جیسا لگتا ہے۔ جیولری میں بریسلیٹ اور لمبے لمبے بُندے بہت پسند ہیں۔ ڈائری لکھنے کا بہت شوق ہے' بھالو بہت پسند ہے۔ اوہ سب سے ضروری بات کہ میری ذات بٹ ہے جو بہت اچھے ہوتے ہیں۔ میرے خیال سے تعارف لمبا ہورہا ہے' اب آتے ہیں ہمارے پیارے آنچل کے سویٹ سویٹ رائٹرز کی طرف' سمیرا شریف طور کی کہانی "یہ چاہتیں یہ شدتیں" بہت پسند ہیں۔ مجھے بہت غصہ ہے کہ وہ اب ختم ہوچکی ہے پلیز سمیرا انہیں ہمارے نام کا واسطہ جلدی سے کوئی اچھی کہانی کے ساتھ انٹری کرلو آئی مس یو۔ باقی سب کہانیاں اور رائٹرز اچھے ہیں' نازیہ کنول نازی سی گریٹ او۔ میری ایک دوست ہے جس کا نام شمائلہ بانو ناصر علی ہے اس کی وجہ سے ہم آنچل سے جڑے ہیں اور آنچل ہماری دنیا کا ایک حصہ بن چکا ہے۔ اس کی امی کی طبیعت بہت خراب ہے میری آنچل قارئین اور رائٹرز' پڑھنے والے دوستوں سے التجا ہے کہ ان کے لیے خاص دل سے دعا کریں' شکریہ۔ میری دعا ہے آنچل دن دگنی اور رات چوگنی ترقی حاصل کرے اور آنچل رائٹرز ہمیشہ لکھتے رہیں اور صحت یاب رہیں اور اللہ ہمارے پاکستان کو سدا بلندی پر رکھے اور پاکستان کو بُری نظر سے بچائے اور پاکستان کی عوام کو ایک دوسرے کا خیال اور حفاظت کرنے کی صلاحیت عطا فرمائے آمین۔

حدیقہ احمد

نورین شاھد...... رحیم یار خان

تیرے لبوں کا تبسم صدا رہے قائم
بس یہی دعا ہے میری تیری زندگی کے لیے

ا:۔ تمام مسلمانوں کے لیے یہ شعر میری دعا ہے اور عید کی مبارکباد ڈھیروں ڈھیر ویسے ہمارا سسرال نہیں ابھی اور نہ اس کا میرا ابھی ارادہ ہے لیکن اب تک گزری ہر عید میری بہترین عید ہے کیونکہ مجھے خوش رہنا اچھا لگتا ہے اور خوشیاں ڈھونڈنا بھی لیکن پچھلی بڑی عید پر ہم خلیفہ پارک گئے تھے ٹریکٹر ٹرالی میں بیٹھ کر کھلی ہوا میں سپیڈ سے چلتی ٹرالی، میوزک، لطیفے اور مزیدار کھانے اتنے بڑے پارک میں تمام چچا، ماموں، خالہ کی فیملی کے ساتھ خواب انجوائے کیا واپسی پر پاس سے گزرنے والی ہر سواری پر خوب چیخنا چلانا اور سپیڈ بریکر آنے پر ہائے، اوئی کرنا سب انجوائے کیا۔

۲:۔ جی میں گھر میں سب بہن بھائیوں میں بڑی ہوں امی اور پاپا سے عیدی جو بھی ملتی ہے اسے ہم اپنے رسالوں، چپس، پاپڑ اور ٹافیاں لے کر خرچ کرتے ہیں اور خوب ڈانٹ بھی پڑتی ہے بھئی ہماری عیدی ہے ہماری مرضی میں لیتی تو ہوں مگر عیدی دیتی نہیں اپنے چھوٹے بھائیوں سے بھی دس یا بیس روپے عیدی ضرور لیتی ہوں کیونکہ بقول امی چھوٹے بھائی بھی بڑے ہی ہوتے ہیں پورا سال تو نہیں مگر عید والے دن میں ان کے قول پر عمل کرتی ہوں (عیدی کے لیے) ہاں اب تک صرف ایک بار میں نے انہیں سب بہن بھائیوں کو دس دس روپے دیے تھے اب میں اتنی بھی کنجوس نہیں نہ خود غرض۔

۳:۔ عید کی تیاری پہلے سے پوری ہوتی ہے مگر پچھلی عید پر افراتفری میں چاندرات کو آٹھ بجے بازار جانے کا اتفاق ہوا تو مزہ تو آیا مگر ہم نے توبہ تو بہ بھی کی کسی نے سیدھے گھٹنے پر بائیک ماردی تھی ہم تو عید کے دن لنگڑا لنگڑا کر چلتے رہے ویسے مجھے چاندرات اور عید کے تینوں دن نیوز چینل دیکھنا اچھا لگتا ہے اپنے ملک کے ہر شہری کو عید کی تیاری کرتے دیکھنا اور خوش ہونا مجھے اچھا لگتا ہے بہت مزہ آتا ہے سب کو خوش دیکھ کر۔

۴:۔ عید کے دن نماز نوافل کے بعد میٹھے سے لطف اندوز ہوکر صفائی کرنا پاپا، بھائیوں کو تیار ہونے میں مدد ہم چھ لڑکیاں (مطلب پانچ بہنیں اور ایک ہماری امی سمجھا کریں) دے کر مسجد روانہ کرتے ہیں اور ہم آٹے پرات اٹھا کر بڑے کمرے میں چوکڑا مار کر بیٹھ جاتے ہیں ساتھ ہی نیوز چینل اور ڈرائنگ روم کی کھڑکی کھول کر گلی میں آتے جاتے ہر انسان کو دیکھنا ہمارا محبوب مشغلہ ہے پھر تیار ہوکر لالا، ابو، ابا اور چاچو آگرآئیں تو ان کی خاطر تواضع پھر میں اور میرے پاپا مل کر عید کے دن کھانا پکاتے ہیں میں انہیں اور وہ مجھے ہدایات (ڈانٹ کی ڈوز) دیتے ہیں کھانے سے فارغ ہوکر ہم اور ہمارے رسائل، ایف ایم اور آرجیز کو کال اور کولڈرنک، نمکو وغیرہ۔

۵:۔ عید کا دن اب تک ایسا کوئی تحفہ یا عیدی نہیں جو ہم نے سنبھال کر رکھی ہو مگر نماز کے بعد واپسی پر پاپا اور بھائیوں کے گلے لگ کر دی مبارکباد ہمیشہ کے لیے تحفہ ہے انمول تحفہ ہے آپ سب بھی خوش رہیں مسکراتے رہیں۔

شمع مسکان...... جام پور

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ ہے ہر مسلمان عبادت الٰہی میں مصروف ہے اس مقدس مہینے میں ہر مسلم کی کوشش ہوتی ہے کہ لحہ لحہ سے نیکی کشید کریں روزہ داروں کے لیے رب تعالیٰ نے عید کا تحفہ پیش کیا ہے اور عید صحیح معنوں میں روزہ داروں کے لیے ہی حقیقی خوشی کا ذریعہ ہے اور اگر اس عید پر کوئی بہت اپنا پاس نہ ہو تو عید اپنی دلکشی کھو دیتی ہے۔

ا:۔ بہت چھوٹی تھی جب کے عید کے خوشگوار لمحات ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھیر دیتے تھے تب بھائیوں کی شادی نہیں ہوئی تھی اسپیشل ارشاد بھائی تو بہت جولی نیچر کے ہوتے تھے پر اب وہ دن کہاں ایک واقعہ تحریر کرتی ہوں قربانی والی عید کا واقعہ ہے کہ میں تیار ہوکر آپی کے اصرار پر شمع ضرور شاپ کھلی ہوگی آپ ریحانہ کی شرٹ کے بٹن لے آئیں۔ خیر جانا پڑا بٹن تو مل گئے مگر اوپن سوٹ اونچی ہیل دوپٹہ گلے میں ڈالے بال شولڈر پر گرائے جونہی مارکیٹ سے نکلی سامنے سے آتے ارشد بھائی کو فرینڈز کے ساتھ آتے دیکھا بھائی کی آنکھیں لہورنگ، ستم ظریفی بھائی کے تمام فرینڈز مجھے جانتے تھے مگر میں نظر کو بریانکا چوپڑا کی لال چنری سے کیچ دیکھ کر سائیڈ سے ہوکر گزرنے لگی مگر بھائی نے روک لیا۔ "شمع تم یہاں اکیلی کیا کررہی ہو؟ (اب بھلا کل بھی میں اکیلی مارکیٹ آئی تھی بھائی بھی نا)" وہ...... بھائی امی کے ساتھ اور امی کہاں ہے۔ بھابی کے گھر۔ اس وقت تو اس نے کچھ نہیں کہا اور میں بھی گھر آ کر امی کو بتانا بھول گئی مگر صبح میرا جھوٹ سامنے آ گیا تب بھائی نے کہا کہ رات امی سے پوچھا تھا انہوں نے تو کہا میں گئی ہی نہیں اور میں مسکرا کر رہ گئی۔ انچھو ٹیلی قد ماشاء اللہ سے لمبا ہو رہا تھا بانسبت عمر

کے بھائی نے کہا کچھ نہیں وہ کبھی مجھے کچھ نہیں کہتے تھے تب بھی جب ابو کی سپورٹ حاصل تھی اور اب بھی جب ابو کا سایہ سر پر نہیں ہے یہ واقعہ اکثر مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیر دیتا ہے۔

۲:۔ سچ بتاؤں عیدی تو میں صرف لیتی ہوں ابھی دی کسی کو نہیں ہے۔ سوائے لعل فرینڈ پلس بھانجا کشف آفتاب (میرا چھ سال کا بھانجا) اسے عیدی دیتی ہوں اور اپنی ساری پاکٹ منی بھی سیو کر کے اس کے لیے رکھتی ہوں کہ اپنے لاڈلے بھانجے کو اچھا سا گفٹ دوں۔ وہ کراچی سے آتا تو کافی دنوں کے بعد ہے بلکہ مہینوں کے بعد (اور اس کے پاپا ایک نمبر کے کنجوس انسان ہیں)۔

۳:۔ میری تیاری تو صحیح معنوں میں عید کے روز تک بھی پوری نہیں ہوتی اور اب اپنے لیے خریداری میں مزہ نہیں آتا۔ خود سے وابستہ لوگوں کے لیے لینے میں خوشی محسوس ہوتی ہے۔ چاند رات میں، میں ارشد بھائی یا امی کے ساتھ جا کر اپنی بھتیجیوں انشراح، دعا، انوبشہ اور طیبہ کے لیے شاپنگ کرتی ہوں یا پھر اپنے بھانجے کے لیے میرا بس چلے تو دنیا جہاں کی بیسٹ کوالٹی تھنگز میری طرف سے کاشی چاند کے پاس ہوں، کاشی چاند ایڈوانس عید مبارک۔

۴:۔ تیری راہ دیکھتی ہیں
میری بے چین سی نگاہیں
اے خدا......
عید ملنے سبھی آتے ہیں مگر
جنہیں ہم چاہیں وہ نہ آئیں

وہ تو دن ہی اسپیشل ہوتا ہے سو روٹینز بھی ہٹ کر ہوتی ہے لیکن میرے لیے بظاہر ویسا ہی ہوتا ہے روٹینز جیسا پہلے بھی ناشتے کے بعد رسالہ لے کر سارا دن اس میں گم رہنا اور عید پر بھی یہی روٹینز بس اس وقت اچھا لگتا ہے جب عید کے نیکسٹ ڈے کزنز آتی ہیں اور گھر میں رونق عروج پر ہوتی ہے ویسے اس مرتبہ عید یقیناً بہت دلکش انداز میں جلوہ افروز ہوگی کہ میرا چاند (کاشی) عید پر آئے گا ابھی سے اس روز کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہوں۔

۵:۔ تحفے تحائف، کچھ وقت پیچھے جانا پڑے گا جب فرینڈز ایک دوسرے کو گفٹ دیتے اور لیتے تھے مگر اب ساری کزنز کنجوس ہوگئی ہیں (ہاہاہا) پیسے نہیں ہوتے ان کے پاس (صبا، خدیجہ سن رہی ہو) اس لیے نہیں دیتیں پھر میں کیوں؟ ارے مذاق کر رہی ہوں بھائی اب ہم نے مخصوص وقت پر دینا چھوڑ دیا ہے جب بھی اکٹھے مارکیٹ گئے ایک دوسرے کے لیے کچھ نہ کچھ لے ہی لیتے ہیں اور فرزانہ باجی، رخسانہ باجی سائرہ باجی اور عاصمہ کی تو شادی ہوگئی ہے (اب کہاں اپنے ہسبینڈ کی کمائی خرچ کریں گی) میرے پاس تمام فرینڈز کے گفٹ ابھی تک موجود ہیں میری عادت ہے کہ میں دوستوں کی چیزیں سنبھال کر رکھتی ہوں ویسے تو بہت سارے گفٹ موجود ہیں شوپیس چوڑیاں، کارڈز ایئررنگز وغیرہ مگر فرزانہ باجی کا وہ گفٹ اب بھی میرے پاس موجود ہے جو اس نے اس عید پر دیا جب میں چھٹی کلاس میں پڑھتی تھی ایک خوب صورت رومال، جس پر نفاست سے کڑھائی سے اشعار لکھے ہوئے تھے اور نام بھی ایک بہت پیارا سا شیشہ بھی باجی دیکھو میں نے کتنی احتیاط کی ہے اس آئینہ کی۔

رملہ ایمل...... جہلم

۱:۔ عیدی لینے میں زیادہ مزہ آتا ہے دینے کا ابھی اتفاق نہیں ہوا جب دینے کی عمر آئے گی تو دینے کا ایک الگ مزہ ہوتا ہے اور رہی بات استعمال کی تو وہ پیسے کبھی کبھی اپنی ضرورت کے لیے استعمال کر لیتی ہوں۔

۲:۔ عید کے حوالے سے کپڑے پہلے سے تیار ہوتے ہیں اور چاند رات کے حوالے سے ہم بازار نہیں جاتے اصل میں ہمارے گھر کے لوگ ذرا مذہبی طرح کے ہیں لڑکیوں کا رات کو باہر نکلنا اچھا نہیں سمجھتے بس یوں سمجھ لیں ہماری تیاری پہلے سے مکمل ہوتی ہے۔

۳:۔ عید کا دن معمول کے دنوں کی طرح ہوتا ہے لیکن جب سویاں نظر آتی ہیں تو پتا چلتا ہے کہ آج عید ہے لیکن چند لمحوں کے لیے احساس ہوتا ہے کہ الگ دن ہے لیکن چند گھنٹوں کے بعد یہ خاص دن بھی معمول کے دنوں میں شامل ہو جاتا ہے لیکن یہ خاص دن کوئی نہ کوئی اچھی یاد چھوڑ جاتا ہے۔

۴:۔ عید کے حوالے سے بعض تحفے ایسے ہیں جنہیں انسان سنبھال کر رکھتا ہے کیونکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ تحفے اس انسان کی یاد بھی دلاتے ہیں جو یہ آپ کو گفٹ کرتے ہیں کیونکہ گفٹ سنبھال کر رکھنے میں اپنا ہی مزہ ہے جب بھی کھولو وہ لمحے تصویر بن کر سامنے آجاتے ہیں اور وہ گزرتے ہوئے لمحے جیسے واپس آجاتے ہیں۔

طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

۱:۔ پچھلے دو سال پہلے کی عید میری بڑی اچھی گزری تھی کیونکہ میرے بھائی ابوبکر 9 سال بعد ساؤتھ افریقہ سے آئے تھے ہمارے ساتھ عید گزارنے اور اب عمر فاروق بھائی 5 سال بعد آئے ہیں ساؤتھ افریقہ سے ان شاء اللہ اب ان کے ساتھ یہ عید بھی اچھی گزرے گی۔

۲:۔ ابھی تو مزے سے لیتے ہیں عیدی دینے کا تو سوال ہی

نہیں کیونکہ ہم خود ابھی چھوٹے ہیں (ہاہاہا) اور عیدی جو ملتی ہے وہ اپنی ضرورت کی چیزیں لیتی ہوں اور مستحق لوگوں میں بانٹ دیتی ہوں میری مما کے بقول مطلب تمہارے ہاتھوں میں سوراخ ہے جو پیسا آتا ہے ٹکتا نہیں تمہارے پاس۔

۳:۔ جی پہلے ہی مکمل کر لیتی ہوں وقت کی بہت پابند ہوں ویسے بھی میں عید پر کچھ خاص شاپنگ نہیں کرتی بس سمپل ہی رہنا پسند ہے ہم دوسروں کی ضرورت پوری کریں یہ ہی سب سے اچھی چیز ہے اور جزا دینے والی خدا کی ذات ہے۔

۴:۔ تھوڑا ہٹ کے ہوتا ہے صبح اٹھ کر نماز پڑھ کر میں سویاں بناتی ہوں اور سب کو آہستہ آہستہ ساتھ جگاتی رہتی ہوں اور ساتھ ہی دہی بھلے بنانے کی تیاری شروع کر دیتی ہوں اور گھر کے جلدی جلدی کام نبٹانے ہوتے ہیں کیونکہ مہمانوں نے آنا ہوتا ہے تو پھر سارا دن کچن میں ہی گزرتا ہے۔

۵:۔ فرینڈز کی طرف سے جو عید کارڈ ملتے ہیں وہ سنبھال کر رکھتی ہوں اور پیسے بالکل نہیں سنبھالتی بہت فضول خرچ ہوں ڈانٹ بھی پڑتی رہتی ہے اس بات پر پاس پیسے ہوں اور ضرورت بھی ہو تو پھر پیسے کب ٹکتے ہیں میں تو کہتی ہوں ہر ایک کے کام آنا چاہیے اگر کسی کو ضرورت ہو پیسوں کی تو اس کی ضرورت بھی پوری کرنی چاہیے اینڈ آنچل فیملی سب کو بہت زیادہ عید مبارک ہمیشہ خوش رہیں اور مجھے اپنی دعاؤں میں ہمیشہ یاد رکھیں خدا حافظ۔

کوثر ناز...... حیدر آباد

آنچل اور آنچل سے جڑے ہر فرد کو دل کی تمام تر گہرائیوں سے سلام اور دعائیں آپ سب کو عید کی ڈھیر ساری مبارکباد۔

۱:۔ جس طرح سے آپ نے عید کے قوس قزاح کو بیان کیا ہے یقین جانیے میں تصور کی آنکھوں سے وہی سارے منظر دیکھ رہی ہوں اور یہ منظر دیکھنا اچھا لگ رہا ہے میری تو الحمدللہ ہر عید ہی بے حد خوشگوار گزرتی ہے پھر بھی بچپن میں گزری تمام عیدیں بے مثال تھیں وہ ہمارا تیار ہو کر اور چھوٹے سے پرس میں عیدی کے پیسے جمع کیے جو ہم اپنے اردگرد کا سارا علاقہ گھومتے تھے اور ایسے اتراتے پھرتے تھے جیسے آج ہم سے زیادہ حسین اور کوئی ہے نہیں سچ میں وہ عیدیں کمال تھیں آج بھی سوچتی ہوں تو مسکراہٹ تھمتی نہیں بلکہ یہ کہوں تو زیادہ بہتر ہوگا کہ دانت اندر جانے کا نام نہیں لیتے۔

۲:۔ ابھی میں چھوٹی ہوں گھر والوں کے لیے سو عیدی ملتی ہی ہے کبھی دینے کا اتفاق نہیں ہوا بلکہ ہاں پچھلے سال اپنے ننھے بھتیجوں اور بھانجی کو دی تھی تب تھوڑا بڑے ہونے کا پراوڈ ہوا تھا (ہاہاہا) اور عیدی کو تو میں ہمیشہ کیسے بھی خرچ کر دیتی ہوں زیادہ تر کتابیں خریدنے میں ہی خرچ ہوتی ہے۔

۳:۔ بچپن میں جیولری پہنا کرتی تھی سو خوب ساری تیاریاں کرواتی تھی مگر اب تو صرف چوڑیاں، ڈریس اور سینڈل مطلب سلیپرز وغیرہ ہی خریدنی ہوتی ہیں سو پہلے ہی کر لیتی ہوں چاند رات کو تو کرنے کو بہت سارے کام ہوتے ہیں جیسے کہ آپی اور بھابی کو مہندی لگانا امی کو صوفیہ (چھوٹی بہن) کو لگانا اور خود بنا مہندی کے ہی رہنا مگر ایک بار گئی تھی چاند رات پر بازار بہت مزہ آیا تھا۔

۴:۔ عید کے دن کو خوش آمدید بالکل ہٹ کر ہوتا ہے رات کو میں چاہے کتنی بھی دیر سے سونے لیٹوں مگر آنکھ ٹھیک اذان فجر کے ساتھ ہی کھل جاتی ہے پھر نماز اور قرآن شریف پڑھنے کے بعد جن جن کو مہندی لگائی ہوتی ہے دیکھتی ہوں اور پھر اپنی مرضی کے کاموں میں مصروف ہو جاتی ہوں اور پچھلے ایک دو سال سے تو بھائی اور ابو کے کپڑے وغیرہ پریس کر کے رکھتی ہوں اس کے علاوہ امی کو جو بھی پکانا ہوتا ہے وہ پکاتی ہیں اور کچن سے امیزنگ سی خوشبو آ رہی ہوتی ہے سب عیدگاہ جانے کی جلدی کر رہے ہوتے ہیں اور پھر میں تیار ہونے بیٹھ جاتی ہوں اور مزے کرتی ہوں۔

۵:۔ کوئی اسپیشل عید کا تحفہ آج تک نہیں ملا کہ سنبھال کر رکھوں مگر پھر بھی میرے لیے ہر تحفے کی ایک قیمت ہوتی ہے دوستوں کے ڈھیر سارے کارڈز میرے پاس محفوظ ہیں کہ ہمیں عید پر کارڈ دینا اور لینا بہت پسند ہے اس کے علاوہ ایک عید پر کافی پہلے دوست کشمالہ نے جیولری باکس گفٹ کیا تھا وہ ابھی بھی سنبھال کر رکھا ہے میں نے اور اگر کوئی خاص بندہ عیدی دیتا ہے تو میں اس کی کوئی کتاب وغیرہ خرید لیتی ہوں تاکہ مجھے یاد رہے اور عید پر ملنے والا تو ہر بندہ ہی خاص ہوتا ہے۔

سب کو سلام اور ایک بار پھر عید کی بیسٹ وشز۔

پلوشہ گل...... کوٹ ادو

۱:۔ زندگی کی بہت سی عیدیں دلکش اور مزے میں گزریں ہر عید اپنا ہی الگ رنگ لے کر آئی، خوشیوں سے محبت سے اب تک زندگی کی تمام عیدیں بہت اچھی اور ہلے گلے میں گزریں، پچھلے سال کی عید، تمام عیدیوں سے سب سے بہترین رہی تمام کزنز اور فرینڈز کے ساتھ خوب انجوائے کیا اور تمام لمحات یادگار بنائے۔

۲:۔ عیدی اب تک لیتی ہی آئی ہوں بس اپنے بھانجے امتنان کو پچھلی عید پر پہلی بار عیدی دی تھی اور سب سے زیادہ عیدی میرے بابا جان نے ہمیں دی میں اپنی عیدی شاپنگ میں اور فرینڈز پر خرچ کرتی ہوں۔

۳:۔ عید کی تیاری رمضان کے دوسرے عشرے سے شروع کردیتی ہوں اور چاندرات کے لیے صرف چوڑیوں اور مہندی وغیرہ کی شاپنگ بچا کر رکھتی ہوں کیونکہ چاندرات کو چوڑیوں کی خریداری کا ایک الگ ہی مزہ ہوتا ہے۔

۴:۔ عید کے دن صبح سویرے اٹھ کر، نماز، قرآن پڑھ کر سب کی خوشیوں اور سلامتی کے لیے دعا کرتی ہوں عام روٹین میں میں تھوڑا لیٹ اٹھتی ہوں لیکن عید والے دن صبح سویرے اٹھ کر عید کی تیاریوں میں مصروف ہوجاتی ہوں۔

۵:۔ عید کے موقع پر مجھے میرے بابا نے گھڑی اور گولڈ کا لاکٹ گفٹ کیا تھا جسے میں نے سنبھال کر رکھا ہوا ہے۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

السلام علیکم، آنچل اسٹاف اور قارئین کو عید کی مبارکباد اور دعائیں۔

۱:۔ عید کے حوالے سے کئی یادیں ذہن کے حافظے میں محفوظ ہیں ان میں سے ایک آنچل قارئین کے لیے کھٹی اور چٹ پٹی چیزوں سے اجتناب برتتی ہوں چند سال پہلے فوزیہ نے عید کے دن اتنی کھٹی چیزیں کھلائی تھیں کہ میری آنکھوں سے پانی بہہ نکلا اور منہ سے سی سی کی آوازیں نکالتی جب میں پانی کی تلاش میں یہاں وہاں دوڑی تو فوزیہ نے میری وہ کوشش بھی بے کار کردی تھی یہ یاد میرے لیے کسی قیمتی متاع سے کم نہیں فوزیہ کے انتقال کے بعد اب بھی میں جب اس عید کو یاد کروں تو لب خود بخود مسکرا اٹھتے ہیں۔

مابدولت کی شادی نہیں ہوئی اس لیے اس تجربے سے فی الحال نہیں گزری۔

۲:۔ عیدی لینے میں جتنا مزہ ہے اتنا دینے میں نہیں کیونکہ کچھ لوگ عیدی لے کر جب عیدی دینے کی باری آتی ہے ذرا پرس کو کس کر پکڑتے ہیں اور ان لوگوں سے جب من مانی کی جائے تو ان کے چہروں پر جو بظاہر خفگی کے تاثرات آتے ہیں ان کو دیکھنے کا الگ لطف ہوتا ہے کیونکہ لینے والا تو عیدی لے کر ہی رہتا ہے اور وہ بھی بعد میں اس بات کو بھول کر کہ عیدی لینے والا ضد کررہا ہے خوامخواہ بات کو بڑھاتے ہیں اس دوران جو مسکراہٹیں چہروں پر سجتی ہیں وہ اچھی لگتی ہیں میں اپنی عیدی ضروری چیزیں خریدنے پر خرچ کردیتی ہوں۔

۳:۔ میں تو اپنی شاپنگ پہلے کرلیتی ہوں کیونکہ چاندرات کو بازاروں میں رش بہت زیادہ ہوتا ہے اس لیے ویسے بھی جو نصیب میں لکھا ہوتا ہے ملتا تو وہی ہے اس لیے میں خریداری کا مرحلہ پہلے طے کرلیتی ہوں اور چاندرات کو ٹینشن فری ہوتی ہوں۔

۴:۔ عید کی صبح خاصی افراتفری ہوتی ہے کوئی نہا رہا ہوتا ہے تو کسی کو یہ ٹینشن ہوتی ہے کہ لائٹ چلی گئی تو اس کا کیا ہوگا کسی نے سویاں نہیں کھائیں تو اسے فکر ہے کہ کہیں مسجد میں پہنچنے سے پہلے نماز عید شروع نہ ہوجائے خیر نماز عید کے بعد ہم ہلکی پھلکی تیاری کے ساتھ اپنی کزنز کے ساتھ عید کو انجوائے کر کے شام کو مکمل طور پر تھکن میں مبتلا ہوچکی ہوتی ہیں کیونکہ یہ مسئلہ عید پر افراتفری کا تقریباً ہم تمام کزنز کے حصے میں آتا ہے سو مغرب ہونے سے پہلے چہروں پر تھکن رقم ہونے لگتی ہے۔

۵:۔ کرسٹل کا خوب صورت سا اللہ تعالیٰ کے پیارے نبی ﷺ کا روضہ مبارک چند سال پہلے مجھے گفٹ کیا گیا تھا عید کے موقع پر جسے میں آج بھی سنبھال کر رکھتی ہوں اور آئندہ بھی رکھوں گی۔

آخر میں آنچل کے لیے صرف اتنا کہوں گی کہ تمہارے دامن میں ایسی ہزاروں عید آئیں اور تمہارے آنچل پر مسرتوں اور خوشیوں کے کئی پھول ہر عید پر کھلیں آنچل کو عید کی ڈھیروں مبارکباد اور نیک تمنائیں، اللہ حافظ۔

آنسہ شبیر...... ڈوگہ گجرات

۱:۔ کوئی ایسی خاص عید تو نہیں گزری جس کی یادیں ذہن کے دریچے پر نقش ہوگئی ہوں۔

۲:۔ عید کی تیاری پہلے سے کرلیتی ہوں ہمارے یہاں گاؤں چاندرات کو شاپنگ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۳:۔ عید کے دن نماز فجر ادا کرتی ہوں تلاوت کلام پاک کرتی ہوں رب کے حضور سجدہ ریز ہوکر دعا کرتی ہوں کہ ذات خداوندی نے روزوں کا انعام عید کی صورت میں عطا کیا اور کچھ اشک آنکھوں سے نکل کر رخساروں پرآ جاتے ہیں ماہ صیام کے الوداع ہونے کا دکھ پتا نہیں ماہ صیام دوبارہ نصیب ہوگا یا نہیں۔

۴:۔ پہلے عیدی لیتی تھی لیکن اب دیتی ہوں دونوں کا اپنا اپنا مزہ ہے۔

۵:۔ بچپن میں اسکول میں چھوٹے چھوٹے عید کارڈ گفٹ کیا کرتے تھے اور پھر ان کو سنبھال سنبھال کر رکھنا کس کس کے زیادہ ہوئے ہیں اس کا مزہ ہی اپنا تھا۔

اقصیٰ زرگر، سنیاں زرگر...... جوڑہ

۱:۔ السلام علیکم! سب کو ہماری طرف سے رمضان المبارک سسرال کا تجربہ تو نہیں ہے سب سے زیادہ خوشی پچھلی عید پر ہوئی کیونکہ اگست 2013ء کے آنچل میں ہمارا انٹرویو شامل ہوا تھا اور ہمیں بہت خوشی ہوئی تھی اور ہم نے یہی کہا تھا کہ آنچل والوں نے

ہمارا انٹرویو شامل کر کے ہمیں عیدی دے دی اور وہ پل ہم کبھی نہیں بھولیں گے۔

۲:۔ ہم سب بہن بھائی اور کزنز مل کر آپس میں ایک دوسرے کو کھانے کھلانے میں صرف کر دیتے ہیں۔

۳:۔ جی بالکل چاندرات کو شاپنگ کرنے کا اپنا ہی مزہ ہوتا ہے کچھ شاپنگ تو ہم پہلے ہی کر لیتے ہیں اور تھوڑی بہت چاندرات کو بھی ضرور کرتے ہیں۔

۴:۔ جی ہاں عید کا دن معمول سے ہٹ کر ہی ہوتا ہے صبح ہوتے ہی ہم ایک دوسرے کو مہندی دکھاتے ہیں اور بڑے حلوہ پوری بناتے ہیں پھر بچے عید پڑھ کر ہمیں آ کر عید وش کرتے ہیں اور ساتھ میں ہمارے چاچو اور پاپا بھی۔

۵:۔ آج تک کے سارے آنچل سنبھال کر رکھیں ہیں لیکن اگست 2013ء کا آنچل جس میں ہمارا انٹرویو شامل ہوا تھا وہ ہم بہت سنبھال کر رکھیں گے۔ ہماری فرینڈز کے بہت سے عید کارڈ بھی ہمارے پاس آج تک موجود ہیں اور آخر میں ہماری طرف سے سب کو ایڈوانس میں عید مبارک۔

صبا صدف......

ا:۔ نہیں کوئی یادگار لمحہ نہیں ہماری تو عید ہی سو کے گزرتی ہے۔

۲:۔ مزہ تو ہے پاپا سے عیدی لے کر چھوٹے بہن بھائیوں کو دے دیتی ہوں۔

۳:۔ عید کی تیاری پہلے ہی کر لیتی ہوں۔

۴:۔ جی معمول سے ہٹ کر ہی کیونکہ چاندرات پارلر میں لگا کر صبح فریش ہو کر اپنے اسٹوڈیو میرا خیال ہے سارا دن گھر میں رہنے کے بجائے اسٹوڈیو میں گزارنا ہٹ کے ہی ہے۔ میں عید کے ہی نہیں ہر تحفہ بہت سنبھال کر رکھتی ہوں میری ایک کزن نے ایک ہینڈ بیگ گفٹ کیا تھا عید پر وہ بہت زیادہ سنبھال کر رکھا ہے۔

صبا وکیل...... سرگودھا

ا:۔ آہ، کیا سوال پوچھا ہے بچپن کا حسین زمانہ یاد آ گیا جو عید آج بھی لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دیتی ہے وہ بچپن کی ہر عید ہے۔ کسی بھی بات کی فکر نہیں ہوتی ہے جلدی اٹھ کر تیار ہونا نئے کپڑے، چوڑیاں پہن کر سب کو دکھانا اور عیدی اکٹھی کرنا پھر بعد میں سب کزنز کے ساتھ بیٹھ کر گننا کہ کس کی سب سے زیادہ ہوئی بچپن گولڈن ٹائم پیریڈ ہوتا ہے لائف کا۔

۲:۔ جو مزہ لینے میں ہے وہ دینے میں کہاں اور میں ابھی تک تو عیدی وصول ہی رہی ہوں دیکھیں کب دینے والوں میں شمار ہوتا ہے (ہاہاہا)

۳:۔ عید کی شاپنگ ساری چاندرات سے پہلے ہی مکمل کر لیتے ہیں چاندرات کو صرف مہندی لگاتے ہیں۔

۴:۔ سال میں دو تو عیدیں آتی ہیں ان کو بھی روٹین سے ہٹ کر نہ منائیں تو کیا مسلمان کہلائیں؟ صبح سویرے اٹھ کر نماز فجر کی ادائیگی اور شکرانے کے نوافل کے بعد بھائیوں اور ابو کی تیاری میں مدد دے کر مسجد بھیجتے ہیں پھر سارا دن مہمانوں کو بھگتانے میں بہت مصروف گزرتا ہے مگر اس سب میں ہم اپنی تیاری نہیں بھولتے۔

۵:۔ مجھے تحفے لینا اور دینا دونوں بہت پسند ہیں تحفوں کو سنبھال کر رکھتی ہو۔ دوستوں کی دی ہوئی چوڑیاں اور عید کارڈ ابھی تک سنبھال کر رکھے ہیں اس دعا کے ساتھ آپ سے اجازت چاہتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ملک کے حالات ٹھیک کر دے اور یہ عید ہم سب کی زندگیوں میں خوشیاں لے کر آئے آمین۔

شاہ زندگی...... راولپنڈی

ا:۔ بہت ساری عیدیں ایسی ہیں جنہیں یاد کر کے ایک سکون سا ملتا ہے لیکن اب کہاں وہ عیدیں اور رہی سسرال کی عید تو خدا کا شکر ہے کہ ہم ابھی کنوارے ہیں۔

۲:۔ میں اپنی عیدی سے کپڑے بنوا لیتی ہوں اور عیدی لینے میں بہت مزہ آتا ہے اب تو بہت کم لوگ عیدی دیتے ہیں کنجوس رشتہ داروں اس عید پر ضرور عیدی دینا۔

۳:۔ عید کی تیاری پہلے سے مکمل کر لیتی ہوں چاندرات کو سب کپڑے نکال کر دیکھتی ہوں کہ پہلے عید کے دن کیا پہنوں۔

۴:۔ معمول سے ہٹ کر کیوں کہ نماز تو سب ہی پڑھتے ہیں نماز پڑھنے کے بعد قبرستان میں ابو کے ساتھ جاتی ہوں وہاں پر چادریں اور پھول چڑھانے کے لیے۔

۵:۔ عید سے پہلے دوستوں کی طرف سے تحفے مل جاتے ہیں جو آج بھی سنبھال کے رکھے ہوئے ہیں اور عید کے دن بس بھائیوں سے چھوٹی چھوٹی تکرار خوش کر دیتی ہے۔

ارم کمال...... فیصل آباد

ا۔ عید تو نام ہی خوشی کا ہے سسرال میں پہلی عید بہت یادگار تھی نیا شہر نئے رشتوں کے تقاضے۔ جھجک شرم جٹھانی صاحبہ نے کہا عید پر میٹھا ارم بنائے گی اور جو ڈش بتائی وہ تھی زردہ! اب ہمارے گھر میں تو کبھی زردہ بنا نہیں تھا اب میں کشمکش میں کیا کروں تھوڑا اندازہ تو تھا لیکن فکر یہ تھی کہ غلط نہ ہو جائے بے عزتی نہ ہو جائے۔ خیر میں نے جٹھانی صاحبہ سے کہا کہ میں امی والے طریقے سے پکاؤں تو پتا نہیں آپ کو پسند آئے یہ نہ آئے تو آپ مجھے اپنا طریقہ بتا دیں پھر جیسے انہوں نے بتایا میں نے ویسے ہی پکا دیا صد شکر

دماغ نے کام کیا۔آج بھی جب میں یہ یاد کرتی ہوں تو بے اختیار ہونٹوں پر مسکراہٹ کی کرنیں جھلملا اٹھتی ہیں۔

۲۔عیدی لینے میں تو بہت مزہ ہے اور چھوٹوں کو دینے میں ایک سکون آمیز طمانیت ہے۔آج کل مہنگائی کے زمانے میں کیا مصرف ہوسکتا ہے جو عیدی جمع ہوتی ہے اسی میں سے چھوٹوں کو عیدی دے دیتی ہوں اگر پھر بھی بچ جائے تو گھر کی کوئی ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔

۳۔ویسے تو میں شعبان کے مہینے میں ہی تھوڑی تھوڑی کر کے عید کی تیاری شروع کر دیتی ہوں پھر بھی کچھ چیزیں چاندرات کے لیے مخصوص ہوتی ہیں جیسے چوڑیاں' مہندی' پارلر جانا اور کچن کے لوازمات چاند کے نظر آنے سے ہی شروع ہوتے ہیں۔

۴۔عید کے دن کا آغاز اللہ کے نام سے کرتے ہیں اس کے بعد ایک دوسرے کو عید مبارک کہتے ہیں' بچیاں اپنی اپنی مہندی کے رنگ دکھا کر داد وصول کرتی ہیں۔کسی کی مہندی کا رنگ تیز آتا ہے' کسی کا ہلکا' اس بات پر میٹھی میٹھی بحث۔میں عام دنوں سے زیادہ متحرک کیونکہ مردوں کو نماز کی تیاری میں مدد دینا' ناشتا اور دیگر لوازمات وغیرہ کا انتظام' اس طرح عام دنوں سے ہٹ کر ہوتا ہے عید کا دن۔

۵۔آج تک کی عیدوں میں عیدی کا کیا سنبھالنا' آئی اور خرچ ہوگئی۔تحفہ بھی کچھ عرصے بعد ختم ہوجاتا ہے ہاں البتہ ایک چیز ایسی ہے جو ساری زندگی سنبھالی جاسکتی ہے اور وہ ہے عید کارڈ اور اس میں لکھے ہوئے جذبات واحساسات جو آج بھی پڑھو تو ایک سحر انگیز توانائی سرایت کرتی محسوس ہوتی ہے۔

رانی اسلام...... گوجرانوالہ

۱۔عید چونکہ خوشی کا نام ہے اور اپنے ساتھ ہزاروں خوشیاں لاتی ہیں اس لیے ہماری ہر عید ہی خاص ہوتی ہے مجھے اپنی پچھلی عید بہت خاص لگی کہ میرے شوہر نے مجھے دل کے شیپ کی گولڈ کی لونگ (ناک میں ڈالنے والی) دی جو بہت خوب صورت تھی۔

۲۔عید تو ایک اسپیشل تہوار کا نام ہے اس لیے اس کو بہت جوش و خروش سے مناتی ہوں اس تہوار کا تو اپنا ہی مزہ ہوتا ہے۔

۳۔شاپنگ میں رمضان میں ہی کر لیتی ہوں کیونکہ بعد میں رش بہت ہوجاتا ہے اس لیے کوشش کرتی ہوں کہ سارا انتظام پہلے ہی کرلوں۔تھوڑی بہت کاسمیٹکس چاندرات کو لیتی ہوں کیونکہ ہماری اپنی دکان ہے۔

۴۔میرے شوہر نے شادی کے بعد جو پہلی عیدی مجھے کیش کی صورت میں دی تھی وہ ابھی بھی میرے پاس محفوظ ہے گو کہ وہ نوٹ اب ختم ہوچکے ہیں لیکن میں نے سنبھال کر رکھے ہیں۔

طیبہ حنیف بٹ...... سمندری

۱۔جناب بہت سی عیدیں خوشگوار گزری ہیں لیکن وہ عید آج بھی یاد کر کے بہت خوشی ہوتی ہے جب میں 6th کلاس میں تھی ہم تینوں دوستیں عاصمہ' مدیحہ اور میں نے پلان بنایا تھا کہ کل روزہ ضرور رکھنا ہے لیکن سحری کے وقت میری نیت خراب ہوگئی اور میں نے روزہ نہیں رکھا جس کی وجہ سے عاصمہ' مدیحہ مجھ سے ناراض ہوگئیں۔میں نے بہت کوشش کی انہیں منانے کی مگر وہ مانی نہیں۔آخر عید آگئی اور وہ اچانک گھر آگئیں پھر بس جناب میری خوشی کا کوئی حساب نہیں اور پھر ساتھ ساتھ عید کی خوشی بھی دگنی ہوگئی۔

۲۔جی بالکل عیدی لینے اور دینے دونوں میں بہت مزہ ہے' ابو جی اور بڑے دو بھائی بنا مانگے ہی عیدی دے دیتے ہیں لیکن نوید بھائی سے عیدی مانگ کر لینا پڑتی ہے اور وہ تنگ بھی بہت کرتے ہیں۔ویسے سچ بتاؤں تو میری عیدی کھانے پینے میں ہی خرچ ہوتی ہے اور میں کبھی کبھی عیدی رکھ کر بھول بھی جاتی ہوں (ہائے کہاں گئی میری عیدی)؟

۳۔عید کے لیے شاپنگ کچھ پہلے کر لیتی ہوں اور کچھ اسپیشل چاندرات کے لیے رکھی ہوتی ہے اور نوید بھائی سے فرمائش کرتی ہوں کہ اگر بازار جانا ہو تو میری چیزیں ضرور لے کر آنا' چاہے اپنی بھول جانا (ہاہاہا)۔

۴۔جناب معمول سے ہٹ کر' عید کون سا روز روز آتی ہے' عید کو ویلکم میں کچھ اس انداز سے کہتی ہوں فجر کے وقت آنکھ کھل جاتی ہے اور سب گھر والے بھی جاگ جاتے ہیں' میں فوراً اپنے ہاتھوں کی مہندی دیکھتی ہوں کہ کتنا رنگ آیا ہے۔عید کی نماز پڑھی جاتی ہے اور سویاں امی اسپیشلی تیار کرتی ہیں جو میری فیورٹ ہیں۔عیدی مانگی اور دی جاتی ہے' رات کو دوستوں کی آمد ہوتی ہے اور بڑا مزہ آتا ہے۔

۵۔عیدی تو جتنی بھی ہو خرچ ہو ہی جاتی ہے اور رہی بات گفٹ کی تو میری بہت نائس دوست عاصمہ نے مجھے عید کے دن ایک بہت پیارا ڈیکوریشن پیس گفٹ کیا تھا جو میں نے آج تک سنبھال کر رکھا ہے۔

نازیہ کنول نازی

ادارہ

میرا کفن زہریلے سے سیا جا رہا ہے
اور تم کہتے ہو
سفید لباس میں تم کتنی اچھی لگتی ہو
میرے مقبرے پر تھوکنے والے
جب کورے کاغذ کو آگ لگتی ہے تو مجھے کیوں
بھول جاتے ہو
جب انگارے شاخوں کو یاد کرتے ہیں
تو تم اپنے آتش دان روشن کر لیتے ہو
دیکھو میں مٹی میں سمٹی جا رہی ہوں
پھر تم سے ہاتھ ملانے کی خواہش آنکھوں تک
آ جائے گی
تم مٹی اکھاڑو گے
اک پرندے کی لاش نکلے گی
جسے کسی بچے نے نہایت محبت سے دفن کیا ہوگا
تم پھر مٹی اکھاڑو گے
میں مٹی میں لپٹی اک دن تمہیں مل جاؤں گی
اور ہمیشہ کے لیے تمہیں اپنی آنکھوں میں دفن
کرلوں گی

پیاری بہنو!

آج اس نظم کے سوا آپ سے شیئر کرنے کے لیے اور کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ رہا' لفظ جیسے گونگے ہو گئے ہیں' دل بے حد اداس اور بے چین ہے۔

بدنصیب ملک برما' مصر اور شام کے بعد فلسطین میں ایک مرتبہ پھر شیطان قہقہے لگا رہا ہے اور ساری امت مسلمہ یوں چپ کا روزہ رکھے حیوانیت کا تماشہ دیکھ رہی ہے جیسے یہ قیامت ان کے جسم کے کسی حصے پر نہیں بلکہ کسی بدترین دشمن پر ٹوٹ رہی ہو۔

پتا نہیں صرف ایک مسلم ہونے کی پاداش میں کب تک لوگ خون میں نہلائے جاتے رہیں گے' ننھی معصوم کلیاں جنہیں ابھی کوئی شعور ہی نہیں وہ بے گناہ مسلی جاتی رہیں گی؟

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ تماشہ دیکھتے لوگ' روزِ محشر پیارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے شفقت بھرے ہاتھوں کی شفاعت اور حوض کوثر کے ٹھنڈے میٹھے رحمت بھرے جام کس منہ سے طلب کریں گے۔ بے شک یہ بے حسی قربِ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔

آیئے دعا کریں اللہ تعالیٰ مشکل اور آزمائش کے اس کڑے وقت میں' ہمارے اتنے گناہوں اور اجتماعی بے حسی کے باوجود ہمیں کفار کے سامنے رسوا ہونے سے بچالے اور عزت واستقامت کے ساتھ' دین حق پر خاتمے کی موت نصیب فرمائے' آمین۔

بہت کوشش اور خواہش کے باوجود اس بار ''برف کے آنسو'' کو اختتامی شکل نہ دے سکی' ان شاء اللہ اگلی قسط ہر صورت آخری ہوگی۔

بہنوں کی عدالت میں میری پیشی پر آپ سب بہنوں کی حد درجہ محبت اور پسندیدگی کا بے حد شکریہ' بہت سی بہنوں کو اپنے سوالات کے جوابات نہ

ملنے کا رنج ہے' میں مکمل ایمانداری کے ساتھ ان بہنوں کو بتانا چاہوں گی کہ تاحال میرے پاس ان کے سوالات نہیں ہیں' محبت قرض ہوتی ہے اور نازیہ کبھی اپنی ذات پر یہ قرض باقی نہیں رکھتی۔

اس ماہ وقت کی قلت کے سبب مختصر سوالات کے جوابات زیادہ سے زیادہ شامل کرنے کی کوشش کی ہے ان شاء اللہ اگلی نشست میں تفصیلی سوالات وجوابات شامل کروں گی۔

☺ اب آپ کے خطوط کی طرف ☺

❁ حیدرآباد سندھ سے صائمہ سکندر علی سومرو کا بے حد خوب صورت خط' پوچھتی ہیں:۔

☆ آپی آپ کے اندر ایسا کچھ خاص جو چونکا دیتا ہے' ہر پڑھنے والے کو' ایسا حقیقت میں ہے یا مجھے ہی محسوس ہوتا ہے۔

ڈیئر صائمہ! اگر آپ کو میری تحریروں میں کچھ انفرادیت محسوس ہوتی ہے تو یہ میرے لیے بے حد خوشی کی بات ہے مجھے اکثر لوگ کہتے ہیں آپ بہت انفرادی لکھتی ہیں' میری پہلی کتاب ''بچھڑ جانا ضروری تھا'' میں تبصرہ نگار اور شاعر جناب کرامت بخاری صاحب نے بھی یہی بات کی تھی۔ بہت سے لوگ کہتے ہیں آپ کی تحریریں دل کو اپنی طرف کھینچتی ہیں' پہلا صفحہ پڑھنے کے بعد ختم کرنے تک چین نہیں آتا' میں سمجھتی ہوں یہ اللہ کا خاص کرم ہے اور بس......

☆ برف کے آنسو میں آپ کا فیورٹ کردار؟

معید اور عفان احمد صدیقی

☆ آپی جو پہلے والی تہذیب تھی کچے گاؤں' سادے مگر پُرخلوص لوگ' جہاں پر بناوٹی محبتیں نہیں تھیں' ان پر لکھیں ناں؟

کوشش کرتی ہوں صائمہ! ''پتھروں کی پلکوں پر' جھیل کنارہ کنکر' پتھروں کی بستی میں'' اور اب ''برف کے آنسو'' میں آپ کو اس کی جھلک نظر آتی ہوگی۔ کچے گاؤں اور پُرخلوص لوگ تحریری دنیا میں میری پہلی چوائس ہیں۔

☆ ڈرامہ لکھنے کا کیا ارادہ ہے؟

فی الحال کوئی ارادہ نہیں' نہ خواہش ہے۔

☆ ''شب ہجر کی پہلی بارش'' کے بارے میں آپ کی رائے؟ اللہ آپ کو مزید کامیابیاں دے اور آپ کی مما کو سلامت رکھے' آمین۔

ثم آمین' بہت شکریہ۔ شب ہجر کے بارے میں میری ہر رائے محفوظ ہے کیونکہ جب یہ ناول آنچل میں شائع ہوگا اور آپ سب اسے پڑھیں گی تب ہی اس پر کچھ کہنے کا مزہ آئے گا۔ میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ یہ ناول ادارہ آنچل نے مجھ سے خصوصی لکھوایا ہے یقیناً اسے پڑھنے کے بعد آپ نازیہ کنول نازی کے پچھلے تمام ناولز کو بھول جائیں گی' ان شاء اللہ۔

☆ نازیہ آپی آپ اتنا اچھا' اتنا زیادہ سوچ کے کیسے لکھ لیتی ہیں میں تو یہی سوچتی رہتی ہوں؟

صائمی ڈیئر! کچھ چیزوں میں انسان کا اپنا کوئی کمال نہیں ہوتا وہ اسے اللہ کی طرف سے ودیعت ہوتی ہیں' میرے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی معاملہ ہے' آپ کی محبت کا بے حد شکریہ۔

❁ شیخوپورہ سے میری بے حد عزیز بہت

پیاری دوست صدف آرزو کا سوال۔

☆ میرا سوال نازی سے یہ ہے کہ کیا کبھی خود سے سوال کیا کہ اتنی پاگل ہوکر اپنی ہنسی کی طرح اتنے پیارے ناول کیسے لکھ لیتی ہوں؟

صدف ڈیئر آپ نے سنا نہیں......!

محبت پاگلوں کی گفتگو ہے

دلوں کی کہانیاں' لفظوں کے کوزے میں بند کر کے دریا جیسے دلوں کے سپرد کرنا پاگلوں کے کام ہی تو ہیں ہوش مند تو صرف تباہی پھیلاتے ہیں' بربادیاں بکھیرتے ہیں' خواب چھینتے ہیں۔

❁ کراچی سے بہت پیاری مخلص بہن سیدہ روش ترمذی کا سوال۔

☆ نازی میرا سوال ہے کیا آپ کا کوئی کردار ایسا ہے کہ جسے لکھتے وقت آپ کی خواہش ہوئی ہو کہ کاش یہ حقیقت میں میرے ساتھ ہوتا؟

جی روش! بہت دلچسپ سوال "اے مژگان محبت" کے ہیرو وارش احمر کا کردار ایسا کردار تھا جسے لکھتے ہوئے ہر ہر سطر میں میرا دل چاہا یہ میرا ہیرو ہو۔ "محبت اک سلگتی شام" میں ایمن کا ہیرو "اوزان" کو میں ہمیشہ حقیقت کی دنیا میں دیکھنا چاہتی ہوں۔

❁ فیصل آباد سے بہت پیاری بہن سعدیہ ملک کا سوال۔

☆ کیا آپ کو کبھی کسی سے محبت ہوئی اگر ہوئی تو کیا ملا؟

"سبق......!"

☆ اگر کسی کا قتل جائز ہوتا تو آپ کس کا قتل کرتیں؟

کاش ایسا ہوتا' بہت سے لوگ ہیں جن کا وجود دھرتی پر گند کے سوا اور کچھ نہیں جو بالعموم پاکستان اور بالخصوص امت مسلمہ کے دشمن ہیں اور اس دشمنی میں' بے گناہ' معصوم لوگوں اور پھولوں جیسے بچوں پر اپنی حیوانیت کے مظاہرے کرتے رہتے ہیں۔

☆ میرے لیے کوئی ایسی بات جسے میں ہمیشہ یاد رکھوں اور اپنی ڈائری میں لکھ دوں۔

اب نہیں آتے ہیں شہزادے بدلنے کو نصیب

لڑکیاں مرجاتی ہیں کتنی ہی ٹھکرائی ہوئی

❁ گوجرہ سے بہت پیاری بہن محوش مان اور اقراء مان کا سوال:۔

☆ نازی آپی آپ صرف آنچل میں ہی کیوں لکھتی ہیں' دوسرے ڈائجسٹوں کا کیا قصور ہے؟

آپ کے سوال نے بے ساختہ میرے لبوں پر مسکراہٹ بکھیر دی' اصل میں آج کل میں بہت کم لکھ پا رہی ہوں' بہت کوشش کے باوجود زیادہ نہیں لکھ پا رہی۔ پھر بھی ان شاء اللہ اب آپ کو شعاع' خواتین میں بھی میری تحریریں نظر آئیں گی' بس دعاؤں اور محبتوں میں یاد رکھیے گا' شکریہ۔

❁ گوجرانوالہ سے بہت اچھی دوست زینب زریں پوچھتی ہیں:۔

☆ نازی کیا میں آپ کو یاد ہوں؟

زریں ڈیئر!

نہ بھولے تھے نہ بھولے ہیں نہ بھولیں گے کبھی بھی ہم

ایسا نہ کیا تھا نہ کیا ہے نہ کریں گے

❁ مظفرآباد سے بہن سعدیہ شاہ کا سوال:۔

☆ نازو! آپ کی زندگی میں دوستی کی کیا اہمیت ہے؟

دوستی زندگی کا سب سے خوب صورت سرمایہ ہے دوست سے بڑھ کر اثاثہ اور کیا ہوگا؟

❁ فیصل آباد سے بہن مناہل کا سوال:۔

☆ میں نے آپ کے دو ناول پڑھے ہیں آپ اچھا لکھتی ہیں لیکن جو نازیہ ناول لکھتی ہیں اور جو فیس بک پر ملتی ہیں دونوں میں مجھے بہت فرق محسوس ہوا' مجھے یقین نہیں آیا کہ یہ وہی نازیہ ہیں بہرحال اللہ آپ کو بہت کامیابیاں دے آمین۔ میرا سوال ہے آپ کے خیال میں محبت ایک بار ہوتی ہے یا بار بار؟

ڈیئر مناہل! مجھے دنیا بھر سے ادارہ آنچل کی معرفت قاری بہنوں کی کالز آتی ہیں اور پہلی ہی ملاقات پر ہمیشہ ہر بہن سے مجھے ایک جملہ سننے کو ضرور ملتا ہے۔

''کیا واقعی آپ نازیہ کنول نازی ہیں' یقین ہی نہیں آرہا۔''

میری تحریریں جتنی سنجیدہ اور بارعب ہوتی ہیں میں ذاتی طور پر خود ویسی نہیں ہوں نہ ہی الحمدللہ مجھے غرور جیسی کوئی لاعلاج بیماری لاحق ہے' اسی لیے اتنی لاتعداد محبتیں میرا نصیب ہیں اور میں انہیں ہی اپنا اثاثہ سمجھتی ہوں۔ فیس بک پر بھی بہت زیادہ لوگوں کے رابطہ کرنے کے باوجود ہر ایک سے میرا رویہ بہت دوستانہ اور محبت بھرا ہے خیر جہاں تک محبت کا سوال ہے تو میری نظر میں تو محبت یہی ہے کہ بس صرف ایک انسان سے ہو اور پھر کبھی کوئی دوسرا انسان اس کی جگہ نہ لے سکے مگر ایسا ممکن نہیں ہوتا۔

❁ حیدرآباد سندھ سے مریم سومرو کا سوال:۔

☆ آپ کی محبت کیا ہے؟

''محبت ایک سلگتی شام''

☆ نازیہ آپی! آپ میکال اور عباد جیسے ہیرو کہاں سے لاتی ہیں؟

''تخیلاتی دنیا سے۔''

☆ میں آپ کی ہر تحریر کی دیوانی ہوں پتا نہیں مجھے آپ سے اتنی شدید محبت کیوں ہے؟

بہت شکریہ مریم! اللہ آپ کو خوش اور سلامت رکھے آمین۔

❁ اسلام آباد سے بہن خوشبو خان کا سوال:۔

☆ کوئی تمنا یا خواہش جو آپ چاہتی ہوں کہ پوری ہو مگر وہ ابھی تک پوری نہ ہوئی ہو؟

خوشبو ڈیئر! الحمدللہ میرے مالک نے بچپن سے لے کر اب تک میری ہر خواہش اور دعا پوری کی ہے' اب بس یہی ایک تمنا ہے کہ میں اپنی فیملی کے ساتھ حج یا عمرہ ادا کرسکوں۔

❁ گلگت سے بہن قرۃ العین عینی کا سوال:۔

☆ نازیہ آپی اگر آپ کو میرے ساتھ زندگی میں کبھی سفر کرنے کا موقع ملے تو کیا آپ میرے ساتھ سفر کریں گی' وہ سفر میرے لیے زندگی کا یادگار اور حسین ترین سفر ہوگا؟

پیاری عینی! میں آپ کے ساتھ ضرور سفر کروں

گی بس شرط یہ ہے کہ آپ مجھے اپنی گود میں سونے کی اجازت دے دیں کیونکہ سفر مجھ سے جاگ کر نہیں ہوتا' اپنی مما کے ساتھ بھی میں ان کی گود میں یا کندھے پر سو کر سفر کرتی ہوں۔

☆ کوئی بھی ناول لکھتے وقت آپ کی فیلنگز کیا ہوتی ہیں؟

کوئی بھی ناول لکھتے وقت میں خود کو اس ناول کے کرداروں میں ڈھال لیتی ہوں اور پھر خوب ڈوب کر لکھتی ہوں۔ میری کوشش یہی ہوتی ہے کہ جو بھی لکھوں وہ بیکار نہ جائے کسی نہ کسی دل کو ضرور چھوئے۔

☆ زندگی کو صرف ایک لفظ میں بیان کرنا چاہیں تو آپ کی نظر میں وہ لفظ کیا ہوگا؟

''درد''

☆ اتنے اعلیٰ الفاظ کہاں سے ڈھونڈتی ہیں جن کو پڑھ کر ہم خود کو بھول جاتے ہیں؟

آپ سب کی بے پناہ چاہتوں کی ڈکشنری سے۔

❁ پشاور' حیات آباد سے عمارہ شاہ کا سوال:۔

☆ کنول آپی مجھے آپ کا نام بے حد پسند ہے' اسپیشلی نازیہ اور نازی کے درمیان کنول تو پلیز آپ بتائیں یہ نام کس نے رکھا؟

عمارہ جانی' نازیہ نام تو میری دادی ماں نے رکھا تھا' کنول نازی میری مما نے رکھ دیا۔ کنول میری امی کو پسند تھا اور نازی جب ادب کی دنیا میں آئی تب ساتھ جڑ گیا' نام پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔

☆ کنول آپی انسان کے گرد جب بہت زیادہ محبت ہوتی ہے تو فطرتاً وہ انسان خود کو بہت اکیلا محسوس کرتا ہے آپ کے گرد تو محبتوں کا سیلاب ہے تو آپ نے کبھی خود کو تنہا محسوس کیا؟

عمارہ ڈیئر!

آبلہ پاء کوئی اس دشت میں آیا ہوگا
ورنہ آندھی میں دیا کس نے جلایا ہوگا

آپ میری شاعری کی کتاب ''تنہاء چاند'' پڑھیں اس سوال کا تفصیلی جواب مل جائے گا ویسے بھی جواب تو آپ کے سوال میں ہی پوشیدہ ہے' جن کے گرد ڈھیر ساری محبت ہوتی ہیں وہ اندر سے تنہا ہوتے ہیں تو جس کے اردگرد محبتوں کا سیلاب ہوگا اس کی اندر کی گہرائی اور تنہائی کا اندازہ آپ خود لگالیں۔

☆ کنول آپی! اگر میں آپ کی بچپن کی سہیلیوں کو آپ کے لیے کہیں سے لے آؤں آپ کو خوشی دینے کے لیے تو کیا آپ اس خوشی میں مجھے اپنا ناول ''جوگ دشت فراق ہے'' گفٹ کریں گی؟ میری شدید خواہش ہے کہ آپ نے یہ ناول مجھے اپنے آٹوگراف کے ساتھ گفٹ کریں؟

ہوگئی فرمائش نوٹ' میرے پیارے اللہ نے چاہا تو ان شاء اللہ ضرور آپ کی یہ خواہش پوری ہوگی۔

❁ ممبئی' انڈیا سے بہت پیاری بہن افسانہ عاشق قریشی کا سوال:۔

☆ نازی پلیز یہ بتائیں ''پتھروں کی پلکوں پر'' میں آپ نے آنسہ اور فرحان ان دو کرداروں کو

ساحل پر نہیں پہنچایا' درمیان میں ہی کہیں ڈراپ کردیا اس کی کیا وجہ تھی؟ میں اکثر یہی سوچتی رہتی ہوں؟

افسانہ ڈئیر ''پتھروں کی پلکوں پر'' میں آنسہ کا کردار اک طوائف کا کردار تھا جو کہ آنچل کی مدیرہ محترمہ فرحت آپا کو پسند نہیں تھا اس لیے ساتویں قسط میں انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں اس کردار کو ناول سے نکال دوں لہٰذا ان کے حکم پر ان کی محبت کے لیے ساتویں قسط سے میں نے اس کردار کا گلہ گھونٹ دیا۔

❁ باغ' آزاد کشمیر سے بہت پیاری بہن ارم گل مہرو کے خوب صورت سوالات:۔

☆ نازی آپی زندگی کب بہت حسین لگتی ہے؟

جب انسان کے سارے رشتے سلامت اور خوشحال ہوں اور اس کے خواب تعبیر پا جائیں۔

☆ زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آتا ہے جب انسان بہت مایوس ہوجاتا ہے' آپ جب بہت مایوس ہوتی ہیں تو کیا کرتی ہیں؟

مایوسی کفر ہے ارم پھر بھی کبھی ایسا ہو سوائے رونے کے اور کیا کرسکتی ہوں؟

☆ آپی اگر آپ کو کشمیر میں میرے ساتھ رہنے کا موقع ملے تو آپ کو کیسا لگے گا؟

بہت خوب صورت' بے حد اچھا۔

☆ آپی! جب میں نے فیس بک پر اپنا نام آپ کے ناول کی ہیروئن ''ہانیہ صفدر'' کے نام پر رکھا تو آپ کو کیسا لگا؟

بہت اچھا' میرا دل چاہا میں اپنی ارم کا منہ چوم لوں۔

☆ اگر آپ کو کہا جائے کہ ارم گل مہرو کو اپنے الفاظ میں بیان کریں تو آپ کی وہ دو لائنز میرے بارے میں کیا ہوں گی؟

''ارم..... ایک خوب صورت سرورق والی ایسی کتاب جسے پڑھنے کے بعد آپ اس کی خوب صورتی اور گہرائیوں کو جان سکیں گے۔

☆ آپی اگر میں آپ کے ناول کی ہیروئن ہوتی تو آپ مجھے کس ناول کی ہیروئن بناتی؟

''اک تیری محبت میں'' کی ہیروئن ''لیلیٰ کبیر''۔

❁ ڈئیر قارئین! آج کے لیے فی الحال اتنا ہی کہ وقت بہت شارٹ ہے' ڈئیر عاصمہ علی عارف والا سے آپ کا بے حد خوب صورت طویل خط' آنچل کی معرفت کچھ دیگر بہنوں کے خطوط کے ساتھ مجھے مل گیا ہے' ان شاء اللہ اگلی نشست میں شامل کروں گی' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' یار زندہ صحبت باقی۔

(جاری ہے)

برف کے آنسو
نازیہ کنول نازی

کب عشق کیا، کس سے کیا جھوٹ ہے یارو
بس بھول بھی جاؤ، جو بھی ہم سے سنا ہو
اب میری غزل کا بھی تقاضا ہے تجھ سے
انداز و ادا کا کوئی اسلوب نیا ہو

یہ راکھ راکھ رُتیں اپنی ذات کی قسمت
تم اپنی نیند بچاؤ، تم اپنے خواب چُنو
بکھرتی ڈوبتی نبضوں پہ دھیان کیا دینا
تم اپنے دل میں دھڑکتے ہوئے حروف سنو
تمہارے شہر کی گلیوں میں سیل رنگ بخیر
تمہارے نقشِ قدم پھول پھول کھلتے رہیں
وہ راہ گزر کہ جہاں لحہ بھر ٹھہر کے چلو
وہیں پہ ابر جھکے، آسمان ملتے رہیں
نہیں ضروری کہ ہر اجنبی کی بات سنو
ہر اک صدا پہ دھڑکنا بھی دل کا ٹھیک نہیں
سکوتِ حلقہ زنجیر بھی کیوں ٹوٹے بھلا
صباء کا ساتھ نبھانا جنوں پر قرض نہیں
ہم ایسے لوگ بہت ہیں جو سوچتے ہی نہیں
کہ عمر کٹی، کس کے ساتھ بیت گئی
ہماری تشنہ لبی کا مزاج کیا جانے
کہ فصلِ بخششِ موجِ فرات بیت گئی
وہ ایک پل تھا جسے تم نے نوچ ڈالا تھا
وہ ایک صدی تھی کہ بے التفات بیت گئی
ہماری آنکھ لہو ہے تمہیں خبر ہوگی
چراغ خود سے بجھا ہے کہ رات بیت گئی

رات کے تقریباً سوا بارہ بجے کا ٹائم تھا جب اس کے کمرے کا دروازہ ہلکے سے ناک ہوا اور وہ جلدی سے سنبھل کر بیٹھ گئی مگر کمرے میں داخل ہونے والا زعیم نہیں تھا، وہ اس کی بڑی بھابی نزہت تھیں جو دروازہ بھیڑ کر ایک نظر اس کے سجے سنورے روپ پر ڈالنے کے بعد اس کی قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گئی تھیں۔

"فریش ہوجاؤ عائزہ! میں کھانا بھجوا رہی ہوں، کھا لینا۔ اتنے لمبے سفر کے بعد تھکن کے ساتھ ساتھ یقیناً بھوک بھی لگ رہی ہوگی۔" آتے ہی انہوں نے ہدایت جاری کی۔

"نہیں شکریہ، مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"بھوک نہیں ہے پھر بھی تھوڑا سا کھا لینا، زعیم کی کال آئی تھی ابھی وہ آج رات نہیں آپائے گا۔" نزہت بھابی کی قطعی غیر متوقع اطلاع پر اس نے فوراً چونک کر سر اٹھایا، وہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں، عائزہ نے نظر پھیر لی۔

اسے لگا جیسے زعیم نے اس سے اپنی بے عزتی کا بدلہ لیا ہے مگر نزہت آپا نے فوراً ہی اس کے اس غلط خیال کی تردید کردی۔

"زعیم کی طرف سے کسی غلط فہمی کا شکار مت ہونا، اصل میں ادھر گاؤں میں زیادہ لوگ پڑھے لکھے نہیں ہیں اسی لیے چھوٹی چھوٹی باتوں کو انا کا مسئلہ بنا کر ایک دوسرے کی جان لے لیتے ہیں پھر چاہے کتنی ہی اذیت کیوں نہ اٹھانی پڑے۔ عمریں بیت جاتی ہیں مگر جیلوں سے رہائی نصیب نہیں ہوتی، ابھی دیکھ لو تھوڑی سی زمین کے لیے سگے چچا نے اکلوتے بھتیجے کی جان لے لی۔" نزہت آپا بے حد سادا اور ہمدرد خاتون تھیں۔

عائزہ جو پہلے ہی دیہاتی ماحول سے خوف زدہ تھی مزید پریشان ہوگئی، تبھی انہوں نے اسے تسلی دی۔

"پریشان مت ہونا' زعیم شہر گیا ہے صبح تک آ جائے گا۔ تم نہا کر سکون سے سو جانا' میں کھانا بھجوا دیتی ہوں وہ بھی کھا لینا۔" اسے ہدایت کرتیں اگلے ہی پل وہ اٹھ گئی تھیں۔

عائزہ محض اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔ اسے لگا جیسے نزہت آپا اسے صرف یہی اطلاع دینے آئی تھیں کہ زعیم آج رات نہیں آئے گا' وہ گہری سانس بھر کر رہ گئی' کسی بھی گاؤں میں بسر ہونے والی وہ اس کی زندگی کی پہلی رات تھی۔

باہر یقیناً بارش ہو رہی تھی اور دور کہیں کسی کھیت سے جھینگروں کے بولنے کی آوازیں بھی مسلسل سنائی دے رہی تھیں' کبھی کبھی کسی گیدڑ یا گائے وغیرہ کی آوازیں بھی کان میں پڑ رہی تھیں مگر وہ ہر خوف واحساس سے بے نیاز ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنا زیور اتار رہی تھی۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے زعیم کی تصویر کو دیکھتے ہوئے جو چند نرم گرم سے احساسات دل میں بیدار ہوئے تھے وہ بھی چپ چاپ سو گئے۔

نزہت آپا نے کھانا بھجوا دیا تھا مگر عائزہ نے وصول کرنے کے بعد ایک نظر ڈالے بغیر سائیڈ میں رکھ دیا' اسے اس وقت سوائے سکون کے اور کسی چیز کی طلب نہیں تھی۔

کپڑے تبدیل کرنے کے بعد وہ بیڈ پر آئی تو اسے اپنا کمرا بے حد یاد آیا' وہ کمرا جو بچپن سے اس کا اور عینا کا راز دار تھا جس کے در و دیوار میں ان دونوں کے دکھ اور آنسو چھپے تھے۔ ریان ملک سے شادی کے بعد عینا نے وہ کمرا چھوڑ دیا تھا مگر عائزہ اب بھی اسے لاک کر کے آئی تھی۔

بچپن سے لے کر اب تک اس نے کبھی اپنی کوئی چیز نہ چھوڑی تھی ناں کسی کے ساتھ شیئر کی تھی سوائے کمرے اور سندان حسن کے' اس سندان حسن کے جو اسے بھولا نہیں تھا مگر وہ خود اسے بھلانے کے جتن کر رہی تھی۔ سندان کے بعد اسے عینا یاد آئی تھی جسے وہ اپنی ماں سے بھی زیادہ پیار کرتی تھی جس کا دکھ اور آنسو اسے اندر سے کاٹتے تھے مگر وہ اس کے معاملے میں قطعی بے بس تھی۔ عینا کے بعد آپ ہی آپ اس کا دھیان ریان ملک کی طرف چلا گیا جو اسے کبھی کسی روپ میں بھی اچھا نہیں لگا تھا اور صرف ریان ہی

کیا وہ تایا کی ساری اولاد سے خار کھاتی تھی اور کیوں کھاتی تھی' اس کی وجہ خود اسے بھی معلوم نہیں تھی۔ شاید تایا کی حاکمیت تھی جس نے اسے ان کے ساتھ ساتھ ان کے بچوں سے بھی متنفر کر دیا تھا' دھیان کے پنچھی جو اڑے تو پھر اڑتے ہی چلے گئے یہاں تک کہ اسے نیند آ گئی۔

زعیم صبح چار بجے اپنے دوست کا پوسٹ مارٹم کروا کر اس کی ڈیڈ باڈی گاؤں واپس لایا تھا ساتھ ہی شہر میں اس نے مرحوم کے لواحقین کی جانب سے ایف آئی آر بھی درج کروا دی تھی۔ ان سب کاموں سے فارغ ہو کر وہ گھر واپس آیا تو صرف ماں جی ہی جاگ رہی تھیں باقی سب تھک کر مدہوش سو رہے تھے۔ ماں جی بھی تہجد کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد تسبیح پڑھ رہی تھیں' وہ تھکا تھکا سا انہی کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔

ماں جی اس کے کپڑے پر خون کے سرخ دھبوں کا جائزہ لے رہی تھیں یقیناً مرنے والے کا خون بہت بے دردی سے بہا تھا' تبھی تسبیح مکمل کرنے کے بعد وہ بولی تھیں۔

"شہزاد تو تیرے ساتھ شہر گیا تھا ناں پتر! پھر چاچے کے ہاتھ کیسے لگ گیا؟" زعیم نے ان کا سوال سنا اور آہستہ سے پلکیں موند لی تھیں۔

"وہ شہر سے واپس بھی میرے ساتھ ہی آیا تھا ماں جی! مہندی اور برأت کے فنکشن میں اپنے سارے ارمان پورے کیے تھے اس نے مگر برأت کی واپسی کے بعد میں مسجد چلا گیا اور وہ اپنے گھر' اس کے چچا کو کسی نے بتا دیا تھا کہ وہ اکیلا ہے تبھی گھر پہنچنے سے پہلے ہی اس نے اور اس کے بیٹوں نے کھیتوں میں چھپ کر اس کی راہ دیکھی اور پھر اس کے قریب آنے پر بندوق تان لی' انہیں چند روز پہلے ہونے والے پانی کے مسئلے پر جھگڑے کا غصہ تھا' اسی غصے میں دونوں طرف سے لڑائی شروع ہوئی اور بالآخر میرا دوست زندگی ہار گیا۔" بات مکمل کرتے ہی اس کا لہجہ بھر آ گیا تھا' ماں جی کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔

"اللہ بڑا باخبر اور انصاف کرنے والا ہے پتر! اس کی گرفت سے کبھی کسی ظالم کی چھوٹ نہیں ہوگی۔ تُو حوصلہ

رکھ اور جا کر کپڑے بدل پھر صبح ہوتی ہے تو میں تیرے ساتھ چلتی ہوں، پتا نہیں نمانی ماں اور بہنیں کس حال میں ہوں گی۔"

"جی ماں جی! میں تھوڑا سا ریسٹ کر کے آپ کو لے جاتا ہوں اس کی طرف، صبح دس بجے جنازہ ہے اور سارے انتظامات بھی مجھے ہی کرنے ہیں۔" تھکے تھکے سے لہجے میں کہتا وہ اٹھا اور اپنے کمرے میں چلا آیا جہاں عائزہ مٹے مٹے سے میک اپ کے ساتھ سادا سوٹ میں ملبوس اس کے بیڈ پر گہری نیند سو رہی تھی۔ وہ دروازہ لاک کر کے پلٹا تو اسے بے فکری سے اپنے بستر پر ایستادہ دیکھ کر چونک گیا، پچھلے دس گھنٹوں میں وہ بھول ہی گیا تھا کہ اس کی شادی ہوئی ہے اور وہ بھی اس لڑکی کے ساتھ جو اس کی ضد بن گئی تھی، جانے رات بھر وہ اس کے بارے میں کیا سوچتی رہی ہوگی۔

تبھی تھکن سے ٹوٹے وجود کے ساتھ بمشکل اس کے خوب صورت سراپے سے نگاہ چراتے ہوئے وہ واش روم میں گھسا اور تقریباً تیس منٹ کے بعد فریش ہو کر باہر نکلا تو فجر کی اذان ہو رہی تھی، اس نے نماز پڑھی پھر بناء عائزہ کو ڈسٹرب کیے آنکھوں پر تکیہ رکھ کر لیٹ گیا۔ پہلو میں سوئی وہ مغرور سی حسین لڑکی دنیا کی آخری حسین لڑکی نہیں تھی مگر پھر بھی وہ اس کی ضد بن گئی تھی اور اپنی ضد وہ کبھی چھوڑتا نہیں تھا۔

اس وقت عائزہ کے وجود سے اٹھنے والی دلفریب سی خوشبو اسے ڈسٹرب کر رہی تھی مگر وہ خود پر ضبط کے کڑے خول چڑھائے بے نیاز بنا سونے کی کوشش کرتا رہا۔ کل اس کا ولیمہ تھا مگر اسے شہزاد کے کیس کے سلسلے میں بے حد مصروف رہنا تھا یہی سوچتے ہوئے جانے کب اس کی آنکھ لگ گئی۔ صبح وہ بیدار ہوا تو عائزہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی اپنے گیلے بالوں میں کنگھی پھیر رہی تھی جبکہ اس کی چوڑیوں کی مدھر کھنک سے زعیم کی آنکھ کھل گئی، زعیم نے ایک نظر اس پر ڈالی پھر تکیہ زور سے بانہوں میں دباتے ہوئے اٹھ بیٹھا۔

"السلام علیکم! دیہاتی زندگی کی پہلی حسین صبح مبارک۔" وہ چونکی اور بے ساختہ پلٹ کر اسے دیکھا..... وہ پُرشوق نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیسی گزری رات؟ یقیناً میرے نہ آنے کی خبر سن کر بہت سکون کی نیند آئی ہوگی۔ ایک قطعی ناپسندیدہ، پینڈو شوہر کی قربت سے نجات جو مل گئی تھی۔" وہ اسے استہزائیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا، عائزہ چاہنے کے باوجود نگاہ نہ پھیر سکی۔

"کیا دیکھ رہی ہو، یقین نہیں آ رہا ناں کہ زعیم ملک جیسا ایک روایتی پینڈو شخص، تم جیسی بے وقوف اور گھمنڈی لڑکی کو شکست دے سکتا ہے۔" اب وہ بستر سے اتر کر اس کے قرب چلا آیا، عائزہ بے ساختہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"جی نہیں، ایسی کوئی بات نہیں۔ میں جانتی ہوں پینڈو جو ٹھان لیتے ہیں وہ کر کے چھوڑتے ہیں۔"

"بالکل....." وہ مسکرایا اور عائزہ بے اختیار رخ پھیرنے پر مجبور ہوگئی تھی۔

"یاد رکھنا، ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں۔" جھک کر ایک نازک سا نیکلس ڈریسنگ کی دراز سے نکالتے ہوئے وہ اس کے کان میں گنگنایا تھا، عائزہ کا پورا وجود جیسے دہک اٹھا۔

"یہ تمہارا منہ دکھائی کا تحفہ، آج ولیمے کی تقریب میں پہن لینا۔" اگلے ہی پل اس نے وہ نیکلس اس کے ہاتھ میں تھمایا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی پلٹ کر واش روم میں گھس گیا، دس بجے شہزاد کا جنازہ تھا اور اسے ابھی بہت سے کام نپٹانے تھے۔

❁.......❁.......❁

رات تقریباً ساڑھے دس بجے ولیمے کی تقریب ختم ہوئی مگر زعیم گھر نہیں آیا تھا۔

عائزہ کا دل اپنی اس درجہ تذلیل پر جل کر راکھ ہو گیا مگر اس نے زبان سے ایک لفظ نہیں کہا تھا، بی اماں اور دیگر لوگ شہزاد کی ناگہانی موت پر رنجیدہ تھے، ساتھ ساتھ وہ زعیم کی مجبوری اور مصروفیات کا رونا بھی رو رہے تھے کئی بار اسے کال بھی کی تھی مگر اس کا سیل مسلسل آف جا رہا تھا۔

فیحہ نے تھوڑی دیر اسے کمپنی دینے کی کوشش کی مگر وہ چپ کی دیوی بن کر بیٹھی رہی‘ اس کا دل کسی سے بھی بات کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔

تقریباً گیارہ بجے کے قریب وہ اپنے کمرے میں واپس آئی تھی‘ مرینہ بیگم اور فیحہ کھانا کھاتے ہی شہر روانہ ہوگئے تھے اسے ڈھیروں رونا آیا۔ عینا کے بعد اس کے لبوں سے بھی مسکراہٹ جیسے روٹھ گئی‘ کپڑے تبدیل کرنے کے بعد بیڈ پر بیٹھ کر گھٹنوں میں سر دیئے وہ جانے کتنی ہی دیر تک روتی رہی۔

رات کے تقریباً تین بجے کا وقت تھا پورا گاؤں پُرسکون اور گہری نیند کے مزے لوٹ رہا تھا جب وہ تھکے تھکے بوجھل انداز میں آہستگی سے بیڈروم کا دروازہ کھول کر کمرے میں داخل ہوا۔ عائزہ پچھلے چار گھنٹوں سے مسلسل رو رہی تھی‘ آہٹ کی آواز پر اس نے چونک کر دیکھا زعیم کمرے میں داخل ہونے کے بعد اب دروازہ لاک کررہا تھا اس نے جلدی سے آنکھیں خشک کرلیں مگر وہ اس کی طرف دیکھے بغیر اب بستر پر بیٹھا اپنے پاؤں کو جوتوں کی قید سے آزاد کرنے کی کوشش کررہا تھا۔ اگلے ہی پل وہ بیڈ پر گرنے کے سے انداز میں چاروں شانے چت لیٹ گیا اور یونہی لیٹے لیٹے اس نے آنکھیں بند کیے گہری سانس کھینچی تھی۔ وہ شاید اپنے تھکے ہوئے اعصاب کو پرسکون کرنے کی کوشش کررہا تھا‘ تھوڑی دیر بعد اعصاب کا تناؤ قدرے کم ہوا تو اس کی نظر قریب ہی بیٹھی عائزہ پر پڑی جس کا وجود اب بھی ہچکیوں کی زد میں تھا۔

”کیا ہوا..... آپ ابھی تک سوئی نہیں؟“

”نہیں.....“ وہ بولنا نہیں چاہتی تھی مگر بے اختیار اس کے لبوں سے نکل گیا تھا۔ زعیم پہلو کے بل لیٹتے ہوئے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو تکیہ بنائے مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ ہوگیا۔

”کیوں؟“

”پتا نہیں۔“ وہ اس کے اس طرح دیکھنے سے چڑ گئی تھی تبھی رخ پھیر گئی باہر بارش شروع ہوگئی تھی اور تیز و تند ہواؤں کا سلسلہ بھی جاری ہوگیا تھا‘ تبھی مویشیوں کے باڑے میں ہونے والی ہلچل اب وہاں بھی صاف سنائی دے رہی تھی۔ زعیم نے موبائل نکالا اور ملازم کو ضروری ہدایات دینے لگا‘ عائزہ اسے مصروف دیکھ کر بیڈ سے نیچے اتر آئی اس کا گلا مسلسل رونے سے بے حد خشک ہو رہا تھا مگر کمرے میں پانی نہیں تھا جبکہ رات کے اس پہر کمرے سے باہر جانے کی اس کی ہمت نہیں تھی۔

وہ اٹھی اور سامنے کی طرف مویشیوں کے احاطے کی جانب کھلنے والی کھڑکی کے قریب آ کھڑی ہوگئی‘ فقط چند لمحوں میں کھڑکی سے چھن کر آنے والی ہواؤں کے ساتھ بارش نے اسے اچھا خاصا بھگو دیا تھا۔ زعیم ملازم کو ضروری ہدایات دینے کے بعد بیڈ پر نیم دراز ہوگیا۔

”مانا کہ شہر میں لوگوں کی رات جلدی نہیں ہوتی مگر ایسا بھی کیا کہ پوری رات ڈھلنے تک رات کا نشہ ہی ختم نہ ہو۔“ تکیہ بانہوں میں دبائے وہ اسے دیکھ رہا تھا‘ عائزہ چپ چاپ پلٹ آئی۔

”میں نے کبھی نہیں سوچا تھا میری شادی اتنی ڈل اور بورنگ ہوگی اور میں اپنی زندگی کے اس نئے موڑ پر یوں اچانک سے شہزاد جیسے اپنے ایک عظیم دوست کو کھودوں گا۔“ اب وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا اس کی پلکیں بند تھیں‘ عائزہ شاکڈ سی اسے دیکھتی رہ گئی۔

”آپ کہنا چاہتے ہیں کہ میں سبز قدم ہوں۔“

”نہیں‘ خیر چھوڑو میرا کمرا کیسا لگا آپ کو؟ کسی چیز کی کمی تو محسوس نہیں ہوئی؟“ ایک لمحے میں وہ بات بدل گیا تھا۔ عائزہ پلکوں میں آئی نمی کو بمشکل پیچھے دھکیلتے ہوئے صوفے پر ٹک گئی۔

”نہیں۔“

”شکریہ‘ میں کوشش کروں گا میری زندگی میں آنے کے بعد اب آپ کو بھی کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہو۔“ وہ کہہ رہا تھا اور عائزہ کے اندر دھواں بھرتا جارہا تھا۔

”آپ کی اس ذرہ نوازی کا شکریہ‘ مگر مجھے اب کسی چیز کی کمی سے فرق نہیں پڑتا‘ آپ پلیز میرے لیے پریشان

نہ ہوں۔"

"جانتا ہوں محبت کو کھودینے کے بعد ہر شے بے کار لگتی ہے خواہ کتنی ہی ضروری اور حسین کیوں نہ ہو۔" پلکیں ہنوز بند کیے وہ کہہ رہا تھا جب عائزہ نے بے حد چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کا دل اس لمحے بہت شدت سے دھڑکا تھا جانے وہ کس محبت کے کھوجانے کی بات کررہا تھا۔ چند پل خاموشی کی نذر کرنے کے بعد وہ پھر بولا۔

"شہر کی لڑکیاں میری کمزوری نہیں ہیں میں شاید کبھی بھی یوں آپ سے زبردستی شادی نہ کرتا اگر آپ سندان حسن جیسے لوفر اور بدنام شخص کے ہاتھوں برباد نہ ہورہی ہوتیں۔ آپ نہیں جانتیں مگر میں جانتا ہوں میرے بابا کے آپ کی فیملی کے ساتھ کتنے گہرے مراسم ہیں' ملک ہاؤس میں آنے والا کوئی بھی طوفان انہیں پریشان کیے بغیر نہیں گزرتا اور میں اپنے بابا کو پریشان نہیں دیکھ سکتا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ ریان ملک کی طرح آپ بھی اپنے خاندان کا نام روشن کریں اور اس کا اثر آپ کے گھر والوں کے ساتھ ساتھ میرے بابا اور ماں جی کی زندگی پر پڑے ان کا مان اور یقین ٹوٹے انہیں اذیت اور تکلیف ہو اسی لیے آپ کو اپنے نام کے ساتھ زبردستی باندھا ورنہ میں چھین جھپٹ کر کھانے والوں میں سے نہیں ہوں۔ خیر بے فکر رہنا آپ کی مرضی کے بغیر کبھی آپ کے قریب نہیں آؤں گا جب بھی آپ کو میری ضرورت محسوس ہو بتا دینا شوہر کے فرائض ادا کردوں گا بصورت دیگر آپ جیسے چاہیں یہاں زندگی گزار سکتی ہیں کوئی روک ٹوک یا پریشانی نہیں ہوگی۔" لفظ چابک کی صورت لگتے ہیں اور جسم کی نہیں روح کی کھال ادھیڑ کر رکھ دیتے ہیں اسے بھی اس لمحے کچھ ایسا ہی محسوس ہورہا تھا۔

وہ اس کی زندگی اور اس کی فیملی کے ہر راز سے آشنا تھا مگر وہ کتنی بے خبر تھی اسے لگا تھا جیسے وہ کسی پہاڑ تلے دب گئی ہو ذرا سی ہمت بھی نہیں رہی تھی اس میں کہ نظر اٹھا کر زعیم کی آنکھوں میں دیکھ لیتی۔ کتنی حیرت کی بات تھی کہ وہ اس کی زندگی کے ہر پہلو سے آشنائی کے باوجود اسے اپنی

زندگی میں گھسیٹ لایا تھا اور اب جانے آئندہ زندگی میں اس کے ساتھ وہ کیا سلوک کرنے والا تھا۔ عائزہ کو وہ ہر لمحہ یاد آنے لگا جن لمحوں میں اس نے زعیم کی بے عزتی کی تھی اور اسے ٹھکرایا تھا کیا سوچا ہوگا اس نے اس کی چوائس کے بارے میں کہ اس کی پسند اتنی گھٹیا نکلی؟

اسے دل لگانے کے لیے سندان حسن جیسا بدکردار شخص ہی ملا' وہ رونا چاہتی تھی مگر آنسو جیسے کہیں اندر ہی برف ہوگئے تھے۔ وہ اسے کردار کا کتنا ہلکا سمجھ رہا تھا عائزہ کا چہرہ سرخ ہوگیا تبھی وہ کروٹ بدل کر پھر بولا۔

''بہر حال میں کوشش کروں گا آئندہ آپ کے ذاتی معاملات میں کم دلچسپی رکھوں' آپ بھی میری عزت کا خیال رکھیے گا پلیز کیونکہ پتا تو ہے آپ کو دیہاتی لوگ عزت کے معاملے میں کتنے جذباتی ہوتے ہیں۔'' وہ چابک پر چابک مار رہا تھا' عائزہ کا سر جھکتا چلا گیا۔

اگلے پانچ منٹ کے بعد اسے بے چینیاں سونپ کر وہ خود گہری نیند میں چلا گیا تھا' عائزہ کو لگا شاید وہ اب بھی اپنی زندگی کی حقیقی خوشیوں کو نہیں پاسکے گی' وہ شخص صرف ضدی ہی نہیں تھا بلکہ بے حد گھنا اور چالاک بھی تھا' اس رات وہ ایک لمحے کے لیے بھی نا سو سکی تھی۔

دو ہفتے یونہی بیت گئے تھے زعیم صرف چند منٹ کے لیے گھر آتا پھر وہ سارا وقت کمرے کی دیواروں کا منہ تکتی رہتی۔ شادی کی دعوتوں پر بھی ماں جی یا نزہت آپا ہی اس کے ساتھ جاتی تھیں۔ وہ صاف دامن بچا لیتا ماں جی اسے شہزاد کے گھر بھی لے کر گئی تھیں جو سات بہنوں کا اکلوتا بھائی اور گھر کا واحد مرد وکفیل تھا۔ اپنے باپ کی جائیداد کا اکلوتا وارث مگر انسانیت کے بدترین روپ کی بھینٹ چڑھ چکا تھا۔ عائزہ اس کی ماں اور بہنوں کا حال دیکھ کر پورے دو دن سکون سے نہیں سو سکی' دیہات کی زندگی اور دیہاتی لوگوں کی جہالت اس کے دل میں مزید بڑھی تھی اور اب وہ پہلے سے زیادہ بے چین ہو کر رہ گئی تھی۔

ماں جی پورے گاؤں میں بڑے فخر سے اسے متعارف کرواتی پھرتی تھیں' خود گاؤں کی عورتیں اسے رک رک کر بڑے اشتیاق سے دیکھتیں کہ وہ چھوٹے چوہدری کی شہری بیوی تھی۔ بے حد نفاست پسند اور کم گو' اسے کہیں بھی آنے جانے کا شوق نہیں تھا وہ اپنے سسرال کے افراد کی بے انتہا محبت اور اپنائیت کے باوجود ان میں گھل مل نہیں سکی تھی۔

پچھلے دو ہفتوں میں وہ صرف دو بار اپنے گھر گئی تھی اور بے حد مختصر وقت کے لیے اس نے عینا یا کسی سے بھی اپنی دکھ شیئر نہیں کیا تھا' وہ جتنے وقت وہاں رہی بالکل خاموش ہی رہی تھی۔ ماں جی سے اس کی یہ چپ زیادہ دن تک پوشیدہ نہ رہ سکی تبھی انہوں نے زعیم کو مجبور کیا تھا کہ وہ اسے اپنے ساتھ شہر میں رکھے جب تک وہ خود شہر میں مصروف ہے اور وہ مان گیا تھا۔

اس روز صبح سے بارش ہو رہی تھی وہ زعیم کے ساتھ شہر آئی تھی جو اسے ملک ہاؤس چھوڑ کر خود اپنے کسی کام سے نکل گیا تھا' شگفتہ بیگم' آسیہ بیگم کے ساتھ کسی رشتہ دار کے ہاں گئی تھیں جبکہ مرینہ پھوپو اور فیحہ اپنے گھر واپس چلے گئے تھے' گھر میں اس وقت صرف عینا تھی اور وہ بھی لان میں پودوں کی صفائی ستھرائی میں مشغول تھی' عائزہ کو دیکھ کر اس نے پانی کا پائپ پودوں میں چھوڑ دیا تھا۔

''السلام علیکم! کیسی ہو؟''

''وعلیکم السلام! ٹھیک تم سناؤ۔'' اس کے گلے لگ کر وہ پاس ہی کین کی چیئر پر ٹک گئی تھی' عینا اس کا ہاتھ تھام کر اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''اکیلی آئی ہو؟''

''نہیں' زعیم ساتھ آیا تھا کسی ضروری کام کی وجہ سے باہر سے ہی چلا گیا۔''

''ہوں...... جہاں تک میرا خیال ہے تمہاری طرح وہ بھی مجھے اس شادی سے خوش نہیں لگتا۔''

''تمہارا خیال درست ہے عینا! وہ خوش نہیں ہے کیونکہ اسے میرے ماضی کا پتا ہے' سندان حسن سے میری وابستگی کا پتا ہے اسے ریان بھائی کی تمام مصروفیات کا بھی پتا ہے۔''

''اُف...... کیا اس نے تم سے کچھ کہا؟''

"زیادہ نہیں، مگر مجھ پر میری اوقات واضح کردی میں جو اس سے نفرت کرتی تھی صرف اس لیے کہ وہ دیہات سے تعلق رکھتا ہے اس نے مجھے بتادیا کہ اس کی نظر میں میں کیا ہوں اور میرا کیا مقام ہے۔" اب کہ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی جھلکی تھی، عینا کا دل جیسے ڈوب گیا۔

"پتا نہیں عائزہ! ہمارے ماں باپ سے ایسی کیا خطا ہوئی کہ جس کی سزا یوں ہمیں یعنی ان کی اولاد کو مل رہی ہے، ہم نے تو کبھی کسی کا برا نہیں چاہا، کبھی کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کی پھر ہمارے ساتھ یہ سب کیوں ہورہا ہے۔"

"اسی بات کی تو مجھے بھی سمجھ نہیں آرہی، خیر تم چھوڑو یہ سب اور یہ بتاؤ امی اور باقی لوگ کہاں ہیں، ریان بھائی کے بارے میں کوئی خبر ملی؟"

"نہیں کوئی خبر نہیں بس اتنا پتا چلا تھا کہ وہ ملک سے باہر چلے گئے ہیں اور وہ لڑکی جس نے ان کی زندگی برباد کی، خود بھی زندہ نہیں رہ سکی اس کے اپنے سگے بیٹے نے اس کی جان لے لی اور اب اس بچے کا بھی کوئی پتا نہیں چل رہا کہ وہ کہاں چھپ گیا ہے جو بھی اس عورت کا ذکر کرتا ہے اس کے لہجے میں نفرت ہوتی ہے لوگ اسے گالیاں دیتے ہیں۔ میں سوچتی ہوں آخر ایسے لوگ اپنے انجام سے بے خبر کیوں ہوتے ہیں، دوسروں کی کہانیوں سے عبرت کیوں حاصل نہیں کرتے، صرف چند ناآسودہ خواہشات کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائیوں سے منہ پھیر لیتے ہیں، کیا ہاتھ آتا ہے آخر ان کے؟" وہ رنجیدہ تھی، عائزہ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔

"یہ دنیا مکافات عمل ہے عینا! یہاں اپنے ہاتھوں بوئے اعمال کی فصل تو کاٹنی ہی پڑتی ہے جبکہ اس کی اجرت آخرت میں ملے گی۔"

"ہوں، صحیح کہتی ہو، چلو اندر چلتے ہیں، امی بتول خالہ کی طرف گئی ہیں انہیں انجائنا کا اٹیک ہوا تھا پرسوں تو خیریت دریافت کرنے چلی گئیں۔ مرینہ پھوپو اور فیحہ گاؤں واپس چلے گئے کیونکہ معید کی جاب اسٹارٹ ہوگئی ہے۔"

"گڈ...... ویسے معید بھائی اپنی دھن کے بہت پکے ہیں۔"

"ہوں اس میں تو کوئی شک نہیں، پھوپو نے معید کے لیے تایا ابو سے بات کی ہے، میرا مطلب ہے وہ مجھے معید کی دلہن بنانا چاہتی ہیں مگر میں نے صاف انکار کردیا۔ اس بار میں اپنے ساتھ کوئی زبردستی نہیں ہونے دوں گی اُدھر اذہان نے بھی فیحہ کو پرپوز کردیا ہے مگر فیحہ نے انکار کردیا۔"

"کیا...... مگر کیوں؟"

"پتا نہیں شاید ہماری طرح اس کے اندر بھی کہیں بے اعتباری کی چوٹ لگی ہے۔"

"پھر بھی اسے یوں ایک دم سے انکار نہیں کرنا چاہیے تھا، کچھ وقت تو لے سکتی تھی وہ اور یہ تم کیا حماقت کررہی ہو، معید بھائی جیسے آئیڈیل شخص کو ٹھکرا رہی ہو، پاگل تو نہیں ہوگئی ہو۔"

"پاگل ہی ہوگئی ہوں جو کچھ میں نے برداشت کیا اس کے بعد کوئی بھی شخص نارمل نہیں رہ سکتا پھر میں خود کو معید کے قابل بھی نہیں سمجھتی، وہ ایک آئیڈیل شخص ہے اسے اس کے جیسی ہی کوئی بہت پیاری بہترین لڑکی ملنی چاہیے۔"

"تم بھی ایک بہت پیاری اور بہترین لڑکی ہو عینا!"

"نہیں عائزہ! اگر میں ایک بہترین لڑکی ہوتی تو ریان کبھی میرے ہوتے ہوئے کسی اور عورت کی طرف نہ دیکھتے۔"

"سب مرد ایک جیسے نہیں ہوتے عینا! کچھ مرد بہت کم ظرف ہوتے ہیں، اچھے برے کی پہچان نہیں ہوتی انہیں۔"

"کچھ بھی ہو دوبارہ خود کو آزمائش میں نہیں ڈالنا...... بس۔" عینا کا لہجہ حتمی تھا، عائزہ گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

مغرب سے کچھ پہلے زعیم اسے لینے آگیا تھا، اعظم ملک صاحب نے فوراً کھانے کی تیاری کا حکم دے دیا۔ عشاء سے کچھ پہلے وہ کھانا کھا کر ملک ہاؤس سے نکلے تھے مگر زعیم اسے واپس گاؤں نہیں لایا تھا بلکہ وہیں شہر میں اس کا جو گھر تھا ادھر لے آیا۔

عائزہ نے گاڑی رکنے پر بے حد حیرانی سے اس کی طرف دیکھا مگر وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا اس کا سیل بج

رہا تھا اور وہ گاڑی کا انجن آف کرتے ہوئے پوری طرح سیل کی طرف متوجہ تھا۔

"جی نگہت' خیریت؟" کال پک ہوتے ہی اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلے تھے' عائزہ نے بے ساختہ چونک کر پھر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ پریشان نہ ہوں' میں ہوں ناں۔ بعد میں تفصیل سے بات کرتا ہوں ابھی آپ اچھا سا کھانا کھاؤ اور جو میڈیسن میں لے کر آیا تھا وہ لو پھر اگلی بات سنوں گا میں' اوکے۔" جتنی محبت اور اپنائیت سے وہ کہہ رہا تھا عائزہ کا متوجہ ہونا ضروری تھا مگر زعیم کو اس کی پروا نہیں تھی۔ کال کٹ کر کے سیل پھر سے پاکٹ میں ڈالتے ہوئے وہ گاڑی سے باہر نکل آیا تھا' عائزہ کو مجبوراً اس کی تقلید کرنی پڑی۔

گھر بے حد لگژری تھا' دو بیڈ روم اٹیچڈ باتھ' ایک ڈرائنگ روم' ایک کچن' لاؤنج' گیلری وہ ایک ایک چیز پر نگاہ ڈالتی' خاموشی سے زعیم کے پیچھے قدم اٹھا رہی تھی۔ سب سے پہلے زعیم نے جس کمرے کا دروازہ کھولا وہ ایک بے حد نفیس کمرا تھا یوں جیسے کبھی کسی نے اسے استعمال ہی نہ کیا ہو جبکہ دوسرے کمرے میں قدم رکھتے ہی اسے جیسے چکر آ گیا تھا۔

مسلا ہوا بستر' قالین پر بکھرے مختلف اشیاء کے خالی ریپر' بیڈ سے ملحقہ ٹیبل پر پڑی شراب کی استعمال شدہ ہاف بوتل اور گلاس' سگریٹ کے ادھ جلے ٹکڑوں سے بھرا ایش ٹرے اور دیواروں پر چسپاں مختلف ہالی ووڈ اور بالی ووڈ اسٹارز کی نیم عریاں تصاویر' وہ محض ایک نظر ڈال کر وہیں دہلیز پر ٹھٹک گئی تھی۔

اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہ شخص ایسے شوق بھی رکھتا ہوگا زعیم نے شاید اس کے خیالات پڑھ لیے تھے تبھی وہ ایک نظر بکھرے ہوئے کمرے پر ڈالنے کے بعد پلٹ کر اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"ایم سوری' اصل میں یہ گھر میرے ساتھ میرا ایک وڈیرہ دوست شیئر کر رہا تھا مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہاں یہ سب ہوگا۔ پچھلے ایک ہفتے سے میں ادھر ٹھہرا بھی نہیں ہوں' بہرحال سوری اگین۔" وہ شرمندہ تھا یا نظر آنے کی کوشش کر رہا تھا' عائزہ نے سر اٹھا کر نہیں دیکھا تاہم زعیم نے اسی وقت وہ سب تصاویر دیواروں سے ہٹا کر پھاڑ دی تھیں۔

"آپ میرے بیڈ روم میں قیام کر لینا' میں یہاں سو جایا کروں گا۔" وہ اسے اطلاع دے رہا تھا عائزہ چپ ہی رہی اسے اس کے کسی بھی فیصلے پر کوئی اعتراض نا تھا۔

"کچن میں نے چیک کر لیا ہے وہاں ضرورت کی ہر چیز موجود ہے پھر بھی کسی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دینا' میں لا دوں گا۔" اس کی خاموشی پر اس نے پھر پلٹ کر اسے دیکھا تھا' وہ رخ پھیر گئی۔

"مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے سوائے سکون کے۔"

"سوری' وہ میں نہیں دے سکتا' وہ تو انسان کے اعمال ہی اسے دے سکتے ہیں۔"

"ہوں...... جانتی ہوں' اسی لیے آپ سے ایسی کوئی امید نہیں رکھی' پتا نہیں میرے لیے اپنا گھر کیسے چھوڑ کر آ گئے آپ؟" عائزہ کے لہجے میں ہلکی سی چبھن تھی' زعیم زیر لب مسکرا دیا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے میں یہاں آپ کی خواہش پر رہنے آیا ہوں؟" اس کی آنکھیں عائزہ کو صاف اپنا مذاق اڑاتی ہوئی محسوس ہوئی تھیں' وہ بے ساختہ نظر چرا گئی۔

"اگر آپ یہ سمجھ رہی ہیں کہ میں آپ کو یہاں آپ کی خواہش پر لایا ہوں تو آپ نہایت خوش فہم خاتون ہیں۔" آگے بڑھ کر کھڑکیوں کے پردے سمیٹتے ہوئے اس نے اسے مزید تیز کیا۔

"میں یہاں شہزاد کے کیس کی پیروی اور چند دیگر معاملات کی وجہ سے رکا ہوا ہوں' ماں جی اور بابا کا خیال ہے کہ میں یہاں اکیلا ٹھیک طرح سے اپنا خیال نہیں رکھ پاؤں گا لہٰذا اپنی بیوی کو ساتھ لے جاؤں سو انہی کے حکم پر ان کی خوشی کے لیے میں آپ کو یہاں لے آیا مگر یہ قیام مستقل نہیں ہے جیسے ہی میرا کام ختم ہوا ہمیں واپس گاؤں

جاتا ہے۔ میں کم از کم آپ کے لیے اپنا گھر، اپنی زمین اور اپنے رشتے کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔" اس بار اس کا لہجہ قدرے خشک تھا، عائزہ کا چہرہ اہانت کے احساس سے سرخ ہوگیا۔ وہ پلٹی اور کمرے سے باہر نکل گئی...... پیچھے زعیم دیوار سے ٹیک لگائے کھڑا آہستہ سے پلکیں موند گیا۔

❁......❁......❁

عینا کا یونیورسٹی میں ایڈمیشن ہوگیا تھا، لاکھ اس نے انکار کیا گھر والے بھی راضی نہیں تھے مگر معید نے اس کے کام کے لیے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا اور بالآخر اپنے مقصد میں کامیاب ہوکر ہی سکون کی سانس لی۔

معید کے گاؤں سے یونیورسٹی قریب پڑتی تھی لہٰذا مرینہ بیگم اسے اپنے ساتھ گاؤں لے آئیں، فیحہ بھی یونیورسٹی جاتی تھی اس سے ایک سال سینئر تھی لہٰذا دونوں میں آہستہ آہستہ خوب دوستی ہوگئی اس روز وہ دونوں لان میں چائے پی رہی تھیں جب باتوں باتوں میں عینا نے فیحہ سے پوچھ لیا۔

"ایک بات پوچھوں فیحہ بُرا تو نہیں مانو گی؟"

"نہیں، کئی سال ہوئے اب میں کسی کی بات کا بُرا نہیں مانتی۔"

"کیوں ایسا کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں، تم بتاؤ کیا پوچھنا چاہ رہی تھیں۔" فیحہ کے ہاتھ میں زرد گلاب تھا جسے وہ پتی پتی کیے بکھیرے جارہی تھی عینا گہری سانس بھر کر رہ گئی۔

"او کے...... تم نے اذہان کا پرپوزل کیوں رد کیا، تمہیں پتا ہے وہ کتنا نک چڑھا ہے لڑکیوں کے معاملے میں اب اگر تم اسے پسند آہی گئی ہو تو انکار کیوں؟"

"مجھے اذہان پسند نہیں ہے نہ ہی میں کسی اور لڑکے میں انٹرسٹڈ ہوں۔"

"مگر کیوں؟"

"پتا نہیں بس اب کسی پر اعتبار کرنے کو جی نہیں چاہتا۔"

"سب مرد ایک جیسے نہیں ہوتے فیحہ! اذہان بہت اچھا لڑکا ہے پلیز اس پر اعتبار کر کے دیکھو۔"

"اعتبار ہی تو کیا تھا مگر...... ٹوٹ گیا۔ لڑکیوں کے اعتبار ہمیشہ ٹوٹ جاتے ہیں، پتا نہیں کیوں۔" فیحہ کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی جھلکی تھی وہ اپنی ہتھیلیوں کو بغور دیکھتی جلدی سے چہرہ جھکا گئی۔

"اذہان ایسا نہیں ہے۔" عینا نے آہستگی سے کہا، فیحہ چپ چاپ رخ پھیر گئی۔

"میں نہیں جانتی، وہ کیسا ہے، کیسا نہیں مگر مجھے اب کسی پر اعتبار نہیں رہا...... بس۔"

"او کے...... معید کے بارے میں کیا خیال ہے، اس کے ساتھ تو کافی شناسائی ہے تمہاری۔"

"ہوں مگر معید میرا بھائی ہے اسے میں نے کبھی ایسی نظر سے نہیں دیکھا پھر وہ جنون کی حد تک کسی اور میں دلچسپی رکھتا ہے۔"

"کیا......؟"

"ہاں یار، میں یہ تو نہیں جانتی کہ وہ لڑکی کون ہے مگر اتنا ضرور جانتی ہوں کہ معید اس لڑکی کے لیے پاگل ہے۔ میں نے خود اس کے پاگل پن کے نظارے دیکھے ہیں وہ اوپر سے جتنا بے نیاز نظر آتا ہے اندر سے اتنا ہی بکھرا ہوا ہے، بہت مشکل سے سنبھالا ہے ماموں نے اسے۔"

"کیوں...... کیا وہ لڑکی معید میں دلچسپی نہیں رکھتی؟"

"پتا نہیں...... معید نے کبھی اپنا یہ راز کسی سے شیئر نہیں کیا مگر پھر بھی میں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ اس کی شادی ہوگئی تھی اور وہ معید کی زندگی سے نکل گئی تھی۔"

"اوہ ویری سیڈ...... مجھے آج تک بھی اس بات کا پتا نہ چل سکا۔"

"ممانی کو بھی نہیں پتا، شاید میں اس کے ساتھ نہ رہ رہی ہوتی تو مجھے بھی کبھی اس بات کا پتا نہ چلتا۔"

"ہوں...... ویسے دیکھنے میں کیسی ہے وہ لڑکی، یقیناً بہت پیاری ہوگی کیونکہ معید کی چوائس ہمیشہ آؤٹ کلاس ہوتی ہے۔"

"یہ تو ہے مگر میں نے کبھی اس لڑکی کو نہیں دیکھا، مجھے

بس اتنا پتا ہے کہ معید ڈائری لکھتا ہے اور اسی ڈائری میں اس لڑکی کی تصویر ہے۔ کئی بار اس کے کمرے کی کھڑکی سے میں نے اسے اس تصویر سے باتیں کرتے دیکھا ہے مگر کبھی کچھ پوچھنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی۔"

"ہوں...... وہ گہرا بھی تو بہت ہے ناں، مگر دل کا بہت اچھا ہے بے حد ہمدرد۔"

"صحیح کہتی ہو عینا! میں جب ٹوٹ کر بکھری تھی تو کوئی مجھے سمیٹنے والا نہیں تھا سوائے معید کے، اسی کی دن رات کی کوششوں سے میں نے خود کو بدلا اور کمرے سے نکل کر باہر کی دنیا کو فیس کیا اگر معید نہ ہوتا تو شاید میں کب کی مرچکی ہوتی۔"

فیحہ کا دل بے حد اداس تھا مگر اس سے پہلے کہ عینا جواب میں کچھ کہتی، معید اذہان کے ساتھ وہیں چلا آیا۔ دونوں گاڑی سے نکلے اور بے حد سنجیدہ چہروں کے ساتھ انہیں سلام کرتے اندر معید کے کمرے کی طرف بڑھ گئے تھے۔

عینا اور فیحہ دونوں بے حد حیرانی کے ساتھ انہیں جاتے ہوئے دیکھتی رہیں کیونکہ آج سے پہلے وہ دونوں کبھی انہیں اتنے سنجیدہ اور پریشان دکھائی نہیں دیئے تھے۔

❁ ❁ ❁

دل یہ کہتا ہے ضبط لازم ہے
ہجر کے دن کی دھوپ ڈھلنے تک
اعتراف شکست کیا کرنا
فیصلے کی گھڑی بدلنے تک
دل یہ کہتا ہے حوصلہ رکھنا
سنگ رستے سے ہٹ بھی سکتے ہیں
اس سے پہلے کہ آنکھ بجھ جائے
جانے والے پلٹ بھی سکتے ہیں
اب چراغاں کریں ہم اشکوں سے یا مناظر بجھے بجھے دیکھیں
اک طرف تو ہے اک طرف دل ہے
دل کی مانیں کہ اب تجھے دیکھیں

سندان نکاح کے بعد اپنے دوست سے مصافحہ کرکے پلٹا تھا جب اس کی نظر سیڑھیوں پر کھڑی، پتھر ہوئی زرنگار پر پڑی، وہ کتنی حیرانی اور پھٹی پھٹی سی نگاہوں میں حیرت سموئے اسے دیکھ رہی تھی۔

وہ شخص جو لینڈ لارڈ باپ کا بگڑا ہوا سپوت تھا، جسے کبھی کوئی لڑکی اپنے قابل لگی ہی نہیں تھی اب اسی شخص نے اسے شکست دینے کے لیے ایک بے حد معمولی سی لڑکی سے نکاح کرلیا تھا، کتنی حیرانی کی بات تھی۔

سندان کی نگاہوں کی تقلید میں عظیم صاحب نے بھی زرنگار کی طرف دیکھا اور پھر فوراً ہی رخ پھیر لیا، وہ اب سندان اور حیاء پر سے کئی نیلے نوٹ وار کر پاس کھڑے گھر کے چوکیدار کو دے رہے تھے۔

اسی رات شہر کے سب سے خوب بڑے ہوٹل میں سندان کے ولیمے کا فنکشن ارینج کیا گیا تھا اور اس فنکشن میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں تھا جو عظیم صاحب اور سندان کو جانتا ہو مگر اسے انوائٹ نہ کیا گیا ہو۔

وہ سب لوگ جو مختلف تقریبات میں زرنگار کی بے حیائی دیکھ کر سندان کی غیرت کا مذاق اڑاتے تھے آج وہ سب بھی اس تقریب میں مدعو تھے اور سندان کے اس اقدام کو سراہ رہے تھے۔ سب یہی جانتے تھے کہ سندان نے بیوی کی بے حیائی سے تنگ آکر یہ قدم اٹھایا ہے اور یہ سب کچھ ایسا غلط بھی نہیں تھا۔

اس روز بہت دنوں کے بعد ہلکی ہلکی دھوپ نکلی تھی۔ پچھلے کئی دنوں سے کمرے میں بند زرنگار نے کھڑکی سے پردے ہٹائے تو سامنے ہرے بھرے لان کا منظر دیکھ کر ٹھٹک گئی۔

مکمل بلیک کرتا شلوار میں ملبوس سندان حسن اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کی کوشش کررہا تھا جبکہ اس کے پہلو میں حیاء اسے اپنی بانہوں کا سہارا دیئے چلنے میں مدد دے رہی تھی، دونوں کے چہروں پر اتنی تازگی اور خوشی تھی کہ وہ جیسے پتھر ہوئی چپ چاپ انہیں دیکھتی رہ گئی۔

ان دونوں کے قریب ہی اس کی بیٹی کرسی پر بیٹھی کھیل رہی تھی جبکہ سندان وقفے وقفے سے جان بوجھ کر

لڑکھڑانے کی کوشش کررہا تھا جس سے حیاء اسے فوراً خود میں سمیٹ لیتی، کتنا بھرپور اور مکمل نظارہ تھا۔

وہ چاہتی تو وہ بھی ایسا کرسکتی تھی مگر...... وہ بھلا کیوں چاہتی؟ اسے تو انتقام لینا تھا سندان حسن اور اس کے باپ کی زندگی برباد کرنی تھی مگر زندگی میں ہمیشہ ویسا ہی نہیں ہوتا جیسا آپ چاہتے ہیں، کچھ اختیارات اللہ ربّ العزت نے اپنی ہاتھ میں بھی رکھے ہوتے ہیں۔

اس روز بہت دنوں کے بعد وہ اپنے کمرے سے نکل کر ڈائننگ ٹیبل پر آ کر بیٹھی تھی، سندان کمرے میں تھا جبکہ حیاء اس کی بیٹی کو گود میں لیے دلیہ کھلا رہی تھی۔ زرنگار نے بے حد نفرت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی بیٹی کو اس سے جھپٹ لیا۔

"خبردار اگر آج کے بعد تم نے اپنے منحوس وجود کا سایہ میری معصوم بیٹی پر ڈالا تو......" حیاء اس حملے کے لیے تیار نہیں تھی تبھی گھبرا گئی تھی۔

زرنگار کی آنکھوں سے اس لمحے اسے غصے اور نفرت کی چنگاریاں نکلتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اس نے خاموشی سے باؤل اٹھایا اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔

"بے حیا، غدار، بدصورت، بدچلن...... کاش مجھے پتا ہوتا کہ ایسے بد ارادے لے کر میرے گھر میں گھسی ہو تو پہلے دن ہی چٹیا سے پکڑ کر باہر نکال دیتی، منحوس کہیں کی۔" وہ اس کی خاموشی پر بھی دہاڑنے سے باز نہیں آئی تھی۔ حیاء نے آنسوؤں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے پانی کا نل کھول لیا، اسی رات سندان کی بیٹی کو تیز بخار نے آلیا مگر زرنگار جس آگ میں جل رہی تھی اسے اس آگ میں بچی کے بخار کی بھلا کیا پروا ہوتی تھی۔

صبح ناشتے سے قبل زرنگار اسے لے کر نیچے آئی تھی، سندان نے جیسے ہی بچی کا حال دیکھا وہ اس پر چڑھ دوڑا۔

"کیا ہوا ہے میری بیٹی کو؟ یہ آنکھیں کیوں نہیں کھول رہی، کیا کیا ہے تم نے اس کے ساتھ۔"

"کچھ نہیں کیا میں نے، رات سے ہی بخار تھا اسے مجھے پتا نہیں چل سکا۔"

"چل بھی کیسے سکتا ہے تم نہ عورت ہو نہ بیوی، نہ ماں...... خبردار اگر آج کے بعد میری بیٹی کو قید کرنے کی کوشش کی تو، بہت برداشت کرلیا میں نے اب اور نہیں کروں گا۔" غصے کی شدت نے اس کی آنکھوں کا رنگ سرخ کر ڈالا تھا، زرنگار حیاء کے سامنے اپنی اس درجہ تذلیل پر غصے سے پیچ و تاب کھاتی، واپس سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی تھی۔ آنے والے دنوں نے اسے مزید شکست سے دوچار کیا تھا۔

حیاء ایک بے حد اچھی بیوی اور اس کی بیٹی کی ماں ثابت ہو رہی تھی، زرنگار نے اپنا راستہ نہیں بدلا چند دن کمرا نشین ہونے کے بعد اس نے پھر سے اپنی ڈگر اپنالی تھی وہی اس کی لیٹ نائٹ پارٹیز، وہی ملنا جلنا، پینا پلانا، حیاء اب بھی کسی ملازمہ کی طرح اس کے سارے کام سرانجام دیتی تھی۔

اسی کی کوششوں سے رفتہ رفتہ سندان اپنے پاؤں پر چلنے کے قابل ہوگیا تھا، زرنگار جب بھی گھر میں ہوتی اسے وہ سندان اور اس کی بیٹی کے اردگرد پھرتی دکھائی دیتی تھی کبھی اس کے سر میں تیل لگاتی، کبھی اسے منہ دھلاتی، کبھی اپنے ہاتھوں سے ناشتا کرواتی، کبھی اسے اپنی بانہوں کا سہارا دے کر لان میں واک کرواتی ہوئی۔ عظیم صاحب کا خیال بھی وہ ایسے رکھتی تھی جیسے وہ اس کے سگے باپ ہوں، ان کے آفس سے آنے کے بعد کھانے سے فارغ ہو کر وہ سندان اور عظیم صاحب کے ساتھ ضرور لڈو کھیلتے اور زرنگار دیکھ دیکھ کے اپنا خون جلاتی رہتی۔

اس کا انتقام ادھورا رہ گیا تھا، شادی بھی ناکام ثابت ہوئی مگر مشکل یہ تھی کہ اس کا کہیں اور کوئی ٹھکانہ نہیں تھا باپ پہلے ہی نہیں تھا، بہن ثانیہ کی موت کے بعد ماں بھی نہیں رہی، دور کے ایک ماموں نے چند دن سہارا دیا پھر سندان حسن کے ساتھ شادی کے بعد انہوں نے بھی پلٹ کر خبر نہیں لی، وہ جاتی تو کہاں جاتی۔

سندان کی حیاء سے شادی کے بعد اس کے اندر اک عجیب سی آگ لگ گئی تھی، اس کے لیے کہیں سکون نہیں رہا

تھا، نہ کسی محفل میں، نہ شراب میں نہ کسی کی بانہوں میں......

حیاء نے اپنی منزل پالی تھی اسی لیے وہ خوش تھی مگر اس کی منزل اس کے سامنے نہیں تھی اور جن کی منزل سامنے نہیں ہوتی ان کی مجبوری ہوتی ہے دربدر بھٹکنا' سو وہ بھی بھٹک رہی تھی۔

سندان نے اپنے پیروں پر کھڑا ہونے اور پھر آہستہ آہستہ چلنے کے بعد جو سب سے پہلا کام کیا تھا وہ نماز کی ادائیگی کا تھا' حیاء نے اسے نماز پڑھنی سکھائی تھی' وہ مسجد جا کر نماز ادا کرتا اور جب تک وہ گھر واپس نہ آ جاتا وہ جلے پیر کی بلی کی مانند اس کا انتظار کرتی رہتی تھی۔

عورت کا کوئی روپ اگر حسین تر تھا تو وہ حیاء سندان کا روپ تھا' اس حیاء سندان کا جو اس سے پاگلوں کی طرح محبت کرتی تھی جس نے اسے اس کی معذوری اور خامیوں سمیت قبول کیا تھا جس کی آنکھیں ہر لمحہ سندان اور اس سے جڑے ہر رشتے کے لیے محبت لٹاتی رہتی تھیں جس کی توجہ اور اپنائیت نے اسے سرتاپا بدل کر رکھ دیا تھا اسے فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا تھا جس کی دن بھر کی صرف ایک ہی مصروفیت تھی اور وہ تھی سندان اور اس کا گھر...... وہ فرصت اور مصروفیت دونوں میں اسی کے بارے میں سوچتی رہتی تھی اس نے اپنی محبت اور ریاضتوں سے سندان کے گھر کو صحیح معنوں میں گھر بنا دیا تھا' شاید یہ اسی کا صلہ تھا کہ اللہ نے اسی سال اسے دو جڑواں بیٹوں سے نواز دیا تھا۔

عظیم صاحب کی خوشی دیدنی تھی جبکہ سندان کے تو پاؤں ہی زمین پر نہیں ٹکتے تھے' وہ لڑکی جسے اس کے حالات نے گناہ کے رستے پر ڈال رکھا تھا' وہی سندان کے گھر کی چاردیواری میں آ کر اس کے لیے زندگی بن گئی تھی' خوشی بن گئی تھی۔

زرنگار کی نفرت کا چراغ بجھتا گیا' خدا نے شاید سندان حسن کی توبہ قبول کرلی تھی' اس پاک ذات نے شاید اس کے گناہ بخش دیئے تھے۔ شب کی تنہائیوں میں حیاء کے آنسو اور سندان کی عبادات نے اس ذات رحیمی و کریمی کو منا لیا تھا تبھی تو خود اس کی اپنی پیدا کی ہوئی بیٹی بھی اب ضرورت سے زیادہ اس سے بات کرنا پسند نہیں کرتی تھی۔

سندان نے اپنے گناہوں کی پاداش میں بہت کچھ کھویا تھا مگر پھر بھی وہ توبہ کرنے سے محروم نہیں ہوا تھا وہ ہوگئی تھی۔ روز بہ روز اس کے اندر کی شکستوں نے اسے گناہ کے رستے سے واپسی کی بجائے مزید جہنم کے قریب کر دیا تھا۔

اس روز سندان نے پورے چار سال کے بعد اپنے باپ کا آفس سنبھالا تو وہ بے خوش تھا' آفس جا کر وہ کوئی پچاس بار گھر کال کرتا تھا اور پھر بھی اس کا دل نہیں بھرتا تھا۔ اس کی بیٹی اسکول جانے لگی تھی' اسکول سے واپسی کے بعد شام میں سندان آفس سے واپس آتا تو وہ اسے اپنی ساری کاپیاں دکھاتی اپنے اسٹارز چیک کرواتی اس کی کاپیوں پر جتنے اسٹارز ہوتے سندان اسے اتنا ہی پیار کرتا۔ حیاء تو ویسے ہی جان دیتی تھی اس پر دو بیٹوں کی ماں بننے کے باوجود حیاء سے اس کے پیار میں کوئی کمی نہیں آئی تھی وہ اب بھی اس کی ہر فرمائش ویسے ہی پوری کرتی تھی جیسے پہلے کرتی تھی زرنگار اگر سب کے ساتھ موجود بھی ہوتی تب بھی اس کی بیٹی اس کی طرف نہیں آتی تھی وہ حیاء کو ہی اپنی ماں سمجھتی تھی۔

وہ اندر ہی اندر گھلنا شروع ہوگئی' اس روز صبح سے ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ سندان کو کچھ ضروری میٹنگز اٹینڈ کرنی تھیں پھر حیاء کے ساتھ ایک تقریب میں جانا تھا اسی لیے وہ جلدی جلدی سارے کام نپٹا رہا تھا ابھی وہ آفس سے نکلنے کا سوچ ہی رہا تھا جب اس کے سیل پر زرنگار کی کال آ گئی۔ پچھلے تین سال میں ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ زرنگار نے اسے کال کی تھی' اس نے قدرے حیرانی سے کال کاٹ کر دوبارہ کال کی مگر اس کی کال پک نہیں ہوئی' کئی بار کرنے پر بھی اس کی کال پک نہیں ہوئی۔ وہ قدرے پریشان سا ابھی سیٹ سے اٹھنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ سیل پھر بج اٹھا اس بار اس نے کال کاٹنے کی حماقت نہیں کی تھی۔

''زرنگار......'' کال پک کرتے ہی اس نے اسے پکارا

تھا دوسری طرف وہ رو رہی تھی۔

"سنی...... سنی مجھے بچالو پلیز......" جتنی مشکل اور اذیت میں اس نے کہا تھا سندان حسن کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔

"کہاں ہو تم؟"

"م...... میں روڈ پر ہوں، وہ لوگ میرے پیچھے لگے ہیں...... میں بہت مشکل سے جان بچا کر ابھی ان کے گھر سے نکلی ہوں۔"

"کس روڈ پر ہو تم؟"

"ہمدانی صاحب کے گھر والے مین روڈ پر۔"

تیز بارش میں پھولے سانسوں کے ساتھ وہ بمشکل بول پا رہی تھی، سندان اسی پل اپنے آفس سے نکل کر پارکنگ ایریا کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ابھی بہت تیز بھاگنے کے قابل نہیں ہوا تھا مگر پھر بھی وہ بہت تیز چل رہا تھا، پارکنگ ایریا سے جس وقت گاڑی نکال کر وہ مین روڈ پر آیا اس کی انگلیاں کپکپا رہی تھیں۔

باہر طوفانی بارش ہو رہی تھی مگر وہ پاگلوں کی طرح ڈرائیو کر رہا تھا، ہمدانی صاحب کا گھر شہر سے ہٹ کر تھا اور اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر زرنگار وہاں کیا کرنے گئی تھی تقریباً پچیس منٹ بعد وہ متعلقہ روڈ پر آیا تھا مگر زرنگار کہیں نہیں تھی اس کی کال بھی ڈراپ ہو چکی تھی اور اب نمبر بھی آف مل رہا تھا، سندان کی شریانیں جیسے پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں۔

پاگلوں کی طرح بھگاتے ہوئے وہ اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا جب اچانک ایک دم سے وہ سامنے آئی تھی، دوپٹے سے بے نیاز، بکھرے ہوئے گردن پر چپکے بال، اس کا حال دیکھنے لائق تھا۔ وہ بجلی کی سرعت سے گاڑی سے نکلا اور زرنگار کو بازوؤں سے پکڑ کر سیدھا کیا تو وہ اس سے لپٹ کر بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔

جانے ایک ہی دن میں اس پر کیسی افتاد ٹوٹ پڑی تھی، سندان نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اٹھایا تھا مگر وہ اٹھنے کی بجائے اسی کے بازوؤں میں جھول گئی تھی، تقریباً تین گھنٹے بے ہوش رہنے کے بعد جس وقت وہ ہوش میں آئی وہ ہسپتال میں تھی اور سندان اس کے پاس موجود تھا۔ وہ بھول گیا تھا کہ اسے کوئی ضروری میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے حیاء کے ساتھ مارکیٹ جانا ہے اپنی بیٹی کو اسکول سے لانے کے لیے بھی اس نے ڈرائیور کو کال کر دی تھی، زرنگار نے اس وقت جیسے ہی آنکھیں کھولی تھیں وہ اسے خود پر جھکا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"اب کیسی طبیعت ہے؟" وہ پوچھ رہا تھا اور اس کے چہرے پر واضح پریشانی جھلک رہی تھی۔

زرنگار نے آہستہ سے پلکیں بند کر لیں اس کی آنکھوں سے موتی ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہے تھے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد اس نے ہاتھ بڑھا کر سندان کا ہاتھ تھاما اور پھر لبوں تک لاتے ہوئے رو پڑی۔

"ایم سوری سنی...... ایم ریئلی ویری سوری......" وہ چونکا اور اس نے بے حد حیرانی سے اس کی شکل دیکھی جو اپنی خود ساختہ نفرت سے ہار گئی تھی۔

"کس بات کی سوری......؟"

"ہر خطاء اور ہر گناہ کی...... ان سب لمحوں کی جن میں، میں نے آپ کو تکلیف دی، ایک پرائے دکھ میں خود کو بارود بنا کر آپ کو اذیت دیتی رہی۔ مجھے خیال ہی نہیں رہا کہ آپ تو میرے محافظ ہیں، میری بے شمار خطاؤں کے باوجود میری عزت کی حفاظت کرنے والے۔" وہ رو رہی تھی اور سندان قطعی حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا بھلا ایک ہی دن میں کون سا معجزہ ہو گیا تھا جو وہ یوں شرمندہ دکھائی دے رہی تھی۔

وہ اٹھا اور ڈاکٹر سے بات کرنے کے بعد اسے وہاں سے ڈسچارج کرا کے گھر لے آیا، حیاء اس کا انتظار کر رہی تھی۔ سندان نے زرنگار کو سہارا دے کر گاڑی سے نکالا اور اپنے بیڈ روم میں لے آیا پھر اسے آرام سے بیڈ پر سلاتے ہوئے اس پر کمبل ڈال دیا، اسی اثناء میں حیاء بھی وہاں آ گئی۔

"کیا ہوا سب خیریت تو ہے ناں؟"

''ہوں...... خیریت ہے' زری کا ایکسیڈنٹ ہوگیا تھا۔''

''اوہ میرے اللہ...... زیادہ چوٹ تو نہیں آئی ناں؟''

''نہیں...... بچت ہوگئی۔''

''اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے' کچھ کھایا ہے انہوں نے؟''

''نہیں' مگر فی الحال تم دودھ لے آؤ پلیز۔''

''ٹھیک ہے' میں لاتی ہوں۔''

تابعداری سے کہتی وہ فوراً پلٹ گئی تو زرنگار نے آہستہ سے پھر سندان کا ہاتھ تھام کر رونا شروع کردیا مگر سندان نے فوراً اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ کی گرفت سے نکال لیا۔

''زیادہ رونے کی ضرورت نہیں ہے' میں بھی بہت رویا ہوں مگر رونے سے دل نہیں بدلتے' اب آرام کرو پلیز۔''

اس کے لہجے میں نفرت نہیں تھی مگر بیگانگی ضرور تھی اور یہ بیگانگی وہ ڈیزرو کرتی تھی پھر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی وہ فوراً کمرے سے باہر چلا گیا' زرنگار ایک مرتبہ پھر آنکھیں بند کرکے سسک اٹھی۔

کتنے دن ہوگئے تھے اس کی بے چینی کو مگر کوئی بھی اسے سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ گزرتے دن کے ساتھ اس کے اندر توڑ پھوڑ ہو رہی تھی اور اس کی شخصیت کی دیوار مسخ ہوتی جارہی تھی' سندان کا اسے قطعی نظرانداز کرنا کھل رہا تھا وہ اسے اتنے سکون میں نہیں دیکھنا چاہتی تھی تبھی اندر ہی اندر کڑھ رہی تھی اور یہ کڑھنا بہت دنوں سے جاری تھا۔ اندر کی کھولن کو کم کرنے کے لیے ہی اس نے رنگین محفلوں کا سہارا لیا تھا مگر یہاں بھی سکون نہیں تھا سب ایک ہی سوال پوچھتے تھے۔ تم خوب صورت ہو' جوان ہو پھر تمہارے شوہر نے تمہارے ہوتے ہوئے ایک معمولی سی لڑکی سے شادی کیوں کی؟ اور اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اس سوال کا کیا جواب دے تبھی آہستہ آہستہ اس نے تقریبات میں جانا چھوڑ دیا۔

اس روز اسے شاپنگ کرنی تھی بھیگا موسم دیکھ کر وہ گھر سے نکل آئی تبھی مارکیٹ میں اس کی ملاقات ہمدانی صاحب سے ہوگئی' بزنس مارکیٹ میں جو سندان کے سب سے بڑے حریف تھے اور زرنگار کے سب سے بڑے ہمدرد' وہ اکثر اسے سندان کی اندر کی باتیں بتاتے رہتے تھے اور اس کا دل سندان کی طرف سے خراب ہوتا جاتا۔ اس روز بھی انہوں نے اسے کافی کی آفر کی تھی اور زرنگار چاہنے کے باوجود یہ آفر ٹھکرا نہ سکی۔ کافی کے بعد وہ ریستوران سے نکلے تو بارش شروع ہوگئی تھی تبھی ہمدانی نے اسے لفٹ کی آفر کی تھی اور پھر اس کے انکار کے باوجود زبردستی اصرار کرکے فرنٹ ڈور کھول دیا' وہ جز بز سی بیٹھ گئی تھی مگر اس کا دل ہنوز اداس تھا۔ ہمدانی کے ساتھ شاپنگ کے بعد جب اس نے گھر واپسی کا قصد کیا تو وہ بول اٹھا۔

''زریں! یہ سندان نے جس معمولی شکل وصورت والی بھکاری لڑکی سے شادی کی ہے آپ کو اس کی ہسٹری کا پتا ہے۔''

''نہیں۔''

''کتنی غلط بات ہے حالانکہ آپ کو خبر رکھنی چاہیے تھی بہرحال میرے پاس اس کے بارے میں کچھ ایسا مواد ہے کہ آپ دیکھیں گی تو آپ کے ہوش اڑ جائیں گے' چند ہی روز میں یہ بات سندان اور اس کے باپ کے علم میں بھی آنے والی ہے۔''

''کیسی بات؟''

''سوری زبانی نہیں بتا سکتا' میری مسز کے لیپ ٹاپ میں ہے اور اسی نے مجھے سب دکھایا اور بتایا تھا اگر آپ کہیں تو ابھی میرے گھر چلتے ہیں' سمیہ ویسے بھی کافی دنوں سے آپ کو یاد کر رہی تھی۔'' قطعی ہوشیاری سے وہ اسے اپنے جال میں پھنسا رہا تھا اور وہ پھنس گئی تھی۔

''ٹھیک ہے مگر میں زیادہ دیر نہیں رکوں گی۔''

''مت رکنا یار! میں نے کون سے کنکر چنوانے ہیں۔''

وہ مکمل توجہ گاڑی چلانے پر رکھتے ہوئے بے نیاز دکھائی دینے کی کوشش کر رہا تھا' زرنگار لب دبائے کھڑکی سے باہر دیکھتی رہی۔ گاڑی پورچ میں پارک کرنے کے بعد ہمدانی اسے ڈرائنگ روم کی بجائے ہال میں لے آیا جو اس کے بیڈروم سے ملحقہ تھا۔ گیٹ پر چوکیدار بھی نہیں تھا

اور اس کی بیوی سمیہ بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی' زرنگار کو اگر اس کی نیت پر ذرا سا بھی شک ہوتا تو وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہ ٹھہرتی۔

تقریبات میں ہزار لوگوں کے سامنے نادانی کے مظاہرے کرنا اور بات تھی مگر تنہائی میں یوں کسی مرد پر اعتبار کرنا اسے پسند نہیں تھا۔ سندان حسن سے نفرت اور انتقام نے اسے غلط راستوں کی طرف دھکیل دیا تھا مگر وہ زانی نہیں تھی' نہ ہی اس نے بھی خود کو تسکین دینے کے لیے اپنے جسم کا استعمال کیا تھا۔

اس وقت بھی اس کا دل بے چینی محسوس کر رہا تھا جب ہمدانی کچن اور باتھ میں جھانک کر اپنی بیوی کو تلاش کرنے کے بعد اس کی طرف پلٹ آیا۔

"سوری یار! پتا نہیں یہ سمیہ بناء بتائے کہاں نکل گئی' ٹھہرو میں کال کر کے پتا کرتا ہوں تم سکون سے بیٹھو میں کچھ ٹھنڈا بھی لاتا ہوں۔"

"نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے' میں پھر آ جاؤں گی ابھی دیر ہو رہی ہے۔"

"اوہ کم آن یار! پلیز بیٹھو ابھی' مجھ پر اعتبار نہیں ہے کیا؟"

"نہیں ایسی بات نہیں ہے مجھے ابھی گھر جانا ہے پلیز۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی جب ہمدانی نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کس کے لیے گھر جانا ہے اس عقل کے اندھے کے لیے جسے تم جیسی حسین و جمیل بیوی کی کوئی قدر نہیں۔"

"نہ ہو' مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔" اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑا لیا۔

"تمہیں نہ ہو' مجھے ہے۔"

اگلے ہی لمحے ہمدانی نے اسے کندھوں سے پکڑتے ہوئے اپنی شرافت کا چوغہ اتار دیا تھا' زرنگار پھٹی پھٹی سی نگاہوں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔ اسے یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ ہمدانی جیسا سنجیدہ اور باوقار نظر آنے والا انسان بھلا ایسی گری ہوئی حرکت بھی کر سکتا ہے تبھی اس نے اسے دھکا دیا اور ہاتھ میں پکڑے موبائل سے سندان کو کال ملائی تھی جانے کیوں اس لمحے اسے اس کا خیال آیا تھا مگر سندان نے اس کی کال کاٹ دی' اگلے ہی پل اس کا سیل بجنے لگا تھا مگر اس سے پہلے کہ وہ کال پک کرتی ہمدانی نے اسے دبوچ لیا' وہ اسے بہت گندی گالیاں دے رہا تھا' جو عورت چادر اور چار دیواری کی عظمت کو نہیں سمجھتی مرد اسے لازماً گالیاں دیتے ہیں۔ کبھی سر عام تو کبھی تنہائی میں' اسے بھی وہ مرد گالیاں دے رہا تھا' زرنگار کو لگا جیسے اس کا دماغ فریز ہو گیا ہو' اس نے آج تک جسم کی نمائش کروائی تھی' کبھی اسے داغدار نہیں کیا تھا مگر آج اس کی ایک چھوٹی سی غلطی اس کے جسم کو داغدار کرنے جا رہی تھی اور یہ اسے کسی صورت گوارا نہیں تھا تبھی ہمدانی کے کھینچنے پر اس نے قریب رکھا گلدان اٹھا کر اس کے سر پر مارا اور پھر بناء انجام کی پروا کیے تیزی سے بجتا سیل اٹھا کر باہر گیٹ کی طرف دوڑ پڑی' سیل اس کے ہاتھ میں بج رہا تھا مگر وہ بھاگ رہی تھی۔

اسے ایک فیصد بھی امید نہیں تھی کہ سندان اس کی بات سنے گا مگر اس نے اس کی بات سنی تھی اور نہ صرف بات سنی تھی بلکہ وہ ہر بات پس پشت ڈال کر' اسے مشکل سے بچانے بھی آ گیا تھا صرف ایک لمحے کی بات تھی اور اس ایک لمحے میں وہ پتھر کی ہو گئی تھی۔

وہ نہ صرف اسے بچانے آیا تھا بلکہ کئی گھنٹے اس نے اس کے ساتھ ہسپتال میں بھی گزارے تھے اسے تنہا اور لاوارث نہیں چھوڑا تھا حالانکہ جتنا بُرا رویہ وہ اس کے ساتھ رکھتی رہی تھی اسے چھوڑنا چاہیے تھا صرف اسی کی وجہ سے سندان کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور وہ اتنے عرصے تک معذور رہا اسی کی وجہ سے اس نے اپنی ماں کھوئی' اس کی بہن کو ورغلانے اور گھر سے بھگانے والی وہی تھی۔ کتنے نقصان کیے تھے اس نے سندان حسن کے اس شخص کو تو اس کے چہرے پر تھوکنا بھی نا چاہیے تھا مگر وہ اُف کہے بغیر اس کی عزت کا بھرم رکھ کر اسے اپنے ساتھ گھر لے آیا تھا۔

سندان کی اس اچھائی نے اسے کتنی بڑی تکلیف اور بے چینی میں مبتلا کر دیا تھا یہ صرف وہی جانتی تھی۔

اس وقت ثانیہ نصیر کا درد اسے اپنے درد سے چھوٹا دکھائی دے رہا تھا۔

حیاء اس کا بے حد خیال رکھ رہی تھی اس کی طرف سے ذلت اٹھا کر بھی اس نے اپنے خلوص میں کوئی کمی نہیں کی تھی' اس کا انداز اب بھی باندیوں جیسا ہی تھا وہ اب بھی اس کی تابعدار تھی' عظیم صاحب اور سندان گھر پر نہ ہوتے تب بھی وہ بار بار اس کے کمرے میں آتی اور اس کی ہر فرمائش پوری کرتی۔

عظیم صاحب نے البتہ اسے معاف نہیں کیا تھا وہ جب بھی ان کے قریب جا کر بیٹھتی وہ وہاں سے اٹھ کر چلے جاتے۔ سندان زیادہ تر خاموش رہتا تھا وہ کمرے میں پڑی پڑی تھک گئی تو اسے وہ روزن یاد آ گیا جو تمام تھکے ہوئے اور بھٹکے ہوؤں کا واحد روزن تھا' نجات تھی۔

سندان پانچ ٹائم کی نماز کا پابند ہو گیا تھا تبھی اس کے چہرے پر نور آتا جا رہا تھا' اس کے اندر صبر و عاجزی آ گئی تھی' اسے یہ دیکھ کر ہی سمجھ میں آیا تھا کہ پھل دار درخت جھکا ہوا کیوں ہوتا ہے؟ حیاء پہلے سے نماز کی پابند تھی اسے بھی صبر کرنا آتا تھا وہ عاجز تھی' اللہ جسے اپنے قریب کرتا ہے پھر اس کے اندر وہ اوصاف پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کا بندہ سب کی نظر میں اونچا ہو جائے' محبوب ہو جائے تبھی اسے اللہ ربّ العزت کی پاک ذات کا وہ ارشاد بھی یاد آیا تھا۔

''اے بندے میرا ہو کر تو دیکھ' سب کو تیرا نہ کر دوں تو کہنا۔''

بات اس کی سمجھ میں آ گئی تھی لہٰذا اس روز بیٹھے بیٹھے وہ ایک دم سے اٹھی اور واش روم میں جا کر کھڑی ہو گئی' اسے وضو کرنا آتا تھا نماز بھی پڑھنی آتی تھی' وہ کچھ بھی بھولی نہیں تھی بس اس نے ثانیہ کی موت کے بعد اللہ کے پاس جانا چھوڑ دیا تھا' اس سے کچھ بھی مانگنا چھوڑ دیا تھا اور وہ پاک ذات جس کی صفات میں رحیمی اور کریمی کی کوئی حد نہیں وہ بھلا صرف مانگنے پر ہی کب دیتا ہے؟

بندہ اسے سجدہ کرے نہ کرے اسے پکارے نہ پکارے اس کی رحمت کے خزانے کھلے ہی رہتے ہیں وہ تو انہیں بھی کبھی بھوکا نہیں سلاتا جو شرک کرتے ہیں' اس کی ذات اور صفات میں کسی اور کو حصہ دار بناتے ہیں' بے جان خود اپنے ہاتھ سے تراشے پتھروں کے سامنے ہاتھ باندھ کر گڑگڑاتے ہیں پھر وہ رحیم ذات بھلا زرنگار نصیر کو کیسے بے یار و مددگار چھوڑ دیتی؟

وہ بھی تھکی ہوئی' بھٹکی ہوئی تھی اور بھٹکے ہوؤں اور تھکے ہوؤں کو جب زندہ رہنے کا کوئی مقصد نظر نہیں آتا تب ''وہ'' نظر آتا ہے' زرنگار کو بھی وہ نظر آ گیا' وضو کر کے پورے پانچ سال کے بعد جب وہ اپنے ربّ کے حضور سجدے میں گری اس کے آنسو نہیں رکتے تھے۔

بے شک سندان گناہ گار تھا مگر وہ اس کا گناہ گار نہیں تھا' اس کا جو بھی معاملہ تھا ثانیہ نصیر کے ساتھ تھا۔ روزِ محشر وہی اس کا گریبان پکڑ سکتی تھی' زرنگار کو یہ حق کسی نے نہیں دیا تھا کہ وہ اس سے بدلہ لے اسے برباد کرے۔ بہت سی باتوں کی سمجھ اسے بہت دیر سے آئی تھی۔

کتنی بار اس نے خودکشی کا سوچا تھا مگر وہ خود مرنے والی موت کے بھیانک انجام کو نہیں جانتی تھی۔ مرنے کے بعد خود موت کو گلے لگانے والوں کے ساتھ کیا ہونا تھا یہ اسے نہیں پتا تھا' وہ تو سارا کھیل بس دنیا کی زندگی کو ہی سمجھے بیٹھی تھی مگر اس کے ربّ نے اسے بچا لیا تھا۔

وہ بے خبر تھی مگر اس کا ربّ بے خبر نہیں تھا اس نے ہدایت مانگی اور اس کے پاک رحیم و کریم ربّ نے اسے ہدایت دے دی۔ پہلے حیاء اور سندان جس راہ کے مسافر تھے اب زرنگار بھی اسی رستے پر چل نکلی تھی' ہر گزرتے دن کے ساتھ اس کا سفر اسے نئے نئے موڑ سے آشنا کروا رہا تھا' وہ دنیا کو بھولتی گئی سندان حیاء یہاں تک کہ اپنی بیٹی کو بھی بھول گئی۔

یاد رہا تو صرف ایک ہی نام...... اللہ......

وہ جو محفلوں کی زینت تھی' پردے میں آ گئی تھی پردہ بھی ایسا کہ کوئی نامحرم مرد و عورت اس کے پاؤں کی انگلیاں بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ صبح وہ گھر سے نکلتی تھی اور دن ڈھلنے کے بعد واپس آتی تھی' حیاء کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کہاں جاتی ہے

اور سارے دن کیا کرتی ہے مگر سندان جان گیا تھا اور جس روز اس نے جانا تھا وہ ششدر رہ گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

اک دیا ایسا بجھا ہے مجھ میں
نوحہ گر آب کے ہوا ہے مجھ میں
عکس در عکس بکھرنا ہے مجھے
جانے کیا ٹوٹ گیا ہے مجھ میں

دن بھر شہزاد کے کیس کی پیروی کے سلسلے میں بے حد مصروف رہنے کے بعد اس وقت رات کے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے گھر واپس آیا تھا۔ دروازے کی ایک چابی ہمیشہ اس کے پاس رہتی تھی اسے عائزہ کا اپنے لیے انتظار میں جاگنا پسند نہیں تھا اور وہ جاگ بھی نہیں تھی۔

کچن میں کھانا تیار رکھا تھا' کہیں کوئی بے ترتیبی دکھائی نہیں دے رہی تھی' پہلی بار اس نے کچن کو اس قدر صاف ستھرا چمکتا ہوا دیکھا تھا۔ اسے بھوک نہیں تھی مگر پھر بھی اس نے اپنے لیے کھانا نکال لیا تھا' پہلا لقمہ منہ میں رکھتے ہی وہ جان گیا کہ عائزہ کوکنگ کے معاملے میں کتنی ماہر تھی۔

کھانا کھانے کے بعد اس نے برتن سنک میں رکھے اور اپنے لیے چائے بنا کر کمرے میں چلا آیا' نائٹ بلب کی روشنی میں اس نے عائزہ کو سامنے ہی اپنے بستر پر لیٹے ہوئے دیکھا تھا' اسے یاد آ گیا کہ اس نے خود ہی اسے اس کمرے میں سونے کی آفر کی تھی' اس کا لیپ ٹاپ بیڈ سے ملحقہ میز پر دھرا تھا۔

سکون سے چائے ختم کرنے کے بعد اس نے کپ اسی میز پر رکھا اور جھک کر لیپ ٹاپ اٹھانے لگا تبھی اس کی نظر قطعی بے ساختگی سے سوئی ہوئی عائزہ کے وجود پر پڑی تھی اور پھر جیسے وہ وہیں فریز ہو گیا تھا وہ ڈوپٹے سے بے نیاز کروٹ کے بل گہری نیند سو رہی تھی اس نے اسے ابھی تک ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا مگر اس کے باوجود وہ اس کے جسم کا گداز پن محسوس کر سکتا تھا اس کے بھرے بھرے گال اور گداز کلائیاں اس کی اچھی صحت کا واضح ثبوت تھیں' اس لمحے بے ساختہ اسے اپنے یہ الفاظ یاد آئے تھے۔

''شہر کی لڑکیاں میری کمزوری نہیں' میں شاید کبھی بھی یوں آپ کے ساتھ زبردستی شادی نہ کرتا اگر آپ سندان حسن جیسے لوفر اور بدنام شخص کے ہاتھوں برباد نہ ہو رہی ہوتیں۔ خیر بے فکر رہنا آپ کی مرضی کے خلاف کبھی آپ کے قریب نہیں آؤں گا' جب بھی آپ کو میری ضرورت محسوس ہو بتا دینا' شوہر کے فرائض ادا کر دوں گا' بصورتِ دیگر آپ جیسے چاہیں یہاں زندگی گزار سکتی ہیں' کوئی روک ٹوک یا پریشانی نہیں ہوگی۔''

وہ ایک لمحہ میں سیدھا ہوا مگر پیشانی پر پسینے کی چھوٹی چھوٹی بوندیں ابھر آئی تھیں' اس نے اب تک اسے اس نظر سے نہیں دیکھا تھا مگر آج دیکھا تھا تو اچھی خاصی مشکل ہو گئی تھی۔ وہ مرد تھا اور بہکنا اس کی فطرت تھی مگر حالات ایسے تھے کہ اسے اپنی نظر اور جذبات پر قابو پانا تھا ورنہ سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ جاتے۔ اس وقت اپنے بستر کی نرماہٹوں سے نظر ہٹا کر دوسرے کمرے میں سونا اس کے لیے کسی امتحان سے کم نہیں تھا۔ اس نے خاصی دل گرفتگی کے ساتھ لیپ ٹاپ اٹھایا عین اسی لمحے اس کا سیل بج اٹھا اور عائزہ کی آنکھ کھل گئی۔ زعیم کو اپنے بستر کے قریب کھڑا دیکھ کر وہ جیسے کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھی تھی' زعیم ایک لمحے میں سیدھا کھڑا ہو گیا۔

''کیا ہوا......؟''

''کچھ نہیں۔'' اس کے گھبرا کر پوچھنے پر اس نے سرد آہ بھری تھی۔

''لیپ ٹاپ ادھر پڑا تھا وہی اٹھانے آیا تھا۔''

''ٹھیک ہے۔'' وہ فوراً اٹھ گئی تھی۔ زعیم نے بجتا ہوا سیل آف کیا پھر لیپ ٹاپ اٹھا کر ساتھ والے کمرے میں چلا آیا مگر اب چین کہاں تھا......!

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

❁

DIGEST.PK
موم کی محبت
راحت وفا

قسط نمبر 2

کبھی رخ دکھاؤ ذرا دھیرے دھیرے
یوں نظریں ملاؤ ذرا دھیرے دھیرے
یہ ہے پھول کلیوں کے کھلنے کا موسم
اگر مسکراؤ ذرا دھیرے دھیرے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

شرمین خوب صورت سلجھی ہوئی لڑکی ہے اور ایک اچھی فرم میں جاب کرتی ہے چار سال پہلے اس کی زندگی میں صبیح آیا تھا اور اتنا ہی عرصہ ان دونوں کی محبت پروان چڑھی پھر صبیح تعلیم مکمل کر کے واپس کراچی اپنے گھر چلا گیا اور شرمین سے وعدہ کر گیا تھا کہ وہ جلد رشتے کے لیے اپنی ماں کو بھیجے گا لیکن صبیح کی ماں شرمین کے لیے راضی نہیں ہوتی اور صبیح کو مجبور کر کے اس کی شادی بڑے گھر کی لڑکی فریحہ سے کر دیتی ہے جبکہ ادھر شرمین کافی عرصہ صبیح کے انتظار میں رہتی ہے۔ صبیح اسے اپنی شادی کا نہیں بتاتا اور جب شرمین اسے خط لکھتی ہے کہ وہ کراچی آ رہی ہے تب پریشان ہو کر صبیح پہلی فلائٹ سے اس کے پاس آتا ہے اور جب اسے اپنی مجبوری بتاتا ہے کہ ماں کے مجبور کرنے پر اسے فریحہ سے شادی کرنی پڑی تو شرمین ششدر رہ جاتی ہے پھر بھی صبیح اس سے کہتا ہے کہ وہ اس سے شادی ضرور کرے گا۔ شرمین کی خوب صورتی اس کے لیے وبال بنی ہوئی ہے آفس میں مرزا صاحب بیوی بچوں والے ہونے کے باوجود اس سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔ وہ شاطر آدمی ہیں گھر میں بیوی کے بھی آگے پیچھے پھرتے ہیں لیکن شرمین سے کہتے ہیں ان کی ازدواجی زندگی خوش گوار نہیں ہے۔ شرمین مجبوراً ان کی باتیں برداشت کرتی ہے اور اکثر انہیں بُرا بھلا بھی کہتی ہے لیکن وہ انتہائی ڈھیٹ واقع ہوئے ہیں مزید شرمین کی کزن زینت آپا کا بیٹا بوبی جو شرمین سے چھوٹا ہے اور شرمین اسے چھوٹے بھائی کی طرح سمجھتی ہے وہ بھی شرمین کی محبت میں گرفتار ہو جاتا ہے اور شرمین سے اظہار محبت کرتا ہے شرمین اسے سمجھاتی ہے پھر اس کے منہ پر طمانچہ دے مارتی ہے۔ عارض امیر باپ کا اکلوتا بیٹا ہے زیادہ تر موج مستی میں رہتا ہے لیکن جب شرمین کو دیکھتا ہے تو وہ بھی اسے پسند کرنے لگتا ہے اور اس کے گھر تک پہنچ کر محبت کا اظہار کرتا ہے۔ شرمین کو ان تمام حالات میں محبت کے نام سے نفرت ہونے لگتی ہے۔

اب آگے پڑھیے

❁.....❁.....❁

دن بھر کی تھکن کے بعد ہسپتال میں ماں کی تیمارداری کر کے وہ گھر لوٹے تو سر درد سے پھٹ رہا تھا۔ کوٹ صوفے پر پھینک کر وہیں گر سے گئے۔ نگہت آپا اور فرحت باجی کو دور سے دیکھا اور اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئیں۔ صبیح احمد نے انہیں جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

"ہنہ! میری بہنوں کو آج پیسے نہیں چاہیے ہوں گے شاید۔" ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتے ہوئے وہ بڑبڑائے۔ پشت پر ہیل کی ٹک ٹک سنائی دی تو وہ سمجھ گئے کہ اب یقیناً بیوی صاحبہ ہیں...... ان کا یقین بالکل ٹھیک تھا۔ فاریحہ تراشیدہ بالوں کو

جھٹکا دے کر ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔
"آج چہیتی بہنیں بھائی آپ کے دائیں بائیں نظر نہیں آ رہی ہیں۔"
"جا کر وجہ پوچھ لیں۔" مختصراً کڑوا جواب دیا۔
"مجھے کیا ضرورت ہے بیکار خواتین سے منہ ماری کرنے کی۔" وہ ابرو چڑھا کر بولی۔
"دیکھو! فاریحہ میں بہت تھکا ہوا ہوں۔"
"زیادہ دلچسپی مجھے بھی آپ میں نہیں ہے۔"
"یہ بھی اچھا ہی ہے۔"
"رپورٹس آ گئی ہیں۔" اس نے بتایا۔
"ہنہ! ڈرائیور دے گیا ہوگا۔"
"دیکھنا چاہیں گے آپ۔"
"آپ ہی بتا دیں۔"
"مایوس کن ہے آپ باپ نہیں بن سکتے کم از کم مجھ سے آپ کی اولاد پیدا نہیں ہو سکتی۔" وہ انتہائی تحمل سے بولی۔ انہیں بھی کچھ نہیں ہوا۔
"چلو اچھا ہوا نہ ہوگا بانس نہ بجے گی بانسری۔" وہ بے پروائی سے بولے۔
"پھر یہ بانسری کیوں ہے؟" فاریحہ نے اپنی طرف انگوٹھے سے اشارہ کر کے پوچھا۔
"میری ماں کی وجہ سے۔" وہ بھی حساب چکانے پر تلے ہوئے تھے۔
"تو کیوں نکال باہر نہیں کرتے؟"
"فاریحہ بیگم! ابھی میری ماں زندہ ہے جب وہ نہ رہی تو آپ کا یہ شوق بھی پورا ہو جائے گا۔"
"میں کوئی ناکارہ سی چیز نہیں ہوں کہ تمہاری ماں کے ہونے یا نہ ہونے سے بندھی بیٹھی رہوں۔"
"میرا خیال ہے کہ میں اپنی ماں کی بہت عزت کرتا ہوں۔ تم جب جو چاہو فیصلہ کر کے جا سکتی ہو۔" وہ سخت غصیلے انداز میں کہہ کر اپنے کمرے کی طرف جانے لگے۔
"اور تیس لاکھ؟" اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ صبیح احمد کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔
"ہنہ! تیس لاکھ میں نے نہیں مانگے تھے۔"
"تمہاری ماں نے تو مانگے تھے۔"
"لوٹا دوں گا۔" وہ چلائے۔
"چلاؤ نہیں صبیح احمد! میں خیرات نہیں مانگ رہی۔" وہ بھی چیخ کر بولی۔ صبیح احمد تلملا کر کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

❁ ❁ ❁

درمیانے درجے کے ڈرائنگ روم میں ہر چیز گھر کی خواتین کے سلیقے کی داد دے رہی تھی۔ جہاں آرا بیگم نے ستائشی نظروں سے جائزہ لیا۔ تائی آپا ان کی نگاہوں کا پیغام سمجھ کر مسکرانے لگیں۔ ذرا دیر کو جو حاجرہ خاتون اٹھ کر اندر گئیں تو تائی آپا نے جہاں آرا خاتون کے کان میں سرگوشی کی۔
"جہاں آرا خاتون! یہ سب خوبصورتیاں زیبا بیٹی کی بدولت ہیں۔ دیکھنا تمہارے گھر کو جنت بنا دے گی۔"
"ان شاء اللہ....." جہاں آرا مسکرائیں۔

''بس! اللہ کرے یہ رشتہ طے پاجائے۔''

''اب جلدی سے لڑکی کو بلاؤ۔ رات ہونے کو ہے۔'' جہاں آرا بیگم نے کہا۔ اسی اثنا میں حاجرہ خاتون کے ہمراہ ایک کامنی سی خوبصورت لڑکی اندر آ گئی۔ ہلکے آسمانی لباس میں بنا بناؤ سنگھار کے لانبی پلکوں کو جھکائے متانت سے قدم اٹھاتی وہ بالکل سامنے آ کر جھکی اور دھیرے سے سلام کر کے صوفے پر ٹک گئی۔ ستواں ناک میں ننھا سا سفید موتی جگمگا رہا تھا۔ نازک لبوں پر پپڑی جمی ہوئی تھی۔ اداسی بھی جابجا دکھائی دے رہی تھی۔ جہاں آرا بیگم کو جیسے ہی ایک نظر میں وہ پسند آئی تھی ویسے ہی وہ کچھ چپ سی بھی ہو گئیں۔

''ارے بچی! تجھے کیا ہوا؟ کیسی پیلی پڑ گئی ہے۔'' تائی آپا بھی کافی عرصے بعد دیکھنے پر کچھ چونکیں۔

''اسے چند روز سے بخار تھا بس اسی لیے ایسی دکھ رہی ہیں۔'' حاجرہ خاتون نے بیٹی کے بارے میں بتایا۔

''بس آج کل کے بچوں میں اتنا ہی دم خم ہے ذرا سی تکلیف میں نڈھال ہو جاتے ہیں۔'' جہاں آرا بیگم نے کہا۔

''اچھا یہ بتاؤ کہ ہماری زیبا کیسی لگی ہے؟''

''ماشاءاللہ بہت پیاری' بس یہ آج سے ہماری ہوئی۔'' جہاں آرا بیگم نے میز پر رکھی مٹھائی کی پلیٹ سے مٹھائی اٹھا کر حاجرہ خاتون کی طرف بڑھائی۔ جواب میں حاجرہ خاتون نے وہی مٹھائی جہاں آرا بیگم اور تائی آپا کو کھلائی۔ زیبا اجازت لے کر باہر چلی آئی اور کچھ دیر بیٹھنے کے بعد وہ دونوں بھی واپسی کے لیے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''یہ یاد رکھیے' کہ زیبا کو ہم بہت جلد لے جائیں گے' بس مہینے دو مہینے کے اندر۔'' جہاں آرا بیگم نے مڑ کر حاجرہ خاتون سے کہا۔

جہاں آرا مطمئن ہو کر مسکراتی ہوئی باہر نکلیں۔ اللہ نے ان کی سن لی تھی۔ سچ مچ چاند سی دلہن مل گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

''یار! تو مذاق سمجھ رہا ہے۔''

''تو کیا کیا جائے' لڑکی تو سیریس نہیں ہو رہی نا۔'' صفدر نے کہا۔

''مجھے سچ مچ اس سے محبت ہو گئی ہے' تم کچھ کرو' پلیز۔'' وہ منت سماجت پر اتر آیا۔

''یار...... کرنا کیا ہے' تم خان صاحب سے بات کرو' وہ رشتہ لے جائیں۔''

''وہ تو چلے جائیں گے پر شرمین صاحبہ تو راضی ہوں۔''

''ویسے لڑکی بھی جی دار ہے تمہارے جیسے کی اکڑفوں نکال کے رکھ دی ہے' دل چاہتا ہے اسے سلام کیا جائے۔''

''سلام بھی کر لینا پہلے کچھ سوچو۔'' وہ بولا۔

''میں کیا سوچوں؟'' صفدر نے بے بسی سے کہا۔

''تم اس سے ملو' میری محبت کا یقین دلاؤ۔''

''اور ڈنڈے کھاؤ' نہ بابا میرا بے عزتی کا کوئی پروگرام نہیں اور یہ بتاؤ میں اس کو پہچانوں گا کیسے......'' صفدر نے تمسخر اڑایا۔

''اب ایسی بھی کوئی بات نہیں کیا ہلاکو خان سمجھ لیا ہے پھولوں کی شہزادی ہے قسم سے۔'' وہ چڑ کر بولا اور پھر فوراً ہی اپنے سیل فون سے اس کی تصویر بھی دکھا ڈالی۔

''بھئی واہ...... تو پھر مسئلہ کیا ہے اپنی پھولوں کی شہزادی کے قدموں میں گر کر محبت کی بھیک مانگ لو۔''

''یہی تو ہو نہیں رہا۔'' وہ منہ بسورتے ہوئے بولا۔

"اچھا کچھ سوچتے ہیں' جلدی کیا ہے؟"

"تم اس سے ملو یا فون پر بات کرو' مگر اسے میری محبت کا یقین دلاؤ۔"

"اوکے! اب تو رات ہو رہی ہے' کل دفتر سے بات کروں گا۔" صفدر نے کہا۔

"ٹھیک ہے' میں چلتا ہوں ماں جی آئیں تو سلام کہہ دینا۔" وہ یہ کہہ کر اٹھا اور باہر نکل گیا۔ صفدر ہونٹ کاٹتے ہوئے سوچنے لگا کہ دوست کی خاطر کچھ تو کرنا پڑے گا۔ دوست بھی تو بچپن کا تھا۔ بڑی مشکل سے تو وہ راہ راست پر آیا تھا' لہٰذا وہ نہیں چاہتا تھا کہ پھر سے عارض راہ بھٹک جائے' اگر کوئی لڑکی اسے شادی کے لیے پسند آ ہی گئی تھی تو وہ نہیں اسے گنوانا چاہتا تھا۔ میں ہر ممکن کوشش کروں گا دوست' تمہاری خوشی کے لیے اسے مناؤں گا' تمہاری محبت بناؤں گا' ان شاء اللہ۔" وہ اور کچھ دیر خیالات میں کھویا رہتا اگر دروازے پر لگی بیل چیخ نا اٹھتی۔ اس نے جلدی سے دروازہ کھولا تو جہاں آرا بیگم اندر آ گئیں۔ ان کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ اس بات کا اظہار تھی انہیں لڑکی پسند آ گئی ہے۔ وہ کامیاب لوٹی ہیں۔

"ماشاء اللہ ہمارے گھر میں روشنی پھیل جائے گی' سفید دودھیا روشنی۔" جہاں آرا بیگم نے چادر تہہ کر کے رکھتے ہوئے کہا۔

"امی جان! کہیں ٹیوب لائٹ تو پسند نہیں آ گئی۔" اس نے شرارت سے کہا۔

"ہش! پگلا کہیں کا' میں تو اپنی ہونے والی بہو کی بات کر رہی ہوں۔"

"اس کا مطلب ہے آپ ہماری آزادی کی قیمت لگا آئیں۔"

"ارے بچے! بس کل پرسوں میں تائی آپا ان سے وقت لے آئیں گی پھر میں جا کر تاریخ لے آؤں گی' ہمارا کونسا لمبا چوڑا خاندان ہے' سب تیاری مکمل ہے' کچھ چیزیں خریدنی ہیں۔"

"اچھا امی حضور! جو آپ چاہیں کریں۔"

"اللہ اچھا کرے' تم کل اکاؤنٹ سے کچھ پیسے نکلواؤ اور گھر میں رنگ و روغن کا کام شروع کراؤ۔"

"اب ایسی بھی کیا جلدی ہے؟"

"ارے جلدی ہی ہے' میرا بس چلے تو کل ہی بچی کو لے آؤں۔" وہ ڈپٹ کر بولیں۔

"اچھا! اچھا' فی الحال کھانے کا بندوبست کریں قسم سے بہت بھوک لگی ہے۔" اس نے کہا تو جہاں آرا جلدی سے کچن کی طرف چل دیں۔

❁ ❁ ❁

"ٹرن' ٹرن۔" ٹیلی فون کی بیل بج رہی تھی۔ اسے آفس پہنچنے کی جلدی تھی۔ اس نے اماں کو آواز دے کر فون سننے کو کہا۔

"ہیلو!" اماں نے ریسیور کان سے لگا کر کہا۔

"السلام علیکم! اماں۔" زینت نے کہا۔

"وعلیکم السلام! خیریت۔"

"اماں بوبی کو تیز بخار ہے' شرمین اگر آفس سے چھٹی لے کر آ جائے تو بوبی کا دل بہل جائے گا۔"

"اچھا میں بات کراتی ہوں۔" اماں بوکھلا سی گئیں۔

"شرمین! زینت کا فون ہے بات کرلو۔" اماں نے آواز دے کر اسے بلایا اور ریسیور تھما دیا۔

"ہیلو! جی خیریت۔"

''شرمین! بوبی کو رات سے تیز بخار ہے تم آفس سے چھٹی لے کر آ جاؤ۔''

''جی! مگر میں آج آفس سے چھٹی نہیں لے سکتی، بہت ارجنٹ میٹنگ ہے۔'' اس نے دانستہ سفید جھوٹ بولا۔ وہ بوبی سے دور رہنا چاہتی تھی۔

''وہ بار بار تمہارا ہی نام بڑبڑاتا ہے۔''

''غنودگی میں ایسا ہو جاتا ہے، ہوش میں آئے گا تو ٹھیک ہو جائے گا۔'' اس نے طنز کیا مگر زینت نہ سمجھ سکی۔

''اوکے! واپسی پر آ جانا۔''

''کوشش کروں گی۔'' کہہ کر فون بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر پھیلی کوفت سے اماں نے کچھ اندازہ لگایا۔

''شرمین! اتنا روکھا پھیکا جواب کیوں دیا تم نے؟''

''اماں! بلاوجہ کی تیمار داری نہیں ہوتی مجھ سے۔'' وہ بیزاری سے بولی۔

''ہیں! یہ تم کہہ رہی ہو بوبی کے لیے۔''

''ہاں بس میرا دل نہیں چاہ رہا۔'' وہ جلدی جلدی بال برش کرنے لگی۔

''ہوا کیا ہے؟'' اماں نے کریدا۔

''کچھ نہیں، بوبی کا دماغ الٹا چلنے لگا ہے، جب سیدھا چلے گا تو مل لوں گی۔'' اس نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور باہر نکل آ گئی۔

''واپسی پر ہوآنا' زینت نے بڑے مان سے کہا ہے۔'' اماں نے پیچھے آ کر کہا۔

''نہیں اماں، میں نہیں جاؤں گی بس میرا دل نہیں چاہ رہا۔'' وہ ڈٹی رہی۔ اماں کچھ سوچ کر چپ ہو گئیں اس نے گیٹ کھولا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔ اماں سوچ میں گم گیٹ بند کر کے اندر آ گئیں۔

❁ ❁ ❁

اپنی سیٹ پر بیٹھتے ہی اس نے جلدی جلدی آج کے کاموں کی فہرست پر غور کیا۔ جن میں سے چند کام نپٹائے۔ مرزا صاحب نے اس کی طرف دیکھا مگر اس کو متوجہ نہ پا کر وہ اپنے آفس کی طرف بڑھ گئے۔ لیکن عین اسی وقت اس کی ٹیبل پر رکھا انٹرکوم بج اٹھا۔

''ہیلو!''

''جی! کیا میں مس شرمین سے بات کر سکتا ہوں۔''

''جی! میں بول رہی ہوں۔''

''مجھے آپ سے بہت ضروری بات کرنی ہے۔''

''لیکن میں تو آپ کو نہیں جانتی۔''

''آپ نے ٹھیک کہا، مگر مجھے واقعی آپ سے ضروری بات کرنی ہے، اگر آپ بات سننے کا وعدہ کریں تو میں اپنا تعارف بھی کراؤں گا۔''

''جی! فرمایئے مگر مختصر۔''

''میرا نام صفدر ہے، میں عارض کا دوست ہوں آپ......؟''

''بس، بس، بس پلیز۔'' اس نے جلدی سے جھلا کر جملہ کاٹا۔

''پلیز! آپ نے بات سننے کا وعدہ کیا ہے، میری بات سطحی یا غیر اخلاقی لگے تو بے شک فون بند کر دیجیے گا۔'' بڑے

مہذب انداز میں اس نے کہا تو وہ چپ کر گئی۔
"مس شرمین! آپ سے میرا غائبانہ تعارف ہے عارض نے آپ کے بارے میں بتایا تھا۔"
"لیکن کیوں؟ انہیں کس نے اجازت دی کہ وہ میرے بارے میں بتاتے پھریں۔" اسے پھر غصہ آ گیا۔
"پلیز! مجھے غلط نہ سمجھیں۔ اس نے کسی وجہ سے مجھ سے تذکرہ کیا ہے۔"
"وہ وجہ بھی بتا ہی دیں۔" وہ طنزیہ بولی۔
"مس شرمین! میں عارض کا جگری اور واحد دوست ہوں اس کا حلقہ احباب بہت وسیع ہے لیکن دوست میں ہی ہوں۔" اس نے رک رک کر کہا۔
"دیکھیے! میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ آپ کی دوستی کے قصے سنوں اسے پھر کسی وقت کے لیے اٹھا رکھیے۔" وہ لجاجت سے بولی۔
"او کے! آپ بتا دیجیے کب اور کہاں؟"
"میں اب تک آپ کا مقصد نہیں جان سکی آخر آپ کو بات کیا کرنی ہے؟"
"آپ اعتماد کریں مجھے آپ کو پریشان نہیں کرنا۔"
"آل رائٹ! آپ رات میرے گھر کے نمبر پر بات کر لیجیے گا۔" اس نے تھک کر بالآخر اجازت دے ہی دی۔
"تھینک یو ویری مچ۔" وہ بہت خوش ہو کر بولا۔ اس نے فون بند کر دیا۔
فون بند کر کے وہ سوچ میں گرفتار ہو گئی۔ ذہن میں بہت سے سوالات کلبلانے لگے۔

❁.......❁.......❁

زینت نے ڈاکٹر صاحب کو رخصت کیا۔
وہ بخار کی غنودگی میں تھا۔ وہ اس کے سرہانے بیٹھ گئی۔ اس کی پیشانی چوم کر اس کا گرم ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ نگاہ وال کلاک پر پڑی تو آٹھ بج گئے تھے مگر شرمین کا کہیں اتہ پتہ نہیں تھا۔ شرمین کا ایسا رویہ تو اس نے پہلی مرتبہ محسوس کیا تھا؟ اسے حیرت اور افسوس ساتھ ساتھ تھے۔ بوبی کا خیال رکھنے والی شرمین اس سے بے خبر ہو گئی تھی۔ سوچ میں الجھنیں شامل ہو گئیں یقیناً کچھ نہ کچھ ہے۔" اس نے گویا دھیرے سے خود سے کہا۔
اس کے چاروں جانب خدشات تھے۔ وسوسے لرزاں تھے۔
"شرمین! بوبی سے کیا خطا ہوئی ہے۔" وہ دھیرے سے خیالات میں ہی اس سے مخاطب ہو گئی۔ شرمین تو وہاں کہیں نہیں تھی البتہ بوبی نے غنودگی میں بھی اس کا نام سن لیا تھا۔ ہڑبڑا کر بند آنکھوں کے ساتھ اٹھنے لگا۔
"شرمین آ گئی ہے۔"
"بوبی! میرے بچے شرمین کہاں آئی ہے؟ لیٹ جاؤ۔" زینت کے خیالات کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔
"ماما! وہ کیوں نہیں آئی؟ اسے بلائیں ماما۔" وہ بولتا بولتا اس کی گود میں سر رکھ کر پھر غافل ہو گیا۔ زینت کی ساری توجہ اس کے اس جملے پر مرکوز ہو گئی۔ اس نے شرمین کو جس طرح مخاطب کیا وہ زینت کی الجھنوں میں مزید اضافے کا سبب بن گیا۔ اس کے دل و دماغ میں گھنٹیاں سی بجنے لگیں۔ شرمین بوبی کی غنودگی میں بھی اعصاب پر چھائی ہوئی ہے۔ "لیکن کیوں؟" اس کے اندر سے سوال ابھرا اس کا جواب تو بوبی ہی دے سکتا تھا یا پھر شرمین۔ "مجھے شرمین سے پوچھنا چاہیے۔" اس نے فیصلہ کیا اور دھیرے سے اٹھ کر باہر آ گئی۔ ٹی وی لاؤنج میں رکھے فون کے قریب بیٹھ کر شرمین کا نمبر ملایا۔ اتفاق سے فون شرمین نے ہی اٹینڈ کیا۔

"خیریت ہے زینت آپا۔" اس نے پریشانی سے پوچھا۔

"ہنہ...... ہاں بس بوبی کو تیز بخار ہے۔"

"میڈیسن کے باوجود۔"

"ابھی کچھ دیر پہلے ڈاکٹر صاحب گئے ہیں کہہ گئے ہیں کہ ان شاءاللہ کچھ دیر بعد بخار اتر جائے گا۔"

"پھر آپ پریشان کیوں ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"میری پریشانی کی وجہ کچھ دیر پہلے تک تو صرف بوبی کا بخار تھا مگر اب......" وہ رک گئی تو اس نے جلدی سے پوچھا۔

"مگر اب کیا......"

"اب میں پریشان ہوں کہ تم کیوں نہیں آئیں اور بوبی غنودگی میں بھی صرف تمہارا نام کیوں رٹ رہا ہے؟" اس نے ٹھہر ٹھہر کر بات مکمل کی...... دوسری طرف شرمین کو چپ سی لگ گئی...... زبان تالو سے چپک گئی۔

"بخار کی حالت میں ایسا ہو جاتا ہے۔" اس نے ٹالنا چاہا۔

"شرمین! میری ریکوسٹ کے باوجود تم نہیں آئیں اس کی وجہ پوچھ سکتی ہوں۔"

"زینت آپا! آفس میں بہت کام تھا دیر سے آئی ہوں تھکن کی وجہ سے ہمت نہیں ہوئی۔" اس نے بہانہ بنایا۔

"اوکے! آرام کرو۔"

"میں کل کوشش کروں گی۔" زینت آپا کے لہجے کی اداسی محسوس کر کے اس نے جانے کا ارادہ کرلیا۔

"ٹھیک ہے اللہ حافظ۔"

"اللہ حافظ۔" اس نے ریسیور رکھ کر سر تھام لیا۔ اسے بوبی کے خیال سے الجھن سی ہونے لگی۔ وہ شاید فون خود ریسیو بھی نہ کرتی اس نے تو صفدر صاحب کا فون سوچ کر اٹھایا تھا۔ ابھی اس کا فون آنا ضروری تھا۔ عجیب سی پریشانی تھی...... جانے اس کا فون کب آجائے اس لیے وہ فون کے قریب ہی بیٹھی تھی۔

✿......✿......✿

سوا نو بجے تو فون چیخ اٹھا۔

اس نے بند آنکھیں کھول کر گھڑی کی طرف دیکھا۔

"جمائی لے کر خود کو جگایا اور ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا۔ دوسری طرف وہی اجنبی آواز تھی۔

"ہیلو! صفدر بول رہا ہوں۔"

"جی بولیے۔" اس نے مختصراً کہا۔

"میرا خیال ہے اصل بات کرلی جائے۔"

"یہی بہتر ہے۔"

"مس شرمین! دراصل عارض کو آپ پسند آگئی ہیں وہ آپ سے شدید محبت کرنے لگا ہے آپ واحد خوش قسمت لڑکی ہیں جسے عارض نے دل کی گہرائیوں سے چاہا ہے......اور......"

"مسٹر صفدر! پسند اور محبت میں فرق ہوتا ہے۔ دوسری بات یہ کہ میں خوش قسمت ہوں یا بدقسمت عارض صاحب کی خصوصی عنایت مجھے قطعاً نہیں چاہیے۔" اس نے ترخ کر کہا۔

"میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا مس شرمین۔"

"دیکھیے میں نے آپ کو ایک معقول آدمی جان کر اتنی بات کی آپ پلیز عارض صاحب کی وکالت نہ کریں۔"

''آپ مجھے جو چاہے کہہ دیں پر میری زبان پر اعتبار کریں' میرا دوست آپ کے لیے بہت سنجیدہ ہے' اس پر شک نہ کریں' اس کی محبت قبول کرلیں۔''

''مسٹر صفدر! یا تو آپ ناسمجھ ہیں یا پھر مجھے احمق سمجھتے ہیں۔ کس قدر دیدہ دلیری سے آپ مجھے بے وقوف بنانا چاہتے ہیں۔'' وہ انتہائی بدتمیزی سے بولی۔

''آپ جو کہیں' مگر میری گزارش پر غور کریں' وہ آپ سے شادی کرنا چاہتا ہے' آپ کے گھر والوں سے درخواست کرنا چاہتا ہے۔ میں آپ کو بھی مجبور نہ کرتا اگر میں اس کے دل کی حالت سے آگاہ نہ ہوتا' میں نے اس سے وعدہ کیا ہے کہ آپ کو اس کی محبت کا یقین دلاؤں گا۔'' صفدر نے انتہائی تحمل سے کہا۔

''آپ نوجوانوں کے پاس ایک یہی کام تو ہے کرنے کو' عارض صاحب کی طرح میں آپ کو بھی ویسا ہی سمجھوں۔'' وہ طنزیہ ہنسی۔

''آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں گی تو یقیناً میری بات درست لگے گی۔''

''اوکے! گڈ بائی۔''

''پلیز! غور کریں' پھر بات ہوگی۔'' اس نے کہا تو وہ ریسیور رکھ کے زور زور سے ہنسنے لگی۔

''یا خدا! کیا اس زمانے میں محبت کے معنی بدل گئے ہیں۔ جسے دیکھو محبت' محبت پکارتا پھر رہا ہے۔ وہ سر کے بال مٹھی میں بند کرتی ہوئی بڑبڑائی...... بوبی کی ٹینشن سے جان نہیں چھوٹی تھی کہ عارض صاحب کی مصیبت کھڑی ہوگئی...... اس کا ذہن بری طرح الجھ گیا تھا۔ نیند آنکھوں سے دور بھاگ گئی تھی۔ اس کے کمرے کی لائٹ آن دیکھ کر اماں اس کے کمرے میں آگئیں۔

''خیریت کیا سوچ رہی ہو؟'' اسے سر تھامے دیکھا تو پریشان ہوگئیں۔

''کچھ نہیں بس آفس کا کام ہی سر پر طاری ہے۔'' اس نے یکسر ٹال دیا۔

''فون پر کس سے بات کر رہی تھیں؟''

''فون...... فون زینت آپا کا تھا۔'' اس نے مختصراً کہا۔

''بوبی کا کیا حال ہے؟''

''ٹھیک ہوجائے گا۔''

''کیا مطلب؟ بوبی ابھی ٹھیک نہیں ہوا کیا؟''

''اماں! بیماری جاتے جاتے کچھ وقت تو لیتی ہے۔''

''تم اس کی خیریت پوچھنے بھی نہیں گئیں۔''

''آپ کے سامنے ہی ہے کتنی دیر سے آفس سے آئی ہوں' بہت تھکی ہوئی ہوں۔'' وہ بولی۔

''چلو پھر سو جاؤ۔'' اماں کے کہنے پر وہ صوفے سے اٹھ کر بستر پر لیٹ گئی۔ اسی وقت فون پھر چیخنے لگا۔

''اماں! جو بھی ہو اسے کہہ دیں کہ میں سو چکی ہوں۔'' اس نے بیزاری سے کہا۔ اماں نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا۔

''جی! میاں وہ سو چکی ہے۔ میں بتادوں گی۔'' اماں نے بات کی اور فون بند کردیا۔

''کس کا فون تھا؟''

''صبیح احمد کا۔'' اماں نے کچھ ترش لہجے میں بتایا۔ وہ چونکی مگر اگلے ہی لمحے نارمل ہو کر آنکھیں موندلیں۔

''جانے اب کیا چاہتے ہیں صبیح احمد انہیں کہہ دو کہ چین سے جینے دیں۔'' اماں نے اسے سنایا۔
''اماں! ان کے اور میرے بیچ اب ایسا کچھ نہیں ہے میری خاموشی سے سب کچھ ان کی سمجھ میں آجائے گا۔''
اس نے آنکھیں موندے موندے کہہ دیا...... اماں مطمئن ہو کر لائٹ آف کر کے کمرے سے باہر نکل گئیں۔

✿......✿......✿

اماں بی نے توے پر پراٹھا ڈالتے ہوئے غور سے مرزا نوازش کو دیکھا۔
وہی الجھے بال تھے......
وہی کالر ٹیڑھا اور گریبان کھلا......
ویسی ہی عجلت تھی۔
''سلام اماں بی......'' وہ کچن میں کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔
''جیتے رہو اب تمہیں ناشتا جلدی سے چاہیے۔''
''اماں بی، بہت دیر ہوگئی ہے۔''
''تو کیوں پڑے سوتے رہتے ہو؟ اور بیگم صاحبہ کو کیوں نہیں کہتے کہ صبح اٹھ کر تمہارے اور بچوں کے لیے ناشتا بنایا کرے...... میری بوڑھی جان سے اب پراٹھے نہیں پکتے۔'' انہوں نے کھری کھری سنائیں۔
''اماں بی! زبیدہ پر کسی بات کا کبھی اثر ہوتا ہے کیا؟'' وہ پراٹھا اپنی پلیٹ میں رکھتے ہوئے بولے۔
''اگر مرد سمجھدار ہو تو ضرور اثر ہوتا ہے۔''
''ہاں ہاں بیٹے کے ہاتھ میں ڈنڈا پکڑا دو پٹی پڑھاؤ کہ مجھے مارے پیٹے۔'' جانے اسی وقت زبیدہ کیسے وہاں پہنچ گئی۔
''بہو! فضول باتیں نہ کیا کرو۔''
''میری باتیں فضول ہیں اور آپ جو بیٹے کے کان بھر رہی ہیں وہ۔'' وہ ہاتھ نچا کر بولی۔
''لو! سن لیا میاں نوازش! ایک ماں بیٹے کے کان بھرتی ہے۔ ارے بی بی! شوہر کی اتنی ہی بڑی چوکیدار ہو تو صبح سویرے اٹھ کر ناشتا پانی بھی پوچھ لیا کرو۔'' اماں بی نے بھی خوب لتاڑا۔ ایسے میں نوازش ناشتے میں مصروف رہے۔ ان کے نزدیک معمول کی بات تھی۔
''مجھ سے صبح نہیں اٹھا جاتا اور پھر کیا ہو گیا اگر آپ ناشتا کراتی ہیں۔'' وہ کندھے اچکا کر بولی۔
''میری بوڑھی جان اب یہ خدمت نہیں کر سکتی کل سے خود اٹھ کر ناشتا بنانا ورنہ......''
''ورنہ کیا؟ ہمیں گھر سے نکال دیں گی آپ میں تو شکرانے کے نفل پڑھوں گی۔''
''زبیدہ! زبان کو لگام دو۔'' پہلی مرتبہ نوازش صاحب نے بیوی کو ٹوکا۔ کیونکہ علیحدہ ہونا وہ نہیں چاہتے تھے اماں بی تو ہزار مرتبہ کہہ چکی تھیں۔
''میری طرف سے تو تم ابھی الگ ہو جاؤ مگر یاد رکھنا تمہارے میاں اپنی تنخواہ میں تمہارے چونچلے نہیں اٹھا سکتے۔''
اماں نے کہا اور نوازش صاحب کے لیے چائے کپ میں ڈال کر کپ ان کے سامنے رکھا۔
''ان کے تو باوا بھی میرے چونچلے اٹھائیں گے۔''
''پھر بک بک بند کرو زبان اور یہاں سے جاؤ۔'' نوازش صاحب نے ڈپٹ کر کہا۔
''جانتی ہوں ماں کا جادو سر چڑھ کر بول رہا ہے۔ میں ابھی چلی جاؤں گی جب جادو اتر جائے تو آجانا۔'' زبیدہ نے گرجدار آواز میں کہا اور پاؤں پٹختی ہوئی واپس چلی گئی۔ نوازش سر تھام کر بیٹھے رہ گئے۔ اماں بی بڑبڑاتی ہوئی کچن سے باہر

نکل گئیں۔

''یا خدا! میں کہاں جاؤں......؟'' نوازش نے لمبی سانس بھر کے سوچا اور چائے کا آخری گھونٹ بھر کے اٹھ کھڑے ہوئے۔ دفتر سے دیر ہو رہی تھی۔

✿......✿......✿

صبیح احمد کمرے میں داخل ہوئے تو آنکھیں سرخ انگارہ ہو رہی تھیں۔

بکھرے بکھرے بے ترتیب بال تھے۔

گریبان کے بٹن کھلے ہوئے تھے۔ تھکن صاف ظاہر تھی۔ کچھ دیر کے لیے وہ نہانے فریش ہونے بمشکل تمام ہسپتال سے گھر آئے تھے...... سیدھے واش روم کی طرف قدم بڑھائے کہ فاریحہ کی آواز نے قدم روک لیے۔

''صبیح احمد! جب آپ واش روم سے نکلیں گے تو میں جا چکی ہوں گی۔ اس لیے میری مختصر سی بات سنتے جائیے۔'' وہ پلٹے اور حیرت سے پوچھا۔

''کہاں...... کیا مطلب؟''

''انگلینڈ۔''

''وہاٹ؟''

''صبیح احمد! میں دس بجے کی فلائٹ سے مما کے پاس انگلینڈ جا رہی ہوں ہمیشہ کے لیے۔'' اس نے اطلاع فراہم کی۔

''مجھے اطلاع دے رہی ہو میری اجازت کے بنا۔'' وہ دہاڑے۔

''چلاؤ مت صبیح احمد! جو رات بھر گھر نہ آئے اسے صرف اطلاع دی جا سکتی ہے آپ کے اور میرے بیچ مشاورت والا تو کوئی رشتہ ہے نہیں۔''

''جانتی ہو نا کہ امی کی کتنی سیریس کنڈیشن ہے میں ہسپتال میں تھا کسی گرل فرینڈ کے پاس نہیں تھا۔''

''سو وہاٹ اگر گرل فرینڈ کے پاس رہو یا ماں کے پاس مجھے تو جانا ہی تھا۔'' وہ قدرے بلند آواز میں چلائی۔

''امی کو کسی بھی وقت کچھ ہو سکتا ہے تمہیں اس گھر میں لانے والی وہ ہیں فاتحہ پڑھ کر چلی جانا۔''

''سوری صبیح! میں ان کے مرنے کا انتظار نہیں کر سکتی ویسے بھی کنٹریکٹ کے تحت ان کے جاتے ہی تم مجھے نکال باہر کرو گے کیوں نہ میں پہلے ہی چلی جاؤں۔''

''اوکے! پھر آزادی کا پروانہ بھی لیتی جاؤ۔''

''بھیج دینا۔ میرے لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں۔'' بس وہ تیس لاکھ دے دو۔'' وہ ادا سے لہرائی۔

''وہ بھی بھیج دوں گا۔'' صبیح احمد ایک لمحے کو رک کر بولے۔

''شرط کے مطابق تو مجھے ساتھ لے کر جانے ہیں۔''

''اتنی خود غرض نہ بنو جانتی بھی ہو کہ امی کے علاج پر کتنا روپیہ خرچ ہو رہا ہے پھر بھی۔''

''پھر بھی میں اپنے پیسے مانگ رہی ہوں آپ کے نہیں۔'' وہ جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔

''ٹھیک ہے پھر چند دن انتظار کرو۔'' وہ تحمل سے بولے۔

''انتظار تو میں نہیں کر سکتی۔''

''تو پھر یہ لو گاڑی کی چابی بیچ دو بینک سے جا کر جو کچھ ہے لے لو پھر چلی جاؤ۔'' انہوں نے پینٹ کی جیب سے چابی نکال کر اس کی طرف اچھالی اور کوٹ کی جیب سے چیک بک نکال کر پھینکی۔

''سنو! مجھے تم پر ترس آ رہا ہے' اعتبار کر لیتی ہوں' یہ رقم جلد میرے اکاؤنٹ میں جمع کرا دینا۔''

''ٹھیک ہے۔''

''اوکے بائے۔'' اس نے کہا اور جانے کے لیے پرس اٹھانے لگی۔ صبیح احمد چکراتے سر کے ساتھ واش روم میں گھس گئے۔ اس سے انہیں شرمین کا معصوم پیار بھرا چہرہ دکھائی دینے لگا۔ وہ اس کے مجرم تھے' گنہگار تھے' یہ اس کی آہوں کا اثر تھا کہ وہ برباد حال ہوئے۔ کچھ بھی تو نہیں بچا تھا' جس ماں کے حکم پر اس کی خوشی کی خاطر شرمین سے بے وفائی کی تھی وہ ماں بھی گنی چنی سانسیں لے رہی تھی۔ جس کو شریک سفر بنایا تھا وہ چھوڑ کر جا رہی تھی۔ اس رشتے میں انہیں کیا ملا سوائے ملامت اور شرمندگی کے...... دل و جان سے پیار کرنے والی شرمین ان سے دور ہو گئی تھی۔ اسے قریب لانے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ بے خیالی میں منہ پر پانی کے چھینٹے مار رہے تھے کہ موبائل فون چیخنے لگا' وہ ہوش کی دنیا میں لوٹ آئے۔ ہسپتال کا نمبر دیکھ کر تیزی سے واش روم سے باہر نکلے۔ تیزی سے بال برش کیے' اور گاڑی کی چابی اٹھا کر باہر نکل آئے۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

''صفدر! صرافہ بازار لے چلو۔''

''امی! اتنی جلدی بھی کیا ہے؟''

''ارے کمال کرتے ہو اب دن ہی کتنے رہ گئے ہیں؟'' جہاں آرا نے حیرت سے پوچھا۔

''تائی آپا ان سے وقت لے آئی ہیں آج رات کے کھانے پر انہوں نے بلایا ہے۔ اب وقت ہے صرافہ بازار ہو آتے ہیں۔''

''امی جان! اس وقت تو میں عارض کے پاس جا رہا ہوں اسے دل کی بیماری لاحق ہو گئی ہے' اس کے بعد ٹھیکیدار سے ملنا ہے' گھر میں کام شروع نہیں کرانا کیا؟'' اس نے تفصیل بتائی۔

''عارض کو کون سی بیماری ہو گئی ہے؟'' جہاں آرا پریشانی سے بولیں۔

''عاشق مزاج عارض خان کو دل کی بیماری یعنی محبت ہو گئی ہے وہ بھی ایک ضدی خود سر لڑکی سے۔''

''ہیں! تو پھر......''

''تو پھر کیا اس لڑکی کو سمجھانے کی مہم میں نے شروع کر دی ہے' جلد مان جائیں گی۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''کن چکروں میں پڑ گئے ہو عارض کو سمجھاؤ۔''

''امی! آپ کو تو پتہ ہے کہ وہ میرا جگر ہے اس کے لیے تو میں کچھ بھی کر سکتا ہوں۔''

''اچھا جلدی آ جانا' رات کا کھانا ہم نے ان کی طرف کھانا ہے۔''

''ہم سے مراد؟''

''میرا مطلب ہے تائی آپا نے اور میں نے۔''

''اوکے! میں آ جاؤں گا۔'' وہ یہ کہہ کر باہر نکل آیا۔ مین روڈ پر موڑ کاٹ کر گلشن مارکیٹ کے قریب سے گزرتے ہوئے شرمین نظر آئی وہ گاڑی مارکیٹ کے باہر پارک کر رہی تھی' اس نے کچھ سوچ کر موٹر سائیکل اس طرف موڑ لی' وہ گاڑی لاک کر کے پلٹی تو اسے دیکھ کر ٹھٹکی۔

''مس شرمین! پلیز چند منٹ۔''

''آپ کون میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔''

''رات عارض کے سلسلے میں میری آپ سے فون پر بات ہوئی تھی اور میں......''

''میرے پاس وقت نہیں ہے۔'' وہ صفدر کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

''اور مجھے بات کرنی ضرور ہے۔'' وہ بھی اڑ گیا۔

''آپ کا پرابلم میری سمجھ سے باہر ہے جو کہنا تھا وہ آپ کہہ چکے ہیں اور کیا ہے؟''

''آپ مجھے اور عارض کو غلط نہ سمجھیں وہ حقیقت میں آپ سے محبت کرتا ہے آپ اسے مل گئیں تو اس کی زندگی بدل جائے گی اسے اپنالیں پلیز۔''

''آپ ہوش میں تو ہیں کتنی آسانی سے سرراہ آپ نے کہہ دیا اور میں ہاں کردوں اچھا مذاق ہے۔'' وہ چڑ کر بولی۔

''آپ اس کے بارے میں غور تو کریں میری گزارش ہے۔''

''آپ اپنے دوست کے ہر قول و فعل کے ذمہ دار ہیں کیا؟''

''ایسا ہی سمجھ لیں بس اس کے لیے سوچیں۔''

''میں ان کو جانتی ہی نہیں سوچوں کیسے؟''

''میں اسے کہتا ہوں وہ آپ سے رابطہ کرے اپنے بارے میں خود بتائے اس طرح ایک دوسرے کو سمجھنا آسان ہوگا۔'' اس نے خیال ظاہر کیا۔

''ابھی اس کی ضرورت نہیں مجھے سوچنے دیں۔'' وہ دھیرے سے بولی۔

''اوکے! آپ غور کریں گی تو خود بخود اس سے محبت محسوس کریں گی۔'' وہ بولا۔

''اگر ایسا نہ ہوا تو آپ میرا پیچھا چھوڑ دیں گے۔'' اس نے پوچھا۔

''ڈن۔'' اس نے جھٹ سے عہد کرلیا...... وہ مارکیٹ کی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔ اور وہ موٹر سائیکل نکال لے گیا۔

✿......✿......✿

سوپ پلانے کے بعد انہوں نے اس کا منہ نیپکن سے صاف کیا تو اس نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

''ماما! شرمین کیوں نہیں آئی؟''

''بوبی! یہ بات صبح سے ہزار مرتبہ آپ پوچھ چکے ہو۔''

''ماما! وہ آئی جو نہیں ہے اس لیے۔''

''میں نے محسوس کیا ہے کہ آپ کچھ زیادہ بولڈ ہوگئے ہو شاید اسی لیے شرمین نہیں آئی۔'' زینت نے دبے دبے لہجے میں سرزنش کی۔

''ماما! آپ نے کیا محسوس کیا ہے؟'' اس نے سادگی سے پوچھا۔

''یہی کہ آپ سے شرمین خفا ہے۔''

''نو ماما! وہ مجھ سے خفا ہوگئی تو۔''

''تو کچھ نہیں بوبی! سنبھالو خود کو۔'' زینت نے ڈپٹ کر کہا۔

''ماما! مجھے شرمین اچھی لگتی ہے۔'' وہ ایک دم کہہ گیا۔ زینت کو جھٹکا سا لگا۔

''بوبی! شرمین بہت ہی اچھی ہے آپ کو عزت کرنی چاہیے۔''

''ماما! میں چاہتا ہوں کہ وہ......''

''بوبی! اس بات کو اندر ہی دفن کردو۔ میں آپ کے منہ سے کوئی بدتمیزی والی بات سننا نہیں چاہتی۔'' زینت کے لہجے

میں پہاڑوں جیسی سختی آ گئی۔ بوبی سہم گیا۔

"سن لیا نا بوبی! ایسی کوئی بات کبھی نہ کرنا جس سے مجھے غصہ آئے۔" زینت نے پھر سنجیدگی سے بات دہرائی۔ چند لمحے وہ آنکھیں پھاڑے دیکھتا رہا اور پھر بولا۔

"ماما! ایسا ہے تو پھر کبھی آپ کوئی اور بات بھی نہیں سنیں گی' کیونکہ میں شرمین کو پسند کرتا ہوں۔" زینت حیرت سے بیٹے کے مضبوط لہجے کو محسوس کر کے رہ گئی۔

"بوبی! بیٹا ایسے نہیں سوچنا وہ آپ کے لیے ایسا تصور بھی نہیں کرسکتی' آپ نے دیکھا کہ پہلے وہ روز آتی تھی' مگر اب آپ کی بیماری کا سن کر بھی نہیں آئی۔" زینت نے نرمی سے سمجھایا۔

"میں خود چلا جاتا ہوں آپ ڈرائیور سے کہیں کہ گاڑی نکالے۔"

"نہیں آپ نہیں جاسکتے آپ اپنے خیالات بدلو وہ آپ سے ملنے آئے گی۔" زینت نے سمجھایا۔

"ماما! آپ میرے جذبات نہیں سمجھ سکتیں۔" اس نے گویا ماں کی نصیحت مسترد کردی۔ منہ پر تکیہ رکھ لیا۔ زینت سوچ میں پڑ گئی اور جانے کتنی دیر سوچ میں پڑی رہتی کہ آفس سے منیجر صاحب کے آنے کی اطلاع ملی۔ وہ دو روز سے آفس جا نہیں سکی تھیں۔ اس نے بوبی کو اسی حالت میں چھوڑا اور ڈرائنگ روم کی طرف چل دی۔ جہاں منیجر صاحب ضروری فائلوں سمیت اس کے منتظر تھے۔ اس نے ذہنی الجھن کے باوجود بغور تمام فائلوں کا جائزہ لیا اور دستخط کردیئے۔ منیجر صاحب کے لیے چائے منگوائی اور کہا۔

"اکرم صاحب! بوبی کے لیے میرے ساتھ والا آفس سیٹ کردیں جب تک اس کا ایم ایس سی میں داخلہ نہیں ہوتا وہ آفس آیا کرے گا' کچھ کام سیکھ لے گا۔"

"جی بہتر لیکن داخلے تو شروع ہونے والے ہیں۔ تعلیم مکمل کرلیں تو آفس سنبھال لیں گے۔"

"اگر داخلے شروع ہونے والے ہیں تو ٹھیک ہے ورنہ آفس سیٹ کرادیں۔"

"بیگم صاحبہ! ہفتے دس دن میں شروع ہوجائیں گے آپ فکر نہ کریں۔"

"ٹھیک ہے آپ خیال رکھیے گا۔" اس نے کہا۔

"اجازت۔"

"جی' ضرور۔" اس نے ہلکے سے مسکرا کر کہا۔ اکرم صاحب اٹھ کر چلے گئے' اور وہ پھر ایک بار گہری سوچ میں ڈوب گئی۔

❁......❁......❁

وہ کمپیوٹر پر ڈیٹا فیڈ کررہی تھی کہ نائب قاصد نے مرزا نوازش کا پیغام دیا۔ وہ اثبات میں گردن ہلا کر جلدی جلدی کام نمٹانے لگی۔ مگر چند منٹ بعد ہی مرزا نوازش خود وہیں آ گئے۔

"سر! میں ابھی حاضر ہونے والی تھی یہ دراصل ہادی صاحب نے کچھ کام دیا تھا' وہ کررہی تھی۔" مرزا نوازش کو بگڑے تیور لیے دیکھ کر اس نے بتایا۔

"اٹس اوکے مس شرمین۔" وہ سامنے پڑی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"جی نوازش صاحب۔" وہ متوجہ ہوئی۔

"شرمین! میں بہت اپ سیٹ ہوں۔"

"کیوں سر؟"

''وجہ تو معلوم ہے تمہیں۔'' وہ کچھ چڑ کر بولے کیونکہ وہ اپنے کام میں مصروف تھی۔

''کون سی وجہ سر!''

''شرمین! انسان کس سے بات کرے کوئی بھی تو اپنا نہیں' کبھی میرے بارے میں غور کیا تم نے۔'' وہ تقریباً غصے میں آ گئے جبکہ وہ اتنے ہی تحمل سے بولی۔

''نہیں تو۔''

''ظاہر ہے تمہیں کیا دلچسپی' ہم تو خاک ہو جائیں گے تمہیں خبر ہونے تک۔''

''سر! اس وجہ میں' میں کہاں سے آ گئی ہوں' کیا آپ میری وجہ سے اپ سیٹ ہیں۔'' اس نے کمپیوٹر پر سے توجہ ہٹا کر پوچھا۔

''ہائے ہائے! اللہ رے یہ سادگی' ہم آپ کے عشق میں مرمٹے ہیں اور آپ بے خبر ہیں۔'' وہ ماتھا پیٹ کر بولے۔

''نوازش صاحب! پلیز آپ کی ان غیر ضروری باتوں سے مجھے سخت اختلاف ہے۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''یہ غیر ضروری باتیں ہیں' کیا میں آپ سے محبت نہیں کرتا......؟''

''فارگاڈ سیک! ہزار بار میں نے آپ کو سمجھایا ہے کہ ایسی فضول باتیں مت کیا کریں۔'' وہ سختی سے بولی۔

''آپ سے محبت کرنا فضول بات ہے۔''

''جی ہاں! انتہائی فضول اور احمقانہ بھی آپ کو یہ سطحی پن زیب نہیں دیتا۔ گھر میں بیوی بچوں کے ہوتے ہوئے آپ محبت کرتے پھرتے ہیں' کیا سمجھ رکھا ہے آپ نے محبت کو مشغلۂ مذاق......'' وہ ہتھے سے اکھڑ گئی۔

''یوں کیوں نہیں کہتیں کہ تمہیں کسی اور کی تلاش ہے۔''

''سمجھ لیں ایسا ہی ہے تو پھر؟'' وہ بولی۔

''پھر یہ کہ ہم جیسا چاہنے والا کہیں نہیں ملے گا۔''

''مجھے آپ جیسا چاہنے والا چاہیے بھی نہیں۔''

''اگر کوئی نہ ملے تو......''

''تو میں زہر کھالوں گی۔'' اس نے معصومیت سے کہا۔

''ہمیں یاد کر لینا' تاکہ ہم آباد ہو سکیں۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولے۔

''آپ آباد ہیں' اور اسی پر قناعت کریں۔'' اس نے طنزیہ مشورہ دیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ آپ مجھے جہنم میں رہنے کا مشورہ دے رہی ہیں۔''

''اگر مرد باصلاحیت ہو' فہم و فراست سے کام لے تو جہنم گھر میں بدل سکتا ہے۔''

''تو تمہیں میں قصوروار لگتا ہوں۔''

''پلیز! مجھے آپ کے گھریلو معاملات سے کیا لینا دینا؟''

''ٹھیک ہے آپ کے دل میں میرے لیے محبت کہاں......؟'' وہ یہ کہہ کر آفس سے باہر نکل گئے اور وہ جان خلاصی پر لمبی سانس لے کر پھر سے کام میں مصروف ہو گئی۔

❁......❁......❁

دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا۔

کمرے میں گہرا اندھیرا تھا۔

سگریٹ کا دھواں اور بو فضا میں رچی بسی تھی۔ ایک دم ہی اس کا دم اکھڑنے لگا' کھانسی شروع ہوگئی۔ ہاتھ سے ٹٹول کر لائٹ آن کی۔ ایک لمحے تو کچھ دکھائی نہ دیا آنکھیں مل کر دیکھنے کی کوشش کی تو حیران رہ گیا۔ وہ بیڈ پر آڑا ترچھا لیٹا تھا قریب ہی ایش ٹرے رکھی تھی جو لبالب راکھ اور سگریٹ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں سے بھری پڑی تھی۔ صفدر کو غصہ آیا' جلدی سے کمرے کی کھڑکیاں کھولیں' پردے ہٹائے تو کمرہ روشنی سے بھر گیا۔

''میاں مجنوں صاحب! ابھی شام کے چار بجے ہیں اور آپ کے کمرے میں رات کے تین بج رہے تھے۔ پوچھ سکتا ہوں کیوں؟''

''بس یار! طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔'' وہ سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے بولا۔

''مان لیا کہ شیریں کے عشق نے نکما کر دیا ہے مگر ایسا بھی کیا میری جان۔'' صفدر نے چھیڑا۔

''بس پریشانی۔''

''پریشانی کیسی اور یہ کیا...... یہ فون کیوں پھینکا رکھا ہے۔'' صفدر نے قالین پر پڑے ٹیلی فون سیٹ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں بس رانگ نمبر تنگ کر رہا تھا' اس لیے۔''

''حیرت ہے کل تک تو تم تنگ کرتے تھے۔'' صفدر ہنسا۔

''چھوڑو اس کا میں نے دماغ ٹھکانے لگا دیا ہے۔'' سگریٹ کا کش لے کر دھواں فضا میں چھوڑتے ہوئے عارض نے کہا۔

''ظالم ہو تم' مگر ہر فرعون کے لیے موسیٰ تو ہوتا ہے' تمہارے لیے بھی اللہ نے غضب کی لڑکی بنائی ہے' ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ بڑی مشکل سے راضی ہوئی ہے۔''

''یعنی تم ناکام لوٹے ہو۔''

''کچھ کچھ کامیاب بھی' میری جان یہ بہت مشکل کام ہے' کسی لڑکی کو محبت کرنے پر مجبور کرنا' میرے جیسا سویلائزڈ آدمی یہ کام کر رہا ہے' کوئی سن لے تو میرے بارے میں کیا سوچے؟''

''او کم آن' میں اس کی محبت میں سرتاپا سلگ رہا ہوں' اسے بتاتا تھا۔'' وہ بیقراری سے بولا۔

''بتا دیا سب بتا دیا' اگر اس پر اثر ہوا تو' اور اثر کے چانسز کم دکھائی دیتے ہیں۔''

''نہیں صفدر! اسے میری محبت کا یقین کرنا ہوگا' میں اس کے بنا مر جاؤں گا۔''

''یار! یہ منفی باتیں نہ کیا کرو اللہ بہتر کرے گا' فی الحال اس نے سوچنے کا وعدہ کیا ہے آگے تمہاری قسمت یا نصیب۔''

''میں اس سے رابطہ کروں۔''

''دھیرج' دھیرج میرے یار! کیا ہو گیا تو تو دیوانہ ہی ہو گیا ہے۔'' صفدر نے کہا۔

''تو سچ کہتا ہے میں ایسا تو نہیں تھا اس لڑکی میں ایسا کیا ہے کہ میری کایا ہی پلٹ گئی ہے؟'' اس نے اعتراف کیا۔

''چلو دیر آید درست آید' بس وہ بھی تیرے بارے میں سوچنے لگے تو مزہ آجائے۔'' صفدر نے کہا۔

''اور تو سنا شادی کب ہے؟''

''آج امی نے تاریخ لینے جانا ہے' مجھے جلدی پہنچنے کو کہا تھا۔''

''بڑے افسوس کی بات ہے کہ میری ہونے والی بھابی کو میں نے نہیں دیکھا۔''

''ایک بار ہی دیکھ لینا۔''

"ٹھیک ہے میں نے بہت قیمتی ڈائمنڈ سیٹ پسند کررکھا ہے بھابی کے لیے۔"
"اتنے قیمتی تحفے ہم غریبوں سے برداشت نہیں ہوتے۔"
"تحفہ تیرے لیے نہیں ہے میری بھابی کے لیے ہے اور گاڑی کا کیا پروگرام بنایا' میری بات مان میری سوزوکی مہران زیرو میٹر کھڑی ہے وہ لے لے۔"
"یار! ایک وقت میں ایک ہی کام ہوسکتا ہے یا شادی کرلوں یا پھر گاڑی لوں۔"
"میں کون سا فوراً تجھ سے پیسے مانگ رہا ہوں' جب ہوں دے دینا۔" عارض نے کہا۔
"پھر بھی دوست ٹینشن تو رہے گی۔"
"بس کوئی ٹینشن نہیں تم اب ایک لفظ نہیں بولو گے' میں کل ڈرائیور سے گاڑی بھجوادوں گا۔" عارض نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔
"لیکن ایسے نہیں پہلے سودا طے کرو پھر۔" صفدر نے اپنی خوددار طبیعت کے مطابق کہا۔
"سودا بھی ہوجائے گا فی الحال گاڑی لو امی کو ہزار کام سے مارکیٹ جانا پڑے گا۔" عارض نے کہا' صفدر خاموش ہوگیا۔

✿......✿......✿

"شرمین! میں دیکھ رہی ہوں تم کچھ کھوئی کھوئی سی ہو۔" اماں نے سالن کا ڈونگا اس کے سامنے رکھتے ہوئے پوچھا۔
"آں...... ہاں نہیں تو۔" وہ سچ مچ چونک گئی۔
"کیا بات ہے مجھے بتاؤ؟" انہوں نے اس کی پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے پوچھا۔
"اماں! بس ایک الجھن ہے' سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟"
"اس کا مطلب ہے صبیح احمد نے تمہیں بھی فون کیا ہے۔" اماں کچھ نہ سمجھتے ہوئے وہ بات کہہ گئیں جو اپنی دانست میں انہوں نے چھپائی تھی۔
"کیا صبیح کا فون آیا تھا۔"
"ہنہ...... ہاں رات آیا تھا۔ اس کی امی کا انتقال ہوگیا ہے۔"
"او......! اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ نے میری بات کیوں نہیں کروائی؟"
"اب کسی بات کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔"
"اماں! بات وہ نہیں رہی لیکن اخلاقاً ہمیں اس کی ماں کے مرنے کا افسوس ہونا چاہیے۔"
"میں نے افسوس کرلیا تھا' اور ویسے بھی مرنے والی نے ہی تو تم سے دشمنی نکالی ہے۔" اماں کا لہجہ ایک دم تلخ ہوگیا۔
"چھوڑیں اماں' مرنے والوں سے کیا گلہ کرنا' قسمت اپنی ہی بری تھی۔"
"بہرحال صبیح احمد سے اب کوئی رابطہ نہیں کرنا۔"
"اماں! رابطے تو ختم ہی گیا ہے یہ آپ جانتی ہیں۔" اس نے افسردگی سے کہا۔
"پھر پریشان کیوں ہو؟"
"اماں! پریشانی کوئی ایک ہو تو کہوں' کوشش میں ہوں کہ کسی نتیجے پر پہنچ جاؤں۔"
"بات کیا ہے؟"
"بتاؤں گی فی الحال نہیں۔" اس نے کھانا ختم کرکے پانی پیتے ہوئے کہا۔
"اپنا خیال رکھا کرو۔" اماں نے برتن سمیٹتے ہوئے کہا۔

لے

''اماں! زینت آپا کا فون آیا تھا۔''

''نہیں' بوبی نے تمہارا پوچھا اور فون بند کردیا۔''

''میں اپنے کمرے میں جارہی ہوں' کچھ کام کرنا ہے آپ چائے بنادیں۔''

''میرا تو خیال ہے آرام کرو۔''

''نہیں اماں! چند ضروری فائلوں پر کام کرنا ہے' آپ چائے بنا کر آرام کریں۔'' اس نے کہا اور اپنے کمرے کی طرف آ گئی۔ فائلوں پر جھکی مگر ذہن بھٹکنے لگا۔

زندگی عجیب دوراہے پر آ کھڑی ہوئی تھی' صبیح احمد کے لیے دروازہ مستقل بند ہوچکا تھا' عارض دروازے پر دستک دے رہا تھا' بوبی سر ٹکرا رہا تھا۔ مرزا نوازش نے الگ جینا حرام کر رکھا تھا' ذہنی سکون اکارت ہوگیا تھا' کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کہاں جائے کیا کرے؟ ٹیلی فون کی گھنٹی نے اس کے خیالات کا سلسلہ منتشر کردیا۔

''ہیلو۔''

''شکر ہے آپ کی آواز تو سنائی دی۔'' دوسری طرف سے بوبی کی آواز ابھری۔

''کیسے ہو......؟''

''آپ نے آ کر دیکھا بھی نہیں۔''

''دفتر میں بہت مصروفیت تھی۔'' اس نے مختصراً کہا۔

''کیا ایک مرتبہ بھی میرا خیال نہیں آیا؟''

''اپنوں کا خیال نہ آئے یہ کیسے ممکن ہے؟''

''میں صرف اپنی بات کررہا ہوں۔'' اس نے جملے پر زور دے کر پوچھا۔

''میں بھی آپ کی بات کررہی ہوں' لگتا ہے ٹھیک ہوگئے ہو۔'' وہ موضوع بدلنے کے لیے بولی۔

''آپ کے عشق نے بیمار کر رکھا ہے۔''

''بوبی! بچے بات کرتے ہوئے غور کرلیا کرو۔'' اسے بہت برا لگا۔

''آپ کو میری یہ بات اتنی بری کیوں لگتی ہے؟''

''بس لگتی ہے اور لگنی بھی چاہیے آپ اس بے ہودہ بات سے پرہیز کیوں نہیں کرتے۔'' اس نے ترش لہجے میں کہا۔

''آپ کی محبت سے میں کیسے باز رہ سکتا ہوں؟''

''او کے اللہ حافظ۔'' اس نے سختی سے کہا اور فون بند کردیا۔ دل و دماغ میں بیزاری اور کوفت کے احساسات بیدار ہوگئے' اس نے سر کرسی کی پشت سے لگا کر آنکھیں موند لیں۔

❁......❁......❁

پرتکلف کھانا کھانے کے بعد حاجرہ خاتون نے مختصر سے جمع شدہ مہمانوں کو ڈرائنگ روم میں بیٹھنے کو کہا اور سب کے بیٹھتے ہی انتظار صاحب نے شادی کی تاریخ پڑھ کر سنائی اور تحریر شدہ کاغذ جہاں آرا بیگم کے ہاتھ میں تھمادیا۔ مبارکباد کا شور گونجا' جہاں آرا بیگم نے شکریہ ادا کرکے حاجرہ خاتون کو گلے لگالیا۔

''بس بہن! آج سے ٹھیک بیسویں دن' ہم اپنی بیٹی کو لینے آجائیں گے ان شاء اللہ۔''

''ان شاء اللہ! بہن جی زیبا اب آپ کی امانت ہی تو ہے۔'' انتظار صاحب نے کہا۔

''بس اللہ تعالیٰ ہماری خوشیوں کو نظر بد سے محفوظ رکھے..... آمین۔'' جہاں آرا بیگم نے کہا۔

”جہاں آرا بہن! جو کچھ چاہیے وہ بتا دیجیے۔“ انتظار صاحب نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

”انتظار بھائی‘ ہمیں ہماری بیٹی کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے‘ بس آپ اپنی محبتوں کے سائے میں اسے رخصت کردیجیے گا۔“ جہاں آرا بیگم نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

”بڑی مہربانی آپ کی ہمیں صفدر جیسا بیٹا مل جائے گا۔“ حاجرہ خاتون نے ہونے والے داماد کی تعریف کی۔

”بس یوں سمجھو حاجرہ بہن کہ صفدر ہیرا ہے‘ ہیرا۔“ تائی آپا نے درمیان میں ٹکڑا لگایا۔

”اللہ تعالیٰ میرے صفدر کو اپنی عنایتوں میں رکھے‘ مجھے یقین ہے کہ وہ زیبا بیٹی کو خوش رکھے گا۔ ان شاء اللہ۔“ جہاں آرا نے وثوق سے کہا۔

”بس بہن‘ ہماری ایک ہی بیٹی ہے اللہ اس کا نصیب اچھا کرے۔“ حاجرہ خاتون نے کہا۔

”فکر نہ کرو حاجرہ! زیبا راج کرے گی‘ صفدر بیٹا لاکھوں میں ایک ہے۔“ تائی آپا بولیں۔

”ہماری بیٹی سے ملوا دیں تو چلیں دیر ہو رہی ہے۔“ جہاں آرا نے کہا تو حاجرہ انہیں لیے اندر زیبا کے کمرے کی طرف آ گئیں۔ تائی آپا بھی پیچھے پیچھے تھیں۔ زیبا گھبرا کر اٹھ بیٹھی‘ ہلکے آسمانی سوٹ میں بھی اس کے چہرے کی زردی جہاں آرا کو چونکا سی گئی۔ خشک پپڑی زدہ ہونٹ‘ ویران آنکھیں...... اس نے سلام کیا‘ جہاں آرا نے پیشانی چوم کر پوچھا۔

”ارے میری بیٹی تو سوکھ کر کانٹا ہو گئی ہے آخر کیوں......؟“

”وہ...... وہ بس گھر سے رخصت ہونے کا صدمہ اس نے دل سے لگا لیا ہے۔“ حاجرہ نے جلدی سے کہا۔

”نہیں میرے بچے‘ وہ بھی تمہارا گھر ہے۔ دکھ کس بات کا؟“ جہاں آرا نے اسے گلے لگا لیا۔

”حاجرہ! بچی کی صحت کا خیال رکھو یہ تو زرد ہو گئی ہے۔“

”خیال تو بہت رکھ رہی ہوں پر جانے کیا سوچتی رہتی ہے؟“ حاجرہ نے بتایا۔

”ک...... کچھ نہیں اماں‘ میں نے کیا سوچنا ہے؟“ اس کی موہنی سی آواز ابھری۔ جہاں آرا مسکرا دیں۔ پرس سے ہزار کا نوٹ نکال کر اس کی مٹھی میں دبا دیا۔

”ایسا کرو زیبا کا جوڑا دے دو کپڑوں کی پیمائش کے لیے۔“ تائی آپا نے یاد دلایا۔

”ہاں! بیٹا بالکل ٹھیک پیمائش والا جوڑا دینا اور جوتے کا ناپ بھی لکھ دو۔“ جہاں آرا نے براہ راست زیبا سے کہا۔ وہ دھیرے سے اٹھ کر الماری کی طرف آئی اور ایک جوڑا نکال کر شاپر میں ڈال کے تائی آپا کو تھما دیا۔

”اور جوتے کا نمبر......“ تائی آپا نے پوچھا۔

”جی! چھ نمبر لے لیجیے گا۔“

”ٹھیک ہے اب اجازت دو حاجرہ بہن‘ صفدر انتظار کر رہا ہوگا۔“

”ٹھیک ہے۔“ حاجرہ نے مسکرا کر گردن ہلائی۔

”خدا حافظ۔“

”خدا حافظ۔“ ان دونوں نے ایک ساتھ کہا اور باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

✿......✿......✿

”امی! بڑی دیر لگائی آپ نے۔“ صفدر نے دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

”بیٹا! دیر سویر تو ہوتی ہے اس طرح کے موقعوں پر۔“ جہاں آرا نے جواب دیا۔

”خیر ہماری قید کا کون سا دن طے کیا گیا ہے؟“

''پگلا کہیں کا' شادی قید لگتی ہے تمہیں' یہ تو خوبصورت رشتہ ہے' بس اس کو بہت اچھے انداز میں قائم رکھنا' مضبوط بنانا' یہ گھر خوشیوں سے بھر جائے۔'' جہاں آرا کی آنکھیں خوشی سے بھر گئیں۔

''یہ رشتہ اس وقت تک مضبوط اور قائم رہے گا جب تک وہ آپ کی عزت اور احترام کرے گی۔'' صفدر نے ماں کے قدموں میں بیٹھ کر کہا۔

''شش! بیٹا ایسی باتیں نہیں کرتے' بس اچھا سوچتے ہیں۔'' جہاں آرا نے اس کے ہونٹوں پر ممتا بھرا ہاتھ رکھ دیا۔

''امی! مجھے آپ سے زیادہ کوئی پیارا نہیں ہوسکتا۔'' اس کی آنکھیں چھلک اٹھیں۔

''بیٹا! سب کی اپنی اپنی جگہ ہے' سب کو اس کے حصے کا پیار دینا چاہیے۔''

''امی! جیسا آپ چاہتی ہیں ویسا ہی ہوگا۔''

''جیتے رہو۔ یہ لو بسم اللہ پڑھ کر تاریخ پڑھو۔'' جہاں آرا نے گوٹے کناری سے سجا لفافہ اس کو تھما دیا۔ صفدر نے لفافہ کھولا تہہ شدہ کاغذ کھول کر پڑھا۔

''امی! اتنی جلدی پندرہ ربیع الاول' یعنی انیس دن بعد۔'' اسے حیرت ہوئی۔

''جی ہاں! اب حرکت میں آجاؤ' فہرست بناؤ سب کاموں کی' کارڈز چھپنے دو اور مہمانوں کی فہرست بھی بناؤ۔ شادی ہال بھی بک کراؤ۔'' جہاں آرا نے ایک ہی سانس میں کہا۔ صفدر ہنسنے لگا۔

''امی! بوتل کا جن باہر نکالتا ہوں جو پلک جھپکتے میں سب کام کردے گا۔''

''ہیں! انسان سے بڑا کوئی جن نہیں' سب کام تمہیں ہی کرنے ہیں۔ اس اپنے دوست کی مدد حاصل کرلو۔''

''ٹھیک ہے' ویسے کل گاڑی تو آجائے گی' پھر دیکھتے ہیں کہ کیا کرتا ہے؟''

''چھٹیاں لے لو۔''

''امی! چھٹیاں لے کر بھی ایک اکیلا آدمی اتنے سارے کام اتنے مختصر وقت میں کیسے کرسکتا ہے؟''

''اللہ سب کام کرا دیتا ہے' ہمت نہ ہارو' ہمارا لمبا چوڑا خاندان تو ہے نہیں' چند رشتے دار ہیں اور کچھ دوست احباب۔''

''امی جان! سب ہوجائے گا' ان شاء اللہ اب آپ فکر نہ کریں' بلکہ کھانا لگائیں۔''

''تم نے اب تک کھانا نہیں کھایا۔''

''کمال ہے آپ نہیں جانتیں کہ میں تنہا کھانا نہیں کھاتا۔''

''مگر بیٹا! رات کے بارہ بج رہے ہیں' انہوں نے کھانے کا انتظام کر رکھا تھا۔''

''اس کا مطلب ہے آپ نے کھالیا ہے۔''

''انکار کر نہیں سکتی تھی۔ میں تمہارے لیے کھانا لاتی ہوں۔''

''ٹھیک ہے لیکن آپ میرے پاس بیٹھیں گی۔''

''اچھا اچھا ٹھیک ہے۔'' جہاں آرا اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئیں۔

✿......✿......✿

اسے صبح سویرے لان میں ٹہلتا دیکھ کر خان دلاور صاحب کو حیرت ہوئی' وہ اسی طرف چلے آئے۔ اسے ان کے آنے کا قطعاً احساس نہیں ہوا۔ اپنی سوچوں میں گم وہ بس ٹہل رہا تھا۔

''آج سورج کس طرف سے نکلا ہے؟''

''او......! بابا آپ۔'' وہ چونکا۔

''عارض! خیریت تو ہے' کچھ پریشان دکھائی دے رہے ہو۔''
''نہیں تو بابا سب خیریت ہے۔'' ان کو مطمئن کرنے کے لیے وہ مسکرایا حالانکہ وہ سچ مچ ڈسٹرب تھا۔
''جان عزیز! یوں بیوقوف مت بناؤ' ہم آپ کے والد ہیں' بتاؤ کسی لڑکی کا چکر ہے کیا۔ آج کل بہت سمجھدار دکھائی دے رہے ہو' نہ لڑکیوں کے فون آ رہے ہیں' نہ پکنک پارٹی ہو رہی ہے۔'' خان دلاور صاحب نے چھیڑا۔
''بس بابا! میری سمجھ میں آپ کی اور صفدر کی باتیں آ گئی ہیں۔''
''ہاں! صفدر کا کیا حال ہے؟ آج کل دکھائی نہیں دے رہا۔''
''دراصل اس کی شادی ہو رہی ہے اس لیے بہت مصروف ہے۔''
''اچھا! ویری گڈ' آپ کب یہ خوشی پوری کرو گے؟''
''جس دن وہ مان گئی۔''
''ہوں......! وہ کون؟'' خان صاحب نے شریر نظروں سے دیکھا۔ وہ شرما سا گیا۔
''ہے کوئی۔''
''تو کیا مسئلہ ہے؟ اس کا رشتہ مانگتے ہیں فوراً۔''
''بابا' پہلے وہ راضی تو ہو جائے۔''
''تو وہ راضی کیوں نہیں ہو رہی ہے کیا کمی ہے ہمارے بیٹے میں۔'' خان صاحب نے گردن اکڑا کر کہا۔
''بابا! پسند اپنی اپنی خیال اپنا اپنا۔''
''او یار! ہمیں بتاؤ ہم اسے راضی کرتے ہیں۔''
''بابا! صفدر نے کوشش کی ہے' دیکھیں۔''
''ویسے ہماری مانو تو خود راضی کرو' کھل کر بات کرو یوں پریشان رہنے سے وہ راضی تو نہیں ہو جائے گی۔ خود کوشش کرو' آج اور ابھی کرو۔'' خان صاحب نے اس کی پیٹھ تھپکی۔ ایک لمحے وہ باپ کی طرف دیکھتا رہا اور پھر مسکرا کر گردن ہلا دی۔
''یہ ہوئی نا مردوں والی بات۔ اب دوسری بات یہ ہے کہ آپ کو اسی ہفتے امریکہ جانا ہے' نئی فیکٹری کے لیے تمام مشینری کی ڈیل ہو چکی ہے' صرف وہاں آپ نے چیک کر کے بک کرانی ہے اور پے منٹ کرنی ہے۔ آپ کے ساتھ پروڈکشن منیجر' پرچیز آفیسر بھی جا رہے ہیں۔''
''مگر بابا' صفدر کی شادی ہے' اس کام میں تو بہت دن لگیں گے۔''
''ہاں! تقریباً ایک ڈیڑھ مہینہ۔''
''بابا! صفدر کی شادی میں مس کیسے کر سکتا ہوں؟''
''بیٹا! جانا بھی ضروری ہے' آرڈر کینسل ہو جائے گا۔ آپ کی سیٹ کنفرم ہو چکی ہے۔''
''مگر بابا!''
''بیٹا' صفدر سے میں معذرت کر لوں گا۔''
''بابا! وہ خفا ہو جائے گا۔''
''نہیں وہ سمجھدار لڑکا ہے' سمجھ جائے گا۔ اب آپ اسے راضی کرو جو نہیں مان رہی۔'' خان صاحب نے کہا تو وہ اوکے کا اشارہ کر کے اندر کی طرف چل دیا۔ خان دلاور نے اطمینان بھری سانس لی کہ چلو کوئی لڑکی تو پسند آئی' ورنہ انہیں تو یہی فکر کھائے جا رہی تھی کہ اسے شادی کے لیے کیسے راضی کریں۔

❁.....❁.....❁

لائٹ براؤن لپ اسٹک برش کی مدد سے ہونٹوں پر لگا کر جلدی جلدی بالوں میں ہئیر بینڈ لگا کر وہ کمرے سے باہر نکلنے والی تھی کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

''اوہو! کس کا فون آ گیا' پہلے ہی دیر ہوگئی ہے۔'' اس نے جھنجلا کر فون اٹھایا۔

''ہیلو!''

''ہیلو شرمین!'' دوسری طرف سے صبیح احمد کی آواز ابھری وہ چونکی۔

''جی۔''

''شرمین! میں تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں' کیا وقت دے سکو گی؟''

''وقت تو پہلے ہی بہت دے چکی ہوں۔'' جملہ اس کی زبان سے پھسل گیا۔

''مجھے احساس ہے مگر......''

''اگر مگر کی اب گنجائش نہیں رہی۔''

''کیا مطلب؟ کیا میرے بارے میں فیصلہ بدل گیا ہے۔''

''شاید۔''

''فاریحہ جا چکی ہے' میری ماں جا چکی ہے' میری زندگی تنہا ہے' مجھے تمہاری ضرورت ہے۔'' صبیح احمد کے لہجے میں بے بسی و بے چارگی واضح محسوس ہو رہی تھی۔ مگر شرمین کے دل میں سوائے ہمدردی کے کوئی جذبہ بیدار نہیں ہوا۔

''بولو شرمین! میں آؤں کہ نہیں۔''

''صبیح احمد! بہت دیر ہو چکی ہے' کوئی دوسرا میری زندگی میں آ چکا ہے۔''

''مجھ سے معتبر! مجھ سے پیارا۔'' لہجے میں حسرت اور طنز دونوں نمایاں تھے۔

''صبیح احمد! کبھی دوسروں کو بھی معتبر سمجھ لیا کریں۔'' اس نے بھی طنزیہ جملہ کہہ دیا۔

''لیکن میں پھر بھی چند روز تمہارے جواب کا انتظار کروں گا۔''

''میرا خیال ہے انتظار بیکار ہوگا۔ میں نے دل سے کسی کو تسلیم کر لیا ہے اور اب کسی تبدیلی کی کوئی گنجائش نہیں۔'' اس نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

''اس کا مطلب ہے صبیح احمد کی محبت بھی بدل گئی۔''

''صبیح احمد کی محبت سچ مچ بدل گئی تھی۔''

''اوکے! میں مجبور نہیں کروں گا۔''

''کیونکہ آپ مجبور کرنے کا حق کھو چکے ہیں۔''

''ٹھیک ہے شرمین' حساب برابر ہوگیا' جو میں نے تمہیں دیا وہی تم نے مجھے لوٹا دیا۔''

''نہیں' تمہارے دیئے ہوئے کا کوئی حساب نہیں' میں نے تو آخری حد تک تمہیں پکارا ہے۔''

''چلو اب تو خوش ہو۔''

''اوکے' پھر بات ہوگی اس وقت میں جلدی میں ہوں۔''

''خدا حافظ' ہو سکے تو غور کرنا۔'' اس نے یہ کہہ کر فون بند کر دیا...... وہ چند لمحے کھڑی سوچتی رہی پھر غصے سے چلانے لگی۔

''ہنہ! بڑے آئے صبیح احمد ہمارے طلبگار بن کے' اس وقت کہاں تھے جب دھوکہ دے رہے تھے' سر پہ سہرا سجا رہے تھے اور اب جب بیوی نفرت سے منہ موڑ گئی تو میری یاد آ گئی۔ میں دوسری بیوی بن جاؤں' ضرورت پوری کردوں' کیوں؟ کیا میں اپنے وجود کا احساس نہیں رکھتی' میرا مان' میرا بھرم کچھ نہیں' خیرات میں بٹنے والی چیز ہوں میں...... نہیں' نہیں صبیح احمد اب کوئی تجھی ہوسکتا ہے' پر تم نہیں۔ تم سے ہونے والی محبت' نفرت اور بیزاری میں بدل گئی ہے۔ اب میرا پیچھا چھوڑ دو' چھوڑ دو۔'' اس کی پکار پر اماں بدحواسی کے عالم میں کمرے میں آ گئیں۔

''کیا ہوا میری جان؟''

''کچھ نہیں اماں' صبیح احمد کو اب میری ضرورت ہے۔'' وہ ہنسی۔

''یہ صبح صبح صبیح احمد کہاں سے آ گئے؟''

''فون آیا تھا' موصوف شادی کرنا چاہتے ہیں۔''

''ہرگز نہیں' اب تو سونے میں ڈھل کر بھی آ جائیں تو قبول نہیں۔''

''اسی لیے صاف انکار کردیا۔''

''بس اب اللہ کرے اچھا سا لڑکا مل جائے اور میں تمہاری شادی کردوں۔'' اماں نے پرشوق لہجے میں کہا تو اس کے دماغ میں عارض کا نام گھنٹیوں کی صورت بجنے لگا۔ چند لمحے وہ کھوسی گئی' پھر جلدی سے پرس اٹھا کر باہر نکل گئی۔

❁......❁......❁

وہ انہماک سے کام میں مصروف تھی' کہ انٹرکام چیخنے لگا۔

''ہیلو!''

''مس شرمین! آپ خدارا فوراً میرے دفتر میں آیئے۔'' مرزا نوازش کی منت بھری آواز ابھری۔

''سر! میں اشفاق اینڈ سنز کی فائل پر کام کررہی ہوں' ہادی صاحب نے مانگی ہے۔''

''او......! پلیز کچھ دیر کو آ جایئے' میں سخت پریشان ہوں۔''

''اوکے! میں آتی ہوں۔'' ناگواری سے اسے کہنا پڑا۔ اور مردہ قدموں سے مرزا نوازش کے کیبن میں آنا پڑا۔

''جی سر!'' اندر داخل ہوکر اس نے پوچھا۔

''شرمین میں بہت پریشان ہوں۔'' مرزا نوازش بے چینی کے عالم میں ٹہل رہے تھے۔

''خیریت سر!''

''خیریت ہی تو نہیں ہے' میری بیوی یعنی زبیدہ بیگم لڑ کر اپنے میکے چلی گئی ہیں۔ ناجائز لڑی ہیں' غلطی پر ہیں' پھر بھی بات سننے کو رضا مند نہیں۔'' وہ اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

''پھر......'' وہ اطمینان سے بولی تو وہ چڑ گئے۔

''پھر...... پھر سے کیا مطلب ہے آپ کا۔''

''میرا مطلب ہے سر! میں اس سلسلے میں کیا کرسکتی ہوں؟''

''مجھے مشورہ دو' میرا ساتھ دو۔''

''مطلب......''

''اگر تم میری شریک سفر بننے کے لیے تیار ہوجاؤ تو میں بچوں کو زبیدہ سے لے آتا ہوں۔''

''وہاٹ!'' وہ تقریباً چلا پڑی۔

"میں اس بدزبان عورت سے نجات چاہتا ہوں' مگر بچوں کی وجہ سے مجبور ہوں اگر تم......؟"

"فارگاڈ سیک! آپ جانتے ہیں کہ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کے گھر' بچے' بیوی اور ان کے درمیان میں' میں کہاں سے آ گئی؟"

"شرمین! میں تم سے بے پناہ محبت کرتا ہوں۔" وہ بے باکی سے بولے۔

"مجھ سے محبت کرتے ہیں' بچوں کی مجبوری ہے' جانے آپ کا کیا مسئلہ ہے؟ ایک طرف بیوی کو سمجھانا چاہتے ہیں' بچوں کو پریشانی سے بچانا چاہتے ہیں' اس میں میری محبت نہیں آپ کی غرض شامل ہے' بلاوجہ آپ میرا وقت ضائع کررہے ہیں۔"

"دیکھو! بدزبان عورت سے آج نہیں تو کل مجھے کنارا کرنا ہے' بہتر یہ ہے کہ میں جس سے محبت کرتا ہوں وہی میری زندگی بن جائے۔" انہوں نے پرامید نگاہوں سے دیکھا۔

"میں نے تو کبھی آپ سے محبت نہیں کی آپ میرے لیے ایسا کیوں سوچتے ہیں؟ یہ میں سمجھنے سے قاصر ہوں۔"

"مجھے یقین ہے کہ میں تمہیں محبت پر مجبور کردوں گا۔"

"نوازش صاحب! پلیز آپ اپنا گھر بچائیں' میں آپ کے لیے کچھ نہیں کرسکتی۔" وہ سچائی سے کہہ کر کھڑی ہوگئی۔

"مگر کیوں؟"

"اس لیے...... اس لیے کہ میں کسی اور سے محبت کرتی ہوں' اس سے شادی کا فیصلہ کرچکی ہوں۔"

"کیا......! کون ہے وہ؟"

"یہ بتانا ضروری نہیں' فی الحال آپ اپنے گھر کے بارے میں اب بہتر طریقے سے سوچیں۔"

"میں تو سوچتا ہوں' خدا کی قسم زبیدہ سے محبت ہے مجھے مگر وہ زبان سے نشتر لگاتی ہے......" وہ ایکدم ہی بیوی کی محبت میں رطب اللسان ہوگئے۔ شرمین ان کی اس کھلم کھلا منافقت پر ہنس دی۔

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں کہ آپ اب سمجھوتہ کرلیں' انہیں منالیں۔"

"شرمین! وہ بہت ناراض ہے کیا تم میرے ساتھ چل سکتی ہو؟"

"میں...... کہاں؟"

"زبیدہ کے پاس؟"

"نہیں' میرا جانا مناسب نہیں آپ اپنا معاملہ خود دیکھیں۔"

"وہ مان جائے گی نا۔"

"ہاں! آپ کوشش تو کریں۔" شرمین نے دلاسا دیا اور گردن کے اشارے سے اجازت لے کر باہر نکل آئی۔ اطمینان بھری سانس بھر کے اس نے اپنے کیبن کا رخ کیا...... بہت سا کام اس کا منتظر تھا' وہ سوائے ایک بات کے سب کچھ بھول کر کام میں مصروف ہوگئی' وہ ایک مرزا نوازش کی آواز میں اس کے دماغ میں گونجتی رہی۔ "کون ہے وہ؟" لکھتے لکھتے قلم رک گیا' وہ سچ مچ سوچنے لگی' صبح سے دوسری مرتبہ اس کے بارے میں سوچا تھا۔

"شرمین...... کیا واقعی وہ تمہاری زندگی میں آچکا ہے۔"

"ہنہ...... نہیں...... ہاں۔" وہ خود سے چونک کر بڑبڑائی۔ یہ سچ ہی تو تھا کہ عارض کو اس نے دل میں جگہ دے دی تھی۔

✿......✿......✿

ہوٹل کے خوابناک ماحول میں وہ اس کی سوچ سے بھی بڑھ کر حسین لگ رہی تھی۔ پہلی بار روبرو تھی۔ پلکیں اٹھاتی گراتی' کچھ سوچتی' کچھ بولنے کی کوشش میں مگن...... اس سمے وہ اس کے پاس تھی' نظروں کے سامنے

پہلی مرتبہ وہ خود کو دنیا کا حسین ترین اور خوش قسمت ترین انسان سمجھ رہا تھا۔ بارہا حسین لڑکیوں کے ساتھ لنچ اور ڈنر کیے مگر آج تو بات ہی اور تھی۔ ڈرتے ڈرتے بلایا اور وہ سچ مچ آ گئی۔ اس کے دل کو یقین آ گیا کہ وہ اس کی زندگی میں شامل ہونے کے لیے آئی ہے۔

"کچھ تو بولیں۔" اس کو خیالوں میں کھویا دیکھ کر وہی بولی۔

"دل چاہتا ہے اسی طرح دیکھتے دیکھتے عمر گزر جائے۔"

"حقیقت کی دنیا میں آیئے۔"

"شرمین! آپ نے میرے بیقرار دل کو سارے جہاں کا قرار دے دیا ہے۔"

"آپ کو یہ یقین کیسے ہوگیا کہ میں آپ کی محبت میں بیقرار ہو کر آئی ہوں۔" وہ کافی سنجیدگی سے بولی۔

"مجھے یقین ہی نہیں میرا ایمان ہے کہ محبت کی قوت آپ کو یہاں لائی ہے۔" وہ وثوق سے بولا۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ مجھے آپ کے دوست صفدر کی گزارش کھینچ لائی ہے۔"

"چلیے یونہی سہی وہ جی دار دوست ہے اس کی دوستی پر مجھے ناز ہے آپ اگر چاند پر بھی رہتیں تو وہ میری خاطر آپ کے پاس ضرور پہنچتا۔"

"خیر..... آگے بتایئے۔" اس نے پوچھا۔

"میں فقط آپ کو پرپوز کرنا چاہتا ہوں۔" وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا۔

"وجہ۔"

"مجھے آپ سے شدید محبت ہوگئی ہے اس لیے میں نے اپنے بابا کو بھی آپ کے بارے میں بتا دیا ہے۔"

"لیکن ابھی میں نے تو آپ کے بارے میں ایسا نہیں سوچا۔" ویٹر نے ان کا آرڈر سرو کیا..... وہ دھیرے دھیرے جوس پیتے ہوئے بولی۔

"تو سوچ لیجیے میں آپ کے بنا رہ نہیں پاؤں گا۔"

"اس بات پر مجھے یقین نہیں ہے یہ دنیا کسی کی مرضی اور خواہش کے مطابق نہیں چل رہی۔"

"محبت کی طاقت جانتی ہیں آپ۔" اس نے سوال کیا۔

"ہنہ! ضرورت اور مفاد کے لیے بدلنے کا نام آج کے دور میں محبت ہے۔" وہ طنزیہ مسکرائی۔

"پلیز! میری محبت کو اس کیٹگری میں شامل نہ کریں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا اور جیب سے ایک سرمئی مخملی ڈبیا نکالی اور اس میں سے جگمگاتی انگوٹھی نکال کر اسے ہاتھ آگے کرنے کا اشارہ کیا..... وہ ایکدم جز بز سی ہوگئی..... اسے پہلی ملاقات میں انگوٹھی پیش ہونے کا تو خیال بھی نہیں تھا..... وہ سوچ میں پڑ گئی۔

"پلیز شرمین! میری محبت کا یہ تحفہ قبول کرلو۔" اس قدر چاہت میں ڈوبے انداز میں اس نے کہا کہ اس نے دھیرے سے ہاتھ آگے بڑھا دیا اور عارض کے لب خوشی سے مسکرا دیئے۔ جگمگاتی انگوٹھی اس کی نازک سی انگلی میں پہنا کر اس نے ہاتھ چوم لیا۔ وہ بھی ہولے سے مسکرا دی..... ایک اطمینان بھری مسکان اس کے جسم و جان میں اتر گئی۔

دونوں کی نگاہیں باتیں کرتی رہیں..... کھانا اسی کیف و سرور کی حالت میں کھایا گیا..... وقت رخصت وہ بیقرار ہو کر بولا۔

"اب دوری سہی نہیں جائے گی..... میں بابا جان کو بھیجوں۔"

"ہنہ! ساتھ میں صفدر کو بھی۔"

''ہاں! مگر صفدر کی شادی ہے وہ آج کل بہت مصروف ہے اور مجھے بھی بزنس ٹور پر اسی ہفتے امریکہ جانا ہے۔''
''تو صبر سے کام لیں' واپسی پر بھیج دیجیے گا۔'' اس نے شرما کر کہا۔
''اوکے! لیکن روز ملاقات ہوگی۔''
''صرف فون پر۔''
''نہیں' رات کو باہر ملاقات ہوگی' اور پھر فون پر بات ہوا کرے گی۔''
''مگر......''
''شرمین پلیز انکار نہیں۔'' اس نے معصوم سی شکل بنائی۔
''اچھا جی ٹھیک ہے۔'' وہ بے بس ہوگئی اور اپنی گاڑی کی طرف بڑھ آئی۔ وہ دیر تک اسے کھڑا دیکھتا رہا اور پھر اپنی گاڑی کی طرف قدم بڑھائے۔
گاڑی کے ہارن کی آواز پر اماں نے گیٹ کھولا۔ وہ گاڑی اندر لے آئی۔ پورچ میں موٹر سائیکل کھڑی دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ بوبی آیا ہوا ہے۔ گاڑی لاک کر کے وہ ٹی وی لاؤنج میں داخل ہوئی تو اسے وہیں بیٹھا پایا۔
''السلام علیکم! اس نے مسکرا کر سلام کیا۔ وہ ایک دم متحیر سا کھڑا ہوگیا۔
سی گرین اور پنک کنٹراس سوٹ میں وہ اسے متحیر ہی تو کر گئی۔ ریشمی تراشیدہ بالوں کی شریر لٹوں سے کھیلتی وہ حد درجہ حسین لگ رہی تھی۔ اس کو حیران دیکھ کر اس نے اس کی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجائی۔ وہ چونکا۔
''مائی ڈیئر! کہاں کھوئے ہو؟''
''اوں...... ہاں! بہت حسین لگ رہی ہو۔''
''کب آئے......؟'' شرمین نے ایک دم ہی سنجیدگی اختیار کی۔
''بہت دیر ہوگئی آپ کا انتظار کر رہا تھا۔''
''اچھا خیریت۔'' وہ صوفے پر بیٹھ کر پرسکون انداز میں بولی۔
''ماما کو کچھ سمجھائیں وہ مجھے باہر بھیجنا چاہتی ہیں۔''
''کیوں......؟''
''اعلیٰ تعلیم کے لیے اور شاید......'' اس نے دانستہ جملہ نامکمل چھوڑ دیا۔
''اور شاید سے کیا مراد ہے؟''
''اور اس لیے کہ دور جا کر میں آپ کو بھول جاؤں گا۔'' وہ طنزیہ ہنسا۔
''بوبی! یہ تو طے ہے کہ تمہیں اپنی سوچ بدلنی ہے چاہے دور جا کر بدلو یا پاس رہ کر مگر بدلنی ہے۔'' اس نے بہت سنجیدگی سے کہا۔
''ٹھیک ہے پھر مجھے باہر کیوں بھیج رہی ہیں؟''
''اعلیٰ تعلیم کے لیے۔''
''نہیں وہ صرف آپ کی وجہ سے مجھے باہر بھیجنا چاہتی ہیں۔''
''دیکھو! یہ رنگ کیسی ہے؟'' شرمین نے انگوٹھی اتار کر اسے دکھائی۔
''بیوٹی فل۔''
''تھینک یو! انگوٹھی دینے والا اس سے بھی زیادہ حسین ہے۔'' اس نے آنکھوں میں روشنیاں بھرتے ہوئے بتایا۔ بوبی

کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔

''وہاٹ......! یہ انگوٹھی کسی نے دی ہے؟''

''دی نہیں، پہنائی ہے۔'' وہ شان تفاخر سے بولی۔ اسی اثنا میں اماں آ گئیں۔

''کون سی انگوٹھی؟''

''اماں! یہ آپ بھی دیکھیں، عارض نے پہنائی ہے۔'' اس نے اماں کے سامنے ہاتھ کر دیا۔

''ماشاءاللہ کس قدر خوبصورت ہے، کیا اس نے تمہیں......''

''جی اماں! اس نے مجھے پروپوز کیا اور میں نے قبول کر لیا۔''

''اللہ مبارک کرے۔'' اماں نے دعا دی اور اس کی پیشانی چوم لی...... بوبی کے چہرے کے تاثرات تبدیل ہو گئے تھے وہ سخت غم و غصے کا شکار ہوا۔

''بوبی! کھانا کھاؤ گے۔'' اس نے پوچھا۔ اس نے نفی میں گردن ہلائی۔

''میں نے فیرنی بنائی تھی وہ لے کر آتی ہوں۔'' اماں یہ کہہ کر کچن کی طرف گئیں تو وہ پھٹ پڑا۔

''میں تم سے محبت کرتا ہوں، تمہارے بغیر جی نہیں پاؤں گا، پھینک دو یہ انگوٹھی۔''

''بوبی! ہوش میں آؤ آپ کیا کہہ رہے ہو؟ ایک طرح سے میرا رشتہ طے ہو گیا ہے۔''

''اور میں...... میں کیا کروں؟''

''اپنی سوچ ٹھیک کرو، رشتوں کو پہچانو۔''

''محبت ہر بات سے بے نیاز ہوتی ہے۔''

''اپنی عمر دیکھو اور یہ فلاسفی کی باتیں صرف بچکانہ حرکت ہے۔''

''کچھ بھی کہو کوئی میری طرح تمہیں نہیں چاہ سکتا، میری محبت خالص ہے۔'' بوبی جذباتی ہو گیا۔

''بوبی! اماں ابھی آ جائیں گی، پلیز نارمل ہو جاؤ، میں نہیں چاہتی کہ وہ آپ کے لیے کچھ بھی برا سوچیں۔''

''مجھے کس جرم کی سزا دے رہی ہو۔'' وہ تقریباً رو دیا۔

''تمہاری سوچ تمہارا جرم ہے، میں نے کچھ نہیں کیا۔''

''میرے دل نے آپ کو چاہا اس میں میرا کیا قصور ہے؟''

''محبت میں زبردستی نہیں ہوتی۔ اگر محبت کے معنی سمجھتے ہو تو اس کا احترام بھی کرنا سیکھو۔''

''میں آپ کو نہیں بھول سکتا، کبھی نہیں۔'' وہ جھٹکے سے اٹھا اور چیخ کر کہتا ہوا چلا گیا۔ اماں ٹرے اٹھائے حیران پریشان سی آ کر بولیں۔

''اسے کیا ہوا؟ شعلے کی طرح بھڑکتا ہوا گیا ہے۔''

''چھوڑیں اماں! خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔''

''فیرنی کھا لیتا۔'' اماں کو افسوس ہو رہا تھا۔

''تھوڑی سی تو مجھے دیں۔''

''یہ بتاؤ کیا وہ شادی کرنا چاہتا ہے؟'' ایک دم ہی اماں نے عارض کے متعلق پوچھا۔

''ہوں! ایسا ہی کہہ رہا تھا۔''

''ان شاءاللہ ایسا ہی ہوگا، اللہ نے میری دعائیں سن لیں۔ بہت پیارا لگا تھا وہ مجھے۔'' اماں بہت خوش تھیں۔

''اس کا مطلب ہے وہ پیارا اور میں پیاری نہیں۔''
''ارے میری جان! تو تو چاند ہے چودھویں کا چاند۔'' انہوں نے اسے گلے سے لگالیا۔
''بس اماں! جانے کس کس کی وجہ سے میں نے اس کی بات مان لی؟'' وہ افسردہ ہوگئی۔
''کیا مطلب؟''
''مطلب! وہ صبیح احمد اسے اپنے سے دور رکھنے کے لیے۔'' وہ صرف صبیح احمد کا نام لے سکی حالانکہ بوبی اور مرزا نوازش سے بھی بچنے کا یہی واحد حل تھا۔
''ارے گولی مارو صبیح احمد کو، مطلبی خود غرض کہیں کا۔'' اماں نے حسب معمول صبیح احمد کو برا بھلا کہہ ڈالا۔
''اماں! اب تو وہ ہمیشہ کے لیے میری زندگی سے نکل گئے ہیں۔''
''بس اللہ مبارک کرے (آمین) صرف عارض کے لیے سوچو۔'' اماں نے سمجھایا اور وہ سچ مچ گردن ہلا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

❁......❁......❁

عارض کی دی ہوئی گاڑی دوڑاتا ہوا وہ اس کے پاس پہنچا۔ وہ باہر لان میں ہی اس کا منتظر تھا۔
''کہو کون سی قیامت آ گئی ہے رات کے بارہ بج رہے ہیں اور فوری آنے کا حکم صادر کردیا۔'' صفدر نے لان میں کین کی کرسی پر دھم سے گرتے ہوئے کہا۔
''بات ہی ایسی تھی۔'' عارض مسکرایا۔
''لاٹری نکل آئی ہے یا وہ مان گئی ہے۔''
''دوسری بات ٹھیک ہے۔''
''ہرے! میدان مارلیا، کب کیسے؟'' صفدر خوشی سے چلایا۔
''آج، کچھ دیر پہلے، ساتھ ڈنر کیا اور میں نے اسے انگوٹھی پہنادی۔''
''کیا؟ یعنی جھٹ پٹ بات انگوٹھی تک پہنچ گئی۔ یہ لڑکیاں بھی بس اوپر اوپر سے طرم خان بنتی ہیں اندر سے راضی ہوتی ہیں۔''
''او نہیں بابا! یہ بہت مختلف لڑکی ہے، میں نے بہت سی لڑکیوں سے چکر چلایا مگر جو بات اس میں ہے وہ کسی اور میں نہیں۔''
''ویسے بات تو سچ ہے، میں بھی مل کر بہت متاثر ہوا تھا۔''
''بس اب بابا کو اور تمہیں رشتہ لے کر جانا ہے۔''
''ابھی چلے جاتے ہیں، دونوں یار ساتھ شادی کرتے ہیں۔'' صفدر نے کہا۔
''جی نہیں، میں اسی ہفتے امریکہ جارہا ہوں۔ واپسی تقریباً مہینے بعد ہوگی تب آپ لوگ جاؤ گے۔''
''ہیں! یعنی میری شادی......''
''سوری تمہاری شادی میں بھی شریک نہیں ہوسکوں گا۔''
''کیا بکواس ہے، ایسا بالکل نہیں ہوسکتا۔'' صفدر غصے سے چلایا۔
''یار! بابا کو پتہ نہیں تھا، انہوں نے سیٹ تک کنفرم کرادی تھی، کہہ رہے تھے کہ تم سے خود معذرت کرلیں گے، ویسے وہ شادی میں شرکت کریں گے۔''

''بس ٹھیک ہے میں بھی اب تمہارے کسی کام آنے والا نہیں۔'' صفدر خفا ہوگیا۔
''میری جان! مجبوری ہے ورنہ یہ کیسے ممکن ہے کہ میں تمہاری شادی اٹینڈ نہ کرتا۔'' عارض اٹھ کر اس سے لپٹ گیا۔
''ٹھیک ہے ٹھیک ہے ایک ہی دوست ہے وہ بھی شادی میں شریک نہیں ہوگا۔'' صفدر نے منہ بنا کر کہا۔
''معافی دے دو پلیز۔'' عارض نے ہاتھ جوڑے تو صفدر مسکرا دیا۔
''تھینک گاڈ! تو مسکرایا تو۔''
''اچھا اب میں چلتا ہوں امی بہت سے کاموں کی فہرست بنائے بیٹھی ہوں گی۔''
''رات کے ایک بجے کون سے کام ہوں گے۔''
''بس وہ کام ذمے لگا کر سوئیں گی صبح مجھے کرنے ہوں گے۔'' صفدر اٹھتے ہوئے بولا۔
''او کے! اب شرمین سے رابطہ رکھنا۔''
''ہاں! شادی کارڈ دینے جاؤں گا۔'' صفدر نے چلتے چلتے پلٹ کر کہا۔
''اور کسی بھی قسم کا مسئلہ ہو کوئی ہیلپ چاہیے ہو تو بابا کو یاد رکھنا۔''
''جانے سے پہلے مل کر جاؤ گے نا۔'' صفدر نے گاڑی کی کھڑکی سے سر باہر نکال کر پوچھا۔
''ہاں! اور نہیں تو کیا۔''
''اپنا خیال رکھنا اور اس کا بھی خیال رکھنا۔ حسن والے انگوٹھیاں اتار بھی دیتے ہیں۔'' صفدر نے چھیڑا۔
''بکومت وہ ایسا کبھی نہیں کرسکتی۔'' عارض نے چلا کر کہا۔
''بہت یقین ہے۔'' صفدر ہنسا۔
''کیونکہ میں اس سے شدید محبت کرتا ہوں۔''
''اللہ کرے اسے تمہاری محبت پر اعتبار آجائے۔''
''کیا مطلب؟ اس نے بنا اعتبار کے انگوٹھی پہنی ہے۔''
''اچھا جناب! وہ آپ پر ایمان لے آئی ہیں اللہ آپ کی جوڑی سلامت رکھے۔'' صفدر نے کہا اور گاڑی نکال لے گیا۔

❁......❁......❁

''جناح میڈیکل کی پارکنگ میں گاڑی کھڑی کرکے وہ اور اماں تقریباً بھاگتی ہوئی اندر داخل ہوئیں۔ آئی سی یو کے باہر زینت آپا ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ کھڑی تھیں۔ ان کے دفتر کے ملازمین جمع تھے۔ انہیں دیکھ کر وہ روتی ہوئی اماں اور شرمین سے لپٹ گئیں۔
''اماں! میرا بوبی چلا گیا تو میں مرجاؤں گی۔''
''اللہ نہ کرے ایسی باتیں منہ سے نہیں نکالتے پر ایسا ہوا کیا رات تو وہ ہماری طرف سے ٹھیک ٹھاک آگیا تھا۔'' اماں نے کہا۔
''پتہ نہیں کیا ہوا آتے ہی کمرے میں بند ہوگیا میں خود دودھ لے کر گئی مگر دروازہ نہیں کھولا کچھ دیر میں نے انتظار کیا اور واپس آگئی پھر دل میں گھبراہٹ ہوئی تو میں نے ملازم سے کہہ کر کمرے کا لاک تڑوایا۔ بس اوندھے منہ بستر پر پڑا تھا بالکل ٹھنڈا برف کی طرح۔ فوراً ہسپتال لائے ہیں ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ اس نے کافی مقدار میں نیند کی گولیاں کھالی ہیں۔ رات سے اب تک ڈاکٹر اس کی طبیعت بحال کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔'' زینت نے پوری تفصیل بیان کی شرمین کا

دل کانپنے لگا اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ رات کی ایک ایک بات اسے یاد آ گئی۔ گم سم سی ایک طرف دیوار سے لگ کر کھڑی ہوگئی۔ زینت آپا کی حالت ناقابل بیان تھی ان کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ ''بوبی نے ایسا اس کی وجہ سے کیا ہے اگر اسے کچھ ہوگیا تو خود کو عمر بھر کیسے معاف کروں گی۔'' احساس جرم اور ندامت سے اس نے آسمان کی طرف نگاہ کی اور صدق دل سے اللہ سے بوبی کی جان بخشی کی دعا کی اپنے بے قصور ہونے کی فریاد کی بے شک اللہ دلوں کے بھید جانتا ہے مگر اس وقت بوبی آئی سی یو میں تھا اور باہر وہ سب بیتاب و بے چین مضطرب تھے گھڑی کی سوئیاں دھیرے دھیرے چل رہی تھیں بالآخر دن کے گیارہ بجے ڈاکٹرز نے باہر آ کر نوید سنائی کہ بوبی خطرے سے باہر ہے اس کا معدہ مکمل طور پر دوائیوں کے اثر سے صاف کردیا گیا ہے...... کچھ دیر بعد اس سے ملاقات کی جاسکے گی زینت آپا شدت جذبات سے مغلوب ہوکر وہیں فرش پر سجدہ ریز ہوگئیں۔ وہ ابھی تک بے سدھ پڑا تھا۔ ہوش میں آنے کے بعد اسے کمرے میں منتقل کرنا تھا۔ اس کی چلتی سانسیں ہی خوشی کی علامت تھیں۔ زینت نے باہر نکل کر منیجر کو کہا کہ ''چار بکرے صدقے میں دو اور کسی بھی یتیم خانے اور مدرسے کے بچوں کو پیٹ بھر کے اچھا سا کھانا کھلائیں۔ اللہ تعالیٰ نے میرے بچے کو نئی زندگی دی ہے۔'' منیجر صاحب او کے کہہ کر چلے گئے۔ اسی اثنا میں ایس ایچ او ڈاکٹر کے ہمراہ وہیں آ گئے۔

''بیگم صاحبہ! آپ سے کچھ بات کرنی ہے۔''

''جی فرمایئے!'' زینت نے کہا۔

''یہ بتایئے کہ آپ کے بیٹے نے خودکشی کی کوشش کیوں کی؟'' ایس ایچ او نے پوچھا۔

''کل میں نے اسے باہر یعنی ملک سے باہر بھیجنے کی بات کی تھی اس نے انکار کیا میں نے سختی سے ڈانٹا اور کہا کہ جانا ہے پھر یہ گھر سے چلا گیا واپس آیا تو کمرہ بند کرلیا لاک توڑا گیا تو یہ تقریباً بے سدھ پڑا تھا۔'' زینت نے بتایا۔

''آپ باہر کیوں بھیجنا چاہتی ہیں؟ ایک ہی بیٹا ہے آپ کا۔'' ایس ایچ او نے تنقیدی نگاہ سے زینت کو دیکھا۔

''بیٹے کی بہتری اور بھلائی کے لیے کل کو کاروبار اسی نے سنبھالنا ہے اعلیٰ تعلیم حاصل کرکے آئے اور بزنس سنبھالے۔''

''اور بوبی کیوں نہیں جانا چاہتا؟''

''نہیں معلوم بس یہی کہتا ہے کہ باہر نہیں جانا۔''

''اچھا یہ بتائیں کل گھر سے باہر کہاں گیا ہوگا؟'' شرمین کا دل دھڑکا۔

''نہیں معلوم پوچھنے کا موقع بھی نہیں ملا۔'' زینت نے کہا۔

''او کے! بیگم صاحبہ بیٹے کی نئی زندگی مبارک ہو آپ کو مگر بچوں کی پسند ناپسند کا خیال بھی بڑوں کو رکھنا چاہیے آپ اپنی مرضی مسلط نہ کریں۔'' ایس ایچ او نے کہا اور چلا گیا۔ شرمین کی جان میں جان آ گئی۔ زینت نے بھی اطمینان بھری سانس لی۔

❁......❁......❁

دوپہر کھانا لینے کے لیے وہ کچھ دیر کو زینت آپا کے گھر آئی۔ خانساماں کو کھانے سے متعلق ضروری ہدایات دے کر وہ بوبی کے کمرے میں آ گئی۔ سب چیزیں سلیقے سے رکھی تھیں۔ وہ ہر چیز کو ہاتھ لگا کر دیکھنے لگی۔ سب چیزوں سے بوبی کی آواز آ رہی تھی۔ اس نے الماری کھولی تو جیسے دنگ رہ گئی۔ اس میں اس کی فریم شدہ تصویر رکھی تھی۔ کوئی درجن بھر چھوٹی بڑی مخملی ڈبیاں رکھی تھیں۔ اس نے ایک کھولی تو سفید جگمگاتی ڈائمنڈ رنگ نے چونکایا...... حیرت سے ایک کے بعد ایک کھولتی گئی کسی میں رنگ تھی اور کسی میں چین کسی میں ایئر رنگ تھے اور کسی میں ناک کی لونگ سب بہت خوبصورت بہت قیمتی

تھیں، ثمرین نے پریشان ہو کر الماری بند کر دی اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ اسے بوبی کا رات والا جملہ یاد آنے لگا۔

''پھینک دؤ یہ رنگ اُتار دو۔''

''او میرے خدا! اس لڑکے کو ہدایت دے یہ مجھے بہت عزیز ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح یہ چاہتا ہے۔ وہ بہت رنجیدہ ہو گئی اتنی سرکش سوچ اور بے باک خیالات پر کیسے بند باندھا جائے۔ اس قدر جذباتی ہو کر تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے اور پھر عمر بھر اس خلش سے مجھے گزرنا ہوگا...... میں کیسے اپنا سامنا کروں گی اور کیسے زینت آپا کا وہ ان کی کل میراث ہے...... اس کے کچھ ہونے سے وہ تو سچ مچ مر جائیں گی......'' ایک شدید اذیت ناک کرب نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا...... وہ بے بس تھی لاچار تھی چاہتے ہوئے بھی بوبی کے لیے کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ بوبی کی ناسمجھی اور کم فہمی اسے کہاں کس مقام پر لے آئی تھی؟ وہاں سے واپسی بہت مشکل تھی۔ اس سارے عمل میں وہ مجرم بن گئی تھی۔ قصوروار تھی کہ بوبی کے کچے ناپختہ ذہن نے اسے من مندر میں بسا لیا تھا۔ وہ دکھی تھی پشیمان تھی اس نے تو کبھی بوبی کی حوصلہ افزائی نہیں کی تھی۔

وہ دلگرفتہ سی بیٹھی جانے اور کتنی دیر سوچتی رہتی کہ ملازم نے کھانا تیار ہونے کی اطلاع دی۔ وہ چونک کر اٹھی واش روم میں گھس کر منہ پہ پانی کے چھینٹے مارے اور باہر آ گئی۔ تولیے سے منہ صاف کر کے بالوں میں برش کر کے باہر نکل آئی ڈرائیور گاڑی میں بیٹھا اس کا منتظر تھا۔ اسی وقت موبائل فون بجنے لگا۔ گاڑی میں بیٹھ کر اس نے کال ریسیو کی۔

''ہیلو۔''

''ہیلو! کہاں ہیں آپ؟ آج آفس میں نہیں ہیں۔'' عارض نے پرتشویش لہجے میں پوچھا۔ اس نے بوبی سے متعلق پریشانی کی اطلاع دے دی۔

''او! او یری سیڈ! اب کیسی حالت ہے؟''

''خطرے سے باہر ہے۔''

''میرے لیے کوئی خدمت۔''

''تھینک یو۔'' اسے ایک دم ہی عارض کے لیے ڈھیر ساری محبت اپنے دل میں محسوس ہوئی۔

''رات کو ملاقات ہو سکے گی کہ نہیں۔''

''نہیں معلوم بوبی کی حالت پر منحصر ہے۔''

''دراصل صبح نو بجے میری فلائٹ ہے۔'' اس نے خواہش بھرے لہجے میں کہا تو وہ چند لمحے سوچنے کے بعد بولی۔

''او کے! رات آٹھ بجے آپ مجھے پک کر لیں گھر سے۔''

''او میری جان! تھینکس آ لاٹ۔'' وہ خوشی سے چلایا۔

''آپ تو بچوں کی طرح خوش ہو رہے ہیں۔'' اس نے شرارت سے کہا۔

''جس کو آپ جیسی چاہت مل جائے وہ خوشی سے پاگل ہی تو ہو جاتا ہے۔''

''ایسی بھی کوئی بات نہیں اب۔''

''بات تو اس سے بھی بڑھ کر ہے۔''

''اچھا بس اب زیادہ باتیں نہ بنائیں۔ خدا حافظ۔'' اس نے کہا اور فون بند کر دیا۔

شام کے سات بج رہے تھے۔

بوبی نے بوجھل بوجھل پلکیں اٹھائیں زینت کی آنکھیں ٹھنڈک سے بھر گئیں۔ اس کا ماتھا و چہرہ چوما اور ہاتھ چومنے

لگیں۔ اماں اور شرمین بھی قریب آ گئیں۔ ڈاکٹر نے مسکرا کر زینت کو مبارکباد دی۔ اور کہا کہ آپ چاہیں تو گھر لے جاسکتی ہیں۔

''بوبی...... بوبی...... میری جان کیسے ہو؟''

''مم مما! میں زندہ ہوں۔''

''ہاں! بچے اللہ کی مہربانی سے تم زندہ سلامت ہو۔'' زینت سے پہلے اماں نے محبت سے کہا۔

''بوبی! یہ کیسی بچکانہ حرکت کرتے ہو؟'' شرمین نے نرمی سے کہا۔

''آپ کو تو پتہ ہے۔'' زینت نے حیرت سے شرمین کو دیکھا۔ وہ گڑبڑا سی گئی۔

''زینت آپا! اجازت دیں مجھے ضروری کام سے جانا ہے' صبح ان شاء اللہ ملاقات ہوگی۔'' اس نے پرس اٹھاتے ہوئے کہا۔

''کیوں؟ آپ میں حوصلہ نہیں ہے سچ سننے کا یا بتانے کا۔'' بوبی نے براہ راست اسے پکارا۔

''بوبی! پلیز لیواٹ۔''

''وائے؟ سب کو پتہ کیوں نہ چلے کہ میں نے نیند کی گولیاں کیوں کھائیں؟ اور میں باہر کیوں نہیں جانا چاہتا؟''

''یہ تمہارا مسئلہ ہے' میرا اس سے کچھ کنسرن نہیں۔'' شرمین کو بھی غصہ آ گیا۔

''بوبی! بیٹا آپ کو آرام کی ضرورت ہے' کیوں بلاوجہ چیخ رہے ہو۔'' زینت کچھ نہ سمجھ کر بولی۔

''مما! پوچھیں شرمین جی سے کہ کل انہوں نے مجھے کیا کہا؟ اور کیسے میرا دل توڑا؟''

''بوبی! مجھے بلیک میل کرنے کی کوشش نہ کرو۔''

''بات کیا ہے؟ کل بوبی تمہاری طرف گیا تھا۔'' زینت نے تعجب سے پوچھا۔

''زینت آپا! بوبی کل آیا تھا' میں نے یہ انگوٹھی دکھائی اور بتایا کہ مجھے کسی نے پرپوز کیا ہے اور بس۔''

''اور تم نے مجھے بتایا بھی نہیں...... اتنی بڑی خوشی کی خبر۔'' زینت نے گلہ کیا۔

''کل ہی کی تو بات تھی' رات میں بوبی صاحب نے نیا چاند چڑھا دیا۔'' اس نے بات کا رخ شرارت سے دوسری طرف موڑ دیا۔

''شرمین جی! اس میں اصل بات تو آپ نے اب تک نہیں بتائی۔'' بوبی نے تیز اور تلخ لہجے میں کہا تو اسے غصہ آ گیا۔

''وہ سب آپ خود بتادو' میں جارہی ہوں' اور ہاں! اپنی غلطی پر شرمندہ ہوتے ہیں۔'' شرمین نے کہا اور اماں کو ساتھ لے کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ زینت آپا آوازیں دیتی رہ گئیں' مگر وہ نہیں رکی' زینت نے اگلے ہی لمحے بوبی کو استفہامیہ نظروں سے دیکھا۔

✿......✿......✿

وہ سینڈل پہن رہی تھی کہ گیٹ پر گاڑی کے رکنے اور ہارن کی آواز آئی۔ سیاہ اور فیروزی پرنٹڈ شیفون جارجٹ کے سوٹ میں ہلکے سے میک اپ کے ساتھ وہ خوشبو اڑاتی گیٹ سے باہر نکلی تو عارض ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا مبہوت سارہ گیا۔ فرنٹ ڈور کھول کر وہ بادصبا کی مانند اندر آ گئی۔ عارض کی نظریں اس کے حسین سراپا پر ٹک گئیں۔

''اوں ہوں! دیر ہورہی ہے۔'' اس نے مسکرا کر احساس دلایا تو وہ چونکا۔

''کتنی فرصت سے اور کتنی چاہت سے اللہ نے تمہیں بنایا ہے۔''

''جتنی فرصت اور چاہت سے آپ کو بنایا ہے۔'' نیوی بلو اسٹائلش شلوار سوٹ میں' شربتی آنکھوں سے مسکراتا وہ بھی تو

کسی طرح وجاہت میں کم نہیں تھا۔ شرمین کو اپنی قسمت پر بھی رشک آنے لگا تھا۔

''اس کا مطلب ہے ہم آپ کو پسند آ گئے ہیں۔'' اس نے جھک کر کان میں کہا تو وہ شرما گئی۔

''اب چلیے' دیر ہو رہی ہے۔'' اس نے کہا تو اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ ڈرائیونگ کے دوران بھی وہ بار بار اس کو ہی دیکھتا رہا۔ محبت کے خوابناک لمحوں میں کیسٹ سے نکلنے والے سریلے بول ماحول کو اور بھی رنگین بنانے لگے۔ ایک کیف سا چھانے لگا۔ عارض نے اس کا نرم و نازک ہاتھ اپنے ہاتھ میں دبا لیا۔ اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔

فائیو اسٹار ہوٹل کے پرسکون اور خوابناک ماحول میں بھی وہ ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔ نگاہوں سے پیار برستا رہا تھا۔ لبوں سے مسکان چھلکتی رہی۔

''میری واپسی پر بابا فوراً تمہاری طرف آئیں گے اور ذرا بھی وقت نہیں دیں گے۔ اس لیے یہ بلینک چیک ہے جو شاپنگ کرنی ہو کر لینا۔'' عارض نے جیب سے چیک نکال کر اس کی طرف بڑھایا۔ مگر اس کے چہرے پر ناگوار سلوٹیں ابھریں۔

''آپ نے مجھے فقط اتنا ہی سمجھا ہے کیا؟''

''جان! میں جلدی کی وجہ سے کہہ رہا ہوں۔''

''آپ بخیر وعافیت آ جائیں سب ہو جائے گا۔''

''مگر......''

''مجھے آپ کا انتظار رہے گا روپے پیسے کا نہیں۔'' وہ سنجیدگی سے بولی۔

''خواتین کی تیاری میں وقت لگتا ہے اس لیے میرا خیال تھا کہ پیچھے سے تم شاپنگ کر لینا۔''

''میں کر لوں گی' مگر اس چیک کی مجھے ضرورت نہیں۔'' اس نے نرمی سے کہا۔ مجبوراً عارض نے چیک واپس جیب میں رکھ لیا۔ اس کی اتنی صاف اور اچھی سوچ نے عارض کو مزید گرویدہ بنا لیا۔ اتنی دیر میں کھانا آ گیا' اچھے ماحول میں دونوں نے کھانا کھایا۔

❁......❁......❁

آفس میں زینت آپا کو دیکھ کر وہ متحیر رہ گئی۔

''خیریت! مجھے بلا لیا ہوتا'' اس نے اٹھ کر کہا۔

''بس یہاں آ کر بات کرنا زیادہ مناسب تھا۔''

''اچھا یہ بتائیں کیا لیں گی؟ ٹھنڈا یا چائے۔''

''کچھ نہیں' کسی چیز کی قطعاً طلب نہیں۔''

''اچھا! حکم...... بوبی کی طبیعت کیسی ہے؟''

''کافی بہتر ہے' گھر پر ہے۔''

''خیریت۔''

''شرمین! میں شرمندہ ہوں' بوبی کی ناسمجھی اور بچکانہ سوچ پر' مگر وہ اس پر قائم ہے...... جان تو دے سکتا ہے مگر تم سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں...... میری اس کی تفصیلی بات ہوئی ہے...... میرے بہت سمجھانے پر بھی وہ تمہیں بھولنے کو تیار نہیں۔'' زینت نے کہا۔

''زینت آپا! میں نے ہمیشہ بوبی کی حوصلہ شکنی کی ہے اسے سمجھایا ہے' یہ بات آپ کو تو اب پتہ چلی ہے' میں نے کبھی

اس پر یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں اس سے متاثر ہوں اس کو ہمیشہ سمجھانے کی کوشش کی ہے۔" اپنی دانست میں اس نے وضاحت کی۔

"شرمین! میں جانتی ہوں اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں بوبی کا ہی دیوانہ پن ہے مگر اس کا حل کیا ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں زینت آپا۔"

"شرمین! بوبی میرا اکلوتا بیٹا ہے اس کی خاطر تو میں نے زندگی کی خوشیوں کو ٹھوکر ماردی تھی۔ اب اس کی خوشی کے لیے میں سب کچھ کرنے کو تیار ہوں۔ مجھے بوبی کی خواہش پر کسی قسم کا اعتراض نہیں مگر......؟"

"اگر مگر کچھ نہیں زینت آپا میں نے بوبی کو چھوٹے بھائی سے زیادہ کچھ نہیں سمجھا میں رشتوں کا احترام کیسے بھلادوں ایک بچے کو کیا معلوم کہ آگ ہاتھ میں لینے سے ہاتھ بھی جلتے ہیں آپ بوبی کو سمجھائیں۔" شرمین ایک دم سنجیدہ ہوگئی۔

"میں تمہیں مجبور نہیں کرسکتی اسی لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ بوبی کو لے کر کینیڈا چلی جاؤں وقت اور دوری سے بوبی تمہیں بھولنے میں کامیاب ہوجائے گا۔"

"اور بزنس......"

"منیجر صاحب سنبھالیں گے اور پھر مجبوری بھی تو ہے بوبی سے بڑھ کر کچھ نہیں کچھ عرصے میں یہ وہاں سیٹ ہوگیا تو میں اسے بھیا کے پاس چھوڑ کر آجاؤں گی۔"

"مگر......" لفظ اس کے حلق میں دم توڑ گئے۔

"بس پیچھے سے تم نئی زندگی کا آغاز کرلینا میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

"شکریہ زینت آپا! لیکن ہم آپ کو بہت مس کریں گے۔"

"میں جانتی ہوں۔"

"کب جانا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"تقریباً اگلے ہفتے۔"

"بوبی رضامند ہوگیا۔

"ہاں! بس ایک بات اور تھی۔"

"کہیے!"

"نہ بوبی کا فون اٹینڈ کرنا نہ ملنا۔"

"اوکے۔"

"کینیڈا پہنچ کر میں رابطہ کروں گی۔" زینت یہ کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"اوکے اللہ حافظ۔" دونوں ایک دوسرے سے لپٹ گئیں۔ شدت جذبات سے پلکیں بھیگ گئیں۔

"اماں سے تو ملیں گی نا۔"

"مل کر آئی ہوں مزید ملاقات ہوگی۔ اللہ حافظ۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئی۔

(باقی ان شاء اللہ آئندہ ماہ)

یہ جان کر بھی کہ دونوں کے راستے تھے الگ
عجیب حال تھا جب اس سے ہو رہے تھے الگ
خیال اُن کا بھی آیا کبھی تجھے جاناں
جو تجھ سے دُور، بہت دُور رہے تھے الگ

کبھی کبھی انسان کے نظریات و خیالات پر ایسی ضرب پڑتی ہے کہ وہ خود ان نظریات کی نفی کرتا ہے جن پر کبھی اس کا یقین راسخ تھا۔ میرے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا ہے، میرے دوست مجھے منکر محبت کہتے تھے کیونکہ میں ان کی طرح دل ہتھیلی پر لیے نہیں پھرتا تھا لوگ کہتے ہیں محبت خود بخود ہو جاتی ہے وہ اچانک ٹڈی دل کی طرح حملہ کرتی ہے اور لمحوں میں سب صفایا کر دیتی ہے۔ ہر فالتو سوچ اور خیال کا نفی کر دیتی ہے دل میں صرف محبت رہ جاتی ہے اور بس لیکن مجھے اس سے اتفاق نہیں تھا جبکہ میرے دوستوں کا بھی یہی خیال تھا کہ محبت بس ایک نظر ایک لمحے کی بات ہے۔

"نہیں بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" میں نے کئی بار ان سے بحث کی تھی۔

"یہ بھلا کیسے ممکن ہے کہ آدمی کسی کو ایک نظر دیکھے اور اس کی محبت میں مبتلا ہو جائے ایک نظر تو صرف ظاہر پر پڑتی ہے اور ظاہر بھی کب پورا دکھتا ہے میرے دوست مجھے ہمیشہ قائل کرنے کی کوشش کرتے تھے خاص طور پر گوشی جو میرا دوست ہی نہیں میرا خالہ زاد بھی ہے اس کا نام تو شکیل

تھا لیکن گھر میں سب گوشی کہہ کر ہی بلاتے تھے۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اسے بھی محبت ہوگئی ہے' وہی ایک نظر والی محبت...... لیکن مجھے یقین نہیں تھا کہ اسے سچ مچ محبت ہوگئی ہے' ایسا تو صرف کہانیوں اور فلموں میں ہوتا ہے کہ ادھر کسی خوب صورت حسینہ پر نظر پڑی اُدھر دل پر ہاتھ رکھ کر پٹ سے گر گئے۔

''محبت کے لیے خوب صورتی کی شرط نہیں ہے۔'' گوشی کو جب سے محبت ہوئی تھی وہ کچھ کچھ فلسفی بھی ہوگیا تھا۔

''کیا بدصورت سے بھی ایک نظر میں محبت ہوجاتی ہے۔'' میرا انداز تمسخرانہ تو نہیں تھا لیکن میرا انداز ایسا ہی کچھ تھا۔

''چیزیں خوب صورت اور بدصورت ہوتی ہیں محبت نہیں۔'' گوشی سنجیدہ تھا۔

''محبت میں خوب صورتی اور بدصورتی بے معنی لفظ ہیں۔''

''اوہ گوشی خدا کے لیے اب یہ گھسا پٹا جملہ نہ کہنا کہ حسن دیکھنے والے کی آنکھ میں ہوتا ہے۔'' میں ہنسا تھا۔

''کچھ غلط بھی نہیں یہ۔'' وہ مسکرایا تھا۔

''محبت تمہاری آنکھ کو بدصورت بھی خوب صورت کر کے دکھاتی ہے اس لیے کہ محبت میں کچھ بھی بدصورت نہیں ہوتا' سب خوب صورت ہوتا ہے۔''

''تو کیا وہ...... میرا مطلب ہے جس سے تم محبت کرتے ہو خوب صورت ہے یا......'' میں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

''میں نے اسے خوب صورتی اور بدصورتی کے پیمانے میں تو کبھی نہیں جانچا۔ بس میں نے اسے دیکھا اور میرا دل اس کی محبت سے لبالب بھر گیا' یہ تو کوئی عام نظر ہی فیصلہ کرسکتی ہے کہ وہ خوب صورت ہے یا نہیں۔ میری نظر تو محبت کی نظر تھی اور محبت کی نظر ہمیشہ خوب صورت ہی ہوتی ہے۔''

گوشی کی ساری منطقی باتیں سننے کے باوجود میں محبت پر اس طرح یقین نہیں رکھتا تھا جس طرح اسے اور دوسرے دوستوں کو تھا۔ میں محبت کی طاقت کو مانتا تھا اور مجھے صنف نازک کی کشش کا اعتراف بھی تھا۔ ظاہر ہے نیگٹو اور پازیٹو کا ایک دوسرے کی طرف کھنچنا نیچرل ہے لیکن میں یہ ماننے کے لیے تیار نہ تھا کہ محبت اس طرح اتنی جلدی محض ایک نظر میں ہوجاتی ہے۔ ہاں ایک نظر میں پسندیدگی تو ہوسکتی ہے' محبت نہیں۔ یہ میرا حتمی فیصلہ تھا محبت تو ہولے ہولے اپنی جگہ بناتی ہے پہلے دل کی دھرتی پر اس کی نمو ہوتی ہے پھر پہلے ننھی سی کونپل' کونپل سے پودا اور پھر تناور درخت بنتی ہے اور پہلی نظر تو صرف ظاہر کو دیکھتی ہے۔ باطن کی خوبیاں تو ہولے ہولے کھلتی ہیں اس کے علاوہ بھی میرا ایک نظریہ تھا جس سے گوشی کو شدید اختلاف تھا۔

میں کہتا تھا کہ پہلی نظر میں کسی معذور یا کسی ایسے شخص سے محبت نہیں ہوسکتی جس میں کوئی جسمانی نقص ہو کیونکہ پہلی نظر تو ظاہر ہی دیکھتی ہے جب ظاہر ہی قبول نہ ہو تو پھر نگاہ تو ظاہر سے ہی پلٹ آئے گی نا...... لیکن گوشی کے پاس اپنے چچازاد بھائی کی مثال تھی جو ایک بڑا افسر تھا لیکن جس نے ایک معذور لڑکی سے محبت کی اور پھر خاندان بھر کی مخالفت کے باوجود اس سے شادی کی جبکہ اس کے ظاہر میں سوائے اس کے لمبے بالوں کے اور کوئی خوب صورتی نہ تھی۔

''یہ صرف محبت نہیں ہے گوشی!''

میرا دل مانتا نہیں تھا کہ ایک ایسا شخص جس کے آگے پیچھے لڑکیاں گھومتی ہوں تو وہ ایک ایسی لڑکی کی محبت میں کیسے گرفتار ہوسکتا ہے جو اپنے پاؤں پر کھڑی بھی نہ ہوسکتی ہو' جس کا ظاہر بھی اٹریکٹ نہ کرتا ہو۔ وہ بہت عام سی بہت معمولی شکل کی لڑکی تھی' میں نے ایک بار گوشی کے گھر اسے دیکھا تھا۔

''نہیں گوشی اس محبت کے پیچھے کچھ اور بھی ہے' دولت جائیداد......''

''نہیں میرے کزن کو اس کی دولت جائیداد سے کوئی سروکار نہیں' وہ اس کے ذہن اور سوچ کی خوب صورتی سے

متاثر ہوئے ہیں۔"

"ضرور کوئی بات تھی میں جانتا تھا لیکن گوشی خود مریض محبت تھا اس لیے میں اسے قائل نہیں کرسکتا تھا۔ اسے تو کائنات کی ہر چیز محبت کا ترانہ سناتی دکھائی دیتی تھی۔ وہ ایک ایسی لڑکی کی محبت میں تڑپتا تھا جو اسے ایک جھلک دکھا کر غائب ہوگئی تھی' مجھے اس کی حالت پر ترس بھی آتا تھا اور ہنسی بھی اور مجھے یہ بھی یقین تھا کہ یہ عارضی کیفیت ہے۔ کچھ عرصہ بعد وہ اسے بھول چکا ہوگا' بھلا ایک نظر دیکھ کر کوئی کیسے عمریں بتا سکتا ہے۔

اور میں جو اس کا مذاق اڑاتا تھا ہرگز نہیں جانتا تھا کہ میں کسی روز ایسی نظر کا اسیر ہوجاؤں گا۔ ہاں وہ ایک نظر ہی تھی جو اس پر پڑی تھی اور پھر پلٹنا بھول گئی تھی۔ اس روز میں اپنی خالہ کے گھر ان کی مزاج پرسی کے لیے گیا تھا پچھلے دنوں وہ کچھ بیمار ہوئی تھیں اور میرے علاوہ گھر کا ہر فرد ہی ان کی مزاج پرسی کرآیا تھا اور اماں مجھے بھی کئی دفعہ کہہ چکی تھیں کہ مجھے بھی خالہ کے گھر جانا چاہیے سو اس روز میں یونیورسٹی سے سیدھا خالہ کے گھر چلا گیا اور پھر لاؤنج میں قدم رکھتے ہی ٹھٹک کر رک گیا تھا۔ وہ بالکل سامنے ہی صوفے پر بیٹھی تھی اس نے نظریں اٹھائی تھیں' اس کی پلکیں بھیگی بھیگی تھیں اور رخساروں پر ہلکی سرخی تھی شاید وہ کچھ دیر پہلے روئی تھی وہ نچلے ہونٹ کو بے دردی سے کچل رہی تھی اس کی آنکھیں اس وقت مجھے سمندروں سے مشابہ لگی تھیں اس نے فوراً ہی نظریں جھکالی تھیں اس کی پلکوں کی جھالروں کا سایہ اس کے رخساروں پر پڑ رہا تھا۔ میں مبہوت سا اسے دیکھ رہا تھا' وہ واقعی اتنی خوب صورت تھی یا مجھے لگی تھی شاید یہ سب میری نظر کا فتور تھا۔ وہ کچھ گھبرا سی گئی تب ہی خالہ لاؤنج میں آگئیں۔

"ارے صائم بیٹا تم...... شکر ہے تمہیں بھی خیال آگیا ورنہ میرا خیال تھا موت کی خبر سن کر ہی آؤ گے۔"

"سوری خالہ......" میں شرمندہ ہوا۔ "اب کیسی ہیں آپ؟"

"اللہ کا شکر ہے بیٹھو تم کھڑے کیوں ہو۔" اور پھر صوفے پر بیٹھی ہوئی لڑکی کی طرف دیکھا جو کچھ بے چین سی لگ رہی تھی۔

"یہ ماہ نور ہے صائم!" میں نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔ "آپا عطیہ کی بیٹی!"

"اوہ' اچھا۔" میرے لبوں سے نکلا۔ آپا عطیہ ان کی بڑی نند تھیں اور قصور میں رہتی تھیں۔ میری نظروں نے پھر اسے حصار میں لیا تھا۔

"اور ماہی یہ میرا بھانجا ہے صائم!" خالہ نے تعارف کروایا تو اس نے بس ایک نظر مجھے دیکھ کر سر جھکا لیا تھا۔

میں نے اس سے پہلے ماہ نور کو نہیں دیکھا تھا اور اگر دیکھا بھی تھا تو یاد نہیں تھا۔ میں خالہ کے گھر کم ہی آتا تھا اور اگر زیادہ بھی آتا ہوتا تو تب بھی عطیہ آپا قصور میں رہتی تھیں تو کبھی کبھار ہی بھائی کے گھر آتی ہوں گی اور اب بھی یقیناً خالہ کی مزاج پرسی کے لیے آئی ہوں گی گو مجھے وہ یہاں نظر نہیں آئی تھیں لیکن ظاہر ہے ماہ نور اکیلی تو نہیں آئے گی۔

میں جو کہتا تھا کہ ایک نظر صرف ظاہر پر پڑتی ہے اور محبت کے لیے وہ ایک نظر کافی نہیں ہوتی۔ میری نظر نے بھی ظاہر کا احاطہ کیا تھا لیکن اس رات مجھے نیند نہیں آئی تھی' ایک انوکھی سی تڑپ تھی جو تکلیف نہیں دیتی تھی بلکہ میٹھی میٹھی سی کسک تھی جو جگاتی تھی اور آنکھوں کے سامنے بار بار وہ بھیگی پلکیں آجاتی تھیں۔

"کیا یہ محبت ہے؟" میں چونکا تھا۔

"نہیں بھلا محبت کیسے ہوسکتی ہے؟" میں نے بار بار اپنے آپ کو جھٹلایا تھا۔

"ایک نظر دیکھ کر کوئی کیسے کسی کی محبت میں مبتلا ہوسکتا ہے۔" میری اپنی آواز میرے کانوں میں آئی تھی اور میں حیران ہوا تھا کہ ایک نظر دیکھ کر محبت تو نہیں ہوسکتی پھر یہ کیا ہے شاید ہمدردی...... ہاں ہمدردی ہی ہوسکتی ہے۔

اس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں اور وہ اس طرح ہونٹ کاٹ رہی تھی جیسے کسی شدید درد کو برداشت کررہی ہو یا پھر تجسس کہ وہ کیوں روئی تھی۔

تو ثابت ہوا کہ یہ محض ہمدردی تجسس یا پھر اس سے ملتا

جلتا کوئی احساس تھا جو مجھے اسے سوچنے پر مجبور کررہا تھا۔ میں نے خود کو تھپکی دی۔

"یعنی میں صائم ربانی کیسے ایک نظر دیکھ کر کسی کی محبت میں گرفتار ہوسکتا ہے لیکن وہ لڑکی خالہ کی نند کی بیٹی' کیا نام تھا اس کا ماہی...... ہاں ماہی...... ما...... ہی۔" میں نے زیرلب دہرایا تھا کتنا انوکھا سا نک نیم ہے۔ میرے تصور میں اس کا سراپا لہرایا۔ وہ پتا نہیں کیوں رو رہی تھی اب میں سوچ رہا تھا۔

مجھے اس میں تو قطعی کوئی شک نہیں تھا کہ وہ چند لمحے پہلے روئی تھی۔ شاید وہ بیمار ہو' کچھ لڑکیاں بڑی نازک مزاج ہوتی ہیں ذرا سا سر میں درد بھی ہو تو رونے لگتی ہیں۔ جیسے میری بہن گڑیا' چھوٹی سی بات پر بھی اس کے آنسو نکل آتے ہیں لیکن وہ لڑکی یعنی ماہ نور...... میں نے آنکھیں بند کرکے تصور میں اسے دیکھا۔

"نہیں' کوئی ذرا سی بات نہیں ہوسکتی۔" وہ کرب جو اس کی آنکھوں سے جھلکتا تھا وہ ذرا سی بات کیسے ہوسکتی ہے تو شاید اس کا کوئی بہت پیارا بیمار ہو یا پھر...... "میں خود ہی اندازے لگاتا اور خود ہی رد کرتا رہا پھر سوچا اماں سے پوچھتا ہوں کہ آپا عطیہ کے گھر میں سب خیریت ہے نا' بیڈ سے نیچے اترتے ہوئے میری نظر کلاک پر پڑی تین بج رہے تھے۔ میں اپنی بے خودی پر شرمندہ ہوتا اور خود کو لعنت ملامت کرتا ہوا لائٹ آف کرکے بیڈ پر لیٹ گیا تھا اور میں نے آنکھیں بھی موند لی تھیں پھر مجھے پتا نہیں کب نیند آئی تھی لیکن جتنی دیر جاگتا رہا اسی کے متعلق سوچتا رہا تھا۔

صبح جب میں اٹھا تو تب بھی میرے ذہن میں کہیں اس کا خیال تھا تب ہی تو میں اماں سے پراٹھا لیتے ہوئے بے اختیار پوچھ بیٹھا۔

"یہ خالہ کی جو نند ہیں نا عطیہ آپا ان کے ہاں سب خیریت تو ہے نا؟"

"ہاں ہاں سب خیریت ہے۔" اماں نے دوسرا پراٹھا اٹھا کر ابا کی پلیٹ میں رکھا تھا۔ "لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو؟" اب ان کی نظریں مجھ پر تھیں۔

"یونہی خالہ بتا رہی تھیں کہ عطیہ آپا آئی ہوئی ہیں۔"

"ہاں تو خیریت سے ہی آئی ہیں' بھائی کا گھر ہے۔ ماہ نور کو پیپرز دلوانے لائی ہیں۔ ماہ نور کے والد بھی ساتھ ہیں' تمہاری ملاقات نہیں ہوئی ان سے؟"

"نہیں' گھر پر تو صرف خالہ اور وہ...... ماہ نور تھی۔" اماں کو جواب دے کر میں نے سوچا تو محترمہ کا کوئی پرچہ وغیرہ خراب ہوگیا ہوگا اور گڑیا کی طرف متوجہ ہوگیا جو ہمیشہ کی طرح ناشتا کرنے میں نخرے کررہی تھی اور ابا اسے نوالے بنا بنا کر کھلا رہے تھے حالانکہ وہ ساتویں کلاس کی طالبہ تھی ایک لمحہ یا شاید چند لمحوں کے لیے لگا تھا مجھے کہ اس کا خیال ذہن سے نکل گیا ہے۔ مسئلہ حل ہوگیا ہے تو مجھے اب اس کے متعلق کیا سوچنا لیکن جب میں نے چائے کا کپ اٹھایا تو وہ بھیگی پلکیں پھر تصور میں ہلچل مچانے لگیں۔

خالہ جب مجھے وہاں لاؤنج میں بیٹھا چھوڑ کر خود چائے بنانے چلی گئی تھیں تو مجھے لگا جیسے اسے میرا وہاں رکنا اچھا نہیں لگا تھا شاید وہ جی بھر کر رو کر اپنے دل کی بھڑاس نکالنا چاہتی تھی اور میں نے آکر اسے ڈسٹرب کردیا تھا۔

"آپ کو شاید اچھا نہیں لگ رہا میرا یہاں بیٹھنا' میں......"

"نہیں' نہیں۔" اس نے میری بات کاٹی تھی۔ "میں تو بس...... مجھے بھلا کیوں اچھا نہیں لگے گا' آپ کی خالہ کا گھر ہے۔" میں اس کی آواز کی نغمگی میں کھو گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھ ایک دوسرے سے رگڑتے ہوئے مضطرب سی لگ رہی تھی اور چائے پیتے ہوئے اس کے وہ نازک لانبی انگلیوں والے ہاتھ میری آنکھوں کے سامنے آرہے تھے۔ ٹیبل پر میرے علاوہ اماں' گڑیا اور ابا بھی تھے لیکن میں تو جیسے اپنے خیالوں میں گم تھا۔

"آج یونیورسٹی نہیں جانا کیا؟" اماں پوچھ رہی تھیں۔

"ہاں جانا ہے۔" میں نے چونک کر خالی کپ ٹیبل پر رکھا اور کھڑا ہوگیا۔

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے نا صائم!" اب اماں تشویش سے مجھے دیکھ رہی تھیں۔

"بالکل ٹھیک ہوں اماں۔" میں نے اماں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہلکے سے دباؤ سے انہیں یقین دلایا اور کمرے میں آ کر آئینے میں کتنی ہی دیر تک خود کو دیکھتا رہا کہ کیا میں شکل سے کچھ بیمار لگ رہا ہوں کیونکہ اماں نے میری یقین دہانی پر اعتبار نہیں کیا تھا اور پیچھے سے آواز دے کر کہا تھا۔

"صائم بیٹا اگر طبیعت ٹھیک نہیں تو یونیورسٹی مت جانا۔"

"یہ مائیں بھی نا۔" میں مسکرا کر آئینے کے سامنے سے ہٹنے ہی لگا تھا کہ آئینے سے دو بھیگی پلکوں والی دلکش آنکھیں جھانکنے لگی تھیں۔ میں نے جھنجلا کر فائل اٹھائی اور کمرے سے باہر نکل گیا خوامخواہ محترمہ آنکھوں کے راستے دل میں گھسنے کی کوشش کررہی تھیں۔

یونیورسٹی میں میرا دھیان بالکل بھی لیکچر کی طرف نہیں تھا' میں سر عثمان کا پیریڈ اٹینڈ کر کے کینٹین میں آ گیا تھا کچھ دیر بعد گوشی بھی چلا آیا۔

"کیوں سر عابد کی کلاس میں نہیں جاؤ گے۔"

"نہیں' موڈ نہیں ہے۔" میں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"کیوں خیریت؟" گوشی بیٹھ گیا۔

"ہاں بس آج پڑھنے کا جی نہیں چاہ رہا' سوچ رہا ہوں گھر چلا جاؤں۔"

"لیکن آج تو ہمیں سمیر نے لنچ دینا ہے۔"

"اوہ......" مجھے یاد آ گیا کتنی مشکلوں سے تو وہ ہمیں ون ڈش میں لنچ پر لے جانے کے لیے راضی ہوا تھا۔ پچھلے ایک سال سے وہ ٹال رہا تھا اور یہ لنچ اس پر ڈیو تھا۔

"ٹھیک ہے مجھے خیال نہیں رہا تھا' اب گھر نہیں جاتا۔"

"تو چلو پھر کلاس میں چلتے ہیں۔"

"نہیں یار گوشی تم جاؤ۔" لیکن گوشی نے بھی کلاس اٹینڈ نہیں کی اور ہم نے کوک اور سموسے منگوائے اور کوک پیتے ہوئے میں نے گوشی سے پوچھا۔

"جب تمہیں محبت ہوئی تھی گوشی! تو شروع میں کیا محسوس کیا تھا؟" میں یہ پوچھنا نہیں چاہتا تھا بس غیر ارادی طور پر میرے لبوں سے نکل گیا تھا لیکن گوشی اچھل پڑا۔

"کیا تمہیں بھی محبت ہوگئی ہے؟"

"نہیں یار......" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "یونہی پوچھ رہا تھا۔"

"اوہ......" اس کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔ "میں سمجھا تم نے محبت کو تسلیم کرلیا ہے۔"

"میں نے پہلے بھی کبھی محبت سے انکار نہیں کیا یار لیکن میں اس طرح کی محبت کا قائل نہیں ہوں کہ دیکھا اور بس اسیر محبت ہوگئے۔ میرے ساتھ ایسا نہیں ہوسکتا مجھے اگر کسی سے محبت ہوئی تو مجھے بہت وقت لگے گا اس کے اندر حسن کو پرکھنے اور جانچنے کا' میں صرف ظاہر پر مرنے والا نہیں ہوں۔

"یعنی تم بہت ٹھونک بجا کر محبت کرو گے۔"

"ایسا ہی سمجھ لو۔" میں نے کوک کا آخری گھونٹ لیا۔

لیکن میں غلط نہیں کہہ رہا تھا' محبت نے اچانک ہی مجھ پر حملہ کیا تھا اور اپنے سوا دل میں کچھ بھی رہنے نہیں دیا تھا میں نے گوشی سے تو کہہ دیا تھا کہ ایسا کچھ نہیں ہے لیکن اسی روز میں پھر خالہ کے گھر پہنچ گیا تھا۔ خالہ مجھے دیکھ کر حقیقتاً حیران ہوئی تھیں اور میں جھینپ گیا تھا۔

"وہ خالہ دراصل میں ادھر سے گزر رہا تھا تو دل نہ مانا کہ آپ کو سلام کیے بغیر دروازے کے سامنے سے گزر جاؤں۔" اور خالہ نہال ہوگئیں ان کا اکلوتا بیٹا ملک سے باہر تھا' خالو اپنے بزنس میں مصروف دیر سے گھر آتے اور خالہ اکیلی ہوتیں ایسے میں اگر عزیزوں میں سے کوئی چلا جاتا تو خالہ بے حد خوش ہوتیں۔ میں کافی دیر تک لاؤنج میں بیٹھا خالہ سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ مجھے لگا کہ میرے پاس اب کوئی اور موضوع نہیں رہا بات کرنے کو۔ میرا خیال تھا چائے پر خالہ اسے ضرور بلائیں گی لیکن خالہ صرف میرے لیے چائے لائی تھیں۔

"آپ کے مہمان چلے گئے خالہ؟" بالآخر میں نے پوچھ ہی لیا۔

"مہمان کون..... ہاں بھائی صاحب تو چلے گئے لیکن آپا اور ماہ نور اِدھر ہی ہیں۔ بھائی صاحب ماہی کے پیپر والے دن آ جائیں گے پھر ابھی تو کچھ دن ہیں۔"

"کیسا پیپر.....؟" میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتا تھا۔

"ارے کیا بتاؤں بی اے کا پرائیوٹ امتحان دے رہی ہے ماہی اور اس کا امتحانی سینٹر اِدھر بن گیا لاہور میں۔ بہت بھاگ دوڑ کی لیکن سینٹر تبدیل نہیں ہوسکا مصیبت ہی پڑ گئی بے چاری کو۔ ایک پیپر تو ہوگیا ہے اب دوسرا چھ دن بعد ہے اور بھائی صاحب اتنے دن رہ نہیں سکتے تھے پھر آ جائیں گے۔"

اور میں نے اندازہ لگایا ماہ نور کے لیے لاہور کے راستے اجنبی ہوں گے' پتا نہیں کہاں سینٹر بنا ہے، اس کا اور بے اختیار میرا جی چاہا کہ خالہ سے کہوں آپ کے بھائی صاحب بے چارے کہاں تکلیف کریں گے آپ کہیں تو میں ماہ نور کو امتحانی سینٹر میں چھوڑ بھی آؤں گا اور لے بھی آؤں گا۔ لیکن میں نے زبان دانتوں تلے دبالی اب اگر میں اس طرح کچھ کہہ دیتا تو خالہ کیا سوچتیں۔ ہاں اگر وہ خود کہتیں تو بخوشی یہ ذمہ داری لینے کو تیار تھا لیکن خالہ نے ایسی کوئی بات نہیں کی تھی تب خود ہی ڈھیٹ بن کر میں نے پوچھا بظاہر بے پروائی سے لیکن اندر سے ہمہ تن گوش تھا۔

"کون سا کالج ان کا سینٹر بنا ہے؟"

"پتا نہیں بیٹا ماہی کو ہی پتا ہوگا۔"

خالہ چائے کی خالی پیالیاں اٹھا کر کچن میں چلی گئیں تو میں بھی اٹھ کھڑا ہوا اب میرا وہاں رکنے کا کوئی جواز نہیں بنتا تھا۔

"خالہ میں اب چلتا ہوں۔"

"ارے بیٹا بیٹھو نا۔"

"نہیں خالہ اب چلوں گا۔" میں نے لاؤنج میں کھڑے کھڑے کمروں کے بند دروازوں پر نظر ڈالی۔

"یہ ایسی بھی کیا اجنبیت کل ملاقات ہوئی تو تھی تو کیا اخلاقی تقاضا نہیں تھا کہ محترمہ تھوڑی دیر کے لیے ہی سہی باہر آ کر سلام تو کرتیں۔ خیر مجھے کیا میں کون سا اسے دیکھنے کے لیے مرا جا رہا تھا' وہ تو بس....." میری آنکھوں کے سامنے پھر اس کی بھیگی پلکیں آ گئیں میں خالہ کو خدا حافظ کہہ کر گیٹ سے باہر نکلا تو میں نے عطیہ آپا کو دیکھا وہ چادر کے پلو سے پسینہ پونچھتی ہوئی گیٹ سے باہر کھڑی تھیں' ان کے ہاتھ میں کچھ شاپر تھے۔

"السلام علیکم!" میں نے سلام کیا تو انہوں نے بغور مجھے دیکھا اور پھر پہچان بھی لیا۔

"ارے تم فریدہ کے بیٹے ہو نا۔"

"جی۔"

"جیتے رہو بیٹا! فریدہ بتا رہی تھی ابھی پڑھ رہے ہو نا۔"

"جی....."

میں نے سعادت مندی سے کہا اور انہوں نے وہاں ہی گیٹ پر کھڑے کھڑے مزید دو چار رسمی سے سوالات کیے اور پھر دعا دے کر اندر چلی گئیں۔

محترمہ کم از کم اپنی والدہ سے ہی کچھ اخلاقیات سیکھ لیتیں میں جب گرمی میں جلتا بھنتا گھر پہنچا تو میں فیصلہ کرچکا تھا کہ اب مجھے خالہ کے گھر نہیں جانا' کم از کم اس وقت تک جب تک وہ یہاں ہے اب وہ ایسی بھی حسن کی دیوی نہیں تھی کہ میں بار بار اسے دیکھنا چاہتا بظاہر میں مطمئن سا ہوکر اپنے کام میں مصروف ہوگیا تھا لیکن نہیں جانتا تھا کہ ایک اور رنجگا میرا منتظر ہے۔

میں نے سارا دن خود کو بے حد مصروف رکھا تھا' پڑھائی' فیس بک' فون پر فرینڈز سے گپ شپ اور شام کو جب میں تیار ہوکر باہر نکلا تو مجھے پورا یقین تھا کہ میرے اندر ماہ نور کے لیے ہمدردی کے جو جراثیم پیدا ہوئے تھے وہ اپنی موت آپ مر چکے ہیں' مجھے یاد ہے ایک بار گوشی نے ہی کہا تھا شاید کہ محبت بعض اوقات ہمدردی کی کوکھ سے پیدا ہوتی ہے وہ اس طرح ارشادات فرماتا رہتا تھا اور یہ شاید اس نے مزمل سے کہا تھا جو ان دنوں فریحہ عمر کی ہمدردی میں رقیق ہو رہا تھا۔ کبھی اس کے لیے نوٹس اکٹھے کیے جا رہے تھے۔ کبھی اسے ڈراپ کیا جا رہا تھا اور بقول مزمل وہ یہ سب فریحہ کی ہمدردی میں کر رہا تھا کیونکہ فریحہ بے چاری کے ابو

ملک سے باہر ہوتے ہیں اور ان کے کام کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ بہرحال میں اپنی دانست میں ہمدردی کے ان جراثیم کا قلع قمع کرنے کے بعد بے حد مطمئن سا کمرے سے باہر آیا تھا۔ اماں لاؤنج میں فون گود میں دھرے بیٹھی تھیں اور غالباً خالہ سے گفتگو فرمارہی تھیں کیونکہ ایک دوبار دوران گفتگو انہوں نے خالہ کا نام بھی لیا تھا میں کچھ دیر تو ان کی گفتگو ختم ہونے کا انتظار کرتا رہا اور پھر بلند آواز سے اماں کو اطلاع دی۔

اماں جان میں جارہا ہوں' رات کو کھانا کھا کر آؤں گا۔'' کچھ دیر پہلے ہی گوشی سے میری بات ہوئی تھی اور ہم نے دوستوں کے ساتھ ماڈل ٹاؤن کے سیخ کباب کھانے کا پروگرام بنایا تھا۔ اماں نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے رکنے کو کہا میں نے کلاک پر نظر ڈالی ابھی سات بجے تھے۔ اتنی دیر نہیں ہوئی تھی' مجھے یہاں سے صرف دس منٹ لگنے تھے گوشی کے گھر جانے میں اور پھر وہاں سے ہم چاروں گوشی کی گاڑی میں ماڈل ٹاؤن جاتے۔

❀......❀......❀

''ٹھیک ہے آمنہ تم زیادہ پریشان نہ ہو' ان شاء اللہ کچھ نہیں ہوگا' عطیہ آپا کو بھی تسلی دو۔ صائم کے ابا مغرب کی نماز پڑھنے گئے تھے آتے ہی ہوں گے' بھیجتی ہوں ویسے تو صائم بھی گھر پر ہے دیکھو اس سے بات کرتی ہوں۔'' انہوں نے ریسیور کریڈل پر ڈال کر گود میں رکھا' فون اٹھا کر پاس ہی صوفے پر رکھا۔

''کیا بات ہے۔'' میں عطیہ آپا کا نام سن کر چونک گیا تھا۔

''تمہیں کہیں بہت ضروری تو نہیں جانا بیٹا! میرا مطلب ہے نہ جاؤ تو کوئی حرج تو نہیں۔''

اماں کو میرے مزاج کا علم تھا در اصل اکلوتا ہونے کی وجہ سے میں تھوڑی من مانی بھی کر لیتا تھا یعنی اگر میرا موڈ نہیں ہے تو میں لاکھ کہنے پر بھی کہیں جانے کے لیے تیار نہیں ہوتا تھا۔

''آپ کہیں اماں کیا مسئلہ ہے؟''

مسئلہ کیا ہونا ہے بیٹا!'' اماں نے ایک گہری سانس لی۔ ''وہ ماہ نور ہے نا عطیہ آپا کی بیٹی اس کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے اسے لے کر ہسپتال جانا ہے اور تمہارے خالو اسلام آباد گئے ہوئے ہیں بس اسی وجہ سے آمنہ پریشان ہورہی تھی۔ تمہارے ابا بھی ابھی تک نہیں آئے' لگتا ہے نماز کے بعد ملک صاحب کی طرف چلے گئے ہیں جانے کب آئیں۔ بچی بے چاری تکلیف میں ہے اگر تم چلے جاؤ تو......''

''ٹھیک ہے اماں چلا جاتا ہوں' کوئی ایسا ضروری کام نہیں تھا یوں ہی دوستوں کے ساتھ گھومنے جارہا تھا۔'' میں نے خود کو کہتے سنا۔

عام حالات میں تو ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا تھا کہ میں اپنے ہی بنائے ہوئے پروگرام کو کینسل کر کے یوں خالہ کی کسی نند کی بیٹی کو ہسپتال لے کر جانے کے لیے تیار ہوجاتا لیکن اندر کہیں کوئی چور تھا ضرور تب ہی تو میں نے اماں سے ماہ نور کی بیماری کے متعلق بھی نہیں پوچھا اور نہ ہی میرے ذہن میں یہ خیال آیا کہ خالہ ایسی کوئی پردے دار بھی نہیں تھیں کہ ماہ نور کو ہسپتال بھی نہ لے جاسکتی تھیں۔

اکلوتے صاحبزادے تو باہر سدھار چکے تھے جب یہاں تھے وہ بھی میری طرح اکلوتا ہونے کا فائدہ اٹھاتے تھے اور خالو بزنس میں بزی اور سب کام تو اندر باہر کے خالہ ہی سرانجام دیتی تھیں لیکن اس وقت میں نے یہ سوچا ہی کب تھا اندر کہیں ایک سرشاری کیفیت تھی جو پورے وجود میں رقص کررہی تھی میں نے بائیک کی چابی ٹیبل پر رکھی اور کی ریک سے ابا کی گاڑی کی چابی اٹھائی۔

''ابا کی گاڑی لے کر جارہا ہوں' بتا دیجیے گا ابا کو کہ آپ کے کہنے پر......''

''ہاں ہاں کہہ دوں گی۔'' اماں تو خوش ہوگئی تھیں کہ میں نے جانے کی حامی بھرلی تھی ورنہ انہیں اپنے مجازی خدا کی منتیں کرنی پڑتیں اور چابی لیتے ہوئے مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی خیال نہ آیا کہ میں نے ابھی چند ماہ پہلے ہی ابا سے کہا تھا کہ میں آئندہ آپ کی گاڑی کو ہاتھ تک نہ لگاؤں گا۔

''مہربانی، وگی آپ کی۔'' ابا نے کہا تھا۔

دراصل میں نے ابا کی گاڑی ایک کھڑے ہوئے ٹرالے سے ماردی تھی وہ تو بچت ہوگئی تھی کہ کوئی بڑا نقصان نہ ہوا لیکن نئی گاڑی پر ڈینٹ پڑ گئے تھے اور ابا نے ٹھیک ٹھاک جھاڑ پلادی تھی۔

''اب اپنی ہی گاڑی میں بیٹھوں گا۔''

''ضرور مجھے خوشی ہوگی۔''

اور میں بھی ابا کا بیٹا تھا میں نے ان چند ماہ میں ابا کی گاڑی کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ اماں کو بھی کہیں لے کر جانا ہوتا تو بائیک پر گھسیٹتا پھرتا تھا لیکن آج ساری انا و نا بھول گیا تھا۔

❁.........❁.........❁

''یہ محبت آدمی کو بڑا خوار کرتی ہے یار! یہ انا و نا سب محبت کے سامنے خاک میں مل جاتی ہے۔'' یہ گوشی کا ایک اور مقولہ تھا جو اگنیشن میں چابی لگاتے ہوئے پھر سے ذہن میں آیا تھا۔

''بھلا اب یہاں محبت کا کیا ذکر۔'' میں جھنجلایا۔

اور یہ گوشی اسے تو چاہیے کہ اپنے اقوال کی ایک کتاب چھپوالے۔ اب وہ بے چاری اس شہر میں اجنبی ہے اور خالہ کو ضرور کوئی مسئلہ ہوگا ورنہ وہ ہی لے جائیں اس کو ہسپتال اب اگر انسانیت کے ناتے میں جا رہا ہوں وہ بھی اماں کے کہنے پر تو بھلا اس میں میری انا کہاں سے آ گئی۔ میں کون سا ابا کی گاڑی اپنے لیے لے کر جا رہا ہوں۔ میں نے خود کو مطمئن کرلیا تھا اور گاڑی سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔

خالہ اور عطیہ آپا لاؤنج میں بیٹھی تھیں اور سامنے آہستہ آواز میں ٹی وی چل رہی تھا۔

''السلام علیکم!'' سلام کر کے میں نے چاروں طرف دیکھا۔

''وعلیکم السلام! بیٹھ جاؤ بیٹا!'' خالہ نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''نہیں خالہ میں گاڑی اندر نہیں لایا' آپ ماہ نور کو لے کر آئیں اور بتائیں کس ہسپتال جانا ہے۔''

''لاک تو کی ہے نا؟'' خالہ نے پریشانی سے پوچھا۔ ان کی گاڑی ایک بار گھر کے باہر سے چوری ہوچکی تھی۔

''جی خالہ آپ ماہ نور کو لے آئیں۔''

''ارے نہیں بیٹا! وہ تو سوگئی ہے تم بیٹھ جاؤ۔ اللہ بھلا کرے' اِدھر پڑوس میں ایک نرس رہتی ہے۔ اچانک ہی خیال آ گیا اس کا' اس نے آ کر انجکشن لگادیا۔ بچی بے چاری درد سے بے حال ہورہی تھی' اب سکون ملا ہے تو سوگئی ہے۔ بہت ظالم درد ہوتا ہے بیٹا! برداشت نہیں ہوتا اس سے۔'' عطیہ آپا نے معذرت طلب نظروں سے مجھے دیکھا۔

''ماہی نے منع بھی کیا تھا کہ فریدہ آنٹی کو فون نہ کریں لیکن تمہاری خالہ گھبرا گئی تھیں۔ بیٹھ جاؤ نا بیٹا کھڑے کیوں ہو؟'' خالہ نے مجھے بدستور کھڑے دیکھ کر کہا۔

''نہیں خالہ بیٹھوں گا نہیں اب چلوں گا۔'' بظاہر میں نے نارمل لہجے میں کہا لیکن اندر ہی اندر میں بہت جھنجلایا ہوا تھا۔

''ویسے بہتر نہیں تھا کہ آپ کسی ڈاکٹر سے مشورہ کرلیتیں اب نرس نے کوئی پین کلر لگادیا ہوگا۔ اثر ختم ہوگا تو پھر درد شروع ہوجائے گا' خدانخواستہ کوئی......''

''ارے نہیں بیٹا انجکشن تو ڈاکٹر نے ہی لکھ کر دیا ہوا ہے کہ جب درد ہو تو لگوالیا کریں۔'' عطیہ آپا نے بتایا اور پھر میں خالہ کے اصرار کے باوجود وہاں نہیں رکا تھا۔ راستے میں دو بار تو حادثہ ہوتے ہوتے بچا' اگر خدانخواستہ کوئی ٹکر وکر ہوجاتی تو ابا نے نہیں چھوڑنا تھا مجھے' میں نے گھر آ کر گاڑی کی چابی غصے سے صوفے پر پھینکی۔

''ارے کیا ہوا صائم! جلدی آ گئے' کیسی ہے ماہ نور؟'' اماں نے کچن سے ہی آواز لگا کر پوچھا وہ غالباً کچن میں کھانا تیار کررہی تھیں کیونکہ آٹھ بج رہے تھے اور ابا رات کا کھانا آٹھ بجے ہی کھاتے تھے۔

وہ صافی سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کچن سے باہر آئیں اور سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔

''میرے جانے تک سوچکی تھیں اور جو بھی تکلیف تھی

ختم ہوچکی تھی۔" میں نے اپنے کمرے کی طرف جاتے ہوئے مڑ کر اماں کی طرف دیکھا جو حیرانی سے مجھے دیکھ رہی تھیں اور پھر کچھ نہ سمجھتے ہوئے انہوں نے کچن کی طرف واپس جاتے ہوئے کہا۔

"میں کھانا لگانے لگی ہوں تم بھی آجاؤ۔" اور ساتھ ہی وہ گڑیا کو آواز دینے لگی تھیں جو شاید ابا کے کمرے میں تھی۔ اس کی عادت تھی کہ جب تک ابا کو دن بھر کی روداد نہ سناتی تھی اسے آرام نہ آتا تھا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے آپ لوگ کھالیں۔"

میں دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا اپنے کمرے میں آ گیا جو فرسٹ فلور پر تھا' پتا نہیں مجھے کس بات پر غصہ تھا مجھے سمجھ نہیں آرہا تھا۔ میں گوشی کو بھی فون کر کے ایک ایمرجنسی کا کہہ کر پروگرام کینسل کر چکا تھا حالانکہ کچھ زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی اور سب گوشی کے گھر میرے منتظر تھے اور اب اس کی مسلسل کالز آرہی تھیں' میں نے فون آف کر دیا اور لیٹ گیا لیکن نیند آنکھوں سے روٹھی ہی رہی' بار بار اس کا خیال آجاتا۔

"پتا نہیں اسے کیا بیماری ہے مجھے خالہ سے پوچھنا تو چاہیے تھا۔" مجھے اپنے آپ پر غصہ آیا کہ پوچھ لیتا تو یوں الجھن نہ ہوتی اور آرام سے سو جاتا۔ میرا خیال تھا کہ نیند نہ آنے کی وجہ یہی ہے کہ میرے اندر کہیں الجھن ہے کہ اسے کیا بیماری ہے خالہ بھی تو ادھوری بات کرتی ہیں۔ ضرور گوشی کو پتا ہوگا اس کا تو خالہ کے گھر کافی آنا جانا تھا اور پھر گوشی کے ددھیال والے بھی قصور میں رہتے تھے اور جہاں تک مجھے یاد آرہا تھا گوشی کے ددھیالی رشتہ داروں میں ہی کہیں عطیہ آپا کی شادی ہوئی تھی۔ میں اماں اور خالاؤں کی باتوں پر زیادہ دھیان نہیں دیتا تھا پھر بھی کوئی نہ کوئی بات اڑتی ہوئی کان میں پڑ جاتی تھی۔ بالآخر میں کسی نہ کسی حد تک خود کو مطمئن کرنے میں کامیاب ہوگیا اور صبح کے قریب کہیں مجھے نیند آہی گئی لیکن خواب میں بھی دو بھیگی پلکوں والی آنکھیں مجھے ڈسٹرب کرتی رہیں۔

صبح میری آنکھ دیر سے کھلی تھی اس لیے میں یونیورسٹی نہیں گیا چونکہ میں نے فون بھی آف کر رکھا تھا اس لیے گیارہ بجے کے قریب جب میں ناشتا کر رہا تھا گوشی آ گیا۔

"تم یہاں مزے سے ناشتا کر رہے ہو اور مارے پریشانی کے مجھے نہ رات بھر ٹھیک سے نیند آئی نہ صبح ڈھنگ سے ناشتا کیا۔ بھاگم بھاگ یونیورسٹی گیا تو وہاں بھی جناب غائب' اب جلدی سے بتا کیا ایمرجنسی ہوگئی تھی۔" وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

"ناشتا کرو۔" میں نے اسے دعوت دی۔

"نہیں یار صرف چائے پی لوں گا' تم بتاؤ پروگرام بنا کر کہاں غائب ہوگئے تھے اور کیا ہوا تھا؟"

"کچھ نہیں یار۔" میں نے بے پروائی سے اس کی طرف دیکھا۔

"اماں نے صالحہ خالہ کے گھر بھیجا تھا ان کے گھر کوئی مہمان آئے ہوئے تھے اور ہسپتال لے کر جانا تھا۔"

"کون مہمان...... بڑی خالہ کے گھر تو عطیہ چچی اور ماہ نور آئے ہوئے ہیں' کیا ماہی کی طبیعت خراب ہوگئی تھی؟" پتا نہیں کیوں مجھے گوشی کے لبوں سے ماہی کا نام ناگوار لگا۔

"ہاں وہی خالہ نے فون کیا تھا اس کی طبیعت خراب تھی۔"

"اب کیسی ہے وہ؟"

"ٹھیک تھی' میرے پہنچنے سے پہلے ہی کسی پڑوسن نرس نے انجکشن لگا دیا تھا۔"

"خیر یہ تو رات کی ایمرجنسی تھی اب صبح کیا ہوگیا تھا۔" اس نے سوالیہ نظروں سے مجھے دیکھا۔

رات دیر تک جاگتا رہا آنکھ نہیں کھلی۔ میں نے چائے بنا کر اس کی طرف بڑھائی' گوشی بہت گہری نظروں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ماہی بہت ذہین ہے۔"

"تو......" میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے اس کی ذہانت سے کیا؟"

"ہاں میں نے تو یوں ہی بتایا ہے ویسے تم

ماہی سے۔‘‘

’’نہیں محترمہ پردا کرتی ہیں شاید۔‘‘ میں نے شاید جل کر کہا تھا کہ گوشی نے بے اختیار میری طرف دیکھا۔

’’یہ تم چنے کیوں چبا رہے ہو؟‘‘

’’سوری میرا موڈ خراب ہے۔‘‘

’’اس خرابی کی وجہ ہی تو جاننا چاہتا ہوں۔‘‘

’’شاید نیند کی کمی۔‘‘ خواہش کے باوجود میں گوشی سے ماہ نور کے متعلق کچھ بھی نہ پوچھ سکا' شاید میں اس پر یہ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا کہ میں ماہ نور میں دلچسپی لے رہا ہوں۔

’’چلو پھر تم اپنی نیند پوری کرو میں چلتا ہوں۔‘‘

’’کہاں......گھر یا یونیورسٹی؟‘‘

’’یونیورسٹی اب جا کر کیا کروں گا' صالحہ خالہ کی طرف جاؤں گا۔ ماہی کا حال احوال پوچھ لوں جب سے عطیہ چچی آئی ہیں صرف ایک بار گیا ہوں۔‘‘ میں نے سر ہلایا لیکن پھر سے اندر عجیب سی گھبراہٹ اور پریشانی شروع ہوگئی تھی۔

’’گوشی وہاں جائے گا ماہ نور سے باتیں کرے گا اور......‘‘ پتا نہیں ذہن میں کیا کیا خیال آرہے تھے' گوشی چلا گیا تو میں کچھ دیر یونہی بے چین سا رہا پھر فیس بک کھول کر بیٹھ گیا لیکن آج تو وہاں بھی میرے لیے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ تھک کر آنکھیں موند کر لیٹ گیا۔ اماں دو تین بار میرے کمرے میں آئیں' پیشانی پر ہاتھ رکھ کر میرا بخار چیک کیا' پیار سے پوچھا۔

’’صائم اس طرح کیوں لیٹے ہو بیٹا!‘‘

’’ایسے ہی اماں سونا چاہتا ہوں' نیند نہیں آئی تھی رات اور ابھی بھی نہیں آرہی۔‘‘ اماں نے گڑیا کے ہاتھ گرم دودھ میں بادام ڈال کر بھیج دیئے۔

’’اماں کہہ رہی ہیں یہ پی لیں' دماغ پرسکون ہوجائے گا اس سے۔‘‘ گڑیا دودھ رکھ کر چلی گئی اور میں ایک بار پھر آنکھیں موند کر اس کے متعلق سوچنے لگا۔

اگلے دو تین دن تک میں اپنی دانست میں اس کا خیال جھٹکنے میں کامیاب ہوگیا تھا لیکن جب ٹھیک چوتھے دن میری بائیک خالہ کے گھر والی اسٹریٹ میں داخل ہوئی تو میں نے چونک کر پاؤں بریک پر رکھا۔

’’یہ کیسی بے اختیاری تھی۔‘‘ میں حیران ہوا' چونکہ گھر سے تو میں یونہی نکلا تھا بقول گوشی کے روڈ ماسٹری کرنے دراصل پڑھتے پڑھتے دل گھبرایا تو گھر سے نکل پڑا تھا سوچا تھا ذرا سا گھوم پھر کر آتا ہوں تو فریش ہوجاؤں گا۔

کب میں نے بائیک کا رخ خالہ کے گھر کی طرف کیا تھا مجھے اندازہ نہیں ہوا تھا۔ یہ سب بے خودی میں ہوا تھا۔

’’محبت بے اختیاری ہے۔‘‘ گوشی کہتا تھا۔ اس میں آدمی کے پاس اختیار نہیں رہتا' بس محبت اسے جہاں لے جائے چل پڑتا ہے' جو کہے کرتا ہے۔‘‘

’’یہ گوشی بھی نا۔‘‘ میں نے ہولے سے سر جھٹکا' خالہ کے گھر جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا سو میں نے واپسی کا سوچا تب ہی خالو نظر آئے وہ غالباً مسجد سے نماز پڑھ کر آرہے تھے اور انہوں نے مجھے دیکھ بھی لیا تھا۔

’’ارے صائم بیٹا کیسے ہو؟‘‘

’’جی السلام علیکم خالو' اللہ کا شکر ہے۔‘‘

’’ادھر کہاں؟‘‘

’’وہ خالو یہاں آگے ایک دوست رہتا ہے اس کے ساتھ مل کر کمبائن اسٹڈی کر رہا ہوں تو اب واپس گھر جا رہا تھا۔‘‘

’’تو یار آؤ گھر کچھ دیر بیٹھ کر گپ شپ لگاتے ہیں۔‘‘ وہ ایسے ہی بے تکلف سے تھے۔

’’جی وہ......‘‘

’’ارے یار یہ جی وہ چھوڑو آؤ۔‘‘ وہ بائیک پر بیٹھ گئے اور دو منٹ بعد ہم خالہ کے گھر میں تھے۔

’’ارے صالحہ دیکھو میں کسے پکڑ لایا ہوں؟‘‘ خالہ کی آنکھوں میں حیرت نمودار ہوئی۔

’’حضرت روز آتے ہیں یہاں کسی دوست کے ساتھ مل کر پڑھتے ہیں' چوروں کی طرح گھر کے پاس سے جا رہے تھے' میں نے دیکھ لیا۔‘‘ خالہ کی آنکھوں کی حیرت شکوے میں بدل گئی۔

"تو خالہ کے گھر کے سامنے سے گزر جاتے ہو اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ دو گھڑی کے لیے اندر آ کر سلام ہی کرلو۔" وہ خالہ روز روز آنا اچھا نہیں لگتا۔ میں نے کسی قدر جھجکتے ہوئے کہا۔

"حالانکہ جب اس اسٹریٹ میں داخل ہوتا ہوں تو جی چاہتا ہے کھڑے کھڑے آپ کو سلام کر جاؤں۔"

"لو اور سنو......" خالہ نے خالو کی طرف دیکھا۔ "اب سگی خالہ کے گھر بھی آنا اچھا نہیں لگتا' غیروں والی بات کی تم نے صائم!" اب وہ میری طرف متوجہ ہوگئی تھیں۔

ہم باتیں کرتے کرتے لاؤنج میں داخل ہوئے اور میری نظروں نے سب سے پہلے اسے ہی اپنے حصار میں لیا تھا' وہ بالکل سامنے ہی صوفے پر بیٹھی تھی اور گود میں کوئی کتاب کھولے پڑھ رہی تھی۔ مجھے لگا جیسے میرے اردگرد روشنیاں سی ہوگئی ہوں اور اندر کہیں چراغاں ہوگیا ہو۔ اتنے دنوں سے جو دل پر بوجھ سا تھا وہ جیسے ایک دم ختم ہوگیا ہو۔

"السلام علیکم!" میں نے سلام کیا تو اس کی نظریں ذرا کی ذرا اوپر اٹھیں اور اس کے لب وا ہوئے اور اس نے آہستگی سے سلام کا جواب دیا تھا۔

"یار تم ہی خرم کو سمجھاؤ ہماری تو نہیں سنتا۔" خالو نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا اور خود بھی بیٹھ گئے۔

"کیا خالو......"

"ارے یہی کہ اب وطن لوٹ آئے پڑھائی ختم ہوگئی ہے تو اب نوکری کا شوق چرایا ہے اور وہاں ہی کل کلاں کو شادی کرلے گا اور ہم بڈھا بڈھی اس کی دید کی حسرت لیے اگلے جہان سدھار جائیں گے۔ پیسہ دولت کس چیز کی کمی ہے سب اسی کا تو ہے پڑھنے کا شوق تھا پورا ہوگیا اب آجائے۔" میں نے خالو کا دکھ اپنے دل میں محسوس کیا۔

"جی بات کروں گا میں خرم بھائی سے۔" تب ہی خالو کا فون آگیا اور وہ اپنے سیل فون پر بات کرتے ہوئے لاؤنج سے باہر نکل گئے تو میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟"

ذرا سوچیے

❁ اگر زندگی اتنی ہی پیاری ہوتی تو لوگ زندگی کے پیچھے بھاگتے ہی کیوں؟

❁ اگر موت اتنی ہی آسان ہوتی تو لوگ موت سے ڈرتے ہی کیوں؟

❁ اگر بھوکے کو کھانا کھلانا اتنا ہی آسان ہوتا تو آج دنیا میں کوئی بھوکا نہ مرتا۔

❁ اگر انصاف حاصل کرنا اتنا ہی آسان ہوتا تو اسے پانے کے لیے لوگوں کو اپنی جانوں کا نذرانہ نہ دینا پڑتا۔

❁ اگر عزت لینا اور عزت پانا اتنا ہی آسان ہوتا تو آج دنیا میں کوئی بے عزت نہ کہلاتا۔

طیبہ حنیف بٹ...... سمندری

المیہ

کیا بتاؤں ہیں کیا یہ؟
بے چینیاں
خاموشیاں
رتجگے
اداسیاں
بس اتنا جان لو تم......
میں......
آج کل
سزائے محبت کی دسترس میں ہوں......

سامعہ ملک پرویز...... ٹیکسلا

"ٹھیک ہوں۔" اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا۔

"اس روز آپ کو زحمت ہوئی امی نے بتایا تھا آپ آئے تھے۔"

"نہیں زحمت کیسی؟" میں مسکرایا تب ہی عطیہ آپا لاؤنج میں آگئیں میں نے کھڑے ہو کر سلام کیا اور انہوں نے حسب معمول دعا دی اور پھر ماہ نور کی طرف دیکھا۔

"ارے ماہی یہ صائم ہے نا اسی سے، پوچھ لو جو سمجھ نہیں آ رہا۔"

وہ ابھی رہنے دیں میں یہ سوال چھوڑ دوں گی اگر آ گیا تو....." اس نے کچھ جھجکتے ہوئے کہا۔

"کیا مسئلہ ہے، ماہ نور بتایئے مجھے۔" وہ کچھ چیزیں انگلش گرامر میں سمجھ نہیں آ رہی تھیں۔

"لایئے دیکھتا ہوں۔" میں اٹھ کر اس کے قریب آیا اور کتاب اس کے ہاتھ سے لے لی اور کچھ دیر بعد میں اسے سمجھا رہا تھا۔ خالو فون کر کے آئے تو مجھے ماہی کو پڑھاتے دیکھ کر بولے۔

"ہاں ٹھیک ہے تم فارغ ہو کر میرے کمرے میں آ جانا بلکہ تم ایسا کیوں نہیں کرتے ادھر سے تو روز ہی گزرتے ہو اگر تمہارا حرج نہ ہو تو کچھ تیاری کروا دو اسے خود ہی پڑھا ہے کوئی ٹیوشن بھی نہیں لی۔ بہت لائق بچی ہے، ہماری کالج میں داخل نہیں ہو سکتی تھی۔"

"جی ضرور میں آ جایا کروں گا ادھر سے ہی تو گزرتا ہوں۔" میرے اندر تو جیسے کلیاں چٹک رہی تھیں۔

"نہیں ماموں خوامخواہ انہیں تکلیف ہوگی میں کرلوں گی۔" اس نے خالو کی طرف دیکھا۔

"اپنا بچہ ہے کوئی غیر تو نہیں ہے دو لفظ پڑھا دے گا تو کچھ نہیں ہوگا۔" خالو اپنے کمرے میں چلے گئے اور میں نے اس کی طرف دیکھا۔

"مجھے تو زحمت نہیں ہوگی ہاں اگر آپ پڑھنا نہیں چاہتیں تو یہ الگ بات ہے۔"

"نہیں بھلا میں کیوں...... میں تو آپ کے خیال سے......" اس نے بات ادھوری چھوڑ دی اور یہ اس کی عادت تھی وہ یونہی ادھورے نامکمل جملے بولتی تھی اور اس کا یہ انداز بھی میرے دل میں کھب جاتا تھا اور اس روز جب میں خالہ کے گھر سے نکلا تو بے حد خوش تھا خوشی کی ننھی ننھی کلیاں جیسے میرے اندر رقص کرتی تھیں۔

تقریباً دس دن تک میں بلاناغہ اسے پڑھانے جاتا رہا مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی تیاری اچھی خاصی ہے اسے بہت زیادہ مدد کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ واقعی ذہین تھی ان دس دنوں میں ہمارے درمیان بہت زیادہ بے تکلفی تو نہیں ہوئی تھی تاہم کورس سے ہٹ کر بھی کچھ بات چیت ہو جاتی تھی اس کے مشاغل، دلچسپیاں، خواب سب میں نے کرید کرید کر پوچھے تھے۔

محبت اگر پہلی نظر میں ہو گئی تھی تو ہر گزرتا دن اس میں اضافہ کرتا جا رہا تھا لیکن اس کے رویے سے مجھے کبھی ایسا محسوس نہیں ہوا تھا کہ اس کے دل میں بھی میرے لیے کچھ ایسا خیال ہے۔ میرے آنے سے پہلے ہی وہ لاؤنج میں کتابیں کھولے بیٹھی ہوتی تھی میں نے ایک بات محسوس کی تھی کہ وہ کبھی اٹھی نہیں تھی بندہ اخلاقاً ہی کسی کو رخصت کرتے وقت دروازے تک چلا جاتا ہے یا کھڑا ہی ہو جاتا ہے لیکن وہ بیٹھی رہتی تھی۔

ہاں عطیہ آپا گیٹ تک رخصت کرنے آتیں لیکن اس کی یہ بے نیازی بھی اٹریکٹ کرتی تھی اور دل اسکی اور ہمکتا تھا ان دنوں میں بے حد خوش تھا جیسے ہواؤں میں اڑ رہا ہوں۔ گوشی نے کئی بار معنی خیز نظروں سے مجھے دیکھا باتوں باتوں میں کھوجنا چاہا لیکن میں نے بھید نہیں دیا۔

"کیا بات ہے صائم ڈیئر! تمہاری آنکھیں یہ کیا کہانیاں سنا رہی ہیں۔" اس روز کیفے ٹیریا کی طرف جاتے ہوئے اس نے پوچھ ہی لیا۔

"کیا کہانیاں......؟" میں انجان بن گیا۔

"یہ کہ ان آنکھوں میں کوئی بس گیا ہے۔"

"ایک تم محبت کیا کر بیٹھے ہو ہر دوسرا بندہ تمہیں محبت کا مارا لگتا ہے۔"

"ہر دوسرا بندہ نہیں یار تم، تم لگ رہے ہو۔"

"وہم ہے تمہارا۔"

"میں نے ٹال دیا تھا لیکن میرا دل تو چیخ چیخ کر محبت کا اعتراف کر رہا تھا۔"

"ہو سکتا ہے۔" اس نے کندھے اچکائے۔

اس روز یونیورسٹی سے واپسی پر میں پھر خالہ کے گھر چلا گیا تھا حالانکہ ماہ نور کا آخری پیپر ہو گیا تھا لیکن اس روز

انہیں واپس قصور جانا تھا اور دل اسے جانے سے پہلے دیکھنے کے لیے مچلا تو میں دل کی بات مان کر چل پڑا تھا لیکن اس روز مجھ پر جو انکشاف ہوا اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا۔ اس روز بھی وہ لاؤنج میں بیٹھی اور ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

''ارے آپ......؟'' اس نے ریموٹ سے ٹی وی کی آواز بند کی۔

آج پہلی بار میں نے اس کی آواز میں ایک کھنک سی محسوس کی تھی' شاید پیپرز ختم ہو جانے سے وہ ریلیکس ہو گئی تھی۔

''میں آج آپ کی توقع نہیں کر رہی تھی' میرا خیال تھا آج آپ جان چھوٹ جانے کا جشن منا رہے ہوں گے۔''

''کیا کبھی آپ کو ایسا لگا ماہ نور کہ میں دل پر جبر کر کے آپ کو پڑھا رہا ہوں' میں کوئی بھی کام مجبوراً نہیں کرتا بلکہ دل کی پوری رضامندی اور خوشی سے کرتا ہوں۔''

''سوری......'' وہ نادم ہوئی۔ ''میرا یہ مطلب نہیں تھا' آپ کو میری بات بُری لگی تو......''

''نہیں......'' میری نظروں نے والہانہ اس کے چہرے کا طواف کیا۔

''مجھے آپ کی کوئی بات بُری نہیں لگ سکتی ماہ نور اور مجھے ادھر ہی آنا تھا تو میں نے سوچا کہ آپ لوگ آج کل میں چلے جائیں گے تو مل آؤں۔'' وہ خاموش ہو گئی اور لمحہ بھر یونہی نظریں جھکائے گود میں دھرے اپنے ہاتھوں کی طرف دیکھتی رہی۔ میں نے نظریں اس کے چہرے سے ہٹا لیں شاید وہ میرے اس طرح دیکھنے سے کنفیوز ہو رہی تھی۔ یکایک اس نے عطیہ آپا کو بلا کر کچھ کہا تب ہی میں نے دیکھا کہ عطیہ آپا ایک وہیل چیئر دھکیل کر اندر لا رہی تھیں۔ خالہ بھی ان کے ساتھ تھیں اس چیئر پر اس سے پہلے بھی ایک دو بار میری نظر پڑی تھی لیکن میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ یہ چیئر ماہ نور کی ہوگی۔

عطیہ آپا چیئر ماہ نور کے صوفے کے قریب لائی تھیں' خالہ اور عطیہ آپا نے اس کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر اسے

مسکراہٹیں

استاد: ''10 کیمیکل ایلیمنٹس کے نام بتاؤ؟''

شاگرد: ''ہائیڈروجن' آکسیجن' کلورین' فلورین' برومین' نورین' امبرین' نسرین اور پروین۔''

نوشابہ اکبر......مٹھیاں' اٹک

حلوہ

ایک مولوی بس میں جا رہا تھا' اگلی سیٹ پر بیٹھی عورت بار بار اپنے بچے کو کہہ رہی تھی۔ ''بیٹا یہ حلوہ کھا لو ورنہ میں اس مولوی کو دے دوں گی۔''

جب چوتھی بار عورت نے کہا تو مولوی تنگ آ کر بولا ''بی بی جلدی فیصلہ کر لو تمہارے حلوے کے چکر میں میں 4 اسٹاپ آگے آ گیا ہوں۔''

مسکان جاوید اینڈ ایمان......نور کوٹ' سمابہ

خوف خدا

منصور بن عمار کو کسی نے خواب میں دیکھا اور دریافت کیا ''تم پر کیا گزری؟''

انہوں نے جواب دیا ''اللہ تعالیٰ نے مجھے سامنے کھڑا کر کے فرمایا' اے منصور تُو جانتا ہے میں نے تجھے کیوں بخشا ہے؟''

میں نے عرض کیا ''یا ربّ مجھے خبر نہیں۔''

پھر خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''ایک دن تُو بیٹھا ہوا بہت سے آدمیوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا اور یہ باتیں سنا کر رلا رہا تھا' ان میرے بندوں میں سے ایک بندہ خوف سے ایسا رویا جو پہلے کبھی نہ رویا تھا' میں نے اسے بخش دیا اور اس کی وجہ سے تجھ کو اور تمام مجلس کو بخش دیا۔'' (سبحان اللہ)

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات

اٹھایا اور اس چیئر پر بیٹھنے میں مدد کی۔ میں حیرت زدہ سا دیکھتا رہا اور جب عطیہ آپا اس کی چیئر دھکیلتی ہوئی جا رہی تھیں تو اس نے مڑ کر جتاتی نظروں سے مجھے دیکھا۔

گوشی کہتا تھا عورت مرد کی نظر پہچانتی ہے جب مرد کی پہلی نظر اس پر پڑتی ہے تو اسے پتا چل جاتا ہے کہ اس کی

نظر میں محبت ہے یا ہوس' نفرت ہے یا پیار۔

تو کیا ماہ نور بھی میری نظروں کو پہچانتی ہے اور کیا اس نے عطیہ خالہ کو اس لیے بلایا تھا کہ وہ چاہتی تھی کہ میں اسے دیکھ لوں کہ وہ ایک معذور لڑکی ہے۔ اس کی نظریں جتاتی ہوئی کچھ کہہ رہی تھیں۔

''دیکھو ایسی ہوں میں' اپنی ٹانگوں پر کھڑی نہیں ہوسکتی' کیا اب بھی ان ہی نظروں سے دیکھو گے۔''

''ہاں......'' میں نے بزبانِ خاموشی کہا۔

''ہاں اب بھی بھلا محبت یہ سب کب دیکھتی ہے۔'' گوشی کی کہی ہوئی باتیں میرے اندر گونج رہی تھیں۔

''محبت نہ عمروں کا حساب کرتی ہے نہ سود و زیاں کے چکر میں پڑتی ہے' وہ تو بس جب ہوتی ہے تو ہو جاتی ہے۔''

''آہ بے چاری ماہی......'' خالہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر جانے لگیں تو میں نے ان کی طرف دیکھا۔

''خالہ یہ ماہ نور...... یہ کیا پیدائشی......''

''ارے بیٹا تمہیں نہیں پتا ماہی کے ساتھ کیا حادثہ ہوا تھا۔ سارے خاندان کو تو پتا تھا' مہینوں خاندان میں ذکر ہوتا رہا' کالج وین ٹرک سے ٹکرائی تھی چار لڑکیاں تو موقع پر ہی ختم ہوگئی تھیں' دو تین کی ٹانگیں ٹوٹ گئیں اپنی ماہی کی ریڑھ کی ہڈی پر ایسی چوٹ لگی حرام مغز متاثر ہوا اپنے پاؤں پر کھڑی ہی نہیں ہو پائی۔ کہاں کہاں آپا اور بھائی صاحب لے کر نہیں گئے۔'' میرے دل میں جیسے کوئی دکھ کا بھالا سا گڑھ گیا' مجھے یاد آیا گھر میں چند سال پہلے ایسا کچھ ذکر تو ہوا تھا لیکن میں بھلا کہاں خاندان کے ان قصوں پر دھیان دیتا تھا۔ اماں بتاتی رہتی تھیں فلاں کے گھر یہ ہوا' فلاں کے ہاں یہ لیکن میں نے کبھی توجہ ہی نہیں دی تھی۔

''اس وقت فرسٹ ائیر میں پڑھتی تھی' مہینوں ہسپتالوں کے دھکے کھائے ہم نے۔'' خالہ بے حد دکھی ہو رہی تھیں۔

تب ہی تو اس کی آنکھیں کبھی کبھی یوں لگتی تھیں جیسے ان میں سمندر ہلکورے مارتا ہو اور پانی کناروں سے باہر آنے کو بیتاب ہو رہا ہو اور یہ اس کے چہرے کا حزن ہی تھا جس نے پہلی بار مجھے متوجہ کیا تھا اور میں......

''خالہ......'' میں بے اختیار اٹھ کھڑا ہوا۔ ''میں ذرا ماہ نور سے مل لوں' صبح تو وہ چلی جائے گی۔''

''ہاں ہاں بیٹا چلے جاؤ' مل لو' بہت عزت کرتی ہے تمہاری اور بہت تعریف بھی کہ تم نے بہت اچھی طرح تیاری کروائی صرف چند دنوں میں۔''

''خالہ میں نے کیا تیار کروائی تھی چند دنوں میں' وہ خود ہی بہت ذہین ہے۔''

عطیہ آپا ماہ نور کو کمرے میں چھوڑ کر باہر آچکی تھیں' میں نے ماہ نور کے کمرے کے دروازے پر دستک دی تو اندر سے ماہ نور کی آواز آئی۔

''آجائیں......'' جیسے وہ جانتی تھی کہ میں ضرور آؤں گا' وہ وہیل چیئر پر بیٹھی تھی اور اس کی پلکیں بھیگی ہوئی تھیں۔

''ماہ نور......'' میں بے اختیار اس کی طرف بڑھا۔ ''میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ چند سال پہلے ہونے والے حادثے پر کیا کہوں۔''

''کیا بہت شاک لگا ہے؟'' اس نے نظریں اٹھائیں۔

''ہاں۔'' میں نے اعتراف کیا۔

''میرے علم میں بالکل نہیں تھا کہ تم...... آپ......''

''مجھے اندازہ ہوگیا تھا۔''

''کیا ڈاکٹر بالکل ناامید ہیں؟'' میں نے پوچھا تو اس نے صرف سر ہلایا تھا۔

''کیا باہر یورپ یا امریکہ میں بھی علاج نہیں۔''

''پتا نہیں لیکن میں نے تقدیر کے اس فیصلے کو قبول کرلیا ہے اور فیصلہ کرلیا ہے کہ اپنی اس معذور زندگی کو کسی کے لیے بوجھ نہیں بناؤں گی۔'' وہ ذرا سا مسکرائی تھی۔

''ایک سال پورا ایک سال بہت روئی تھی' پھر نہیں......''

''اور رونا بھی نہیں۔'' میرے لبوں سے بے اختیار نکلا تھا۔

''میں تمہیں کبھی رونے نہیں دوں گا ماہ نور!'' ماہ نور نے

چونک کر مجھے دیکھا۔

اتنے سارے دنوں سے جو بات اندر کہیں دل کی گہرائیوں میں چھپی ہوئی تھی وہ یکدم لبوں پر آ گئی۔

''میں تم سے بہت محبت کرنے لگا ہوں ماہ نور! شاید اسی روز سے جب پہلی بار تمہیں دیکھا تھا' تمہاری بھیگی پلکیں نیزے کی طرح میرے دل میں کھب گئی تھیں۔'' ماہ نور خاموش رہی تھی وہ شاید جانتی تھی گوشی صحیح کہتا تھا کہ عورت مرد کی نظر پہچانتی ہے۔

''ماہ نور پلیز میری بات کا برا نہ منانا لیکن انسان دل اور محبت کے معاملے میں بالکل بے بس ہوتا ہے' میں بھی بے بس ہوگیا ہوں۔'' میں گوشی کی زبان بول رہا تھا۔

''کیا اب بھی......؟'' اس نے ذرا کی ذرا نظریں اٹھائیں' شاید وہ مجھے آزما رہی تھی۔

''ہاں اب بھی۔'' میں جذباتی ہوا۔

''محبت یہ سب کہاں دیکھتی ہے ماہ نور! محبت کو کوئی فرق نہیں پڑتا کہ......''

''یہ صرف کہنے کی باتیں ہوتی ہیں ورنہ کوئی بھی میرے جیسا بوجھ اٹھا کر ساری زندگی نہیں چل سکتا۔'' اس نے میری بات کاٹی۔

''لیکن میں چلوں گا ماہ نور...... عمر بھر تمہارے ساتھ' اس لیے کہ محبت کبھی بوجھ نہیں ہوتی۔ رفاقت تب بوجھ لگتی ہے جب درمیان میں محبت نہ ہو' تم میری محبت کو قبول کرلو ماہ نور! اور مجھے اجازت دو تو میں آج ہی اماں اور ابا سے بات کرتا ہوں۔'' وہ سر جھکائے اپنی ہاتھ کی انگلیوں کو مسل رہی تھی' میں اسے دیکھ رہا تھا اس کی مومی انگلیوں والے ہاتھوں کو اور اس کی لمبی پلکوں کو جن کے گھنے سائے اس کے رخساروں پر لرز رہے تھے۔ کچھ دیر وہ یونہی سر اٹھائے بیٹھی رہی اور پھر سر اٹھا کر مجھے دیکھا۔

''آپ بہت اچھے انسان ہیں صائم بھائی لیکن میں آپ کی محبت کو قبول نہیں کرسکتی کیونکہ میں آپ سے محبت نہیں کرسکتی...... نہیں کرتی۔'' مجھے لگا جیسے میں اچانک زلزلوں کی زد میں آ گیا ہوں۔ میں پھٹی پھٹی آنکھوں سے

غزل

عکس کتنے اتر گئے مجھ میں
پھر نجانے کدھر گئے مجھ میں

میں وہ پل تھا جو کھا گیا صدیاں
سب زمانے گزر گئے مجھ میں

یہ جو میں ہوں ذرا سا باقی ہوں
وہ جو تم تھے وہ مرگئے مجھ میں

میرے اندر تھی ایسی تاریکی
آ کے آسیب بس گئے مجھ میں

میں نے چاہا تھا زخم بھر جائیں
زخم ہی زخم بھر گئے مجھ میں

پہلے اترا میں دل کے دریا میں
پھر سمندر اتر گئے مجھ میں

کیسا خاکہ بنادیا مجھ کو
کون سا رنگ بھر گئے مجھ میں

میری یکجائی معجزہ ہے کوئی
کتنے جلے بکھر گئے مجھ میں

عماد اقبال...... کراچی

اسے دیکھ رہا تھا' اس نے پھر سر جھکا لیا تھا اور اب جھکے سر کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

''میں تو یونہی جانچ رہی تھی کہ کیا واقعی دنیا میں ایسے انسان ہیں جو مجھ جیسی لڑکی کی رفاقت کو بوجھ نہیں سمجھتے اور مجھے یقین آ گیا کہ مبشر سچ کہتا ہے۔'' میں اس کی بات کو سن رہا تھا لیکن مجھے لگ رہا تھا جیسے بہت دور سے اس کی آواز آ رہی ہو۔ میرے اندر میری انا کا ناگ پھن پھیلائے پھنکار رہا تھا۔ میرے جیسے لڑکے کی محبت کو ایک معذور لڑکی نے ٹھکرا دیا تھا۔

اکلوتا' دولت مند' خوب صورت...... میں زخمی ناگ کی طرح تڑپ رہا تھا۔

''آپ کو یقیناً میری بات سے دکھ پہنچا ہوگا لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میری معذور جان کر بھی...... ورنہ میں

ابتداء میں ہی روک دیتی۔ آپ کو کوئی بھی لڑکی مل سکتی ہے جو آپ کی رفاقت پر فخر کرسکتی ہے لیکن میں...... میں اپنے شوہر سے محبت کرتی ہوں۔ میرا نکاح میری پھوپی کے بیٹے مبشر سے ہوچکا ہے۔ وہ پڑھنے کے لیے امریکہ جارہا تھا اس لیے جانے سے پہلے نکاح ہوگیا تھا اس حادثے کے بعد اس نے مجھ سے کہا کہ رخصتی کے بعد بھی یہ حادثہ ہوسکتا تھا تب کیا وہ مجھے چھوڑ دیتا۔ اب بھی نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ کہ میں اس کی بیوی ہوں۔ اس نے کہا وہ زندگی کی آخری سانس تک یہ رشتہ نبھائے گا لیکن مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ آج کی دنیا میں...... اس مادی دنیا میں کوئی ایسا بھی ہوسکتا ہے لیکن اب مجھے یقین آگیا ہے کہ مبشر سچ کہتا ہے۔'' مسکراہٹ اس کے لبوں پر کسی پھول کی طرح کھلی اور آنکھوں میں جگنو دمک اٹھے لیکن مجھے لگا تھا جیسے میرے اندر کوئی فلک بوس عمارت اچانک گر گئی ہو اور ملبے کی گرد اور دھول سے میرا سانس رکتا ہو۔

''سوری ماہ نور......'' بمشکل میرے لبوں سے نکلا۔

''اگر مجھے علم ہوتا تو میں کبھی بھی......'' اس کی طرح بات ادھوری چھوڑ کر میں تیزی سے کمرے سے نکلا تھا پھر مجھے نہیں پتا کہ میں کس طرح گھر پہنچا تھا کیسے اپنے کمرے تک آیا تھا اور پھر کتنے ہی دن میں اپنی اس نئی نویلی محبت کا غم مناتا رہا اور خود کو یقین دلاتا رہا کہ مجھے ماہ نور سے محبت نہیں تھی، میں بھلا کیسے محض ایک نظر میں اس کی محبت میں مبتلا ہوسکتا ہوں اور ہوا بھی تھا تو میں ایک معذور لڑکی سے کیسے محبت کرسکتا ہوں جو زندگی کی شاہراہ میں قدم سے قدم ملا کر میرے ساتھ نہ چل سکتی ہو اور جس کا بوجھ عمر بھر مجھے ڈھونا پڑے، میں گوشی کے کزن کی طرح احمق نہیں تھا۔ یہ محض وقتی جذبہ تھا وہ ایک پرکشش لڑکی تھی تو...... گوشی نے کئی بار میری آنکھوں میں جھانکا۔

''کہیں محبت تو نہیں کر بیٹھے؟''

''میں اور محبت......'' میں قہقہہ لگاتا لیکن آنسو میرے اندر گرتے، میں نے زندگی کو جینے کی بہت کوشش کی لیکن زندگی ہولے ہولے میرے اندر مرتی جارہی ہے۔

اماں ابا، گڑیا سب میرے لیے پریشان رہتے ہیں۔ اماں جب بھی شادی کا کہتیں میری آنکھوں کے سامنے بھیگی پلکوں والی وہ سمندر آنکھیں آجاتی ہیں اور محبت میرے اندر بال کھولے بین کرنے لگتی ہے۔

''نہیں......'' میں سختی سے انکار کردیتا ہوں۔

یہ محبت نہیں، یہ محض ٹھکرائے جانے کا کرب ہے جو اسے بھولنے نہیں دیتا لیکن میرا دل مجھ پر ہنستا ہے اور میں اقرار کرتا ہوں۔

''ہاں یہ محبت ہے بھلا ماہ نور کے سوا میں کسی اور کے ساتھ شادی کیسے کرسکتا ہوں۔ میرا دل اور اس کی محبت سے لبالب بھرا ہے اور اس میں کسی اور کی محبت کی گنجائش نہیں اور میں منافقت بھری زندگی کیسے گزار سکتا ہوں، دل میں ماہ نور کی محبت ہو اور......''

❁......❁......❁
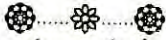
میں نے شادی نہیں کی، اماں ابا کی شدید چاہت کے باوجود میں منکرِ محبت تھا لیکن میرے اندر ہر گزرتے دن کے ساتھ یہ محبت گہری ہوتی جارہی ہے۔ ہر روز جب میں سو کر اٹھتا ہوں تو اس کی جڑیں اور زیادہ گہری پاتا ہوں۔ میں تڑپتا ہوں، روتا ہوں لیکن کوئی نہیں جانتا کہ محبت نے کب مجھے زیر کرلیا۔ میرے دوست اب بھی مجھے قائل کرنے کی کوشش کرتے ہیں کیونکہ کوئی چہرہ مجھے متاثر نہیں کرتا، میں کسی حسن کے پیکر کو دیکھ کر ٹھٹک کر نہیں رکتا۔ اس لیے کہ میری آنکھوں کی پتلی میں تو بس ایک ہی تصویر ٹھہر گئی ہے ماہ نور کی تصویر یں اور میں صائم ربانی ہولے ہولے اس محبت کے ہاتھوں مرتا جارہا ہوں جسے میں نے کبھی تسلیم ہی نہیں کیا تھا۔

❁......❁......❁

اور یہ تحریر یہاں آکر ختم ہوگئی تھی یہ کاغذات مجھے اپنے دوست اور کزن صائم ربانی کے کمرے میں اس کی بیڈ کی سائیڈ دراز سے ملے تھے۔ یہ فائل جس میں یہ کاغذات تھے اس پر لکھا ہوا تھا گوشی کے لیے۔ جب خالہ نے یہ فائل نم آنکھوں کے ساتھ مجھے دی تھی تو مجھے اندازہ نہیں تھا کہ

اس میں کیا ہے شاید کوئی کہانی۔ پچھلے دنوں اس نے کہا تھا دو یا تین بار۔

''یار گوشی میرا جی چاہ رہا ہے ایک کہانی لکھوں‘ محبت کی کہانی۔''

''تم جو محبت کی الف ب تک نہیں جانتے تم محبت کی کہانی لکھو گے۔'' میں ہنسا تھا۔

''ہاں میرا دل چاہتا ہے لکھوں۔'' اس کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ تھی اور آنکھوں میں پرسوزسی کیفیت۔

''تو لکھو اور مجھے ضرور پڑھانا۔''

میں نے اس سے کہا تھا اور جب خالہ نے مجھے وہ فائل دی تو میرا خیال تھا کہ شاید یہ وہی کہانی ہے جو صائم لکھنا چاہتا تھا لیکن جوں جوں پڑھتا جا رہا تھا مجھے احساس ہو رہا تھا کہ یہ کہانی تو......

میں گوشی ہوں صائم کا دوست اور خالہ زاد۔ ہم سب اسے منکر محبت کہتے تھے کیونکہ وہ ہماری طرح دل ہتھیلی پر لیے نہیں پھرتا تھا۔ ہمارے درمیان محبت کے موضوع پر لمبی لمبی بحثیں ہوتی تھیں اور وہ مذاق اڑاتا تھا۔

''محبت ایسے نہیں ہوتی کہ دیکھا اور بس وہاں ہی چت سے گر گئے۔ یہ کیوپڈ کے تیر والی باتیں سب کہانیاں ہیں۔'' لیکن جب اسے محبت ہوئی تو بالکل ایسے ہی اچانک ایک نظر میں‘ شروع شروع میں مجھے اس کی حالت دیکھ کر شک ہوتا تھا کہ کہیں دل تو نہیں لگا بیٹھا لیکن جب اس نے سختی سے تردید کی تو مجھے لگا شاید میرا وہم ہے۔ اس نے اپنی محبت کو دل کے اندر کہیں گہرائی میں چھپا رکھا تھا اور ہولے ہولے گھلتا جا رہا تھا اس نے کسی کو اپنا بھید نہیں دیا اور ہم سمجھتے تھے اس کا دل پتھر ہے جو حسین سے حسین چہرہ بھی اسے متاثر نہیں کرتا حالانکہ اس کا دل تو......

ماہ نور کوئی بہت خوب صورت لڑکی نہیں تھی لیکن دلکش خدوخال کی مالکہ تھی۔ ہاں اس کی آنکھیں بہت پُرکشش تھیں لیکن محبت نے اسے صائم کی نظروں میں دنیا کی سب سے خوب صورت لڑکی بنا دیا تھا۔ پہلے وہ ہماری محفلوں میں بیٹھتا تھا اپنی جاب پر جاتا تھا اور ہمارے

عیدالفطر کا چاند

دیر تک عید کا یہ چاند بھی رویا ہوگا
جب شہیدوں کے گھروں پر سے وہ گزرا ہوگا
منتظر باپ کے ہیں‘ عید منانے کے لیے
در پہ کچھ بچوں کو روتے ہوئے دیکھا ہوگا
قبر میں سوگئیں کچھ مائیں‘ اب ان کے پیارے
شیر خواروں کو بلکتے ہوئے پایا ہوگا
چوڑیاں ٹوٹی ہوئی صحن میں دیکھی ہوں گی
کتنی بیواؤں کو بے آسرا پایا ہوگا
ماؤں کی‘ بہنوں کی اور بھائیوں کی ہے یہ دعا
صدقے میں خونِ شہیداں کے اجالا ہوگا

راؤ تہذیب حسین تہذیب......رحیم یار خان

نظریات کی ہنسی اڑاتا تھا حالانکہ اس کا دل محبت آشنا ہو چکا تھا پھر وہ کم کم گھر سے باہر نکلنے لگا‘ ایک دن اس نے جاب چھوڑ دی دوستوں سے ملنا ترک کر دیا۔

''تمہارے ساتھ کیا پرابلم ہے صائم!'' میں نے کئی بار پوچھا تھا۔

''میرا دل......''

''کیا کہتا ہے تمہارا دل؟'' مجھے لگا تھا جیسے اب وہ کھلنے والا ہے لیکن اس نے پھر چپ سادھ لی۔ خالہ اور خالو کی آنکھوں میں ہر وقت آنسو رہنے لگے تھے۔ وہ ہولے ہولے حواس کھوتا جا رہا تھا‘ گھنٹوں ایک ہی جگہ بیٹھا رہتا‘ ایک ہی جگہ نظریں جمائے خلا میں گھورتا رہتا۔ ہفتوں کپڑے نہ بدلتا‘ اپنے آپ مسکراتا اور پھر چپ سادھ لیتا۔

ایک روز تیار ہو کر وہ میرے پاس آیا‘ وہ بڑے دنوں بعد اس طرح تیار ہو کر آیا تھا اگرچہ اس کی آنکھوں میں حلقے پڑے ہوئے تھے پھر بھی بہتر لگ رہا تھا۔ خالو اسے کسی سائیکاٹرسٹ کے پاس لے کر جا رہے تھے شاید اسی سے علاج سے بہتر ہوئی ہے‘ میں خوش ہو گیا تھا۔

''گوشی چلو قصور چلتے ہیں۔''

''کوئی کام ہے؟''

''ہاں۔'' اس نے سر ہلایا تھا لیکن قصور میں اسے کوئی کام نہ تھا یوں ہی بے مقصد گھومنے پھرنے کے بعد اس نے مجھ سے کہا۔

''گوشی تمہیں عطیہ آنٹی کا گھر پتا ہے اب قصور آئے ہیں تو ملتے چلیں۔ میں نے کچھ عرصہ ماہ نور کو پڑھایا تھا جب عطیہ آنٹی لاہور خالہ کے گھر آئی تھیں اب یہ تو بے مروتی ہوگی نا کہ یہاں سے ملے بغیر چلے جائیں اور خالو کو پتا چلا تو وہ بھی ناراض ہوں گے کہ ان کی بہن کے گھر نہیں گیا۔''

اور ہم عطیہ چچی کے گھر آ گئے عطیہ چچی کی شادی ابا کے کزن سے ہوئی تھی۔ عطیہ خالہ بہت خوش ہو کر ملیں اور ماہ نور نے بھی ہمیں دیکھ کر خوشی کا اظہار کیا۔ وہ بے حد خوش اور مطمئن تھی اس حادثے کے بعد میں نے پہلی بار اسے اتنا مطمئن اور خوش دیکھا تھا۔ صائم کی نظروں نے جیسے اسے اپنے حصار میں لے رکھا تھا اور مجھے صائم کا اس طرح ماہی کی طرف دیکھنا تھوڑا ناگوار گزرا تھا لیکن اس کی حالت کے پیش نظر میں نے نظر انداز کیا۔

عطیہ چچی نے بتایا کہ اگلے مہینے ماہ نور کی رخصتی ہے مبشر آیا ہوا ہے رخصتی کے بعد ساتھ ہی لے کر جائے گا۔ پیپرز بنوا لیے ہیں اس نے کہہ رہا تھا وہاں ڈاکٹروں سے کنسلٹ کرلے گا۔ اللہ میری ماہی کو پھر سے اپنے قدموں پر کھڑا کردے تم بھی دعا کرنا بیٹا اور ہاں شادی میں تم لوگ ضرور آنا۔ میں لاہور آؤں گی کچھ دنوں تک دعوت دینے۔'' میں نے دیکھا صائم نے ماہ نور کے چہرے سے نظریں ہٹالی تھیں اور یکدم ہی بہت مضطرب لگنے لگا تھا پھر فوراً ہی ہم اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

''میرا خیال تھا شاید مبشر ماہ نور سے شادی سے انکار کردے گا۔'' اس نے راستے میں خیال ظاہر کیا تھا۔

''اکثر ایسا ہی ہوتا ہے نا۔''

''ہاں لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔'' میں نے تبصرہ کیا تھا پھر لاہور تک وہ خاموش ہی رہا اپنے گھر کے گیٹ پر جب میں اس سے رخصت ہو رہا تھا تو اس نے کہا تھا۔

''گوشی کبھی کبھی آدمی کسی موہوم امید پر جیتا رہتا ہے یا جینے کی کوشش کرتا ہے لیکن پھر جب وہ موہوم امید بھی ختم ہو جائے تو کیسے جیا جاسکتا ہے۔'' اس وقت میں اس کی بات نہیں سمجھا تھا لیکن اب سمجھ سکتا ہوں کہ شاید اسے یہ گمان ہو یہ امید ہو کہ مبشر ماہ نور کو طلاق دے دے اس سے شادی نہ کرے لیکن مبشر تو اپنے وعدے کا پکا نکلا تھا اور اسے بیاہنے آ گیا تھا اور ماہ نور کے چہرے پر گلاب کھل رہے تھے۔

''کیا تم اب بھی اسے یاد کرتے ہو؟ محبت کرتے ہو اس سے؟'' گوشی نے کہا تو اس نے اچانک گیٹ کے اندر جاتے ہوئے مڑ کر پوچھا تھا۔

''ہاں محبت مرتی نہیں کبھی بھی لیکن......''

''مار دیتی ہے......'' اس نے جملہ مکمل کیا تھا۔

''ہاں لیکن تم جیسے منکر محبت نہیں سمجھ سکتے۔'' اس کے لبوں پر مدھم سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور پھر وہ اندر چلا گیا تب مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں اسے آخری بار دیکھ رہا ہوں صبح میری آنکھ اماں کے رونے پیٹنے سے کھلی تھی۔

''گوشی...... گوشی...... صائم چلا گیا......'' وہ مجھے بری طرح جھنجوڑ رہی تھیں۔

''نہیں......'' مجھے یقین نہیں آیا تھا اور اسے بند آنکھیں کیے دیکھ کر بھی یقین نہیں آیا تھا ابھی کل ہی تو ہم قصور گئے تھے۔

''لیکن جب امید مر جائے تو کیسے جیا جاسکتا ہے؟'' اس نے کہا تھا۔

تو کیا اس کی بھی کوئی امید مر گئی تھی تب میں نہیں جانتا تھا لیکن اب اس کی وہ خودنوشت پڑھ کر جان سکتا ہوں کہ اس کی بھی امید مر گئی تھی۔ اس کی وفات کے سات دن بعد آج فائل میں لگے کاغذات پڑھنے کے بعد میں سوچ رہا ہوں کہ وہ منکر محبت تھا لیکن محبت نے اسے مار دیا تھا۔

ٹوٹا ہوا تارا
سمیرا شریف طور

قسط نمبر 22

کسی کے دل میں کیا چھپا ہے یہ تو ربّ ہی جانتا ہے
دل اگر بے نقاب ہوتے‘ تو سوچو کتنے فساد ہوتے
تھی خاموشی ہماری فطرت‘ جو چند برسوں بھی نبھ گئی ہے
جو ہمارے منہ میں جواب ہوتے‘ تو سوچو کتنے فساد ہوتے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

رابعہ کے انکار پر عادلہ اشتعال میں آجاتی ہے اور اسے سخت نتائج کی دھمکیاں دیتی ہے جب ہی ابوبکر وہاں پہنچ کر عادلہ کو فرار اختیار کرنے پر مجبور کردیتا ہے۔ وہ رابعہ سے عادلہ کے متعلق پوچھتا ہے۔ جس پر رابعہ تمام معاملہ اس کے گوش گزار کرتی ہے جواب میں وہ سر عباس کو بتانے کا مشورہ دیتا ہے۔ جس پر رابعہ عمل کرتے انہیں عادلہ کی دھمکیوں سے آگاہ کرتی ہے۔ دوسری طرف عباس‘ عادلہ کی اس جرأت پر حیران رہ جاتا ہے۔ ادھر ایاز پسٹل کے زور پر شہوار کو ہراساں کرنے کی کوشش میں ناکام رہتا ہے‘ وہاں موجود بھیڑ کا فائدہ اٹھاتے شہوار اس کے ہاتھوں سے بچ نکلتی ہے لیکن جب ہی اس کا ایکسیڈنٹ ہوجاتا ہے اور وہ ثریا بیگم سے ٹکراؤ کی صورت میں اسپتال پہنچ جاتی ہے اس دوران وہ اس کا خیال رکھتی ہیں جب ہی مصطفیٰ انتہائی پریشان حالت میں اس تک پہنچتا ہے لیکن وہ ایاز والے معاملے کو اس سے شیئر نہیں کرتی لیکن یہ بات امجد خان کی زبانی مصطفیٰ تک پہنچ جاتی ہے۔ جس پر شہوار بھی حامی بھرلیتی ہے وہ صرف اپنی بدنامی اور دشمنی کی بڑھنے کے پیش نظر اس بات کو چھپاتی ہے لیکن مصطفیٰ اس کے خدشات کو نظر انداز کرتے ایاز کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے۔ دوسری طرف ایاز کو بھی بھنک مل جاتی ہے اور وہ روپوش ہوجاتا ہے۔ رابعہ عباس صاحب کو بتا کر قدرے مطمئن ہوجاتی ہے لیکن عادلہ عباس اور رابعہ کی قابل اعتراض تصاویر بنا کر اس کے آفس بھیج دیتی ہے‘ ساتھ ہی دھمکی بھی دیتی ہے کہ یہ تصاویر سوشل میڈیا تک فراہم کردے گی اس پر رابعہ نہایت خوفزدہ ہوجاتی ہے جب ہی وہ ہادیہ کے کہنے پر تمام تصاویر عباس صاحب کے حوالے کردیتی ہے اور خود کو اس رسوائی سے بچانے کے لیے ان سے التجا کرتی ہے‘ جواب میں عباس عادلہ کو سخت سزا دینے کا فیصلہ کرلیتا ہے۔ دریہ‘ شہوار پر طنز کرنے سے ہرگز باز نہیں آتی‘ وہ ہر صورت عادلہ کا کردار ادا کرتی ہے جس پر لائبہ بھابی اور عائشہ بھی عجیب شرمندگی محسوس کرتی ہیں‘ دریہ اور شہوار کے درمیان تلخ کلامی بھی ہوجاتی ہے جبکہ مصطفیٰ کوئی بھی مداخلت کیے بغیر خاموش رہتا ہے۔ احسن اور روشی ہنی مون سے لوٹتے ہیں تو مصطفیٰ ان سب کو اپنے گھر دعوت پر بلاتا ہے یہیں آ کر انا کو شہوار کی رخصتی کا علم ہوتا ہے جس پر وہ سخت خفا ہوتی ہے لیکن شہوار اپنے جذبات و احساسات اس پر ظاہر کرکے اس کے سامنے ٹوٹ جاتی ہے‘ جس پر انا اسے تمام خدشات کو دور کرنے اور نئی زندگی کو اچھے طریقے سے شروع کرنے کا مشورہ دیتی ہے لیکن شہوار کے احساس کمتری کے خدشات اسے ہلکان کیے رکھتے ہیں‘ تابندہ بوا سے بھی اس کی ناراضگی بدستور قائم رہتی ہے۔ انا‘ کاشفہ اور ولید کی دوستی سے متعلق بدگمانی کا شکار رہتی ہے وہ ولید سے کاشفہ جیسی لڑکی سے دوستی ختم کرنے کا کہتی ہے مگر ولید اسے جذبہ رقابت کا نام دے کر مذاق میں ٹال دیتا ہے جب ہی ٹک شاپ پر انا کا سامنا کاشفہ سے ہوجاتا ہے اور ولید کے متعلق استفسار کرتی ہے‘ جس پر انا باتوں کے دوران اسے ولید

اور اپنی منگنی دونوں کی پسندیدگی سے طے ہونے اور بہت جلد شادی ہوجانے کا ذکر کرکے کاشفہ کو مایوس کردیتی ہے جبکہ کاشفہ یہ سب جان کر عجیب بے یقینی کے عالم میں گھر جاتی ہے۔

﴿اب آگے پڑھیے﴾

❁……۞……❁

عباس کو بہت زیادہ ویٹ نہیں کرنا پڑا تھا۔

کچھ دیر بعد عادلہ کی گاڑی گیٹ سے باہر نکلی تھی عباس نے اس کے پیچھے اپنی گاڑی لگادی تھی۔ کچھ دور جا کر عباس نے اوورٹیک کرکے اس کے گاڑی روک لی تھی۔ عادلہ کو بروقت بریکس لگا کر خود کو حادثے سے بچانا پڑا تھا۔

''واٹ نان سینس۔'' عادلہ بہت غصے سے گاڑی سے نکلی مگر سامنے عباس کو دیکھ کر ٹھٹک گئی تھی۔ عباس کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر ڈرائیور تھا عادلہ ساکت ہوگئی۔

اس نے اسے کچھ کہا تھا اور پھر وہ ڈرائیور گاڑی کی اگلی سیٹ پر بیٹھ کر گاڑی لے گیا تھا جبکہ عباس کار کے پاس آرکا تھا۔

دونوں نے ایک دوسرے کو بڑی نفرت سے دیکھا تھا۔

''مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔'' عباس نے سرد لہجے میں کہا۔

''میرے پاس تمہاری کسی بھی فضول گوئی کے لیے وقت نہیں ہے۔'' وہ غصے سے کہہ کر پلٹی تھی جب عباس نے ایک دم اس کا بازو پکڑ کر جھٹکے سے اسے روک لیا تھا۔

''میں تم سے تمہاری اجازت نہیں مانگ رہا! آرام سے گاڑی میں بیٹھو۔'' آگے بڑھ کر اس نے اسے دوسری طرف لا کر فرنٹ سیٹ پر دھکیل دیا تھا عادلہ حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

''یہ تم کیا کررہے ہو؟'' وہ چلائی مگر عباس پروا کیے بغیر خود ڈرائیونگ سیٹ پر آ بیٹھا اور دروازہ بند کرتے اس نے عادلہ کو دیکھا تھا جو اسے گھور رہی تھی۔ اور پھر گاڑی اسٹارٹ کرکے بڑھادی۔

''تم میری گاڑی لے کر کہاں جارہے ہو؟'' وہ چیخی تھی عباس نے سرد نگاہوں سے اسے دیکھا۔

''میں پاپا کو بتاتی ہوں تمہاری یہ جرأت کیسے ہوئی؟'' اس نے ڈیش بورڈ پر رکھا اپنا موبائل اٹھانا چاہا تھا جب عباس نے اس کے ہاتھ سے موبائل چھین کر اپنی جیب میں ڈال لیا۔

''تم نے اب اگر ایک لفظ بھی مزید کہا تو میں تمہیں بیچ سڑک پر دھکیل دوں گا یا پھر یہ گاڑی کسی چیز سے دے ماروں گا۔ سمجھیں تم۔'' عادلہ ایک دم ساکت ہوگئی۔

عباس کے تیور انتہائی جارحانہ اور سفاکانہ تھے جس میں کسی بھی قسم کی قطعی کوئی گنجائش نہ تھی۔

''تم ہوتے کون ہو مجھ پر رعب ڈالنے والے چیخ چیخ کر لوگوں کو اکٹھا کرلوں گی۔''

''تم ایسا کروگی تو خود کو ہی مصیبت میں ڈالوگی اس وقت میری جیب میں نکاح نامہ کے علاوہ شادی کی تصاویر بھی موجود ہیں۔'' عادلہ کو پہلی بار صورت حال کی سنگینی کا احساس ہوا تھا اس کے چہرے پر پریشانی کی کیفیت پیدا ہونے لگی تھی۔

''تم کیا چاہتے ہو؟'' غصے کو دبا کر پوچھا۔

عباس نے سنجیدگی سے اسے دیکھا اور ساری توجہ ڈرائیونگ کی طرف مبذول ہی رکھی تھی گاڑی انجان راستوں پر رواں دواں تھی۔ عادلہ ناسمجھی سے عباس کو دیکھ رہی تھی۔

''تم کدھر لے کر جارہے ہو مجھے؟'' عادلہ پھر بے صبری سے پوچھا۔

''تم نے اب ایک لفظ بھی مزید کہا تو میں بہت برا پیش آؤں گا۔ میں اب وہ عباس نہیں جو اپنی عزت کی خاطر ہر جائز و ناجائز سہنے پر مجبور تھا میں سب کچھ تہس نہس کردوں گا اگر اب تم خاموش نہ ہوئی تو۔'' عباس کا انداز اس قدر سفاکانہ تھا کہ عادلہ یک دم چپ ہوگئی تھی۔

کوئی ایک گھنٹے کی ڈرائیو کے بعد عباس نے ایک بہت ہی خوب صورت گھر کے سامنے گاڑی روکی تھی۔

''یہ کہاں لے آئے ہو تم مجھے۔'' عادلہ مزید چپ نہ رہ سکی۔

عباس نے ایک سرد نگاہ اس پر ڈال کر خود گاڑی سے اتر کر جیب سے چابی نکال کر گیٹ کھولا تو عادلہ حراساں سی اسے دیکھ رہی تھی بالکل نئی آبادی تھی جو ابھی زیرتعمیر تھی صرف ایک ہی گھر مکمل تیار اور پینٹ شدہ تھا۔ عباس دوبارہ گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی اندر لے آیا اور گاڑی کا انجن بند کرتے اس نے چابی کھینچ لی تھی۔

''اترو۔'' عباس نے کہا تو عادلہ مزید پریشان ہوگئی۔

''کیوں اتروں...... تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟''

''تم سے کچھ مذاکرات کرنے ہیں اگر تم تعاون کرتی ہو تو ٹھیک ورنہ میں اندر جارہا ہوں پھر خود آجانا۔'' عباس کے سرد الفاظ میں کہہ کر گاڑی سے اتر گیا پھر اس نے پہلے گیٹ بند کرکے لاک لگایا اور عادلہ کو دیکھے بغیر اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔

عادلہ کو پہلی دفعہ سنسان جگہ پر خوف آنے لگا تھا۔ وہ کچھ دیر بیٹھی رہی مگر پھر اعصاب چٹخنے لگے تو غصے سے اپنا بیگ لے کر باہر نکل آئی وہ اندر آئی تو عباس بڑے آرام سے لاؤنج میں ٹی وی دیکھ رہا تھا گھر نیا ضرور تھا مگر ڈیکوریٹڈ اور فرنشڈ تھا عادلہ نے بڑی بے بسی سے اندر قدم رکھا تو عباس نے سرسری نگاہ اس پر ڈالی تھی۔

''تم کیا چاہتے ہو۔'' وہ غصے سے پھنکاری تو عباس نے نفرت سے دیکھا اور ٹی وی بند کرکے اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

''رابعہ کے ساتھ تم نے جو کیا ہے اس کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔'' عباس اٹھ کر دروازے کے پاس چلا گیا۔ اس نے لاؤنج کا دروازہ بھی لاک کردیا تھا۔

''تمہارے ارادوں کو جاننا چاہتا ہوں اور تم رابعہ کے ساتھ ایسا کیوں کررہی ہو وجہ تو علم میں ہے مگر مقصد کیا ہے اس کے بارے میں تم سے پوچھوں گا چونکہ تمہیں تمہاری حرکت پر سبق سکھانا مقصود تھا سو تمہیں یہاں لانے کے علاوہ کوئی اور جگہ مناسب نہ لگی تھی۔'' واپس اس کے سامنے آ کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو وہ نفرت سے دیکھنے لگی۔

''تمہارا کیا خیال تھا کہ تم یہ کروگی اور بچ جاؤ گی؟''

''میں تم کو اس وقت تک اس جگہ بند کردوں گا جب تک تم رابعہ سے متعلق کی گئی اس حرکت کی تفصیل نہیں بتادو گی اور مزید کیا ارادے ہیں جان نہ لوں۔''

''میں تمہاری ان دھمکیوں سے ڈرتی نہیں ہوں میں ابھی ایک کال کروں گی اور میرے پاپا یہاں پہنچ سکتے ہیں۔'' عادلہ نے نفرت سے کہا تو وہ مسکرا دیا۔

تم بھول رہی ہو کہ تمہارا موبائل میرے پاس ہے اور اب یہ بیگ بھی۔'' عباس نے اس کے ہاتھ سے بیگ بھی چھین لیا تھا۔

''یو چیٹر تم مجھے یہاں قید کروگے۔'' وہ ایک دم آپے سے باہر ہوگئی تھی۔

''تم یہاں قید ہوچکی ہو۔'' عباس نے مسکرا کر کہا۔

''یہاں سب کمرے لاک ہیں باہر جانے والے دروازے کی چابی میرے پاس ہے اور جب تک تمہاری عقل ٹھکانے نہیں آجاتی تب تک تم یہاں بند رہو گی۔ مجھے یہ سب بہت پہلے کر لینا چاہیے تھا مگر مجھے میری خاندانی شرافت نے ہمیشہ مغلوب رکھا لیکن اب نہیں اب تم سے ایک ایک غلطی کا بدلہ لوں گا۔'' عباس نے سرد لہجے میں کہا۔

''یو بلیڈی باسٹرڈ، میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔'' وہ ایک دم غصے سے عباس کی طرف بڑھی اور اس نے عباس کا گریبان پکڑ لیا۔

''شٹ اپ۔'' عباس نے ایک زوردار تھپڑ مارا تو وہ لہرا کر فرش پر گری اور اونچی آواز میں چیخنے عباس کو برا بھلا کہہ رہی تھی عباس نے اس پر ایک نفرت بھری نگاہ ڈالی تھی۔

''میں جا رہا ہوں یہاں فرار ہونے کا کوئی رستہ نہیں ہاں اگر کوئی ایسی حماقت کرو گی تو نقصان اٹھاؤ گی کیونکہ میں جاتے ہوئے یہاں کے محافظ کتے کھول کر جاؤں گا تمام کمرے بند ہیں کچن کھلا ہوا ہے اس میں اتنا سامان ضرور ہے جو تمہاری خاطر تواضع کے لیے کافی ہوگا۔'' سخت لہجے میں کہتے عادلہ کا بیگ پکڑے وہ دروازے کی طرف بڑھا تو عادلہ ایک دم حواس میں آئی، پہلی بار وہ پریشان ہوئی تھی۔ اتنا بڑا تنہا گھر سنسان علاقہ اور وہ تنہا۔

''تم ایسا نہیں کرسکتے میں ادھر نہیں رکوں گی۔'' فوراً بھاگ کر عباس کے سامنے آئی تھی۔

''سوری میم آپ کی فرمائش پوری نہیں کرسکتا۔ اب مجبوری ہی سہی اور ناگوار بھی گزرے گا مگر رکنا تو ہوگا جب تک آپ محترمہ کا دماغ ٹھکانے نہیں آجاتا۔'' عباس طنز سے کہتے دروازے کو ان لاک کرنے لگا تھا۔

''پلیز مجھے یہاں چھوڑ کر مت جاؤ۔'' اس نے عباس کا بازو تھام لیا تھا عباس نے نفرت سے اسے پیچھے دھکیلا وہ پھر ایک بار گری تھی۔

''تمہیں اور تمہارے سارے خاندان کو یہ سبق سکھانا اب بہت ضروری ہوگیا ہے میں اپنے ساتھ کی گئی ہر زیادتی برداشت کرتا رہا ہوں مگر اب بات میری ایمپلائی کی ہے میری عزت اور میرے کردار کی ہے۔'' وہ اسے غصے سے کہہ کر کمرے سے نکل گیا تھا۔ عباس نے دروازے کو باہر سے لاک کر دیا تھا۔ عادلہ حیرت سے گنگ دیکھتی رہ گئی تھی۔

وہ عباس شاہزیب کی قید میں تھی وہ ایک دم اونچی اونچی آواز میں چیخنے لگی تھی دروازے کو زور زور سے پیٹنے لگی تھی مگر بے سود تھا کچھ دیر بعد گیٹ کھلنے اور گاڑی کی آواز سنائی دی تو وہ اپنی جگہ ساکت سی ہوگئی تھی۔

❀ ..... ۞ ..... ❀

وہ اپنے کمرے میں لیٹی ہوئی تھی جب بھابی کمرے میں داخل ہوئیں۔

''رابعہ۔'' رابعہ نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر انہیں دیکھا۔

''جی۔''

''تمہارے آفس سے کوئی آیا ہے؟'' بھابی نے بتایا تو وہ اٹھ بیٹھی۔

''کون ہے؟''

''پتا نہیں ماموں نے ہی دروازہ کھولا تھا اور اندر لے گئے تھے بس مجھے ابوبکر نے بتایا کہ تمہیں بھیج دوں۔''

''کون ہوسکتا ہے؟'' وہ الجھنے لگی۔

''میں چائے تیار کرنے جا رہی ہوں، تم ماموں کے روم میں ہی چلی جاؤ۔'' وہ بستر سے نکل آئی تھی۔ وہ سادہ گھریلو حلیے میں تھی اس نے ہاتھ سے بال سنوارتے دوپٹہ اچھی طرح اوڑھا اور ماموں کے کمرے میں آ گئی۔

''السلام علیکم۔'' وہ دستک دے کر اندر آئی تو عباس کو دیکھ کر چونکی۔

''وعلیکم السلام۔'' عباس کھڑا ہوگیا تھا۔ ماموں اور ابوبکر بھی وہیں موجود تھے۔

''کیسی ہیں آپ؟''

''اللہ کا شکر ہے...... آپ پلیز بیٹھیں نا۔'' وہ بہت حیران تھی۔

سر عباس اور ان کے گھر میں، عباس بیٹھ گیا تو وہ بھی ماموں کے ساتھ آ بیٹھی۔

''آفس میں اچانک آپ کی طبیعت خراب ہوئی تھی بابا اپنے ایمپلائز کے بارے میں بہت پکّے ہیں وہ خود بھی عیادت کو آنا چاہ رہے تھے مگر ضروری کام تھا نا آ سکے سو مجھے آنا پڑا۔'' عباس اپنے آنے کی وجہ بتا رہا تھا۔ وہ مسکرادی۔

''تھینک یو سر آپ نے خوامخواہ زحمت کی ورنہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔''

''مگر آفس میں تو آپ ٹھیک نہیں تھیں سو آپ کی عیادت ہمارا فرض بنتا ہے۔'' عباس نے سنجیدگی سے کہا تو اس نے ماموں اور ابوبکر کو دیکھا۔

''یہ سر عباس صاحب ہیں میں انہی کے انڈر کام کرتی ہوں یہ ہماری فرم کے اونر شاہزیب صاحب کے بیٹے ہیں۔'' اس نے ابوبکر اور ماموں کو بتایا تو دونوں نے بغور عباس کو دیکھا۔

''اور سر یہ میرے ماموں ہیں اور یہ ابوبکر۔'' رابعہ نے تعارف کروایا تو عباس نے سر ہلایا عباس ماموں سے بات کرنے لگ گیا تھا بھابی نے چائے بھجوادی تھی۔

''آپ نے جو فائل بھجوائی تھی مجھے اس سلسلے میں آپ سے ڈسکشن کرنا تھا کیا ہم کچھ دیر تنہا بیٹھ سکتے ہیں اصل میں ضروری فائل تھی تو سوچا آپ سے تفصیلی بات کرلوں۔'' عباس نے چائے ختم کرتے ہی کہا تو رابعہ نے چونک کر دیکھا۔

ماموں اور ابوبکر عباس کی بات کا مطلب نہیں جانتے تھے مگر رابعہ کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا تھا وہ عباس کے سامنے اس لمحے سے ڈرتی تھی۔

''کیوں نہیں آپ بیٹھیں ہم باہر چلتے ہیں۔'' ماموں نے عباس سے کہا اور ساتھ ہی اٹھ کر ابوبکر کے ہمراہ باہر نکل گئے تھے رابعہ ہاتھ مسلتے دونوں کو باہر جاتا دیکھتی رہی۔

''مجھے اندازہ ہے آپ کس حد تک پریشان ہوں گی اس لیے میں نے کال کرنے کے بجائے خود آنے کی زحمت کی۔''

رابعہ سر جھکائے لب بھینچے خاموش رہی۔

''مجھے آپ کو تسلی دینا تھی۔ عادلہ کی طرف سے آپ بے فکر رہیں اب وہ کچھ بھی نہیں کرسکے گی جو کچھ وہ کرچکی ہے صرف اسی کا خمیازہ بھگت لے تو کافی ہے۔'' رابعہ نے سر اٹھا کر دیکھا عباس سر جھکائے کہہ رہا تھا۔

''میں بہت شرمندہ ہوں آپ ہمارے ہاں کام کرتی ہیں مگر ہماری وجہ سے آپ کو یہ سب سہنا پڑا آپ کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے جو بھی ہوا میں اس کی معافی مانگتا ہوں ہماری آپس کی چپقلش آپ کے لیے نقصان کا باعث بن گئی۔''

رابعہ حیرت سے دیکھتی رہی۔ اسے عباس سے ہونے والی اپنی پہلی ملاقات یاد آ گئی وہ اس شخص کی طرف سے کئی دن تک بدگمان رہی تھی اور اب...... انہی نے سر جھٹکا۔

''جو ہونا تھا ہوگیا سر...... اس میں بھلا آپ کا کیا قصور؟'' عباس نے اسے دیکھا اور گہرا سانس لیا۔

''اینی وے آئی ایم ریئلی سوری عادلہ میری بیوی ہے بھلے ہمارے درمیان اب کوئی ریلیشن نہیں رہا مگر جو بھی ہوا میری وجہ سے ہوا۔''

''آپ نے عادلہ سے بات کی؟'' اس نے عباس کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ہوں...... اس سے بات کرنے اور تمام انتظامات کرنے کے بعد ہی آپ کے سامنے آیا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں

اب عادلہ کوئی غلط حرکت نہیں کرے گی رہ گئیں وہ تصاویر وہ بھی معاملہ ٹھیک ہوجائے گا میں سوشل میڈیا تک معاملہ نہیں پہنچنے دوں گا۔" عباس کے الفاظ پر رابعہ کو تسلی ہوگئی تھی۔

"اور ہاں یہ بات ہمارے یعنی میرے اور آپ کے درمیان ہے ہمارے درمیان ہی رہے گی۔"

"جی سر۔" اس نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔ عباس نے پہلی بار اسے بغور دیکھا۔

گھریلو حلیے میں سادہ سے لباس اور سر پر دوپٹہ جمائے ہوئے وہ کافی زیادہ اٹریکٹیو لگ رہی تھی خوب صورت بھی تھی اور رکھ رکھاؤ کی مالک بھی تھی۔

"آپ کل سے آفس آرہی ہیں؟" رابعہ عباس کی نگاہیں محسوس کرتے ادھر ادھر دیکھنے لگی تو عباس نے پوچھا۔

"نہیں سر میں اب جاب نہیں کرسکتی میں کوئی رسک نہیں لے سکتی۔ میں ریزائن کرنے کا سوچ رہی ہوں۔" اس نے سادگی سے کہا عباس چونک اٹھا۔

"کیا.... نو...... آپ ایسا نہیں کریں گی میں آپ کو آپ کی تمام سیکیورٹی کی ضمانت دیتا ہوں وہ عورت اب اپ پر کوئی حملہ نہیں کرے گی۔"

"بات سیکیورٹی کی نہیں سر، بلکہ کردار کی ہے میں اپنے کردار پر کوئی الزام نہیں سہہ سکتی۔ ابھی میری فیملی بے خبر ہے مگر بعد میں کوئی ایشو کھڑا ہوجائے تو میں کس کس کو مطمئن کرتی پھروں گی؟" اس نے سنجیدگی اور دوٹوک انداز میں کہا تو عباس نے چند پل اسے دیکھا۔

"یہ آپ کا فائنل فیصلہ ہے؟" رابعہ نے سر ہلا دیا تھا۔

"اوکے..... میں بابا کو کہہ دوں گا آپ کو اپائنٹ بھی انہوں نے کیا تھا آپ ریزائن بھیج دیے گا وہی فیصلہ کریں گے۔" عباس سنجیدگی سے کہتے اٹھ کھڑا ہوا تو رابعہ بھی کھڑی ہوگئی تھی۔

"بہرحال آپ نے ہمارے ساتھ بہت اچھا کام کیا ہے آپ ریزائن کریں گی تو ہمیں افسوس ہوگا۔ مگر آپ کو مجبور بھی کیا نہیں جاسکتا۔ آپ ہماری کمپنی کے ساتھ ایگریمنٹ کرچکی ہیں اور ایگریمنٹ کے مطابق 6 ماہ سے پہلے آپ ریزائن نہیں کرسکتیں ہاں کمپنی نکال دے تو اور بات ہے۔" عباس نے مزید کہا تو وہ چونکی۔

وہ بھول ہی گئی تھی اس کے چہرے پر گھبراہٹ کی کیفیت پیدا ہونے لگی تھی۔

"لیکن میں جان بوجھ کر تو نہیں ریزائن کررہی میری پرابلم آپ کے سامنے ہے اس کے باوجود آپ لوگ ایگریمنٹ کو اہمیت دیں گے۔" اس نے جلدی سے کہا۔

"اب بابا ہی کچھ کہہ سکتے ہیں او کے کوئی بھی مسئلہ ہو آپ مجھے ان نمبرز پر کال کرسکتی ہیں۔" عباس نے سنجیدگی سے کہتے پاکٹ سے ایک کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ رابعہ نے خاموشی سے تھام لیا تھا۔ وہ بیرونی دروازے تک سر عباس کو سی آف کرنے آئی تھی سر عباس کو رخصت کر کے واپس آئی تو ماموں صحن میں مل گئے تھے۔

"چلے گئے تمہارے باس؟"

"جی۔"

"خیریت سے آئے تھے نا؟"

"جی بالکل آفس کا کام تھا۔" اس نے اعتماد سے کہا۔

"اچھا اندر چلو مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" وہ اسے اپنے روم میں لے آئے تھے۔

"تم نے ابوبکر کے بارے میں کیا سوچا؟" بستر پر بیٹھتے انہوں نے پوچھا تو رابعہ چند پل کے لیے خاموش رہ گئی تھی۔

''اتنے دنوں میں جو بھی رائے قائم کرسکی ہوں اس کے مطابق ان میں کوئی برائی دکھائی نہیں دی مزید جو آپ کو مناسب لگے۔'' سنجیدگی سے اس نے اپنی رائے دی۔

''تو میں تمہاری امی سے بات کرلوں؟'' رابعہ نے سر ہلایا تو ماموں مسکرادیے۔

''خوش رہو میں کل سہیل کو فون کروں گا وہ خود ہی اب ابوبکر سے بات کرے گا۔'' رابعہ نے سر ہلا دیا تھا۔ اس کے علاوہ بھی انہوں نے اس سے چند اور باتیں کی تھیں رابعہ خوش دلی سے ان کے ساتھ محو گفتگو رہی تھی۔

❀ .... ✺ .... ❀

ولید آفس کے کام میں مصروف تھا تب ہی اس کے سیل پر کاشفہ کی کال آئی تھی۔ ہیلو ہائے کے فوراً بعد کاشفہ نے سوال کیا۔

''ولید تم نے کبھی ذکر ہی نہیں کیا کہ تم انگیجڈ ہو۔'' کافی تیزی سے کہا تھا ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

''ہوسکتا ہے یاد نہ رہا ہو مگر تمہیں کیسے علم ہوا؟''

''بک شاپ پر تمہاری فیانسی ملی تھی اس سے باتوں کے دوران علم ہوا میں ابھی تک شاکڈ ہوں تم انگیجڈ ہو؟''

''اوہ...... انا نے بتایا ہے۔'' ولید مسکرایا۔

''یہ تو خوشی کی خبر ہے تم کیوں شاکڈ ہوگئیں؟''

''ولید تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہیں لائک کرتی ہوں اس کے باوجود تم نے مجھ سے یہ سب چھپایا تم نے مجھے چیٹ کیا۔'' وہ کافی غصے میں تھی ولید نے سنجیدگی سے موبائل کو گھورا تھا۔

''میں نے کسی کو کوئی چیٹ نہیں کیا اور تم نے کبھی ذکر بھی نہیں کیا کہ تم مجھے لائک کرتی ہو۔ تم میری اچھی دوست ہو اور میں نے ہمیشہ اچھے دوستوں کی ہی طرح تمہیں ٹریٹ کیا ہے۔''

''میں جو تمہیں کالز کرتی تھی تم سے ملنے کو بے تاب رہتی تھی تمہیں اپنی برتھ ڈے پر انوائٹ کیا ہر ایک سے ملوایا جب بھی ملی خصوصی سلوک کیا اور تم کہہ رہے ہو کہ تمہیں علم ہی نہیں تم سب فیل کرتے رہے ہو مجھے یقین تھا۔''

''پلیز کاشفہ وہ جو بھی تھا وہ سب ون سائیڈ تھا انا از مائی کزن اینڈ ناؤ شی از مائی فیانسی ہمارا ریلیشن ہمارے والدین کی خواہش تھی تم میری بہت اچھی دوست ہو اور میں ہمیشہ اس ہی ریلیشن سے تم سے ملا ہوں۔''

''اب تمہیں علم ہوگیا ہے نا اب سوچ لو، میں تم سے محبت کرتی ہوں آئی لو یو سو مچ۔'' بے باکی سے اظہار محبت کرتی کاشفہ ولید کو ایک دم بہت بری لگی تھی۔

''پلیز کاشفہ ڈونٹ ریپیٹ اگین دس ٹاپک، یو آر جسٹ مائی فرینڈ اینڈ نتھنگ مور۔'' اس نے سختی سے ٹوکا۔

''تمہاری جو بھی فیلنگ ہیں میرا ان سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی میں نے تمہیں چیٹ کیا ہے ڈونٹ بلیم می اگین۔'' اس بار ولید سختی سے تنبیہہ لہجہ اختیار کیا۔

''بٹ ولید آئی لو یو سو مچ۔'' دوسری طرف وہ پریشان ہوکر کہہ رہی تھی۔

''دس از ناٹ مائی ہیڈک۔'' ولید نے غصے سے کہا۔

''ولید تم یہ کس لہجے میں بات کررہے ہو۔'' دوسری طرف وہ حیران ہوئی تھی۔

''یہ تو تمہیں خود سمجھنا چاہیے میں ایک انگیج پرسن ہوں تمہیں چاہیے تھا کہ تم شروع میں ہی میرے متعلق تمام معلومات حاصل کرلیتی۔'' ولید کا انداز دوٹوک تھا۔

دوسری طرف بالکل خاموشی چھا گئی تھی۔

''تم انا سے محبت کرتے ہو؟'' کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔
''شاید......'' ولید نے اسی سنجیدگی سے کہا۔
''اور تمہاری وہ فیانسی۔''
''یقیناً وہ بھی کرتی ہے۔''
دوسری طرف چند پل خاموشی طاری رہی اور پھر ایک دم کال کٹ گئی تھی۔ ولید نے لب بھینچتے موبائل ٹیبل پر رکھ دیا۔

❀......◈......❀

موبائل ٹیبل پر رکھتے وہ لب بھینچے خود پر ضبط کر رہی تھی جب اس کے ساتھ بیٹھی دوست نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا۔
''کیا ہوا؟''
''اس نے مجھے ریجیکٹ کردیا ہے۔'' دوست اسے دیکھتی رہی۔
''چھوڑو، تم میں کون سی کمی ہے ایک سے بڑھ کر ایک لڑکا تمہیں مل سکتا ہے۔''
نہیں ڈیئر وہ ایسا نہیں ہے کہ اسے بھول جاؤں پہلی بار کسی مرد کی طرف میرا دل انوالو ہوا ہے میں تو ابھی تک اسی شاک میں ہوں کہ وہ انگیجڈ ہے اور وہ بھی اس عام سی لڑکی سے جو میرے مقابلے میں کچھ بھی نہیں۔ میں چاہوں تو ایک پل میں اسے برباد کر کے رکھ دوں۔'' اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔
''میں اس سے محبت کرنے لگی ہوں دیوانوں کی حد تک میں نے پہلی بار اسے دیکھا تھا تو لگا تھا کہ پہلی بار زندگی میں لوٹی ہوں میں نے رفتہ رفتہ اسی سے تعلق بڑھایا تھا کہ کہیں اسے شک نہ ہو جائے اور اب جبکہ مجھے یقین تھا کہ میں جیت جاؤں گی وہ کسی اور کے نام منسوب نکلا۔'' وہ شدت سے روتے خفگی سے اسے دیکھتی رہی۔
''تو اس میں رونے والی کیا بات ہے؟ تمہیں پہلے ہی چاہیے تھا کہ اس سے شروع میں ہی سب پوچھ لیتی یہ دھچکا تو نہ لگتا اب وہ شاید تم سے ملنا بھی بند کردے۔''
''نہیں، اگر اس نے مجھ سے رابطہ ختم کیا تو میں پاگل ہو جاؤں گی تم یقین کرو مجھے اس سے شدید محبت ہوگئی ہے۔ میں اس کے ساتھ کسی کا نام بھی برداشت نہیں کرسکتی۔'' ایک دم آنسو صاف کرتے اٹل لہجے میں کہا۔
''مجھ میں کیا کمی ہے خوب صورت ہوں جوان ہوں اچھی فیملی سے ہوں اسے تو مجھ پر مرمٹنا چاہیے تھا؟''
''مگر وہ مر مٹنے کو تیار نہیں ہوا تمہاری تمام تر کوششوں کے باوجود۔''
''ہاں وہ ابھی جانتا نہیں کہ وہ کس کو انکار کر رہا ہے۔ میں کاشفہ ہوں میں ہار نہیں مانوں گی پہلی بار میں خود سے کسی مرد کی طرف بڑھی ہوں اس کی خواہش میرے دل میں جاگی ہے اب کیسے اسے کھودوں، امپاسیبل۔'' لہجے میں ایک دم نخوت اور سرد پن آ گیا تھا۔
''میں اسے اس حد تک مجبور کردوں گی کہ اسے مجھے قبول کرنا ہی ہوگا میں اب پیچھے نہیں ہٹوں گی۔'' پتھریلے لہجے میں کہتے ہوئے اس نے دوست اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔
''چھوڑو یار مجھے نہیں لگتا یہ لڑکا تمہارے پیچھے آنے والے باقی تمام پاگلوں جیسا ہوگا ہی از آ چیلنج مین۔''
''اسی لیے تو وہ مجھے دل و جان سے بھا گیا تھا اس میں کسی کو بھی مسحور کر لینے والی بات ہے میں ابھی بھی ناامید نہیں ہوئی میں کوشش کرتی رہوں گی جب تک وہ مجھے قبول نہیں کرے گا دیکھنا اسے مجھے قبول کرنا ہی ہوگا ایسا کبھی ہوا ہی نہیں کہ کاشفہ کو کوئی چیز پسند آجائے اور وہ اسے نہ مل سکے امپاسبل۔'' لہجے میں اٹل پن تھا اس کی دوست

تاسف سے اسے دیکھتی رہی تھی۔

"کہاں تھیں تم؟" وہ جیسے ہی چابی گھماتے گھر میں داخل ہوئی عبدالقیوم کی آواز نے روک لیا اس نے دیکھا اس کی مام اور ڈیڈی دونوں موجود تھے۔

"دوستوں کے ساتھ تھی مام کو بتا کر گئی تھی۔"

"کل سے تم غائب ہو کچھ ہوش بھی ہے۔" عبدالقیوم نے گھورا۔

"اوہ ڈیڈ آپ مڈل کلاس لوگوں کی طرح بی ہیو مت کیا کریں رات کسی شو میں جانا تھا اب ہر بات آپ کو بتا کر کرنے سے تو رہی۔"

"ادھر تم غائب ہو ادھر کل سے عادلہ کا کوئی اتا پتا نہیں نہ اس کا موبائل لگ رہا ہے اور نہ ہی گاڑی کا کہیں نام ونشان ہے ہم رات بھر پریشان ہوتے رہے تمہیں بار بار کال ملاتے رہے تمہارا نمبر بند تھا۔" مام نے غصے سے کہا تو وہ چونک اٹھی۔

"اس کی دوستوں کو کال کریں۔" اس نے مشورہ دیا۔

"سب کر چکی ہوں بلکہ بہانے سے اس کے سسرال بھی کال کرلی تھی۔ ملازمہ نے بات کی کہیں بھی کوئی خبر نہیں ملی۔"

"تو اتنا پریشان ہونے کی کون سی بات ہے وہ کوئی چھوٹی بچی ہے اس کا دوستوں کے ساتھ کہیں پروگرام بن گیا ہوگا آجائے گی شام تک۔"

"وہ تمہاری طرح ابھی اتنی آزاد خیال نہیں ہوئی کہ مجھے بتائے بغیر کہیں نکل جائے۔ کل شام سے پہلے شاپنگ کا کہہ کر نکلی تھی۔ اس کے بعد اس کا کوئی پتا نہیں۔" مام کے جواب پر کاشفہ کا منہ بنا گیا۔

"او کے اب میں کیا کرسکتی ہوں۔" غصے سے چہرہ سرخ ہوگیا تھا۔

"میں تم تینوں کی وجہ سے بہت پریشان ہوں ایاز نے علیحدہ میرے لیے پرابلمز کری ایٹ کر رکھی ہیں تمہاری اپنی سرگرمیاں ہیں ایک عادلہ میرے کہنے میں تھی اب وہ بھی شروع ہوگئی ہے۔" عبدالقیوم نے ایک دم غصے سے کہا۔ کاشفہ خاموش ہی رہی۔

"وہ مصطفیٰ پاگل کتے کی طرح اس کی بو سونگھتا پھر رہا ہے اس کے ساتھی ہر جگہ اسے تلاش کررہے ہیں وہ تو شکر ہے اس کے دوستوں نے بروقت اس کی کارروائی کا بتا دیا تھا جو میں اسے ان کے پاس سے نکال لایا مگر اس نے خود کو اور مجھے مروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اور اب عادلہ اس کا کوئی اتا پتا نہیں۔"

"اوہ ڈیڈ، ڈونٹ بی وری، وہ آجائے گی وہ کوئی نان سینس بچی نہیں ہے جو آپ یوں بی ہیو کررہے ہیں۔" نخوت سے کہہ کر ٹک ٹک کرتی وہ اپنے کمرے کی طرف چلی دی۔

"دیکھ لیا تم نے اپنی اولاد کی حرکتوں کو میں ادھر کچھ کہہ رہا ہوں اور وہ کچھ سنے بغیر نکل گئی۔" غصے سے بیوی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مجھے کیوں ڈانٹ رہے ہیں شروع سے ہی لمٹ میں رکھا ہوتا تو آج یہ دن کیوں دیکھنا پڑتا۔ مجھے تو عادلہ کی فکر ہورہی ہے۔ نجانے کہاں رہ گئی وہ بغیر کچھ کہے سنے بھی گئی تو نہیں۔" عبدالقیوم نے بیگم کو گھورا اور موبائل پر نمبر ڈائل کرتے باہر چلے گئے۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

وہ ایک مریض کی کیس ہسٹری پر ڈاکٹر سے ڈسکس کررہی تھی جب مصطفیٰ کی کال آگئی۔

"السلام علیکم۔" اس نے ڈاکٹر سے معذرت کرتے کال پک کی۔

"وعلیکم السلام کہاں ہیں؟" مصطفیٰ نے پوچھا۔

"میں اسپتال میں ہوں۔"

"میں پانچ منٹ میں آ کر آپ کو پک کروں گا۔"

"مگر میں تو اس وقت بزی ہوں۔" اس نے انا اور باقی گروپ فیلو کو دیکھا وہ سب ڈاکٹر کی بات بڑے دھیان سے سن رہی تھیں۔ آج ان کا اسپتال کا وزٹ تھا ایک مریض کی فائل ان کو ملی تھی۔

او کے..... جلدی فارغ ہو لیں میں ویٹ کرلوں گا۔" مصطفیٰ نے کہہ کر کال بند کردی۔

شہوار نے غصے سے موبائل بیگ میں ڈالا تھا۔

وہ غصہ نہیں کرنا چاہتی تھی ان سب حالات میں نارمل انداز میں نبٹنا چاہتی تھی مگر پھر ایک دم غصہ آنے لگا۔ اسے فارغ ہونے میں آدھا گھنٹہ لگا تھا مصطفیٰ کے میسج کے مطابق وہ گیٹ کے باہر ویٹ کررہا تھا۔

وہ انا اور باقی سب کو اللہ حافظ کہہ کر جلدی سے باہر آ گئی تھی مصطفیٰ گاڑی میں موجود تھا اسے آتے دیکھ کر فرنٹ ڈور کھول دیا وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ مصطفیٰ نے مسکرا کر دیکھا تو وہ نظریں چرا گئی۔

"آج کا دن کیسا گزرا؟"

"اچھا تھا بزی اور تھکن سے بھرپور۔" وہ اپنے آپ کو ان سب حالات کا سامنا کرنے کے لیے تیار کرچکی تھی مگر وہ پرانے رویے اب ایک دم بدلنے سے تو رہی تھی۔

"عائشہ کو شاپنگ کے لیے جانا تھا مجھے کال کی تھی کہ تمہیں بھی ساتھ چلنا ہے سو مجھے لینے آنا پڑا اس دن والی ایاز کی حرکت کے بعد اب تنہا بھیجنے کا تو سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا سو مجھے خود لینے آنا پڑا۔" شہوار خاموش ہی رہی تھی۔ مصطفیٰ نے ایک دوبارہ اسے دیکھا۔

"ہم گھر نہیں جارہے کیا؟" گاڑی نے جیسے ہی یوٹرن لیا شہوار چونکی۔

"بتایا تو ہے شاپنگ کے لیے جانا ہے پہلے؟" مصطفیٰ نے کہا تو وہ ٹھٹکی۔

"میں سمجھی تھی کہ شاید پہلے گھر جانا ہے۔" اس نے کہا۔

"مجھے بہت بھوک لگ رہی ہے آج کا دن بہت بزی گزرا تھا تو دوپہر میں کچھ کھانے کا وقت ہی نہ مل سکا۔" اس نے جھجکتے کہا تو مصطفیٰ چونکا۔

"کسی ریسٹورنٹ میں چلتے ہیں۔" مصطفیٰ نے کہا۔

"نہیں..... نہیں۔" اس نے فوراً انکار کردیا۔

دوسرے معنوں میں وہ مصطفیٰ کے سامنے یوں بھوک کا کہہ کر شرمندہ ہورہی تھی۔

"یہیں کہیں سے اگر کچھ کھانے کو مل جاتا ہے تو ٹھیک ہے میں کسی ریسٹورنٹ میں نہیں جاؤں گی۔"

"او کے۔" مصطفیٰ نے اسے بغور دیکھتے سر ہلایا۔

کچھ دیر بعد مصطفیٰ نے کے ایف سی کے سامنے گاڑی روکی تھی۔

"یہیں بیٹھیں گی یا پھر اندر چلیں گی۔" مصطفیٰ نے اس سے پوچھا۔

"یہیں منگوالیں۔" "او کے گاڑی کا دروازہ لاک کرلیں میں آتا ہوں۔" باہر نکلتے مصطفیٰ نے کہا۔

وہ خاموشی سے دروازہ لاک کیے بیٹھی رہی کچھ دیر بعد مصطفیٰ شاپر لیے واپس آیا اور شیشے کو ناک کیا تو اس نے لاک کھولا۔ مصطفیٰ نے اسے شاپر تھما دیا تھا۔

شہوار نے شاپر کے اندر دیکھا ڈرنکس کے علاوہ تین جمبو سائز برگر تھے ساتھ میں چپس اور سلاد بھی۔
''آپ لیں گے؟'' اپنے لیے برگر اور بوتل نکال کر باقی شاپر مصطفیٰ کی طرف بڑھاتے ہوئے پوچھا۔
''ضرور لنچ تو میں نے بھی نہیں کیا۔'' مصطفیٰ نے شاپر تھام لیا۔
''ویسے کہیں باہر اکیلے ساتھ مل کر کچھ کھانے پینے کا ہمارا یہ پہلا اتفاق ہے نا۔'' برگر کھاتے مصطفیٰ نے کہا تو شہوار چونکی۔
''ہوسکتا ہے۔'' مصطفیٰ اسے ہی مسکرا کر دیکھ رہا تھا اس کی مسکراہٹ میں بڑی عجیب سی اٹریکشن تھی اس نے فوراً گھبرا کر سر جھکالیا تھا۔
''ہوسکتا ہے نہیں بلکہ یقیناً یہ پہلا اتفاق ہے۔'' مصطفیٰ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی شہوار خاموش ہی رہی۔ وہ بھلا اس سے کیا کہتی۔
مصطفیٰ کا موڈ نارمل اور خوشگوار تھا اور وہ کوئی ایسی ویسی بات کہہ کر اس کا موڈ خراب کرنا نہیں چاہتی تھی۔
وہ اب سب کچھ نارمل روٹین میں لینے اور سب نبھانے کی کوشش کررہی تھی۔ وہ خاموشی سے کولڈ ڈرنک پی رہی تھی جب ہی مصطفیٰ نے اس کے ہاتھ سے گلاس لے لیا۔ اس نے حیرت سے مصطفیٰ کو دیکھا۔
''میں ایک ہی گلاس لایا ہوں۔'' مصطفیٰ مسکرا کر کہتے کولڈ ڈرنک پینے لگا۔ جبکہ شہوار ایک دم کنفیوز ہوگئی۔
''بھئی یہ بھی لو نا یہ سب میں کھانے کے لیے لایا ہوں دیکھنے کے لیے نہیں۔'' باقی کھانے کی اشیا کی طرف اشارہ کرکے مصطفیٰ نے کہا تو وہ سر ہلا گئی۔
''ویسے آج موڈ کچھ بہتر ہے خیریت ہے نا؟'' مصطفیٰ نے اسے آرام وسکون سے اپنی بات مانتے دیکھ کر شرارت سے پوچھا۔
شہوار خاموشی سے فنگر چپس کھاتی رہی۔
''ویسے آج ہوا کیا ہے؟'' اتنی بڑی تبدیلی بلاوجہ تو نہیں ہوسکتی کوئی جھگڑا نہیں کوئی ایشو نہیں سب خیریت ہے نا۔'' مصطفیٰ اپنا برگر ختم کرچکا تھا اس نے شہوار کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا تو اس نے گرفت سخت کردی۔
''کیا خیال ہے آج سورج مشرق سے ہی نکلا تھا نا؟'' اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو وہ ایک دم پلکیں گرا گئی۔
''آپ مجھے کنفیوز کررہے ہیں پلیز ہاتھ چھوڑیں میرا۔'' اس نے لرزتی آواز میں کہا تو مصطفیٰ کھل کر ہنس دیا۔
''ارے ابھی تو میں نے کچھ کیا بھی نہیں۔'' شرارت سے بولا۔
شہوار کی بھوک پیاس سب ایک دم مٹ گئی تھی اس کی آنکھوں میں نمی سی آ ٹھہری تھی۔ مصطفیٰ نے اسے بغیر دیکھے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا۔ وہ خاموشی سے کھڑکی کے باہر دیکھنے لگی۔
اس نے سوچا تھا کہ وہ اب ایک لفظ بھی نہیں کہے گی اور سب کچھ خاموشی سے جھیلنے کی کوشش کرے گی مگر اب یہ سب خاموشی سے جھیلنا بڑا مشکل لگ رہا تھا۔
اسے مصطفیٰ کی محبت اور خلوص سے انکار نہیں تھا مگر وہ خود کو اس کا اہل نہیں سمجھتی تھی۔ اس نے آہستگی سے آنکھوں کی نمی کو صاف کیا اور آہستگی سے باقی کا برگر کھانے لگی مصطفیٰ کے نمبر پر کال آنے لگی تو اس نے پلٹ کر دیکھا۔
''ہاں عائشہ..... نہیں ہم راستے میں ہیں بس پہنچ رہے ہیں..... تم کدھر..... اوکے..... ہم آرہے ہیں۔'' مصطفیٰ نے کال بند کردی تو اس نے برگر ختم کرتے تمام چیزیں واپس شاپر میں ڈال دی تھیں۔

❁......❁......❁

''کہاں تھے تم دونوں میں اتنی دیر سے کال کر رہی تھی۔'' وہ دونوں جیسے ہی عائشہ کے پاس پہنچے اس نے پوچھا۔

''ہم لنچ کرنے لگ گئے تھے۔''

''یعنی ہوٹلنگ کر کے آئے ہو تم دونوں۔'' دریہ نے تیکھے تیوروں سے شہوار کو دیکھتے طنزیہ پوچھا تھا۔

''میں نے تو آفر کی تھی مگر یہ محترمہ مانی ہی نہیں مجبوراً ہمیں کے ایف سی سروس سے گزرنا پڑا۔'' مصطفیٰ نے مسکرا کر کہتے شہوار کو دیکھا شہوار سب کو نظر انداز کرتے ماں جی کے پاس جا رکی تھی۔

''ہم نے عروسی لباس اور کچھ اور اشیا خریدنا تھیں سوچا کہ شہوار کو بھی بلا لیں۔'' ماں جی نے محبت سے کہا تو شہوار ہلکا سا مسکرا دی۔

کچھ دیر بعد وہ مارکیٹ کی کئی شاپس دیکھ چکے تھے مگر مصطفیٰ کو کوئی لباس پسند ہی نہیں آ رہا تھا بعض سوٹ تو اچھے خاصے تھے شہوار کو اچھے بھی لگے تھے مگر مصطفیٰ نے کوئی نہ کوئی نقص نکال کر رد کر دیے تھے۔

''توبہ کتنے مشکل پسند ہو تم ابھی ہم نے اور بھی بہت کچھ لینا ہے اور تمہیں کوئی سوٹ پسند ہی نہیں آ رہا ہر ایک میں کیڑے نکال رہے ہو۔''

ایک اچھے خاصے سوٹ کو ریجیکٹ کرنے پر عائشہ نے ٹوکا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

''تم ایسا کرو شہوار کو لے جاؤ اور سوٹ پسند کرلو ہم تینوں اتنی دیر میں کچھ اور خرید لیتی ہیں جوں، جوں دن کم ہو رہے ہیں کام بڑھتا جا رہا ہے۔ بس ایک دو دن میں یہ بازاروں کے چکر ختم کرنا چاہتی ہوں۔'' ایک دو اور جگہوں سے بھی ناکام اٹھنے پر ماں جی نے کہا تو شہوار ایک دم پریشان ہو گئی تھی۔

''میں نہیں جا رہی، جو بھی لینا ہے خود ہی لے لیں۔'' اس نے فوراً کہا، مصطفیٰ نے گھورا تو عائشہ ہنس دی۔

''گھور کیوں رہے ہو، جتنی دیر سے تم خوار کروا رہے ہو ہم سب کو یہ بے چاری کیا ہم سب کی ہمت بھی جواب دے چکی ہے ویسے سچ سچ بتاؤ اب تک کتنی خواتین کو شاپنگ کرا چکے ہو۔ بڑی اپ ٹو ڈیٹ معلومات ہیں خواتین کی خریداری سے متعلق اللہ معاف کرے اتنے تو ہم بھی باخبر نہیں ہیں۔'' عائشہ نے کہا تو مصطفیٰ ہنس دیا۔

''سیدھا سادھا مجھ پر اٹیک کر رہی ہیں بس یہ ہے کہ مجھے ان میں سے کوئی بھی لباس پسند نہیں آیا۔''

''ہائے اتنے پیارے سوٹ تو تھے۔'' عائشہ نے آنکھیں دکھائیں۔

''اچھا اب بحث بند کرو، ادھر کھڑے ہونا فضول ہے جو بھی پروگرام ہے وہ بتاؤ۔'' ماں جی نے ٹوکا۔

''ادھر ایک بوتیک ہے وہاں دیکھ لیتے ہیں اگر مصطفیٰ کو پھر بھی پسند نہیں آیا تو یہ خود ہی کچھ کرے گا۔'' عائشہ نے کہا تو مصطفیٰ نے فوراً سر تسلیم خم کر دیا تھا۔

''اوکے۔''

''تم تینوں چلے جاؤ، میں اور دریہ باقی چیزیں دیکھ لیتے ہیں اتنی دیر میں۔'' ماں جی نے کہا تو دریہ کے چہرے کے زاویے ایک دم بگڑے تھے تاہم وہ ان کے سامنے خاموش ہی رہی تھی۔ عائشہ کے بتائے گئے بوتیک میں کافی اچھی ورائٹی تھی اور کلرز بھی یونیک تھے ایک سے بڑھ کر ایک ڈریس تھا۔

''اب بتاؤ کون سا پسند آیا ہے؟'' مختلف ڈریس چیک کرنے کے بعد عائشہ نے مصطفیٰ کو دیکھا۔

''یہ دونوں کلرز کیسے ہیں؟ اور ڈریس بھی اچھے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ دونوں ڈریس سپلیمر لگ رہے ہیں۔'' مصطفیٰ نے ایک ڈیپ ریڈ کلر اور دوسرا لائٹ گرے شیڈ کے لباس پسند کیے تھے۔

عائشہ نے فوراً سر ہلایا تھا دونوں سوٹ ایک سے بڑھ کر ایک تھے اور کام اس قدر زبردست تھا کہ چند پل کے لیے آنکھیں چندھیا جائیں۔

''شکر ہے تمہیں پسند تو آیا، میرا خیال ہے دونوں پیک کرا لیتے ہیں کمی بیشی بعد میں بھی کرا سکتے ہیں۔ بارات اور ولیمہ دونوں کے لیے کلرز اچھے ہیں۔'' عائشہ کو بھی یہی کلرز بہت پسند آئے تھے وہ ایک دم مطمئن ہوئی تھی۔

''تمہیں کیسے لگے، اچھے ہیں نا؟'' عائشہ نے شہوار سے پوچھا جو مسلسل خاموش تھی۔

''اچھے ہیں بٹ۔'' اس کے سامنے پرائس ٹیگ تھے دونوں ڈریس بہت زیادہ مہنگے تھے۔

''اس کی قیمت دیکھ لو۔'' اس نے آہستگی سے عائشہ سے کہا۔

''دیکھ چکے ہیں مصطفیٰ کو پسند آئے ہیں تو پھر قیمت کیوں دیکھیں ویسے بھی تم کسی سے کم ہو کیا۔ تم سے زیادہ ایکسپینسو نہیں ہیں۔'' عائشہ نے بھی آہستگی سے کہا تو وہ پھر خاموش ہو گئی تھی۔ سب خوش تھے مطمئن پرسکون جبکہ وہ خود ایک عجیب سی کشمکش میں مبتلا تھی۔

مصطفیٰ نے پے منٹ کی اور وہ لوگ گاڑی میں آ بیٹھے۔

''شکر ہے یہ بڑا مسئلہ تو حل ہوا، ویسے بھی چند دن بعد شہوار نے گاؤں چلے جانا ہے، باقی کی تیاریاں تو ہوتی رہیں گی۔'' عائشہ نے کہا تو شہوار نے سنجیدگی سے دونوں کو دیکھا مصطفیٰ کا موڈ سارا وقت خوشگوار رہا تھا اس وقت بھی عائشہ کی بات پر مسکرا دیا تھا۔

''کارڈ پرنٹ ہو کر آ گئے ہیں شہوار تم نے جس جس کو بھی انوائٹ کرنا ہے بتا دینا اپنی دوستوں وغیرہ کو۔'' عائشہ اب اس سے مخاطب تھی وہ عائشہ کے ساتھ پچھلی سیٹ پر ہی بیٹھی تھی۔

''انا کے علاوہ میری کوئی ایسی خاص دوست نہیں کہ اسے انوائٹ کروں۔'' اس نے سنجیدگی سے کہا۔

''مگر پھر بھی کالج فیلوز تو ہوں گی؟''

''نہیں...... کسی کو بھی نہیں بلانا ہاں ان کو کارڈ دینا ہے۔'' آہستگی سے کہہ کر وہ کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی تھی۔

''اب کہاں جانا ہے ماں جی کے پاس یا گھر؟'' مصطفیٰ نے گاڑی ڈرائیو کرتے پوچھا۔

''میں تو ماں جی کے پاس جاؤں گی تم البتہ شہوار کو گھر ڈراپ کر دو، کالج سے آئی ہے تھکی ہوئی ہوگی ہم آرام سے اپنی شاپنگ مکمل کر کے آئیں گی۔'' عائشہ کے جواب پر مصطفیٰ نے سر ہلا دیا۔

عائشہ نے فون کر کے دریہ سے پوچھا تھا کہ وہ لوگ کہاں ہیں پھر مصطفیٰ نے اسے مطلوبہ جگہ ڈراپ کر دیا۔

گھر کی طرف جاتے ہوئے مصطفیٰ نے شہوار کو دیکھا وہ گردن موڑے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ شہوار کا آج کا رویہ چینج تھا وہ اگر خوش دکھائی نہیں دے رہی تھی تو ناخوش بھی نہیں لگ رہی تھی اس کے رویے نے مصطفیٰ کے اندر خوشگوار تاثرات پیدا کر دیے تھے۔

''کیا سوچا جا رہا ہے۔'' اسے اس طرح گم صم انداز میں دیکھ کر مصطفیٰ نے پوچھا تو اس نے چہرہ موڑ کر مصطفیٰ کو دیکھا۔

''کچھ نہیں۔'' کہہ کر وہ شولڈر بیگ کی اسٹریپ سے کھیلنے لگی تھی۔

''ایاز کا کیا بنا؟'' کچھ توقف کے بعد اس نے اسی طرح سر جھکائے پوچھا۔

''تلاش جاری ہے وہ کہیں روپوش ہو چکا ہے میرا خیال ہے اس کی فیملی اس کے ٹھکانے سے باخبر ہے مگر بغیر کسی سولڈ ریزن کے اس کے والد پر ہاتھ نہیں ڈالا جا سکتا ورنہ اب تک وہ لاک اپ میں بند ہوتا۔'' مصطفیٰ نے تفصیل بتایا۔

''ایک اور خبر ہے؟'' ڈرائیو کرتے مصطفیٰ کو اچانک یاد آیا تو چونکا شہوار نے سوالیہ اسے دیکھا۔

''عادلہ بھابی کا بھی کہیں اتا پتا نہیں مل رہا، عبدالقیوم کے گھر کا فون ٹریس کیا جارہا ہے جس کے مطابق اطلاع ملی ہے کہ عادلہ چند دن سے کہیں غائب ہیں کہاں، کوئی خبر نہیں فون کنورسیشن کے مطابق تو گھر والے بھی بے خبر ہیں مگر میرا اندازہ ہے کہ یہ بھی ان لوگوں کی کوئی چال ہے ان کو علم ہے کہ ہم ایاز کو تلاش کررہے ہیں ہوسکتا ہے ہماری توجہ ہٹانے کو عادلہ اور ایاز دونوں کو کہیں اور منتقل کردیا گیا ہے آفٹر آل عادلہ بھابی سے ابھی بھی ہمارا ریلیشن برقرار ہے شاید ان کو ڈر ہو کہ ہم عادلہ کو بنیاد بنا کر کوئی ایکشن نہ لے لیں بہرحال یہ ہمارا تجزیہ ہے جو غلط ثابت بھی ہوسکتا ہے۔'' مصطفیٰ نے بتایا تو وہ حیرت سے دیکھے گئی۔

''اوہ..... ان لوگوں نے عادلہ بھابی کو تلاش کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی؟''

''فی الحال تو نہیں کررہے اور یہی بات ہمیں مشکوک کررہی ہے۔ کسی کا بیٹی غائب ہو اور چند دن گزر جائیں اور وہ پھر بھی نارمل زندگی گزار رہے ہوں امپاسبل ہے۔''

''اور ان کے باقی گھر والے؟'' شہوار کے لیے یہ بڑی حیران کن خبر تھی۔

''اندرونی حالات کا تو ہمیں بھی نہیں علم بہرحال مجھے اس سب میں بھی ان لوگوں کی کوئی چال لگ رہی ہے۔ عادلہ بھابی ہمارا ہیڈک نہیں ہیں۔ فرض کریں اگر وہ واقعی غائب ہیں یا کہیں روپوش ہیں تو یقیناً ان کی فیملی بے خبر نہیں ہوگی ورنہ کہیں نہ کہیں یہ لوگ کوئی ایف آئی آر درج کراتے تلاش کرتے سرچ کرتے مگر یہ لوگ نارمل روٹین کی طرح زندگی گزار رہے ہیں جیسے کوئی فرق نہیں پڑتا، اس سے تو ایک بات ہی ظاہر ہوتی ہے یا تو عادلہ اپنی فیملی کو بتا کر کہیں غائب ہے یا پھر فیملی نے خود کہیں روپوش کردیا ہے۔'' شہوار حیرت سے سب سن رہی تھی۔

''کیا گھر میں کسی اور کو بھی ان کی گمشدگی کا علم ہے میرا مطلب ہے عباس بھائی یا انکل وغیرہ.....؟'' کچھ توقف کے بعد اس نے مزید پوچھا۔

''نہیں اگر علم ہوتا تو میرا خیال ہے مجھ سے ذکر تو ضرور کرتے۔'' اس نے آہستگی سے سر ہلایا۔ مصطفیٰ نے اسے دیکھا وہ پھر سابقہ کیفیت میں چلی گئی تھی یعنی گم صم اور سنجیدہ۔

''سوٹ پسند آئے؟'' مصطفیٰ نے مسکرا کر پوچھا۔

''میری پسند کا کیا عمل دخل اتنا کچھ ہورہا ہے مجھ سے پوچھ کر تو نہیں ہورہا۔'' وہ ایک دم تلخی سے کہہ گئی تھی مصطفیٰ نے گہرا سانس لیا۔ یعنی ابھی تک اسی مقام پر تھی وہ۔

''اب ان اعتراضات کا کیا فائدہ ہماری شادی ہورہی ہے۔'' مصطفیٰ نے بھی سنجیدگی سے کہا۔

''میں اعتراض کر بھی نہیں رہی۔ آپ نے ایک سوال پوچھا تھا اور میں نے جواب دے دیا سوسمپل۔'' سابقہ تلخی سے کہہ کر وہ باہر دیکھنے لگی۔

''ویسے بھی میرے اعتراضات کو کون سا کسی نے مان لینا ہے۔'' وہ اگلے ہی پل خود ترسی کی کیفیت کا شکار ہونے لگی تھی۔

''جب علم ہے تو پھر بحث کا فائدہ؟'' مصطفیٰ نے بھی سنجیدگی سے کہا تو شہوار نے پلٹ کر دیکھا آنکھوں میں تلخی برقرار تھی۔

''زبردستی کے ریلیشن میں ہمیشہ بحث ہی جنم لیتی ہے۔ اعتراضات تنقید وغیرہ کے ایشوز اٹھتے ہیں یہ اور بات ہے کہ آپ اس کو ایکسپٹ نہیں کرپارہے۔''

''لڑنے کا موڈ ہورہا ہے؟'' مصطفیٰ نے سنجیدگی سے اس کی آنکھوں میں دیکھا تو وہ لب بھینچ کر چہرہ موڑ گئی۔
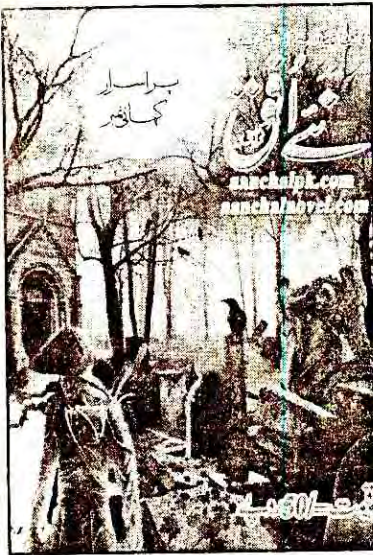
aanchal.com.pk
رنگا رنگ کہانیوں سے آراستہ دلچسپ جریدہ
ماہنامہ نئے افق کراچی
نازہ شمارہ شائع
ہو گیا ہے
onlinemagazinepk.com/recipes
نئے افق
پراسرار کہانی نمبر
aanchalpk.com
aanchalnovel.com
ستمبر 2014ء کے شمارے کی ایک جھلک
قلندر ذات: یہ کہانی ایک ایسے مرد آہن کی ہے جو ذات کا قلندر تھا۔ اس نے ان لوگوں کو اپنی انگلیوں پر نچایا جو اپنے تیئں دنیا تسخیر کرنے کی دھن میں انسانیت کے دشمن بن گئے تھے۔
جگت سنگھ: تاریخ کے صفحات میں محفوظ سرزمین پنجاب کی ایسی دلگداز داستان جو کلاسک داستانوں میں شمار ہوتی ہے۔ یہ کہانی ان لوگوں کے لیے بھی فسانہ عبرت ہے جو آنے والی نسلوں کو انتقام اور دشمنی کے جذبات منتقل کرتے رہتے ہیں اور سیدھے سادھے نوجوان "جگت سنگھ" بن جاتے ہیں۔ "جگت سنگھ" کہاں سے چلا اور کہاں پہنچا" آئیے قارئین یہ جاننے کے لیے ہم بھی زیر نظر کہانی میں "جگت سنگھ" کے ساتھ ساتھ گاؤں کے سرسبز کھلیانوں اونچے نیچے ٹیلوں اور پرخطر کھنڈرات کے نشیب وفراز میں سفر کرتے ہیں۔
بدعقیدہ: تجسس اور لالچ انسانی فطرت کا خاصہ ہے۔ یہ فطرت انسان کو اللہ تعالیٰ تک بھی لے جاتی ہے اور ابلیس ملعون سے بھی ملاتی ہے اپنے حالات تبدیل کرنے کی خواہش مند ایک نوجوان کا احوال ایک جعلی پیر نے اسے موت کی سرنگ میں اتار دیا تھا۔
پراسرار بنگلہ: اس دنیا میں انسانوں کے علاوہ ایسی مخلوق بھی آباد ہے جو وجود رکھتے ہوئے بھی ہمیں نظر نہیں آتی البتہ ہمیں اپنی موجودگی کا احساس ضرور دلاتی ہے اشرف المخلوق حضرت انسان کا کردار اور ایمان جب بھی کمزور پڑتا ہے یہ مخلوق اسے اپنے زیر اثر کر لیتی ہے۔
آج ہی اپنے قریبی ہاکر سے طلب کریں
اس کے علاوہ اور بھی بہت کچھ

''اچھا ہوا تم نے میری غلطی فہمی دور کردی ہے ورنہ تمہارے بدلے رویے کو دیکھ کر میں خوامخواہ ہی خوش فہم ہونے لگا تھا۔'' مصطفیٰ کا انداز طنزیہ ہوا تو وہ ایک دم خاموش ہوگئی۔ بہر حال اپنے اندر کی اکھاڑ پچھاڑ کے سامنے وہ خود کو بے بس محسوس کررہی تھی۔ وہ لب بھینچے باہر دیکھتی رہی گاڑی کچھ دیر بعد گھر کے گیٹ کے سامنے رکی تو چوکیدار نے گیٹ کھول دیا۔

❁......۞......❁

اسے یہاں بند ہوئے آٹھ دن گزر گئے تھے اس دن کے بعد سے عباس نے پلٹ کر خبر تک نہ لی تھی۔ شروع کے دو دن وہ بغیر کچھ کھائے پیے پڑی رہی تھی مگر اس کے بعد بھوک و پیاس کے سامنے ہمت ہار گئی تو کمرے سے نکل کر کچن میں آ ئی کچن میں کھانے کا تمام سامان موجود تھا مگر رہائی کا کوئی راستہ نہ تھا کھا پی کر وہ نئے سرے سے گھر سے نکلنے کا رستہ تلاش کرنے لگی تھی مگر اس لاؤنج نما کمرے اور کچن کے علاوہ کوئی اور رستہ نہ تھا باہر سے ہر وقت کتوں کے بھونکنے کی آوازیں اسے خوفزدہ کرتی رہتی تھیں۔ نہ ہی اس کے پاس کوئی موبائل تھا اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ، ان گزرے آٹھ دنوں نے اس کے اندر کی ساری اکڑ ختم کردی تھی۔

نجانے اس کے گھر والے کیا سوچتے ہوں گے۔ اس کو تلاش بھی کرتے ہوں گے یا پھر خاموشی اختیار کرلی ہوگی۔ وہ عجیب سے خدشوں میں مبتلا تھی۔ وہ چیخ چلا کر توڑ پھوڑ کر کے بھی دیکھ چکی تھی مگر یہاں کوئی بھی نہ تھا جو اس کی مدد کو آتا اور سب سے بڑھ کر اس تنہائی کا خوف اور اذیت اسے لگ رہا تھا کہ اگر وہ چند دن مزید اس قید خانے میں رہی تو ضرور اس کا دماغ پھٹ جائے گا۔

یہاں ایک ٹی وی کے علاوہ اور کچھ بھی نہ تھا اور وہ ٹی وی دیکھ دیکھ کر بھی اب پاگل ہوچکی تھی۔ وہ روز عباس کی آمد کی منتظر رہتی تھی اور روز رات کو مایوس ہو کر گر جاتی تھی یہاں مضبوط دیواروں اور کھڑکیوں کی فصیل تھی جس کے پار اس کا بھاگ کر نکل جانا ناممکن تھا۔

''اگر ایک بار میں یہاں سے نکلنے میں کامیاب ہوگئی تو رابعہ اور عباس تم دونوں دیکھنا میں کیسے نبٹوں گی تم دونوں سے وہ تصاویر تو محض ایک دھمکی تھی اصل بدلہ تو اب لوں گی۔'' نفرت سے سوچتے سوچتے وہ ایک دم لب بھینچ گئی تھی۔

❁......۞......❁

ماموں نے سہیل سے بات کی اور سہیل نے ابوبکر سے ابوبکر رابعہ کے پروپوزل کا سن کر کئی لمحے تک گم صم رہا تھا۔
رابعہ ایک اچھی اور سلجھی ہوئی لڑکی تھی مگر وہ ایک عجیب سی کشش و پنج میں گرفتار ہو چکا تھا۔ اس نے زندگی میں بہت سی مشکلات دیکھی تھیں۔ اب اس کا بھی دل چاہنے لگا تھا کہ وہ ایک گھر، ایک چھت اور کچھ اپنے حقیقی رشتوں کا سکھ دیکھے اور اس کی خواہش اس گھر میں رہتے ہوئے مزید بڑھنے لگی تھی مگر رابعہ کا پروپوزل سننے کے بعد وہ عجب دوراہے پر آ کھڑا ہوا تھا۔ ایک طرف اس کا ماضی تھا اور ایک طرف یہ گھرانہ ان لوگوں کی محبتیں اور خلوص وہ زیادہ تر گھر سے باہر رہتا تھا وہ اپنے لیے گھر بنانے کے لیے جگہ تلاش کررہا تھا اس کا ارادہ بنگلہ لے کر گھر بنانے کا تھا اور وہ اس وقت بھی مختلف سائٹس دیکھ کر گھر آیا تھا ماموں [illegible] پر موجود تھے وہ ان کے پاس [illegible] بیٹھ گیا تھا۔

''[illegible] ہو سا [illegible] انہوں نے [illegible]

''[illegible]

[illegible] کافی مالیت در کار [illegible] پاس جو [illegible] اس سے

یہ حصار ہے میری ذات کا
یہ جو خاموشی میرے لب کی ہے
میرے دل کی آئینہ دار ہے
یہ ہنسی ہے جو بجھی بجھی
کسی درد کی یہ پکار ہے
میری تلخیوں میں چھپا ہوا
میری ذات کا کہیں راز ہے
میری سنگدلی پہ نہ جا
کہ میرے پیار کا انداز ہے
جسے نفرتوں کا نام ملا
وہ محبتوں کی یاد ہے
میری آنکھ کا خمار سب
میری روح کا قرار ہے
میری خامشی کا جو راز ہے
میری سوچ کا فرار ہے
کئی نفرتوں کے وجود میں
اک زندگی کا جواز ہے
یہ حصار ہے میری ذات کا
اسے توڑنے کی نہ بات کر

جاذبہ ضیافت عباسی......(دیول) مری

ابھی اپنا بزنس بھی اسٹارٹ کرنا ہے ابھی لمبا چوڑا کوئی پلان نہیں مگر چھوٹا موٹا کوئی کاروبار تو ہو۔'' ابوبکر نے کہا تو ماموں نے سر ہلایا۔

''تم کوئی بنا بنایا فلیٹ دیکھ لو گھر بعد میں بھی بن سکتا ہے۔ رہ گئی کاروبار شروع کرنے کی بات تو تم ابھی اپنا بزنس شروع کرنے کے بجائے کسی کے ساتھ مل کر کام کرلو تو بہتر ہے تم یہاں کے لیے نئے ہو کسی کو بھی نہیں جانتے تو کسی کے ساتھ کام کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔'' ماموں کے مشورے پر اس نے انہیں دیکھا۔

''مگر میرے ساتھ شراکت داری کرے گا کون، میں تو کسی کو بھی نہیں جانتا۔''

''میرے چند اسٹوڈنٹس ہیں جنہوں نے تھوڑے بہت سرمایہ سے اپنا اپنا کام شروع کیا تھا اب کافی ترقی کرچکے ہیں تم کہتے ہو تو تمہیں ان سے ملوا دیتا ہوں۔'' فیضان صاحب کے مشورے پر اس نے چند پل بغور سوچا تھا۔

''ٹھیک ہے مل لیتا ہوں اگر میری دلچسپی اور فائدے کا معاملہ ہوا تو مزید تعلقات بنانے میں کوئی حرج نہیں۔'' اس نے ان کی بات مان لی تھی۔ فیضان صاحب ایک دم خوش ہوئے تھے۔

''جیتے رہو، ہم کل ہی مل لیں گے۔''

''اوکے۔'' وہ سر ہلا کر اٹھنے لگا تو انہوں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''ابھی بیٹھو مجھے تم سے کچھ اور بھی کہنا ہے۔'' ابوبکر رک گیا تھا۔

''سہیل نے تم سے رابعہ کے رشتے کے سلسلے میں بات کی ہوگی۔'' انہوں نے بلاتمہید بات شروع کی تو ابوبکر سر جھکا گیا۔

''جی۔''

''تو پھر کیا سوچا تم نے؟''

''بظاہر تو کوئی اعتراض نہیں مگر آپ لوگ میرے بارے میں کچھ نہیں جانتے بہتر ہے آپ لوگ میرے بارے میں اچھی طرح جان لیں۔ پھر کوئی حتمی فیصلہ کریں۔'' ابوبکر نے کہا تو وہ مسکرا دیئے۔

''ہم نے تمہارا اخلاق اور کردار دیکھا ہے اس سے بڑھ کر تمہاری ذات کی اور کیا گواہی ہوسکتی ہے کہ ان چند دنوں میں ہمیں تم میں کوئی خامی نظر نہیں آئی اور یہ فیصلہ سہیل کا تھا اور وہ تمہیں سالوں سے جانتا ہے پھر مزید جاننے کی گنجائش ہی

نہیں رہتی۔"

"مگر میرا ماضی۔" ابوبکر نے کچھ کہنا چاہا تو انہوں نے روک دیا۔

"یہاں ہر انسان کا کوئی نہ کوئی ماضی ہے۔ ہم حال میں زندہ ہیں اور تمہاری ذات کو حال کے آئینے میں دیکھ رہے ہیں ماضی سے ہمیں کوئی سروکار نہیں اس گھر کے لوگوں کے دل بہت وسیع ہیں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تو ابوبکر خاموش ہوگیا۔

"آپ بڑے ہیں اور یقیناً تجربہ کار بھی میں نے برسوں بعد ایک گھر اور گھر جیسی محبتیں دیکھی ہیں مجھے کوئی اعتراض نہیں مگر آپ لوگ پھر بھی کوئی فائنل فیصلہ کرنے سے پہلے سوچ لیں۔" ابوبکر کے الفاظ نے فیضان کو ایک دم خوش کردیا تھا۔ انہوں نے بے اختیار اس کا کندھا تھپکا تھا۔

"جیتے رہو، یقیناً ہم بھی باتیں سوچ کر ہی کوئی فیصلہ کریں گے میں سہیل کو تمہارے خیالات بتا دیتا ہوں پھر وہ اور اس کی ماں جو فیصلہ کریں گے وہی حتمی ہوگا۔" ابوبکر نے مسکرا کر سر ہلا دیا تھا وہ اس سے مزید ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے۔

❀ ...... ❁ ...... ❀

ولید کو آفس کے کام کے سلسلے میں آؤٹ آف سٹی جانا پڑ گیا تھا وہاں اسے دس بارہ دن لگ گئے تھے آج مغرب سے پہلے واپسی ہوئی تھی گھر پر روشی اور ملازمہ کے علاوہ کوئی نظر نہ آیا تو حیران ہوا۔

"ہاں بھئی کہاں ہیں یہ تمہاری نخریلی نند صاحبہ اور باقی لوگ۔" کچھ دیر سب کا انتظار کرنے کے بعد ولید نے پوچھا تو روشی ہنس دی۔

"پھپھو بوتیک، انکل اور احسن آفس بابا ویسے ہی واک کے لیے باہر نکلے تھے کہہ رہے تھے نماز پڑھ کر ہی لوٹیں گے اور انا کالج سے آنے کے بعد سو رہی ہے۔ آپ سنائیں کیسا رہا یہ وزٹ اور باقی پراسس؟"

"اے ون، آفس کا کام تھا کچھ دن لگ گئے میں ذرا چینج کرلوں بہت تھکن ہو رہی ہے کچھ چائے وغیرہ کا بندوبست کردو۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف آ گیا تھا وہ ابھی الماری سے لباس نکال رہا تھا کہ اس کا موبائل بجنے لگا اس نے موبائل دیکھا تو نمبر دیکھ کر ایک گہرا سانس لیا ان دس بارہ دنوں میں وہ کوئی سو کے قریب اس نمبر سے کالز اٹینڈ کرچکا تھا۔

"ہیلو۔" اس نے کال پک کی۔

"کیسے ہو؟"

"فائن۔" ولید نے سنجیدگی سے کہا۔

"گھر پہنچ گئے؟"

"آف کورس۔"

"کب مل رہے ہو پھر؟" اگلا سوال ہوا تھا انداز ہمیشہ کی طرح بے تکلف تھا۔ ولید نے گہرا سانس لیا۔

"ایم سوری ابھی تو فیملی کے پاس آیا ہوں کچھ دن بزی رہوں گا۔ اگر کچھ فارغ وقت ملا تو بتا دوں گا۔"

"ولید جس دن سے میں نے تم سے اپنی پسندیدگی کی بات کی ہے تم مجھے مسلسل نظر انداز کر رہے ہو میں تم سے ملنے کو جتنی بے چین ہوں تم مجھے اتنا ہی نظر انداز کر رہے ہو۔" دوسری طرف سے خاصی خفگی سے کہا گیا تھا لہجے میں تندی و تیزی تھی۔

"کاشفہ پلیز میں مسلسل بزی رہا ہوں اس دن سے آج ہی گھر لوٹا ہوں رہ گئی پسندیدگی کی بات بعد میں ہوگی۔ ابھی تو میں فارغ نہیں ہوں پلیز ڈونٹ مائنڈ اٹ۔" اس نے سنجیدگی سے کہہ کر کال بند کردی۔

کال بند کرکے وہ چند پل کچھ دیر سوچتا رہا اور پھر موبائل بستر پر ڈالتے وہ لباس لے کر واش روم میں گھس گیا۔ وہ فریش

ہو کر باہر آیا تو روشی چائے اور دیگر لوازمات لیے لاؤنج میں موجود تھی۔

وہ دونوں چائے پی رہے تھے جب انا اپنے کمرے سے نکل کر ادھر ہی آ گئی۔ ولید کو دیکھ کر رکی۔ اس کے چہرے پر خفگی کے تاثرات پیدا ہوئے تھے ولید نے بھی دیکھا تھا سو اب سلام دعا کرنا لازم ہو گیا۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام، کیسی ہو؟'' ولید نے پوچھا تو وہ بغیر جواب دیے وہاں سے نکل گئی۔

''اسے کیا ہوا؟'' ولید بڑا حیران ہوا۔

''مجھے کیا پتا؟ کچھ کہا ہوگا آپ نے ہی۔'' روشی نے ہنس کر کہا تو وہ اسے گھورتے چائے کا کپ خالی کرتے کھڑا ہوا تھا۔

''یہ بھی تو لیں۔'' روشی نے باقی چیزوں کی طرف اشارہ کیا۔

''آتا ہوں ابھی تمہاری نند کو دیکھ لوں اچھا بھلا چھوڑ کر گیا تھا ہوا کیا ہے اسے؟'' وہ کہہ کر وہاں سے نکلا تو روشی مسکرا دی۔ انا کچن میں تھی وہ سیدھا ادھر ہی چلا آیا۔

''کیا بات ہے موڈ بڑا خراب ہے؟'' وہ فریج میں سے کھانے پینے کو کچھ دیکھ رہی تھی ولید سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

''اتنی فارغ نہیں ہوں جو بے کار لوگوں کے لیے اپنا موڈ خراب کرتی پھروں۔'' غصے سے کہہ کر وہ جوس کا پیک نکال کر پلٹی تھی۔

''میں وہاں سے بار بار کال کرتا رہا ہوں اپنا موبائل چیک کرو کوئی سو سے اوپر کالز تو ہوں گی۔'' ولید نے بھی غصے سے کہا۔

''میں نے نہیں کالز کرنے کو کہا تھا۔'' تلخی سے کہہ کر وہ کچن سے باہر نکل آئی تھی ولید نے اسے گھورا۔

''بتاؤ تو سہی ہوا کیا ہے، اچھا بھلا چھوڑ کر گیا تھا۔ وہاں سے کالز بھی کرتا رہا ہوں وہ اور بات ہے کہ تم نے اٹینڈ نہیں کیں۔ اب کس بات کا غصہ ہے کچھ بتاؤ تو سہی؟'' وہ اس کے ساتھ چلتا لان میں آ گیا تھا۔

''میں نے آپ کو دو تین کالز کی تھیں تب تو آپ نے اٹینڈ نہیں کی تھیں پھر میں کیوں اٹینڈ کرتی۔'' غصے سے اس نے دل کی بھڑاس نکالی تھی۔ ولید کو ایک دم یاد آیا جس دن کاشفہ کی کال آئی تھی۔

چہرے پر خفگی اور ناراضی کا تاثر تھا ولید نے ایک گہرا سانس لیا۔

''اوہ...... سو سوری یار اس دن میں بہت بزی تھا کسی کی بھی کال اٹینڈ نہیں کر سکا تھا۔'' انا خاموش رہی تھی۔

''او کے...... وعدہ رہا اب کہیں بھی گیا کتنا بھی بزی رہا کسی اور کی کال اٹینڈ کروں یا نہ کروں تمہاری ضرور کروں گا او کے اب خوش۔'' ولید نے مسکرا کر کہا تو انا نے سنجیدگی سے دیکھا۔

''آپ کو اندازہ نہیں میں کتنا ہرٹ ہوئی تھی۔'' انا کے الفاظ پر ولید ہنس دیا۔

''اندازہ ہے تو اس وقت تمہارے سامنے بیٹھا تم سے معافیاں مانگ رہا ہوں نا۔''

''تو مت مانگیں میں نے کہا تو نہیں نا۔''

''چلو آج کا سارا دن تمہارے نام۔'' ولید نے مسکرا کر کہا کہ انا کے چہرے کی سنجیدگی میں ذرا فرق پڑا۔

''دن تو گزر چکا ہے شام ہو رہی ہے اب رات ہونے والی ہے۔'' انا نے کہا تو ولید ہنس دیا۔

''آج بڑی ہنسی آ رہی ہے بات بے بات، خیر ہے نا۔'' انا نے مشکوک نظروں سے گھورا ابھی ولید کا موبائل بجنے لگا۔ ولید نے پاکٹ سے موبائل نکال کر دیکھا کاشفہ کی کال تھی اس کے چہرے کے زاویے بدلے تھے۔

''کس کی کال ہے؟'' انا نے پوچھا۔

نظم

ڈائری اور قلم ہاتھ میں تھامے
سوچ رہی ہوں جانے کب سے
اپنی ساری سوچوں کو میں
لفظوں کا پیراہن دے ڈالوں
لیکن پھر اک خدشے نے
دل میں خوف یہ ڈالا ہے
میرے یہ الفاظ کہیں
درد کا درماں بنتے بنتے
میرے لیے درد کا ساماں نہ بن جائیں
اس سوچ کے ذہن میں آتے ہی
کپکپاتے ہاتھوں نے
پھڑپھڑاتے کاغذ پر
قلم کا بوجھ ڈال دیا ہے
میں نے اپنا ارادہ ٹال دیا ہے

سمیہ سحر ناز...... ملتان

''کسی کی نہیں۔'' اس نے کال کاٹ دی تھی انا مشکوک نظروں سے موبائل اور اسے دیکھ رہی تھی۔

''تمہاری دوست کی شادی کہاں تک پہنچی؟'' ولید نے اس کی مشکوک نظروں کو صاف نظر انداز کیا۔

''آپ کے دوست کی بھی شادی ہے آپ کو بھی علم ہوگا کہ کہاں تک پہنچی ہوگی۔'' ولید کے کنّا لنے پر اس کا موڈ ایک دم پھر بدلا۔

''بہت بزی رہا ہوں اتنے دن کسی سے بھی رابطہ نہیں رہا۔''

''کاشفہ میڈم سے بھی نہیں رہا گیا؟'' انا نے سنجیدگی سے پوچھا تو ولید چونکا تھا۔ اس سے پہلے نہ وہ کوئی جواب دیتا اس کا موبائل پھر بجنے لگا۔

''سن لیں کال۔ ہوسکتا ہے یہ کال میرے ساتھ ٹائم ویسٹ کرنے سے زیادہ امپورٹنٹ ہو۔'' تلخی وطنز سے کہہ کر وہ اٹھ کر جانے لگی تھی جب ولید نے ایک دم اس کا ہاتھ تھام لیا تھا۔

دوسرے ہاتھ سے کال کاٹتے موبائل آف کرکے جیب میں ڈالا تھا۔

''آج ٹمپریچر بہت زیادہ ہائی نہیں ہورہا ہے میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہو اپنے لیے بھی کوئی میڈیسن تجویز کرلو۔'' اسے دوبارہ اپنے مقابل بٹھاتے ہوئے ولید نے کہا تو وہ خاموش رہی۔

ولید نے اس کا ہاتھ سامنے کیا تیسری انگلی میں جگمگاتی انگوٹھی ساری توجہ کھینچ گئی تھی۔ وہ انگوٹھی دیکھ رہا تھا جب اس نے ہاتھ کھینچ لیا تھا۔

''بعض اوقات اپنی تجویز کردہ میڈیسنز خود پر اپلائی کریں تو فائدہ مند نہیں ہوتیں۔'' ولید کے ہاتھ پکڑنے سے اسے لگا کہ جیسے ابھی ساری ناراضی ختم ہوجائے گی مگر وہ ابھی ختم کرنے کے موڈ میں نہ تھی۔

وہ ولید کے لیے اپنے آپ کو مزید کمزور کرنے کو تیار نہ تھی۔ تبھی مغرب کی اذان ہونے لگی تو دونوں خاموش ہوگئے۔

''میں نماز پڑھ لوں۔'' اذان ختم ہوئی تو وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

''نماز پڑھ کر ریڈی ہوجانا آج میرے پاس تمہارے لیے بہت سارا ٹائم ہوگا۔ کہیں باہر چلیں گے اگر موڈ ہوا تو ڈنر بھی کرلیں گے کیا خیال ہے؟'' ولید نے کہا تو اس نے چند پل ولید کو دیکھا۔

''ماما سے پرمیشن لے لیں روشی بھی جائے گی ساتھ؟''

''تم روشی کو بھی لے جانا چاہو تو تمہاری مرضی ہے ورنہ ہم دونوں تو ہوں گے اور پھپھو سے میں بات کرلوں گا بس تم ریڈی رہنا۔'' ولید بھی کہہ کر چلا گیا تھا انا نے اسے چند پل جاتے ہوئے دیکھا تھا کچھ سوچتی رہی اور پھر اپنے کمرے کی طرف چلی آئی۔

❀......۞......❀

وہ مغرب کی نماز ادا کر کے پلٹی تو اس کا موبائل بج رہا تھا۔ انجان نمبر تھا اس نے کال ریسیو کر لی تھی۔

"ہیلو۔"

"السلام علیکم مس رابعہ بول رہی ہیں؟"

"وعلیکم السلام آپ کون؟"

"عباس بول رہا ہوں آپ کے آفس سے۔" دوسری طرف سے کہا گیا تھا رابعہ ایک پل کو پرسکون ہوئی تھی۔

"جی سر خیریت؟"

"آپ کافی چھٹیاں کر چکی ہیں بہت حرج ہو رہا ہے ہمارا آفس کب سے آ رہی ہیں آپ؟" بڑا تحکمانہ انداز تھا۔

"مگر سر! میں کہہ چکی ہوں میں نہیں آ سکتی۔"

"میں نے بابا سے بات کی تھی وہ آپ کے جاب چھوڑنے کے حق میں نہیں ہیں دوسرا آپ جو ایگریمنٹ کر چکی ہیں اس کے مطابق بھی ابھی جاب چھوڑنا آپ کے لیے ناممکن ہے۔" عباس نے سنجیدگی سے کہا تو رابعہ گم صم ہو گئی تھی۔

"لیکن سر! آپ کی بیگم؟"

"رابعہ وہ عورت اب کچھ نہیں کر سکتی اس چیز کی میں آپ کو گارنٹی دیتا ہوں۔"

"اور اگر ایسا کچھ ہوا تو......؟"

"تو پھر آپ کے ہر نقصان کا ذمہ دار میں ہوں گا میں ہر طرح کا تعاون کروں گا۔ مس رابعہ میں نے اپنے ایمپلائی کو کبھی اتنی اہمیت نہیں دی مگر آپ کو دے رہا ہوں تو اس لیے کہ آپ کو پہنچنے والی اذیت میری ذات تھی وہ عورت ابھی بھی میری ذات سے منسلک ہے اور میں آپ سے ہر طرح کا تعاون کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ آپ دوبارہ جاب پر آنے پر راضی ہوں تو۔" عباس کے الفاظ پر رابعہ بے حد شرمندہ ہو گئی تھی۔

"نہیں سر اب ایسی بھی بات نہیں میں کل سے دوبارہ جوائن کر لوں گی۔" اس نے اعتماد سے کہا۔

"دیٹس آ گڈ گرل...... آئی لائک اٹ...... تو پھر میں کل آپ کی آمد کا منتظر رہوں گا...... ٹھیک......!"

"جی سر......!"

"اوکے پھر اللہ حافظ۔" عباس نے کال ڈراپ کی، کال بند ہونے پر رابعہ نے موبائل ایک طرف رکھا۔

وہ کمرے سے نکلی تو ابوبکر اوپر سے آتا دکھائی دیا اسے دیکھ کر رک گیا۔ چند دن سے دونوں کا سامنا نہیں ہو رہا تھا ابوبکر صبح کا نکلا رات گئے واپس لوٹتا تھا بعض اوقات کھانا بھی باہر سے کھا کر آتا تھا۔

"السلام علیکم!" ابوبکر نے پہل کی۔

"وعلیکم السلام۔" رابعہ نے بھی مسکرا کر کہا۔

"کیسی ہیں آپ؟" ابوبکر نے پوچھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔"

"مجھے آپ سے ایک بات کرنی تھی اگر آپ کے پاس کچھ وقت ہے تو ہم بات کر لیتے ہیں۔" ابوبکر نے سنجیدگی سے کہا تو وہ چونکی۔

"جی کہیے۔" وہ صحن میں رکھی پلاسٹک کی کرسی پر آ بیٹھی تھی۔ ابوبکر اس کے سامنے کرسی پر آ بیٹھا۔

"آپ کی اس پرابلم کا کیا بنا اپنے باس سے بات کی آپ نے؟" ابوبکر نے پوچھا تو اس نے سر ہلا دیا۔

زندگی

چھت پر بیٹھی تنہا لڑکی
سوچ رہی تھی
زندگی کہنے کو قوسِ قزح
بکھرے ہوئے ساتوں رنگ
گزرنے کو بجھے جگنو کی طرح
سوچنے کو خوابوں سے بھری
کبھی یہاں، کبھی وہاں
ٹہلتی ہوئی سوچ رہی تھی
زندگی......
آخر کیا ہے یہ زندگی؟

دکھوں سے بھری تو......
کبھی رنگوں سے سجی
اس میں سکھ بھی ہے
چین بھی ہے
خوشی بھی ہے تو غم بھی ہے
آخر مایوس ہو کر چل دی
یہ کہہ کر......کہ
صرف
بے بسی
ہے یہ زندگی......!

ثناء......ٹوبہ ٹیک سنگھ

''جی، سر نے اطمینان دلایا ہے کہہ رہے تھے اپنی بیگم کو وہ خود ہینڈل کرلیں گے۔''
''چلیں یہ تو بہت اچھا ہوا یقیناً وہ اپنے ایمپلائی کو بہتر انوائرمنٹ دے سکتے ہیں۔'' رابعہ مسکرا دی تھی۔
''شاید آپ کو بھی علم ہو کہ آپ کی فیملی کی طرف سے آپ کا پروپوزل میرے لیے دیا گیا ہے۔'' ابوبکر اصل بات کی طرف آیا تھا رابعہ سر جھکا گئی اس کے وہم و گمان میں نہ تھا کہ ابوبکر یہ سوال بھی کرسکتا ہے۔
''جی۔''
''دیکھیں میری آپ کے ماموں سے بھی بات ہوئی ہے میں ان کو اپنے ماضی سے متعلق بتانا چاہتا تھا مگر انہوں نے منع کردیا یہ کہہ کر کہ انہیں میرے ماضی سے زیادہ حال سے لگاؤ ہے۔ یہ ان کا بڑا پن ہے مگر آپ کے سامنے میں اپنی ذات کو ڈکلیئر کرنا چاہتا ہوں۔'' ابوبکر نے مزید کہا تو وہ سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی۔
''مطلب؟''
''آپ کو میں نے بتایا تھا نا کہ میرے اپنی فیملی سے کچھ ایشوز چل رہے ہیں جس کی وجہ سے میں اپنی فیملی سے علیحدہ رہ رہا ہوں۔''
''جی، مگر یہ سب باتیں تو آپ ماموں یا امی سے کریں دیکھیں میری فیملی آپ کے متعلق یا کسی کے بھی متعلق کوئی فیصلہ کرتی ہے تو وہ شخص میرے لیے بہت معتبر ہوگا کیونکہ وہ میری فیملی کا فیصلہ ہوگا اگر ماموں نے آپ کو ماضی کو جاننا نہیں چاہا تو مجھے بھی کوئی انٹرسٹ نہیں میں بھی انسان کے ماضی سے زیادہ اس کے حال کو دیکھتی ہوں۔''
''یعنی آپ میں سے کوئی بھی یہ جاننے کا متمنی نہیں ہے کہ میں کون ہوں، کہاں سے آیا ہوں کہاں سے تعلق رکھتا ہوں، وغیرہ وغیرہ۔'' رابعہ مسکرا کر کھڑی ہوگئی۔
''کہا نا یہ سب جاننا بڑوں کا کام ہے آپ اگر کچھ بتانا ہی چاہ رہے ہیں تو ان سے ذکر کریں۔'' مسکرا کر کہتی رابعہ کو ابوبکر نے چند پل بغور دیکھا۔
''کوئی اور کام ہے تو میں حاضر ہوں۔'' رابعہ نے کہا تو ابوبکر نے نفی میں سر ہلا دیا تھا وہ وہاں سے کچن میں چلی گئی تھی ابوبکر کچھ دیر تک کرسی پر بیٹھا رہا تھا یہاں تک کہ باہر سے فیضان صاحب اور تسبیح ختم کرکے ثریا دونوں اس کے پاس آ بیٹھے

تھے وہ اپنے ذہن میں موجود تمام سوچوں کو جھٹکتے ان سے بات چیت میں مصروف ہوگیا۔

❀ ...... ◉ ...... ❀

وہ چاروں پارک میں آئے تھے احسن اور روشی باتیں کرتے آگے چلے گئے تھے۔ وہ دونوں خاموشی سے چہل قدمی کررہے تھے۔

''تم نے کاشفہ سے کیا کہا تھا؟'' چلتے چلتے ولید نے رک کر پوچھا تو انا چونک کررکی تھی۔

''کب؟''

''جس دن میں آؤٹ آف سٹی گیا تھا اس دن۔'' ولید نے اسے بغور دیکھا۔ ولید نے کہا تو وہ سوچنے لگی اور پھر ایک دم یاد آیا تھا۔

''اوہ..... آپ کو کس نے کہا کہ میں نے اسے کچھ کہا ہے؟''

''اس کی کال آئی تھی۔''

''یہ کچھ زیادہ ہی بے تکلف نہیں ہوگئی آپ سے..... میں نے تو اسے کچھ خاص نہیں کہا تھا وہ اس دن بک شاپ پر ملی تھی، سرسری سی سلام دعا ہوئی تھی۔ آپ سے متعلقہ طنزیہ لہجہ میں پوچھا تھا کہ آپ میرے ساتھ کیوں ہر وقت ساتھ ہوتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔''

''تم نے اسے ہماری انگیجمنٹ کا بتایا تھا؟'' ولید نے بغور دیکھا تو وہ تلخ ہوگئی۔

''اس کا طنزیہ انداز مجھے اچھا نہیں لگا تھا میں نے جسٹ آپ کے اور اپنے ریلیشن کو واضح کرنا چاہا تھا کیا میں نے غلط کیا؟'' ایک دم سنجیدگی سے ولید کی آنکھوں میں دیکھتے پوچھا تھا ولید مسکرا دیا۔

''میں نے کب کہا کہ تم نے غلط کیا؟''

''تو پھر اس انویسٹی گیشن کا مطلب؟'' وہ چڑ گئی۔

''میں بس اصل صورت حال جاننا چاہ رہا تھا۔'' ولید نے مسکرا کر کہا تو وہ الجھ کر اسے دیکھنے لگی۔

''ایک بات تو بتائیں؟'' اس نے کہا تو ولید نے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

''کاشفہ میڈم چاہتی کیا ہیں؟''

''یہ تو تم اس سے ہی پوچھ لیتی۔'' ہنس کر چڑایا تھا وہ واقعی چڑ گئی تھی۔

''جس طرح کی چھچھوری حرکتیں ہیں اس سے تو واضح پتا چل رہا ہے کہ محترمہ کے ارادے کیا ہیں مگر آپ بتا دیں تو مہربانی ہوگی۔'' ولید کھل کر ہنسا۔

''جیلسی کی بو آ رہی ہے؟''

''میں اور جیلس ہوں گی اس فیشن کی پڑیا سے مائی فٹ۔'' وہ حقیقتاً برا مان گئی۔

''مجھے وہ لڑکی انتہائی بری لگتی ہے خوب صورتی اور دولت کے علاوہ اس کا کوئی بھی پلس پوائنٹ نہیں کہ جس کو بنیاد بنا کر میں اس سے جیلس ہوں گی۔'' اس نے نخوت سے کہا۔

''ویسے بائے دا وے آپ بتانا پسند کریں گے کہ آپ اس کو اتنی امپورٹنس کیوں دے رہے ہیں وہ کہیں سے بھی تو آپ کے اسٹینڈرڈ کی نہیں لگتی۔'' ولید کے مسکرانے پر وہ اور چڑ گئی تھی طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''خیر میں تو اسے اتنی امپورٹنس نہیں دے رہا تھا تمہارے رویے سے لگ رہا ہے کہ تم نے خوامخواہ ہی اسے سر پر سوار کرلیا ہے۔'' ولید کے الفاظ پر اس نے اسے گھورا۔

بہادر علی شاہ کے نام
نظم

جانے کب سے بیٹھی سوچ رہی ہوں
تیرے سنگ یہ عید ہے پہلی
اور اس پہلی عید کا
پہلا تحفہ
کیا دوں تجھے
سوچا کہ کچھ تازہ پھول ہی دے دوں
خیال آیا پھول تو مرجھا جاتے ہیں
پھر سوچا کہ پرفیوم ہی دے دوں
پرفوم تو ختم بھی ہو جاتے ہیں
دل مچلا اور مچل کے بولا
کیوں نہ اپنی وفا' اپنا پیار تجھ کو سونپوں
سوجاناں پیار بھرے دل سے
پیار بھری عید مبارک

سیدہ جیا عباس......تلہ گنگ

"میں نے اسے اعصاب پر سوار نہیں کیا مگر جس طرح آپ نے سوال کیا تھا تو مجھے برا لگا۔"

"ہاں یہ میری غلطی ہے میں نے پوچھ لیا، چلو سوری کرتا ہوں پلیز تم اپنا موڈ خراب مت کرو۔" ولید کی بات پر وہ خاموش رہی تھی وہ پھر سے چلنا شروع ہوگئی تھی۔ ولید بھی اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا رہا تھا۔

"کچھ کھاؤ گی۔" ولید نے پوچھا تو وہ نفی میں سر ہلا گئی۔

"ناراض ہو؟" اس نے پھر نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر بول کیوں نہیں رہی؟"

"کوئی فائدہ ہی نہیں۔"

"کیوں؟"

انا نے خفا نظروں سے دیکھا تو ولید نے مسکرا کر اس کا ہاتھ تھام لیا اور انا خاموشی سے سر جھکا گئی۔ ہر بار کی طرح وہ اس بار بھی ولید کے سامنے خود کو بے بس محسوس کر رہی تھی وہ ہزار چاہنے کے باوجود بھی ولید سے ناراض نہیں ہو پائی تھی۔

"دیکھو انا بعض اوقات ہمیں جو نظر آ رہا ہوتا ہے وہ ایسا نہیں ہوتا کاشفہ جسٹ ایک فرینڈ ہے تم اپنے دل و دماغ کو مت الجھاؤ...... اوکے۔" ولید نے مسکرا کر کہا تو انا نے الجھ کر دیکھا۔

یہی بات تو اسے الجھاتی تھی کہ اگر کاشفہ جسٹ فرینڈ تھی تو بھی ولید سے اتنی اہمیت کیوں دے رہا تھا۔

"تم بتاؤ تمہاری دوست کیسی ہے؟" ولید نے ٹاپک چینج کیا تو غیر محسوس انداز میں اس نے ولید کی گرفت سے اپنا ہاتھ نکال کر دونوں بازو سینے پر باندھ لیے۔

"ٹھیک ہے وہ۔" سنجیدگی سے کہا۔

"کالج آ رہی ہے؟" اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"آئس کریم کھاؤ گی؟" ولید نے پوچھا تو اس نے انکار نہیں کیا۔

"چلو آؤ پھر؟" انا نے ولید کے ساتھ قدم بڑھا دیے۔

❁......❁......❁

وہ آج اپنے آفس آئی تھی سبھی ورکرز اسے دیکھ کر حال احوال دریافت کر رہے تھے۔ بھی کا خیال تھا کہ اس دن آفس میں طبیعت خراب ہونے کی وجہ سے وہ چھٹیوں پر تھی ہادیہ کو بھی اسے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی تھی۔ دس بجے کے قریب عباس اپنے روم کی طرف جاتے اسے کیبن میں دیکھ کر چونکا تھا۔

"السلام علیکم۔سرپرائزنگ یعنی میری بات اثر کرگئی۔کیسی ہیں آپ؟" رابعہ مسکرادی۔
"اوکے ٹیک یور سیٹ۔" عباس کہہ کرآگے چلا گیا تھا رابعہ واپس سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔
کچھ دیر بعد شاہزیب صاحب نے بھی بلوایا تھا انہوں نے حال احوال دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ عادلہ کے حوالے سے بات کی تھی اور اسے بے خوف ہوکر آفس آنے کا کہا تھا اور یہ بھی یقین دلایا تھا کہ اول تو عادلہ ایسی ویسی کوئی حرکت نہیں کرے گی اگر کی بھی تو وہ اس کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے وہ ان کی باتوں سے کافی پراعتماد ہوئی تھی اور پھر اپنی سیٹ پر واپس آئی تو عباس صاحب نے کمرے میں طلب کرلیا تھا۔
"ویلکم بیک۔" وہ ان کے کمرے میں آئی تو انہوں نے مسکرا کر کہتے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔
"تھینکس۔" وہ سیٹ پر بیٹھ گئی تھی۔
"بابا نے بلایا تھا؟" رابعہ نے سر ہلادیا۔
"کیا کہہ رہے تھے؟"
"اطمینان دلا رہے تھے کہ بےفکر ہوکر کام کروں عادلہ کچھ نہیں کرے گی وغیرہ وغیرہ۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔
"تو پھر کچھ اثر ہوا؟" عباس کا موڈ آج بہت فریش تھا مسکرا کر پوچھا تو وہ بھی مسکرادی۔
"جی۔"
"نائس۔" عباس نے کرسی کی پشت سے کمر ٹکادی۔
"ایک بہت ذاتی سا سوال ہے؟" عباس نے کہا تو اس نے سوالیہ دیکھا۔
"آر یو انگیجڈ؟" اس کے چہرے پر ایک دم سرخی پیدا ہوئی تھی۔
"فی الحال تو نہیں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔
"یعنی امکان ہے؟" عباس نے مسکرا کر کہا تو وہ پزل سی ہوگئی تھی۔ایک مرد کی زبان سے اس حوالے سے گفتگو اس کو پہلی بار ایسا اتفاق ہوا تھا وہ خاموش رہی۔
"آپ کی فیملی کافی اچھی لگی ہے مجھے آپ کے ماموں بہت ہی نائس انسان ہیں اور وہ ابوبکر بھی کافی ذہین انسان لگے ہیں۔" وہ خاموش رہی۔
"کافی پئیں گی۔" عباس نے پوچھا تو وہ چونکی۔
"سوری سر میں کافی نہیں پیتی۔" اس نے انکار کیا۔
"چائے تو پیتی ہوں گی۔" وہ سر ہلا گئی تو عباس نے انٹرکام پر دو کپ چائے بھجوانے کا آرڈر کیا۔
"میں ذاتی طور پر اس سارے مسئلے پر بہت اپ سیٹ ہوا ہوں۔یقین جانیے میرے لیے اس کمپنی کی ہر خاتون اسی طرح قابل عزت ہے جس طرح میرے لیے گھر کی خواتین ہیں۔" عباس نے کہنا شروع کیا تو وہ خاموشی سے سنے گئی۔
"شروع میں آپ کے ساتھ مجھے کچھ کلیش رہا تھا آپ مکمل طور پر بابا کی مرضی سے یہاں اپائنٹ ہوئی تھیں اور بابا کی وجہ سے میں آپ کو اتنے ماہ سے برداشت کررہا تھا مگر اس پرابلم پر آکر مجھے رئیل میں آپ کو بہت اچھی طرح جاننے اور سمجھنے کا موقع ملا ہے۔" عباس کے الفاظ پر وہ حیرت سے اسے دیکھے گئی۔
"میں آپ سے پرسنلی اپنے پرانے رویوں کے لیے معذرت کرنا چاہ رہا تھا۔" عباس نے مسکرا کر اسے دیکھا تو اس کی حیرت آمیز نگاہوں کو دیکھ کر مسکرادیا۔
"میرا خیال ہے آپ بھی میرے بارے میں شروع میں ایسے ہی جذبات رکھتی تھیں میں فیس ریڈنگ میں ایکسپرٹ

غزل

کاش کوئی سننے والا ہوتا' دل اس کو اپنے درد سناتا
کاش میں مظلوم نہ ہوتی' مجھ پر کوئی ظلم نہ ڈھاتا
پہلی بار پلٹ جاتی' کٹ جاتی یا مٹ جاتی
رستے تو پامال نہ ہوتے' منزل کا یہ حال نہ ہوتا
ہمدرد فریبی سارے لوگ گر نہ سکیں گے بنجوگ
کیا تھا گر کوئی اپنا ہوتا' کوئی مجھ کو بھی تو چاہتا
میرا درد میرا ہی درد' میرے غم بھی میرے ہیں
دردِ دل یوں نہ بڑھتا' گر کوئی بانٹتا جاتا
بٹ جاتا سو حصوں میں' تقسیم بھی ہوتا سو بار
جیسے بانٹا تم نے لوگو' غم میرا بس یوں نہ بٹتا
سب کو اپنی انا سے پیار سب کو اپنا آپ عزیز
میری بھی دستار جو ہوتی' سر میرا کبھی نہ کٹتا
سہارا کس کو چاہیے اب سہارے کون دیتا ہے؟
گھٹ جاتے لوگ مگر میرا سایہ تو نہ گھٹتا
طوفاں پھر سے اٹھ نہ پڑتے' بادباں گر نہ سکتے
دل گر لہروں کی نہ سنتا' دل گر ساحل پر ہی ڈٹتا
دکھوں کے سائے میں کمبخت جوانی ڈھل جاتی
جگ ہنستا ہے' ہنستا رہتا' میرا شہر نہ مجھ پر ہنستا
اجاڑ چکی ہوں میں تم نے کب بسایا ہے؟
دل نہ بستا' میں نہ بستی' در تو بستا' گھر تو بستا

چندہ چوہدری..... حویلیاں

نہیں ہوں مگر آپ کے چہرے کے تاثرات اتنے واضح ہوتے تھے کہ کوئی بھی عام ذہانت والا انسان ان کو باآسانی پڑھ سکتا تھا۔" وہ ایک دم شرمندہ ہوگئی۔

"ایم سوری سر۔"

"ارے سوری ووری نہیں جب شروع میں ہم ایک دوسرے کو جانتے نہیں تھے تو مختلف غلط فہمیوں کا شکار تھے اب دل سے وہ تمام گلے شکوے ختم کرتے ہیں۔" عباس نے مسکراتے ہوئے کہا جبھی آفس بوائے چائے کی ٹرے لے آیا تھا۔

عباس نے اسے ٹرے رکھ کر جانے کا اشارہ کیا اور خود ہی ٹرے اپنے سامنے کرتے چائے بنا کر اسے دیکھا۔

"چینی کتنی لیں گی؟"

"ایک چمچ۔" اس نے آہستگی سے کہا۔ وہ ابھی تک سر عباس کے ان رویوں پر حیران تھی۔

"ویسے آپ فرسٹ خاتون ہیں جنہیں میں اپنے ہاتھوں سے چائے بنا کر پلا رہا ہوں۔" وہ ہنس دی تھی عباس صاحب کا بے تکلف انداز اس کے اندر بے اختیار بہت سارا اعتماد بڑھا گیا۔

عباس کا یہ انداز یہ گفتگو اور بے تکلفی رابعہ کے لیے کافی حیران کن چیز تھی۔ وہ مسکرا کر چائے پیتی رہی اور سر عباس کی گفتگو سنتی رہی۔

❀......✹......❀

بڑی تیز رفتاری سے شادی کے دن قریب آتے جارہے تھے کارڈز بانٹ دیے گئے تھے حویلی میں بابا صاحب نے پھپھو زہرہ کو بلوالیا تھا۔ پھپھو زہرہ اور ان کی ساری فیملی حویلی میں آچکی تھی اور روز شہر فون کرکے یہاں کے حالات اور تیاریوں کی تفصیل دریافت کی جارہی تھی۔ طے شدہ پروگرام کے مطابق شہوار کو حویلی چلے جانا تھا۔ گھر میں ہر وقت تیاریوں کا سلسلہ برقرار تھا۔

شہوار آج شادی سے پہلے لاسٹ ڈے کالج گئی تھی۔ اس نے پچھلی بار کی طرح اس بار بھی کسی سے شادی کا ذکر نہیں کیا تھا ہاں کارڈ صرف انا کو دیا تھا۔ صبا اور مصطفیٰ خود ولید کے ہاں جاکر کارڈ دے کر آئے تھے۔

سبھی کچھ نارمل روٹین میں چل رہا تھا مگر ایک شہوار تھی جس کے اندر ہر گزرتے دن کے ساتھ عجیب سی سراسیمگی اور وحشت بھرتی جارہی تھی۔ وہ سب کچھ خاموشی سے دیکھ اور سہہ رہی تھی وہ کالج سے لوٹی ہی کمرے میں گھس گئی۔

کل اسے حویلی کے لیے روانہ ہوجانا تھا نجانے اس کے ساتھ یہاں سے کون کون جارہا تھا وہ چینج کرکے کمرے سے باہر نکلی تو وہاں لاؤنج میں ہر طرف کپڑوں کا مینا بازار سجا ہوا تھا ایک طرف زیور، کاسمیٹک کی چیزیں، جوتے اور بھی نجانے کیا کچھ کام والی خواتین کے ساتھ عائشہ اور صبا مل کر پیکنگ کروارہی تھیں۔

"دیکھو یہ سب کچھ کیسا اچھا لگ رہا ہے۔" ہر چیز ایک سے بڑھ کر ایک اور لاجواب تھی۔ شہوار خاموشی سے دیکھ رہی تھی جب لائبہ بھابی اسے دیکھ کر کہنے لگیں۔

"ادھر آؤ یہ دیکھو یہ زیور آج ہی جیولر دے کر گیا ہے پہن کر دکھاؤ کیسا لگ رہا ہے۔" ماں جی نے بھی اسے دیکھ کر کہا۔

انہوں نے قریب بیٹھنے کا کہا تو وہ خاموشی سے ان کے پاس ٹک گئی تھی۔

"صبا ذرا یہ پہنا کر تو دیکھو۔" ماں جی نے ڈبے میں سے زیور نکال کر صبا کو تھمائے تو وہ اٹھ کر شہوار کے پاس آرکی تھی شہوار خاموشی سے بیٹھی رہی۔

صبا نے اس کے گلے ہاتھوں، کانوں سب میں ایک ایک کرکے تمام زیور سجایا اور پھر ماتھے پر بندیا اور جھومر۔

"ماشاء اللہ...... ہماری دلہن تو بغیر کسی مزید سولہ سنگھار کرکے ایسے ہی سج گئی ہے۔" عائشہ نے بھی شرارت سے کہا تو شہوار ان کے ریمارکس پر کنفیوژ ہونے لگی تھی۔

"لو یہ دوپٹا بھی ڈالو پتا تو لگے کیسا لگتا ہے۔" لائبہ بھابی نے بھی برائیڈل جوڑے کا دوپٹا اٹھا کر عائشہ کو تھمایا تھا۔

صبا اور عائشہ نے فوراً اس کے سر پر دوپٹہ ڈال دیا تھا اس قدر بھاری زیور اور دوپٹے کے بوجھ سے شہوار کی گردن جھکنے لگی۔

"ٹھہرو میں کچھ تصویریں لے لوں۔" شہوار نے کنفیوژ ہوتے دوپٹہ ہٹانا چاہا تو عائشہ نے ٹوک دیا۔

دوسرے صوفے پر بیٹھی دریہ یہ ساری صورت حال دیکھ کر اندر ہی اندر جل بھن گئی۔ اسے مہرالنساء، صبا، عائشہ اور لائبہ کا یہ پیار وہ بھی دو ٹکے کی لاوارث لڑکی کے لیے ایک آنکھ نہیں بھارہا تھا۔

"دلہا کی کمی ہے اسے بھی لاکر پہلو میں بیٹھالیں۔" اپنی طرف سے دریہ نے بہت طنزیہ انداز میں کہا تھا۔

"ہاں تو مصطفیٰ ابھی کچھ دیر پہلے ہی گھر آیا ہے اپنے کمرے میں ہے اسے بھی بلا لیتے ہیں۔" لائبہ کو اس کا طنزیہ انداز بہت چبھا تھا غصے سے کہا تو دریہ نے ناک چڑھا کر چہرے کا رخ بدل لیا۔

"ہاں مصطفیٰ سے یاد آیا بلاؤ تو سہی اسے پتا تو چلے کہ اس کی اپنی تیاری کہاں تک پہنچی ہے جب بھی دیکھو آفس میں

ہی بزی ہے۔آج کل تو رات کے اوقات میں بھی گھر پر نہیں آتا آج نجانے کیسے گھر کا رخ کرلیا ہے۔ بلاؤ تو سہی پوچھوں تو ذرا آخر اپنی خریداری کب کرنی ہے اسے۔'' ماں جی نے فوراً صبا کو کہا تھا۔

''میں ابھی بلاتی ہوں۔'' وہ تو خود موقع کی تلاش میں تھی فوراً باہر بھاگ گئی۔ شہوار مصطفیٰ کا نام سن کر سر سے دوپٹا اتار کر باقی لوازمات بھی اتارنے لگی تھی۔

''رکو تو سہی، کچھ تصویریں تو لینے دو۔'' لائبہ نے فوراً اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''مجھے الجھن ہو رہی ہے اس سب سے۔'' اسے مصطفیٰ کی آمد کا خوف تھا۔ تلخی سے کہا تھا لائبہ ہنس دی۔

''ہاں تو اچھی بات ہے نا ابھی سے پریکٹس کرو، شادی والے دن تک ان سب چیزوں کی عادی ہو جاؤ گی۔'' اس کے سر پر دوبارہ دوپٹہ درست کرتے اس نے باقی زیور بھی درست کیا تھا۔ شہوار نے اس کے جواب پر لب بھینچ لیے تھے۔ وہ انگلیاں چٹخانے لگی وہ لائبہ کی پلاننگ سب سمجھ رہی تھی۔

''آپ نے بلایا ماں جی۔'' مصطفیٰ صبا کے ساتھ ہی چلا آیا تھا سادہ لباس میں ملبوس گویا نیند سے اٹھا کر لایا گیا تھا تین چار دن سے مسلسل رات دن گھر سے غائب تھا اور آج دکھائی دے رہا تھا۔

مصطفیٰ جیسے ہی ماں جی کے پاس آ کر رکا تھا ان کے ساتھ بیٹھی شہوار کو دیکھ کر ٹھٹک گیا تھا۔

پہلی نظر بے اختیاری کی تھی اور وہ گویا جم سا گیا تھا۔

پھر صبا، عائشہ [illegible] ماں جی سے [illegible] ہوا تھا۔

''ہاں کیا بنا تمہاری اپنی شاپنگ کا یہاں سبھی فارغ ہو چکے ہیں اور دلہا صاحب ابھی تک بے فکر پھر رہے ہیں۔'' ماں جی نے پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔

''ہاں بس ایک دو دن میں لے لیتا ہوں آپ کے سامنے ہی تو ہے کتنے بزی دن گزر رہے ہیں۔'' مصطفیٰ نے مسکرا کر کہا تھا شہوار نے آہستگی سے دوپٹا اتار کر پیچھے ہٹاتے اپنے سر پر سوٹ کے ہم رنگ دوپٹہ درست کیا تھا۔ اس نے بغیر کسی کی طرف دیکھے سر سے جھومر اور بندیا وغیرہ بھی اتار لی تھی بیٹھے بیٹھے ہی اس نے ہاتھ اور بازوؤں کو بھی آزاد کیا تھا اب صرف گلے میں موجود زیور باقی تھے۔ وہ سب سمجھ رہی تھی کہ لائبہ وغیرہ نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی تھی۔

''ارے تم نے تو سب کچھ اتار دیا ہے ابھی رہنے دیتی اتنی پیاری تو لگ رہی تھی۔'' عائشہ نے شرارت سے کہا تو اس نے اسے خفگی سے گھورا۔ سارا زیور اٹھا کر اس نے ماں جی کی جھولی میں ڈال دیا۔

''پسند آیا سب، اچھا بنا ہے نا؟'' ماں جی نے محبت سے پوچھا تو اس نے محض سر ہلا دیا تھا۔

''چلو شکر ہے ویسے تو ہر چیز مکمل ہے پھر بھی لڑکیوں کوئی کمی رہ گئی ہے تو ابھی سے دیکھ لو، بعد میں نہ کہتی پھرنا کہ فلاں چیز نہیں ہے فلاں چیز نہیں ہے۔'' ماں جی نے عائشہ اور صبا کو دیکھا تھا یہ ساری شاپنگ انہی لوگوں نے کی تھی۔

''آپ لوگوں نے یہ کیا پھیلاوہ پھیلا رکھا ہے؟'' اردگرد دیکھتے مصطفیٰ نے پوچھا۔

''شادی والے گھروں میں یہ سب پھیلاوہ ہی بکھرا ہوتا ہے تم نے کون سا پاکستان کی شادیاں اٹینڈ کی ہیں۔'' عائشہ نے ہنس کر کہا۔

''مگر میں نے پاکستان میں اپنے گھر کی ساری شادیاں تو اٹینڈ کی ہیں۔ وہ بھی صرف عین وقت پر آتے تھے۔ کتنا خجل خوار ہونا پڑتا ہے مردوں کو کیا پتا اتنے دن سے لگے ہوئے ہیں مگر ابھی بھی لگ رہا ہے کہ نجانے کیا کچھ رہ گیا ہے۔'' ماں جی نے بھی بولیں۔

شہوار نے یونہی بیٹھے بیٹھے گلے میں موجود زیور اتار کر بھی ماں جی کی گود میں رکھ دیا تھا۔

وہ اٹھ کر کچن میں آ گئی تھی دوپہر میں کھانا تازہ بنتا تھا فریج میں ہر چیز موجود تھی اس نے اوون میں کھانا گرم کیا وہ تمام چیزیں ٹیبل پر رکھ کر پانی بھی لے کر بیٹھی تو دریہ بھی کچن میں چلی آئی۔

''ایک بات تو بتاؤ۔'' شہوار نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''جب تم اس شادی پر خوش نہیں ہو تو پھر یہ شادی ہی کیوں کر رہی ہو؟'' شہوار کے حلق میں لقمہ پھنسنے لگا۔

وہ دریہ سے بڑے لیے دیے انداز میں رہتی تھی صرف اس لیے کہ وہ اس کو براہ راست مخاطب نہ کرے مگر آج وہ اس سے براہ راست مخاطب تھی ورنہ اب تک ان ڈائریکٹ ہی حملے کرتی رہتی تھی۔

''تمہیں کس نے کہا ہے کہ میں اس شادی سے ناخوش ہوں۔'' اس نے تیکھے چتونوں سے دریہ کو دیکھا۔

''تمہارے ہر انداز سے لگ رہا ہے کہ تم ناخوش ہو۔''

''مثلاً......'' شہوار نے سرد نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''جو خوش ہوتے ہیں ان کے چہروں پر ہر وقت بارہ نہیں بجے رہتے۔'' دریہ نے طنزیہ مسکراہٹ سے کہا۔

''تم نے ساری عمر باہر کے ملک میں گزاری ہے تمہیں کیا پتا یہاں پاکستان میں لڑکیاں اپنی شادی پر کس طرح رہتی ہیں۔'' اس نے بھی سرد انداز میں کہا۔

''مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے نہ تمہارا کوئی خاندان نہ باپ کا علم نہ کوئی معاشی معیار اس کے باوجود اس گھر میں باعزت زندگی گزار رہی ہو۔ کیا جادو کیا ہے تم نے ان پر کہ یہ تمہارے خلاف کچھ سننے پر آمادہ ہی نہیں۔'' دریہ کا سوال ایسا تھا کہ اسے لگا وہ اندر تک ادھڑ گئی ہے۔ اس نے اذیت سے لب بھینچ لیے۔

''میں جو بھی ہوں اپنی ذات سے اچھی طرح باخبر ہوں اخلاقی لحاظ سے کسی گراوٹ کا شکار نہیں ہوں اور نہ ہی اپنے مطلب کے لیے کسی کی ذات کو کھلونا بنا رہی ہوں یہ سب محبت سے مجھے اپنا رہے ہیں تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔'' اس نے دوبدو دریہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

''تم مجھ پر طنز کر رہی ہو؟'' وہ ایک دم غصے سے بولی۔

''نہیں...... میں تمہیں آئینہ دکھا رہی ہوں، میرے ساتھ اعلیٰ حسب ونسب کا کوئی ٹیگ نہیں لگا مگر تمہارے ساتھ تو لگا ہوا ہے نا تو پھر تم کیوں اخلاقی پستی کا شکار ہو رہی ہو اعلیٰ خاندان اور حسب ونسب سے ہو پھر کیوں دوسروں کی ذات کے بخیے ادھیڑنے پر لگی ہوئی ہو۔'' اس نے دوٹوک انداز میں دریہ کے سامنے کھڑے ہو کر کہا۔

''شٹ اپ......'' وہ ایک دم ٹمپرامنٹ لوز کرتی چیخی تھی شہوار استہزائیہ ہنسی تھی۔

''تم اتنے دن سے ہر وقت مجھ پر طنز کر رہی تھیں آتے جاتے استہزائیہ فقرے میں نے تو کبھی بھی تمہیں شٹ اپ نہیں کہا انسان جب کسی کی ذات پر اٹیک کرتا ہے تو پھر اسے جوابی کارروائی کے لیے بھی تیار رہنا چاہیے۔''

''تم ہو کیا، میں چاہوں تو تمہیں دھکے دے کر یہاں سے نکلوا دوں تمہیں اتنا غرور کس چیز کا ہے۔'' وہ اونچی آواز میں چیخنے کے انداز میں کہہ رہی تھی۔

''اول تو مجھے کسی بھی چیز پر کوئی غرور نہیں، رہ گئی دھکے دے کر نکالنے کی بات تو وہ بھی کر کے دیکھ لو پتا چل جائے گا کہ یہاں سے کون نکلے گا میں یا تم؟'' وہ یہ سب برداشت کرتے کرتے اب تھک گئی تھی اس کے چیختے انداز پر وہ بھی ایک دم غصے سے بولی۔

''اوہ یو...... تم مجھے نکلواؤں گی...... میں تمہیں......؟'' وہ غصے سے آگے بڑھی تھی۔

''کیا ہو رہا ہے یہ؟'' ایک دم مصطفیٰ دریہ اور شہوار کے رستے میں آیا تھا۔ دریہ جو بہت غصے سے شہوار کی طرف لپکی تھی

اپنی جگہ ساکت ہوگئی۔ شہوار نے بہت برہم نظروں سے مصطفیٰ کو دیکھا تھا۔
''تم دونوں کس بات پر الجھ رہی ہو، کیا بات ہو رہی تھی؟'' اس نے سنا تو کچھ بھی نہ تھا بس کچن کی طرف آتے دریہ کو تیزی سے شہوار کی طرف لپکتے دیکھ کر فوراً سامنے آیا تھا۔
سوالیہ اور استہزائیہ نگاہوں سے شہوار کو دیکھا تو شہوار نے ضبط سے لب بھینچ لیے۔
دریہ کے انداز و تیوروں سے آگاہ تو وہ بھی تھا مگر شہوار کے تیور دیکھ کر بھی الجھ گیا تھا۔
''کیا ہوا ہے؟'' اس نے دریہ کو چھوڑ کر شہوار سے پوچھا۔
''مجھے تو کچھ نہیں ہوا ہے اس کے پیٹ میں ہر وقت مروڑ اٹھتی رہتی ہے اسی سے پوچھیں؟'' بہت غصہ سے کہہ کر وہ ٹیبل پر رکھے برتن سمیٹنے لگی تھی مصطفیٰ نے ناسمجھی سے دونوں کو دیکھا۔
''کوئی اصل بات تو بتائے؟'' شہوار دونوں کو نظر انداز کرتے برتن اٹھا کر سنک اور فریج میں رکھتے باہر نکل آئی تھی مصطفیٰ بھی پیچھے آیا تھا۔
''شہوار ہوا کیا ہے؟'' وہ فوراً اس کے رستے میں آ کھڑا ہوا تھا۔
شہوار جو دریہ کے سامنے بڑے ضبط سے کھڑی تھی اب مصطفیٰ کو دیکھ کر ضبط کھو گئی تھی آنکھوں میں بے اختیار نمی سی آٹھہری تھی۔
''میں کچھ کہوں تو سب کو لگتا ہے کہ میں احساس کمتری کا شکار ہوں میں جو بھی کہوں اعتراض کے ہزار پہلو نکلتے ہیں اور جب دوسرے لوگ وہی حقیقت بیان کرتے ہیں تو پھر آپ لوگ نظر انداز کرتے ہیں۔ ہر کوئی جس طرح مرضی میری ذات پر کیچڑ اچھالتا پھرے آپ لوگوں کا کیا جاتا ہے اپنی نظروں سے تو میں دن بدن گرتی جارہی ہوں آپ لوگوں کا گراف تو لوگوں کی نظروں میں دن بدن بڑھتا ہی جارہا ہے۔ ایک بے سہارا لاوارث لڑکی کو سہارا دے کر اب اتنا اونچا مقام دے رہے ہیں ہر طرف واہ واہ تو ہو رہی ہے آپ لوگوں کی۔'' وہ ایک دم پھٹ پڑی تھی۔
مصطفیٰ نے بغور اسے دیکھا تھا وہ دونوں اس وقت راہداری میں کھڑے تھے کوئی بھی ادھر آسکتا تھا۔ مصطفیٰ نے آہستگی سے اس کا بازو تھاما تھا۔
''ادھر آئیں، ادھر چل کر بات کرتے ہیں۔'' مصطفیٰ نے آگے بڑھنا چاہا تھا شہوار نے سختی سے اس کی گرفت سے اپنا بازو نکال لیا۔
''مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی میں نے خود دیکھا تھا دریہ آپ کے کمرے میں کھڑی آپ کے سامنے میرے خلاف بول رہی تھی اور آپ خاموش تھے۔ وہ کئی بار آپ کے سامنے میرے خلاف زہر اگل چکی ہے آپ تب بھی خاموش رہے میں نے کبھی بھی نہیں چاہا تھا کہ میں اس سے الجھوں مگر مجھے اس رویے پر آپ نے مجبور کیا ہے میں اب تک خاموش رہی ہوں سب حالات دیکھتی رہی ہوں مگر اب نہیں دیکھوں گی عادلہ بھابی کے بعد یہ دریہ میں اب کسی کی حقارت آمیز باتوں پر خاموش نہیں رہوں گی۔'' بہت زیادہ غصے سے کہہ کر وہ وہاں سے بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔
مصطفیٰ نہایت حیرانی سے اسے جاتے دیکھتا رہا۔ شہوار کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے ان آنسوؤں نے اس پر بڑے عجیب انداز سے اثر کیا تھا۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

میرا الزام بھی تم
نبیلہ ابر راجا

وہ اک شخص کہ جس سے محبتیں تھیں بہت
خفا ہوئے تو اسی سے تھیں شکاتیں بہت
بہت پیارے تھے اپنے اصول اس کو بھی
ہمیں بھی اپنی انا کی تھیں ضرورتیں بہت

رنگ و بو کا گویا طوفان امنڈ آیا تھا' آشیر علوی کزنز اور دوستوں کے ساتھ اس رنگین وشوخ ہنگامے سے پوری طرح لطف اندوز ہورہا تھا۔ فرحان جس کی مہندی تھی آشیر کا کزن اور جگری دوست تھا' فرحان نے اپنی پسند سے لڑکی چنی تھی جس کے ساتھ اب اس کی شادی ہونے جارہی تھی۔ وہ بے پناہ خوش تھا۔ فرحان کا نکاح دوپہر میں ہوچکا تھا۔

فرحان کی خواہش تھی کہ مہندی کا یہ فنکشن مشترکہ ہو مگر رمنا کے گھر والے نہیں مانے اور پھر رمنا کے گھر سے مہندی آ گئی تھی۔ آشیر کے دو چار منچلے دوست لڑکیوں پر تبصرے کررہے تھے آشیر بھی پاس کھڑا تھا۔

فرحان کی بہنیں اور کزنز اسے سرخ دوپٹے کی چھاؤں میں مہندی کے لیے سجائے گئے اسٹیج تک لارہی تھیں۔ اب بار بار آشیر کے نام کی پکار پڑ رہی تھی' اویس اور حسان بھی فرحان کے دوست تھے تینوں اس کی طرف بڑھنے لگے۔

''مشکوٰۃ! کہاں ہو جلدی کرو' فرحان بھائی کو مہندی لگاؤ۔'' آشیر کے پیچھے سے آواز آئی تھی۔

جب ہی وہ پروقار قدموں سے چلتی فرحان تک آئی۔

''السلام علیکم فرحان بھائی! کیسے ہیں آپ؟ میری طرف سے بہت بہت مبارک ہو آپ کو۔'' لڑکی کا لہجہ بہت نرم اور سلجھا ہوا تھا۔

''مشکوٰۃ! بہت بہت شکریہ یہاں آنے کا۔ آنٹی کی طبیعت کی خرابی کے باوجود آپ مہندی میں شریک ہوئیں۔'' فرحان کا لہجہ سامنے والی لڑکی کے لیے احترام اور عزت سے بھرا ہوا تھا جس پر آشیر جی بھر کے حیران ہوا۔

''فرحان بھائی اس میں شکریہ کی کوئی بات نہیں ہے اب تو آپ ہمارے فیملی ممبر بن گئے ہیں۔'' ایک ہلکی سی مسکان اس کے لبوں پر سجی ہوئی تھی۔

''میں نے جلدی واپس جانا ہے کیونکہ بھائی' امی جان کے پاس اکیلی ہیں۔''

''مشکوٰۃ! مجھے آپ کی مجبوری کا پتا ہے اس لیے اصرار نہیں کروں گا مگر بارات اور ولیمے پر آپ لازمی شریک ہوں گی۔'' فرحان کے لہجے میں پیار بھرا حکم تھا۔

''اوکے فرحان بھائی! میں ضرور آؤں گی۔''

آشیر اس مختصر سی گفتگو کے دوران پوری طرح فرحان اور اس لڑکی کی طرف متوجہ رہا جو یقیناً فرحان کی سسرالیوں میں سے تھی کیونکہ اس کا اندازہ ان دونوں کی گفتگو سے ہورہا تھا۔

''بہت نائس لڑکی ہے' رمنا کی کزن ہے۔'' فرحان نے اس کے جانے کے بعد آشیر سے کہا۔

فرحان کے لہجے کا احترام بتا رہا تھا کہ وہ لڑکی خاص ہی ہے' حالانکہ پہلی نگاہ میں وہ اتنی خاص ہرگز نہیں لگی تھی۔ کپڑے بھی کوئی خاص چمک دمک والے نہیں تھے سر پر اسکارف اور شانے پر دوپٹہ تھا جو بڑے سلیقے سے اوڑھا گیا تھا۔

بارات کسی دوسرے شہر تو جانی نہیں تھی اس لیے آرام سے تیاری کی گئی۔ وہاں پہنچ کر آشیر کی متلاشی نگاہیں ادھر اُدھر بھٹک رہی تھیں' اویس نے نوٹ کرلیا ویسے بھی وہ اس سے مزاج آشنا تھا۔

''یار کیا بات ہے کس کو ڈھونڈ رہے ہو؟''

''کسی کو بھی نہیں۔'' اس نے اویس کو ٹالا۔ فرحان نے آشیر سمیت اویس اور حسان کو بھی ساتھ ساتھ رہنے کو کہا تھا۔

''یار! دلہا بن کے تم بالکل ہونق لگ رہے ہو۔'' آشیر نے

چوٹ کی۔

''تمہیں رمنا کی کزنز کا پتا نہیں ہے آفت ہیں پوری ایک ایک سے شرارت کرتی ہیں اور نیگ دودھ پلائی' جوتا چھپائی کے دوران جو میری درگت بننے والی ہے' سوچ سوچ کر ہول اٹھ رہے ہیں۔'' بے چارہ فرحان سچ مچ بہت گھبرایا ہوا تھا۔

''ہمارے ہوتے پریشان مت ہو۔'' اویس نے پیٹھ ٹھونکی۔

''تمہارے ہونے کی وجہ سے ہی تو پریشان ہوں ایسا نہ ہو تم لڑکی والوں کی طرف ہو جاؤ۔'' فرحان اس کی عادت سے آگاہ تھا۔ جبکہ وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

❀ ❀ ❀

رمنا کی کزنز مٹھائی اور دودھ لے کر آئیں' رمنا کی کوئی بہن نہیں تھی اس لیے بہنوں کا رول کزنز ادا کر رہی تھیں۔ ان سب میں وہ نظر نہیں آ رہی تھی جس کی فرحان نے تعریف کی تھی' کھانے کے بعد رمنا کو بھی اسٹیج پر فرحان کے ساتھ بٹھایا جانا تھا۔

جب ہی وہ نظر آئی وہ رمنا کو تھام کر اندر سے لائی تھی' اب وہ رمنا کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ آشیر نے کھل کر جائزہ لیا وہ فرحان کے دائیں جانب بیٹھا تھا' اچانک مشکوٰۃ کی نگاہ اس کی طرف اٹھی تو اسے غصہ آ گیا۔ رمنا اسے پاس سے اٹھنے ہی نہیں دے رہی تھی' امی جان کی طبیعت خاصی بہتر تھی اس لیے وہ پرسکون تھی پر فرحان بھائی کے ساتھ بیٹھے نوجوان کی نگاہوں نے اسے ڈسٹرب سا کر دیا تھا۔

آج وہ بلیک کلر کے سوٹ میں ملبوس تھی' اسکارف اسی طرف بالوں کو چھپائے ہوئے تھا۔ آنکھوں میں کاجل کی شوخ سی تحریر اور لبوں کی کٹاؤ میں نیچرل سی لپ اسٹک کی ہلکی سی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے بائیں ہاتھ کی درمیانی انگلی میں نازک سی انگوٹھی چمک رہی تھی جس میں سرخ ننھا منا سا نگ بڑا واضح تھا۔

بارات کی واپسی پر وہ رمنا کے ساتھ پچھلی سیٹ پر اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ آشیر ڈرائیونگ کر رہا تھا ساتھ فرحان تھا۔ وہ وقفے وقفے سے مشکوٰۃ کو مخاطب کر رہا تھا اب تو آشیر کو اس کا نام ازبر ہو چکا تھا' اسی کی شخصیت کی مانند منفرد اور پُر وقار۔

فرحان کے گھر میں رمنا کو پہلے تو مختلف رسموں سے گزارا گیا پھر اندر لے جایا گیا' اب آشیر اویس اور حسان کے گھیرے میں تھا۔

''تم تو آج ایک ہی لڑکی کو گھور گھور کر دیکھتے رہے۔ خیر تو تھی۔''

''پتا نہیں۔'' وہ بے نیازی سے کندھے اچکا کر دوستوں کے پاس سے ہٹ گیا۔

آشیر کے لیے شاید یہ عام اور معمولی سی بات تھی مگر دیکھنے والوں نے بہت سی باتیں خود سے اخذ کر لی تھیں جہاں اویس وحسان نے اس کی نگاہوں کی چوری پکڑی تھی۔ وہاں مشکوٰۃ کی کزنز نے بھی آشیر کی نگاہوں کی بے باکی اور بے خوفی ملاحظہ کی تھی اور پھر سب نے ایک دوسرے کو یہ بات بتائی تھی' آشیر کی نگاہ وقتاً فوقتاً اسے چھو کے پلٹ آتی۔ مشکوٰۃ کی کزن سماویہ نے یہ منظر پوری جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ یاد کر لیا۔

سماویہ ویسے بھی مشکوٰۃ سے خار کھانے لگی تھی' مشکوٰۃ سماویہ کے چھوٹے چچا کی بیٹی تھی' پورے گھر کی لاڈلی' چچا جان کو اپنی اس چھوٹی بیٹی پر بے پناہ فخر تھا۔ سماویہ کے ماموں کی فیملی کینیڈا میں رہائش پذیر تھی۔ وہ چھٹیوں میں پاکستان آتے جاتے رہتے تھے' سماویہ کی ممانی زہرا کو ایک اتفاقی ملاقات میں مشکوٰۃ بھا گئی۔ وہ کسی کو بتائے اور مشورہ کیے بغیر سیدھی سماویہ کے چچا عباس کے گھر پہنچ گئی اس بات کی خبر جب سماویہ اینڈ فیملی کو ہوئی تو بڑا جھگڑا ہوا وہ تو آس لگائے بیٹھے تھے کہ سماویہ سے بڑی بیٹی ہادیہ کا رشتہ ماموں کے بیٹے کو دیں گے اور ادھر اور ہی کہانی چل رہی تھی۔ عباس چچا تک بھی یہ قصہ مبالغہ آمیزی اور افسانہ طرازی کے ساتھ پہنچا تو انہوں نے نرمی سے سماویہ کے ماموں ممانی کو انکار کر دیا اور پھر بالا ہی بالا زہرا ممانی نے اپنی بہن کی بیٹی سے لاڈلے سپوت کی نسبت طے کر دی۔ اس کا ذمہ دار بھی مشکوٰۃ کو ٹھہرایا

گیا نہ وہ ہوتی اور نہ یہ رشتہ ہاتھ سے نکلتا۔ تب سے ساویہ نے تو اس سے ضد ہی باندھ لی تھی مشکوٰۃ اسے بہت بُری لگنے لگی تھی۔ پورے خاندان کی عورتیں مشکوٰۃ کی مثالیں دیتی کہ لڑکیوں کو ایسا ہونا چاہیے۔ بلاضرورت وہ بولتی نہیں تھی اپنے کام سے کام رکھتی' فضول کی شوخی اور دکھاوا اس کے مزاج سے کوسوں دور تھا۔ وہ سنجیدہ باوقار اور رکھ رکھاؤ والی تھی اسے دیکھتے ہی ذہن میں احترام کا تصور اُبھرتا تھا۔ بلاضرورت وہ کزنز سے فری نہیں ہوتی تھی سلیقے اور ڈھنگ کے کپڑے پہنتی' فیشن کرتی تو ایک حد میں رہ کر۔ بہت سی ماؤں کے لیے وہ ایک آئیڈیل بچی تھی ان سب باتوں سے قطع نظر پیٹھ پیچھے مشکوٰۃ کا مذاق اڑایا جاتا اس کی ڈریسنگ اور حلیے پر طنز کیے جاتے اور یہ اعتراض اور طنز کرنے میں لڑکیاں پیش پیش ہوتیں۔ اس وقت حد ہی ہوگئی جب حافظ اسرار کا رشتہ مشکوٰۃ کے لیے آیا۔

حافظ اسرار سلجھا ہوا معزز خاندان کا نوجوان تھا۔ پیشے کے لحاظ سے وہ انجینئر تھا اور اچھا خاصا خوش شکل اور اسمارٹ تھا۔ ابھی مشکوٰۃ کے گھر والوں نے سوچنے کے لیے ٹائم مانگا تھا حتمی طور پر رضامندی یا انکار نہیں ہوا تھا پر لڑکیوں کے ہاتھ مذاق آ گیا تھا۔ پھوپو کی بیٹی سدرہ نے تو اپنی ماں سے صاف کہہ دیا تھا۔

''ہمیں مشکوٰۃ کی مثالیں مت دیا کریں ہم اس کی طرح بن گئے تو پھر حافظ اسرار جیسے مولویوں کے رشتے ہی ملیں گے اور مجھے مولوی پسند نہیں۔'' اس لطیفے نے سارے خاندان میں گردش کی تھی۔

❁ ❁ ❁

رمنا سے بمشکل تمام اجازت لے کر وہ بھائی کے ساتھ واپس آئی۔ امی ابو دونوں اسی کے انتظار میں تھے' امی گزشتہ ماہ سیڑھیوں سے گر کر ٹانگ کی ہڈی تڑوا بیٹھی تھیں۔ کچھ دن اسپتال میں ایڈمٹ رہنے کے بعد وہ گھر آئی تھیں' ٹانگ پر چڑھے پلاستر کی وجہ سے چلنا پھرنا محال تھا۔ کوئی نہ کوئی عیادت کے لیے بھی چلا آتا' اسی دوران رمنا کی شادی طے پائی' رمنا اس کے بہت قریب تھی اپنی ہر بات شیئر کرتی۔ رمنا اور مشکوٰۃ کے ابو آپس میں بھائی تھے۔ رمنا' مشکوٰۃ کو بہت پسند کرتی تھی اور دل سے اس کی معترف تھی' ساویہ' ہادیہ کی نسبت اس نے مشکوٰۃ کا کبھی مذاق نہیں اڑایا تھا کیونکہ اسے پتا تھا کہ اس کے چچا کی یہ بیٹی کس نیچر کی ہے۔ ان دونوں کی بنتی بھی خوب تھی۔

ابو تو رمنا کی رخصتی کے بعد تایا کے پاس ہی رک گئے تھے اور کافی دیر بعد گھر واپس آئے تھے۔ مشکوٰۃ ان کے آنے کے گھنٹہ بعد واپس آئی' اس نے سب سے پہلے امی سے ان کی طبیعت کا پوچھا۔ ابو سے گپ شپ کی' پھر عشاء کی نماز پڑھنے کے ارادے سے کمرے میں آئی۔ پاؤں جوتوں کی قید سے آزاد کیے سر سے اسکارف اتارا تو ریشمی بالوں نے اس کی کمر کو ڈھانپ لیا تھا۔ نماز سے فارغ ہوئی تو اسی فرصت میں اسے فرحان بھائی کے ساتھ بیٹھا نوجوان یاد آیا۔ کس طرح اسے گھور رہا تھا جیسے کچھ تلاش کرنا چاہ رہا ہو کسی کھوج میں ہو' عجیب بے باک سی نگاہ تھی اس کی' اخلاق کی ہر حد سے آزاد۔

❁ ❁ ❁
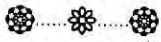
سجی سنوری رمنا کل کے مقابلے میں آج بے پناہ حسین لگ رہی تھی' اس حسن میں یقیناً فرحان کی محبتوں کا اعجاز بھی شامل تھا۔ مشکوٰۃ نے بے اختیار اس کا ماتھا چوما تو رمنا نے ہاتھ پکڑ کر پاس ہی بٹھا لیا۔ ساویہ اور ہادیہ پہلے سے پہنچی ہوئی تھیں' ساویہ کی نگاہ آشیر علوی کو ڈھونڈ رہی تھی' وہ کھانے کے دوران نظر آ ہی گیا۔ ایک اچھے میزبان کی طرح وہ سب پر توجہ دے رہا تھا۔ مشکوٰۃ' چچی ندرت اور خاندان کی دیگر عورتوں کے ساتھ ایک ہی ٹیبل پر بیٹھی تھی' اس کے دائیں طرف ساویہ اور ہادیہ تھیں۔

آشیر علوی ان کی ٹیبل پر بھی آیا' آخر کو وہ اب فرحان کے سسرالی تھے۔ اس نے آشیر پر ذمہ داری ڈالی تھی کہ ان کی خاطر مدارت میں کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے' وہ مشکوٰۃ کی ٹیبل کے پاس رکا تو ساویہ نے معنی خیز نگاہوں سے ہادیہ اور ماں کی طرف دیکھا۔ وہ ان سب سے خیر خیریت دریافت کررہا تھا۔

''آپ نے تو کچھ لیا ہی نہیں' میں گرم کھانا منگواتا ہوں۔'' اس کی مخاطب مشکوٰۃ تھی جس نے پلیٹ میں صرف

تھوڑی سی بریانی اور سلاد ڈالا تھا۔ آشیر نے پاس سے گزرتے بیرے کو مزید کھانا لانے کے لیے کہا۔ مشکوٰۃ سے کھانا کھانا دوبھر ہوگیا۔ سماویہ کی معنی خیز کھنکار اس کی سماعتوں تک پہنچ گئی تھی آشیر کی بیک پر سماویہ بیٹھی تھی۔

''ہمیں کولڈ ڈرنک منگوا دیں۔'' سماویہ نے خود دخل اندازی کی تو آشیر فوراً الرٹ ہوگیا۔ ''ہم بھی آپ کی رمنا بھابی کے رشتہ دار ہیں۔'' اس نے جتایا تو جواباً وہ ہنس پڑا۔

''مجھے پتا ہے۔''

''لگتا تو نہیں ہے' کچھ خاص لوگ ہی آپ کی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔''

''ارے نہیں آپ بھی ہمارے لیے اہم ہیں۔'' وہ خالی پڑی کرسی پر ان کے پاس ہی بیٹھ گیا تو سماویہ کو بڑی خوشی ہوئی۔

فواد بھائی نے کہا تھا کہ واپسی میں چچی اور سماویہ لوگوں کے ساتھ آجانا کیونکہ گاڑی خراب ہوگئی تھی' اب وہ صبر سے ان کے اٹھنے کا انتظار کررہی تھی۔ کھانا کھا کے سب لوگ کب کے فارغ ہوچکے تھے مگر سماویہ کی باتیں ختم ہونے میں نہیں آرہی تھیں۔ مشکوٰۃ ان کی ٹیبل پر آ گئی۔

''چچی گھر چلیں ناں' کافی ٹائم ہوگیا ہے۔'' آشیر تب فوراً اس کی طرف گھوما' اب وہ پوری جی جان سے اس کی طرف متوجہ تھا ایسے لگ رہا تھا جیسے ان دونوں کے سوا اور وہاں کوئی نہیں ہے خود پر گڑی اس کی نگاہیں مشکوٰۃ کو احساس توہین میں مبتلا کررہی تھیں۔

آشیر نے بغور اس کا جائزہ لیا تھا مشکوٰۃ پنک کلر کے کپڑوں میں ملبوس تھی۔ سر پر کپڑوں کے ہمرنگ اسکارف تھا اور اس کے سر کے بالوں کی کوئی جھلک تک نہیں دکھائی دے رہی تھی تھا۔ پاؤں نازک سی جوتیوں میں مقید تھے۔

''میں آپ لوگوں کو ڈراپ کردوں؟'' آشیر نے فوراً آفر کی۔

''ارے نہیں ہم اپنی گاڑی میں جائیں گے۔'' چچی قدرت نے فوراً جتایا۔ مشکوٰۃ خاموش کھڑی ان کو دیکھ رہی تھی۔

''یہ ہماری کزن ہیں مشکوٰۃ!'' سماویہ نے آشیر کی توجہ مشکوٰۃ کی طرف محسوس کی تو جھٹ اس کا ادھورا سا تعارف کروایا۔

''کیا کرتی ہیں آپ مشکوٰۃ!'' آشیر کے تو دل کی کلی ہی کھل اٹھی۔ سماویہ اور ہادیہ سمیت اب قدرت بھی ان دونوں کی طرف متوجہ تھی اور دل میں کچھ سوچ رہی تھی۔

''میں گھر پر ہی ہوتی ہوں۔'' وہ مختصر جواب دے کر بہانے سے وہاں سے ہٹ گئی۔ سماویہ نے جانے کیوں اس کا تعارف کروایا تھا۔ اس کا انداز اور نگاہیں طنزیہ تھیں' وہ بچی تو تھی نہیں کہ محسوس نہ کرتی۔ مشکوٰۃ اندر آ کر رمنا سے ملی تب تک قدرت کا بھی جانے کا موڈ بن چکا تھا' آشیر' فرحان اور اس کی دیگر فیملی گیٹ تک ان کے ساتھ آئی۔

آخری وقت آشیر نے پھر مشکوٰۃ کو بھرپور نگاہوں سے دیکھتے ہوئے خدا حافظ کہا۔

❁......❁......❁
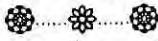
مہمان سب کے سب جاچکے تھے' شادی کا ہنگامہ بھی سرد پڑچکا تھا۔ ایسے میں فرحان نے آشیر کو پکڑا' شادی میں بہت سے لوگوں نے آشیر کو مشکوٰۃ کی طرف بار بار گھورتے دیکھا تھا جس میں اویس وحسان کے ساتھ فرحان بھی شامل تھا۔

''مجھے بتاؤ یہ سب کیا سلسلہ ہے؟'' فرحان بہت سنجیدہ لگ رہا تھا۔

''کون سا سلسلہ یار......؟'' وہ سر کے بالوں میں انگلیاں چلاتے ہوئے غائب دماغی سے بولا۔

''بچے مت بنو آشیر! تمہیں پتا ہے سب۔''

''کیا کہہ رہے ہو آخر مجھے بھی تو پتا چلے؟''

''رمنا کی کزن مشکوٰۃ کو تم کیوں ندیدوں کی طرح گھورتے رہے۔ کیا پہلے کبھی کوئی لڑکی نہیں دیکھی۔''

''میں نے ندیدوں کی طرح کب دیکھا اور تمہیں یہ بھی پتا ہے کہ کتنی لڑکیوں کو دیکھ چکا ہوں۔''

''آشیر! مجھے چکر دینے کی کوشش مت کرو' لڑکیاں تمہارے لیے شجر ممنوعہ نہیں رہی ہیں پھر تمہاری یہ حرکت کیا معنی رکھتی ہے۔ مشکوٰۃ نے رمنا سے تمہاری شکایت کی ہے اور یقین کرو رمنا کے سامنے میں بہت شرمندہ ہوا ہوں۔ بڑی مشکل سے اسے قائل کیا کہ مشکوٰۃ کو غلط فہمی ہوئی ہوگی'

آشیر ایسا نہیں ہے۔"

"رمنا بھابی نے کیا کہا تم سے؟" وہ چونکا۔

"آشیر! مشکوٰۃ رمنا کی کزن ہے اور بہت ہی اچھی لڑکی ہے میں اس کی عزت کرتا ہوں وہ ایسی ویسی نہیں ہے۔"

"ہاں مجھے پتا ہے وہ ایسی ویسی نہیں ہے۔"

"پھر تم نے ایسی حرکت کیوں کی کہ تمہاری شکایت آگئی؟"

"ہاں جائز ہے شکایت۔" آشیر کا لہجہ عجیب سا تھا۔

"رمنا نے مجھے بتایا ہے کہ اس کی کزنز نے تمہارے حوالے سے مشکوٰۃ پر الٹے سیدھے طنز کیے ہیں اسی وجہ سے اس نے رمنا سے تمہاری شکایت کی۔" فرحان غصے میں آگیا۔ "وہ کوئی ایسی ویسی لڑکی نہیں ہے محترم آشیر علوی صاحب!" وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔ جواب میں آشیر خاموش رہا۔

❀ ❀ ❀

مما پپا کے ساتھ بڑی بھابی نگین کے پاس سعودیہ گئی ہوئی تھیں۔ انہیں گئے ہوئے ایک ماہ سے زائد ہوگیا تھا نگین بھابی کے ہاں پورے چھ سال کے بعد ایسا موقع آیا تھا کہ وہ پھر سے ماں کے رتبے پر فائز ہونے جارہی تھی۔ اس بار وہ بے حد ڈری ہوئی تھیں پہلا بیٹا بھی میجر آپریشن سے ہوا تھا اور وہ مرتے مرتے بچی تھیں اس بار تو جو اُن کو الٹے سیدھے خواب آرہے تھے اس کی وجہ سے وہ بھی ہورہی تھیں۔

فون پر بات کرتے کرتے رو پڑتیں نگین کی وجہ سے افروز بھی پریشان تھیں۔ ان کا دل کررہا تھا کہ فوراً سے بھی پیشتر بہو بیٹے کی پاس پہنچ جائیں۔ اس معاملے میں عمر علوی بھی بیوی کے ہمنواہ تھے وہ ریٹائرڈ لائف گزار رہے تھے انہیں گھومنے پھرنے کا بہانہ چاہیے تھا سو افروز کی ساتھ سعودیہ عاشر اور نگین کے پاس جا پہنچے۔ ان کی موجودگی سے نگین اب پرسکون تھی اس نے پھر سے ایک خوب صورت اور صحت مند بیٹے کو جنم دیا تھا۔ افروز کا ارادہ تھا کہ بہو اور پوتوں کے ساتھ ہی واپس پاکستان جائیں گی جہاں آشیر بے چینی سے ان کا منتظر تھا۔ جب بھی فون پر بات ہوتی وہ یہی پوچھتا مما آپ کب آئیں گی؟ افروز کو وہ کچھ پریشان سا لگا تھا اتنی دور بیٹھ کے وہ تفصیل بھی نہیں پوچھ سکتی تھی۔

ان کی تین اولادیں تھیں اور تینوں ہی بیٹے تھے۔ آشیر سب سے چھوٹا اور منہ پھٹ تھا۔ عاشر اور یاسر دونوں کی شادی ہوچکی تھی اب آشیر ہی باقی بچا تھا باقی دونوں صاحب اولاد تھے اور اپنی اپنی بیویوں کے ساتھ خوشگوار زندگی گزار رہے تھے۔ شادی کے بعد عاشر کو سعودیہ میں جاب ملی تو وہ نگین کے ساتھ یہاں چلا آیا۔ نگین گھر سنبھالتی تھی اور ایک شرارتی سا بیٹا۔ اپنی مسیحائی آزمانے کا اسے موقع ہی نہیں ملتا تھا وہ گھر میں ہی خوش تھی۔ شادی کے بعد تھوڑا عرصہ ہی اس نے پریکٹس کی تھی پھر گھریلو زندگی میں ایسی گم ہوئی کہ کچھ فرصت ہی نہیں ملی۔ عاشر کو سالانہ چھٹیاں ملتیں تو وہ نگین کے ساتھ پاکستان کا چکر لگالیتا۔ یاسر اس سے بڑا تھا اور آرمی میں کرنل تھا اس کے بھی تین بچے تھے۔ پچھلے تین سال سے وہ افروز اور عمر علوی کے ساتھ ہی مقیم تھا ورنہ تو وہ دونوں بیٹوں کی آئے روز کی پوسٹنگ سے تنگ آگئے تھے اب کچھ سکون تھا۔

آشیر کے لہجے میں انتشار محسوس کرکے افروز پریشان تھی اور جلد از جلد پاکستان واپس جانا چاہتی تھی مگر جب تک نگین سفر کرنے کے قابل نہ ہوتی ان کا آنا محال تھا۔

❀ ❀ ❀

ساویہ نے چٹخارے لے لے کر یہ مزیدار قصہ سب کو سنایا تھا اب تو ندرت نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ اس لمبے چوڑے جاذب نظر لڑکے کی توجہ سو فیصد مشکوٰۃ کی طرف تھی۔ انہوں نے صرف آشیر کی توجہ ہی محسوس کی تھی مشکوٰۃ کی بےزاری انہیں نظر نہیں آئی تھی پہلے وہ شاید یقین نہ کرتی پر اب ساویہ کی دلائل ایسے تھے کہ انہیں یقین کرنا پڑا۔ انہوں نے اس کا ذکر جیٹھانی اور دونوں دیورانیوں سے بھی کردیا۔ بظاہر اس چھوٹی سی بات کو خوب بڑھا چڑھا کر پیش کیا گیا۔

نور افشاں مشکوٰۃ کی ماں تھیں انہیں یہ بات ہضم نہیں ہورہی تھی لیکن انہوں نے بیٹی سے کوئی سوال نہیں کیا انہیں اپنی تربیت پر بھروسا تھا اور پھر شادیوں میں ایسے واقعات

ہوتے رہتے ہیں لڑکے لڑکیوں پر توجہ دیتے اور آگے بڑھنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ اکثر واقعات معاملہ یک طرفہ ہی رہتا ہے مشکوٰۃ سلجھی ہوئی باشعور لڑکی تھی آج تک اس کے بارے میں کوئی ایسی بات سننے میں نہیں آئی تھی۔ ندرت نے کھوجنے والے انداز میں یہ بات انہیں بتائی تھی کہ شادی میں دلہا کا ایک عزیز مشکوٰۃ میں دلچسپی لے رہا تھا نور افشاں ادھر ہی خاموش ہوگئی تھیں۔

حافظ اسرار کے گھر والوں کو وہ حتمی جواب دینے کے بارے میں سوچ رہی تھیں عباس بھی راضی تھے بظاہر اس رشتے میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ لڑکا بھی مشکوٰۃ کی طرح باکردار اور مہذب تھا۔

حافظ اسرار کے گھر والوں نے جواب لینے کے لیے آنا تھا اس نے ایک فرمانبردار بیٹی کی طرح معاملہ والدین کی مرضی پر چھوڑ دیا تھا۔ مشکوٰۃ عباس کی لاڈلی تھی اپنے تینوں بچوں میں انہیں یہ بیٹی سب سے زیادہ عزیز تھی۔ وہ اسے اپنے لیے خدا کا انعام قرار دیتے تھے اور اس پر فخر بھی کرتے مشکوٰۃ نے بھی ہمیشہ ان کے اس فخر کا مان رکھا تھا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد وہ گھر داری میں مگن تھی۔ نور افشاں کی ٹانگ ٹوٹی تو اس نے خدمت گزاری میں دن رات ایک کر دیا اس کی کوشش ہوتی کہ امی کے تمام کام وہ خود کرے بھابی کو زحمت نہ دے اس وجہ سے ثمامہ بھی خوش تھی۔

حافظ اسرار کی والدہ نے ندرت کے گھر ایک تقریب میں مشکوٰۃ کو دیکھا تھا تب سے وہ ان کے دل کو بھا گئی تھی اپنے بیٹے اسرار کے لیے وہ انہیں ہر لحاظ سے مناسب لگی تھی انہیں پورا یقین تھا کہ عباس مان جائیں گے ان کا یہ یقین بے جا نہیں تھا۔

ساویہ نے باتوں باتوں میں آشیر کے حوالے سے مشکوٰۃ پر طنز کیا تو اسے بے حد غصہ آیا۔ رمنا بھی میکے آئی ہوئی تھی مشکوٰۃ نے سارا غصہ اس پر اتار دیا۔ اس نے گھر آکر فرحان سے آشیر کی شکایت کی۔ فرحان آشیر سے جا پہنچا اس بات کو چھ روز گزر گئے تھے پھر نہ آشیر اسے ملا نہ فون پر بات ہوئی۔ فرحان نے کال کی تو اس کا نمبر آف تھا۔

اویس اور حسان فرحان سے فون کر کے اس کے بارے میں پوچھ رہے تھے اس کا نمبر کبھی بند نہیں ملا تھا آشیر ٹریول ایجنسی چلا رہا تھا۔ اویس اور فرحان سیدھے اس کے آفس جا پہنچے وہ وہاں بھی نہیں تھا اس کے سیکریٹری سے پتا چلا کہ وہ پانچ دن سے آفس آ ہی نہیں رہا ہے۔ مزید اسے کچھ پتا نہیں تھا فرحان اور اویس اب سچ مچ پریشان تھے۔

''چلو گھر چلتے ہیں آشیر کی پاس۔'' اویس نے تجویز دی تو فرحان نے اُدھر سے ہی گاڑی موڑ لی۔ فرحان نے گاڑی آشیر کی گھر کے سامنے روکتے ہوئے ہارن دیا تو چوکیدار نے گیٹ کھولا۔

''سلام صاب!'' چوکیدار نے زوردار آواز میں سلام جھاڑا۔

''وعلیکم السلام! تمہارے صاحب کہاں ہیں؟'' فرحان نے چوکیدار کے سلام کا جواب دیتے ہوئے آشیر کے بارے میں سوال کیا۔

''صاب! چھوٹے صاب تو بیمار ہیں۔'' اس اطلاع پر فرحان اویس کا منہ تکنے لگا۔

یاسر بھائی تو گھر پر نہیں تھے البتہ ان کی بیگم عمارہ گھر پر تھیں انہوں نے دونوں کو آشیر کے بیڈروم تک پہنچا دیا۔ آشیر فرحان کا خالہ زاد بھائی تھا فرحان اس کے بہت قریب تھا دونوں پل پل ایک دوسرے کی مصروفیات سے آگاہ رہتے تھے۔ آج پہلی بار فرحان کو اپنی بے پروائی پر غصہ آیا۔

شام ڈھل رہی تھی پر آشیر کے کمرے کی لائٹ بند تھی۔ کھڑکیوں کے پردے موسم کی خنکی کے باعث گرے ہوئے تھے اندر کمرے میں مکمل طور پر اندھیرا تھا۔ فرحان نے آگے بڑھ کر لائٹ جلائی لائٹ جلنے اور دروازہ کھلنے کی آواز پر الٹا لیٹا آشیر کسمسایا اور پھر اٹھ بیٹھا اس کی آنکھیں بے پناہ سرخ تھی پپوٹے بھی سرخ اور بھاری لگ رہے تھے۔ اویس اور فرحان پریشان ہوگئے۔ وہ ہمیشہ نک سک سے تیار خوشبو میں بسا اپنی دلنشین مسکراہٹ سمیت ملتا۔ اس کی خوش لباسی مشہور تھی چھ دن کی بڑھی شیو میں وہ پہلے والا آشیر لگ ہی نہیں رہا تھا۔ سگریٹ کو اس نے کبھی ہاتھ تک نہیں لگایا تھا پاس پڑی ایش ٹرے بتا رہی تھی کہ اس نے بے دردی سے دل کھول کر

سگریٹ نوشی کی ہے۔

"کیا حال بنا رکھا ہے۔" فرحان نے حیرانگی سے پوچھا۔

"ناراض ہو ہم سے کوئی بات بُری لگ گئی ہے؟" اویس بھی قدرے حیران تھا۔

"ارے نہیں ناراضگی کیسی؟" پھیکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر آ کے معدوم ہوگئی۔

"پھر یہ کیا حال بنا رکھا ہے تم نے؟"

"کیوں کیا ہوا میرے حال کو۔" اس نے الٹا اویس سے سوال کیا۔

"مجنوں لگ رہے ہو پورے۔" جواب میں آ شیر خاموش ہی رہا۔ اتنے میں عمارہ بھابی چائے کے ساتھ دیگر لوازمات ٹرے میں سجائے ادھر ہی آ گئیں۔

"دو دن پہلے اس کی طبیعت بہت خراب تھی رات بھر تیز بخار رہا مگر یہ ڈاکٹر کے پاس نہیں گیا۔ اوپر سے اسموکنگ شروع کردی ہے تم لوگ پوچھو کیا پرابلم ہے اس کو؟ میں اور یاسر تو پوچھ پوچھ کر تھک گئے" آنٹی نے واپس آ کے دیکھا تو یہی کہیں گی کہ ہم نے آ شیر کا خیال نہیں رکھا۔"

"بھابی آپ پریشان نہ ہوں میں پوچھتا ہوں۔" فرحان نے انہیں تسلی دی تو وہ چلی گئیں پھر اویس نے کمرے کا دروازہ بند کردیا۔

"ہاں اب بتاؤ آ شیر! کیا چکر ہے جس کی وجہ سے تم نے اپنا یہ حال بنایا ہوا ہے۔" فرحان کافی سنجیدہ تھا۔

"کہیں محبت کا چکر تو نہیں ہے؟" اس بات پر آ شیر اور بھی سنجیدہ نظر آنے لگا۔

اس نے اتنے دنوں کی الجھن اور پریشانی کی وجہ بتادی وجہ بڑی رنگین تھی اور وہ تھی مشکوٰۃ۔

"تمہیں بھی محبت ہو ہی گئی میں تو تھوڑی دیر پہلے تک یہی سمجھتا رہا کہ تم صرف دل لگی کرسکتے ہو محبت نہیں۔ تم نے تو حیرت انگیز خبر دی ہے ہر لڑکی کو فضول ہے کہہ کر ٹھکراتے رہے اور یہ سب کیا ہے؟" اویس نے اسی کا کہا لوٹایا۔

"وہ بہت خاص ہے....." اویس اور فرحان ہنستے چلے گئے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یہ جملہ آ شیر کے منہ سے نکلا ہے۔ ایک سے ایک طرحدار خوب صورت اور شوخ لڑکی کے بارے میں اس کی رائے یہی ہوتی کہ عام سی ہے۔ لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا اس کے لیے کبھی بھی مسئلہ نہیں رہا تھا۔ اس کی باتوں اور شخصیت سے صنف نازک امپریس ہوجاتی تھی۔ آ شیر ایک حد سے آگے نہیں جاتا تھا معاملات دل لگی تک ہی تھے اس نے اپنے دل کی گہرائیوں میں کسی کو جھانکنے نہیں دیا تھا۔

ایک دم سے جانے کیا ہوا تھا کہ وہ خود سے کسی کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہوگیا تھا رات سونے کے لیے لیٹتا تو دو خائف سی شکایتی آنکھیں ذہن کے دریچے پر دستک دینے لگتیں۔ فرحان اس کی شکایت لیے کر آیا تب سے وہ ڈسٹرب تھا فی الحال کوئی راز دار نہیں تھا۔ بات ہی ایسی تھی ناقابل یقین۔ کہاں وہ کہاں مشکوٰۃ..... آ شیر کے حلقہ احباب میں ایک سے ایک طرحدار اور شوخ لڑکی تھی مشکوٰۃ ان سے بالکل الٹ تھی اور اب آ شیر اپنے منہ سے اقرار کررہا تھا کہ کچھ خاص ہے اس میں۔

"کہیں یہ وقتی جذبہ تو نہیں ہے۔" فرحان مشکوک تھا جواب میں وہ بے بسی سے دیکھ کر رہ گیا۔

"رمنا نے اس کے بارے میں کافی کچھ بتایا ہے وہ بہت سنجیدہ اور سلجھے کردار کی لڑکی ہے۔ تمہاری فرینڈز سے بالکل مختلف۔"

"مجھے پتا ہے تب ہی تو کہا ہے کہ بہت خاص ہے وہ۔"

"رمنا کل ہی میکے سے واپس آئی ہے پرسوں مشکوٰۃ کے گھر ہماری دعوت ہے۔ رمنا نے بتایا تھا کہ ایک بہت اچھا رشتہ آیا ہے مشکوٰۃ کے لیے۔ اس کی فیملی بھی تقریباً راضی ہے مگر ابھی تک باقاعدہ رضامندی نہیں دی گئی ہے۔ تم اگر واقعی سیریس ہو تو خالہ سے بات کرو تمہارا پرپوزل لے جائیں۔"

فرحان نے اسے چیک کرنے کے لیے دانستہ مشکوٰۃ کے لیے آئے رشتے کا بتایا جسے سن کر آ شیر اور بھی پریشان نظر آنے لگا۔ تیر نشانے پر بیٹھا تھا آ شیر کے لیے دل لگی واقعی دل کی لگی بن گئی تھی۔ یہ آج کی حیرت انگیز خبر تھی کہ آ شیر جیسا نوجوان بھی کیوپڈ کے تیر کا شکار ہوسکتا ہے۔ جو صنف نازک کے ساتھ پائیدار جذبے کا قائل ہی نہیں تھا اپنی فرینڈز کو اس

نے فرینڈ شپ تک ہی محدود رکھا تھا۔ وہ ہی آشیر محبت کی دھیمی دھیمی آگ میں سلگ رہا تھا۔

یہ تو محبت کی پہلی سیڑھی پر پاؤں دھرنے والا الجھا الجھا سا آشیر تھا۔ ابھی وہ ملی بھی نہیں تھی کہ کھونے کا دھڑکا لگ گیا تھا' فرحان نے اس کے لیے آئے رشتے کی بات کرکے اسے اور بھی پریشان کردیا تھا۔ وہ "عام سی لڑکی" اس کے لیے بہت خاص بلکہ خاص الخاص بن گئی تھی۔

اسے یاد کرتے ہی دل میں یہ تصور پختہ ہوجاتا تھا

تم کو معلوم تو ہوگی یہ کرامت اپنی
سنگ مرمر پر دھرو پاؤں تو مخمل کردو

مشکوٰۃ بڑے دھڑلے سے پوچھے بغیر اس کے دل کے سنگھاسن پر براجمان ہوگئی تھی' وہ اپنی ہار ماننے سے خوفزدہ تھا۔

وہ دوستوں کی محفل میں ببانگ دہل کہتا تھا کہ محبت کروں گا تو ٹھونک بجا کے کروں گا' اب اسے ہنسی آتی' اب جب سب دوستوں کو یہ بات پتا چلنے والی تھی سب نے اسے طرح طرح کے سوال کرنے تھے۔ "کون ہے..... کیسی ہے..... دکھنے میں کیسی لگتی ہے؟" وہ کیا جواب دے گا۔

پہلی بار اسے اپنے خیالات کے برعکس شکست ہوئی تھی' اس کے آئیڈیلزم کا بُت مشکوٰۃ کے ہاتھوں چکنا چور ہوا تھا۔

❁......❁......❁

عباس صاحب کے ہاں دعوت بڑی پُر لطف رہی' فواد بھی شریک محفل تھا۔ فرحان سب سے مل کر بہت خوش تھا' واپسی پر فرحان نے خود ہی مشکوٰۃ کے لیے آئے رشتے کا ذکر چھیڑ دیا' وہ اس بارے میں پیش رفت سے آگاہ ہونا چاہتا تھا۔

"چچا جان جلد ہی ہاں کرنے والے ہیں۔" رمنا نے بتایا تو فرحان پریشان سا ہوگیا۔

رمنا کو بتانے میں حرج نہیں تھا' اس نے رک رک کر آشیر کی واردات قلبی سے اسے بھی آگاہ کردیا۔ رمنا کو مشکوٰۃ کا غصہ اور شکوہ یاد آ گیا۔

"میرا نہیں خیال کہ مشکوٰۃ آشیر بھائی کے لیے دل میں نرم جذبہ رکھتی ہے اگر ایسا ہوتا تو وہ کبھی مجھ سے شکایت نہ کرتی۔ ساویہ نے تو اسے اچھا خاصا بدنام کرکے رکھ دیا ہے' رائی کا پہاڑ بن گیا ہے اور آپ کے یہ دوست آشیر ان پر حیرت ہوتی ہے ہماری شادی میں مشکوٰۃ کو دیکھ کر محبت کرنے لگے نہ کوئی بات ہوئی نہ ملاقات اور ایک نظر میں ہی محبت ہوگئی۔" رمنا کا انداز اچھا خاصہ طنزیہ تھا' فرحان تڑپ ہی تو گیا۔

"یہ کوئی بزنس یا سودا تو نہیں ہے' مجھے آشیر کا پتا ہے وہ محبت وغیرہ کو فضول تصور کرتا تھا اس جذبے پر اس کا زیادہ یقین نہیں تھا مگر کبھی کبھی انہونی بھی ہوجاتی ہے۔"

"میرا دل یہ بات نہیں مانتا ہے' آپ نے ہی تو بتایا تھا کہ ان کی دوستی بہت سی لڑکیوں سے ہے اور ان میں سے کچھ آشیر بھائی کے معاملے میں سیریس بھی ہیں۔"

"میں سب کے بارے میں جانتا ہوں' آشیر ان میں سے کسی کے ساتھ بھی سیریس نہیں ہے اس موضوع پر میری کتنی بار آشیر سے بات ہوئی ہے' ایسا کچھ نہیں ہے صرف دوستی اور وقتی دل لگی ہے۔"

"بہت خوب' آشیر بھائی مشکوٰۃ کو بھی دل لگی کا ذریعہ سمجھ بیٹھے ہیں۔" فرحان کی بات پر رمنا غصے میں آ گئی۔

"اگر وہ سنجیدہ ہیں تو سیدھے طریقے سے پرپوزل دیں یوں کسی لڑکی کو بدنام تو نہ کریں۔"

"اوکے یہ بھی ہوجائے گا میں جاکے آج ہی بات کرتا ہوں' خالہ جان تو سعودیہ میں ہیں جانے انہیں آنے میں کتنا ٹائم لگے لیکن میں بات کرتا ہوں۔ آشیر کو میں خود سے بھی زیادہ جانتا ہوں اس بار شکست اسے برداشت نہیں ہوگی۔" فرحان قدرے پریشان نظر آنے لگا' رمنا بھی خاموش تھی۔ باقی کا سفر خاموشی سے ہی طے ہوا' گھر آکر رمنا کے سامنے فرحان نے آشیر کو فون کیا۔

"تم خالہ جان کو فون کرکے بتادو۔" وہ چھوٹتے ہی بولا تو آشیر الجھ سا گیا۔

"کس کا بتادوں؟"

"مشکوٰۃ کے بارے میں بتادو' اس کے والدین نے اگر ایک بار حافظ اسرار کے گھر والوں کو ہاں کردی تو تم ساری عمر دیکھنا پھر......" جانے کیوں فرحان اتنا تلخ ہو رہا تھا۔ وہ آشیر پر خوب گرجا برسا۔

"میں پہلے بھابی اور یاسر بھائی سے بات کروں پھر مما پپا کو کال کرکے بتاتا ہوں۔" آشیر نے عجلت میں فون بند کردیا۔

❁....❁....❁

آشیر اسٹریٹ فارورڈ تھا لگی لپٹی رکھے بغیر اپنی بات کہنے والا' یہاں تو معاملہ پھر دل کا تھا اسے یاسر بھائی اور عمارہ بھابی سے بات کرنے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔

"آپ جا کر بات کریں مشکوٰۃ کے والدین سے ایسا نہ ہو کہ..." وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا تو عمارہ نے معنی خیز نگاہوں سے یاسر کی طرف دیکھا۔ وہ بھی شادی میں شریک ہوئی تھیں پر مشکوٰۃ کون سی لڑکی تھی یہ انہیں معلوم نہیں تھا۔ انہیں بھی اس لڑکی کو دیکھنے کا شوق تھا جس نے آشیر کو چاروں شانے چت کردیا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ابھی انہیں مشکوٰۃ کے گھر بھیج دیتا۔

مگر یہ کام بھی تو ایک ضابطے کے تحت ہونا تھا' افروز آنٹی ملک سے باہر تھیں عمر علوی کی رائے لینا بھی ضروری تھا' یاسر نے سب سے پہلے سعودیہ فون کرکے مما اور پپا کو سب کچھ بتایا۔ مما نے کہا کہ مجھے لڑکی کی تصویر میل کردو' یاسر کے پاس ہوتی تو کرتا۔ پپا نے کہا تھا کہ ٹھیک ہے تم عمارہ کو لے کر چلے جاؤ' آخری فیصلہ ہمارے آنے کے بعد ہوگا۔

❁....❁....❁

خواتین میں سے عمارہ بھابی' رمنا اور فرحان بھائی کی مما امبرین اور ان کے شوہر اکبر علی مشکوٰۃ کے گھر آئے تھے۔ عباس' رمنا کی وجہ سے اس خاندان کو کچھ کچھ جاننے لگے تھے۔ رمنا کی سسرال انہیں بہت پسند آئی تھی اور اب مشکوٰۃ کے لیے رشتہ اُدھر سے ہی آیا تھا۔ نورافشاں کے تو ہاتھ پیر ٹھنڈے پڑ گئے تھے رمنا جس خاندان میں بیاہ کر گئی تھی وہ سماجی حیثیت اور امارت میں ان سے بڑھ کر تھا۔ آشیر علوی فرحان کا خالہ زاد بھائی تھا' اب آنا جانا شروع ہوگیا تھا تو فرحان اور اس کے گھر والوں کو قریب سے جاننے کا موقع ملا تھا۔

فرحان پسندیدہ عادات کا مالک تھا یہ بات آشیر کی فیور میں جارہی تھی۔ جاتے وقت یاسر اور عمارہ نے انہیں اپنے گھر آنے کی پُرزور دعوت دی جو عباس نے قبول کرلی۔ اس بہانے وہ آشیر اور ان کے گھر بار کو بھی دیکھ لیتے' باقی فیصلہ انہیں کرنا تھا۔ نورافشاں ویسے اس رشتے کے حق میں تھیں مگر عباس جلد بازی نہیں کرنا چاہتے تھے اسی وجہ سے تو ابھی تک حافظ اسرار کے گھر والوں کو حتمی جواب نہیں دیا گیا تھا۔

❁....❁....❁

مشکوٰۃ کے لیے آشیر کا رشتہ آیا ہے' سماویہ کے لیے یہ اطلاع بہت ناقابل یقین تھی۔

"دیکھا میں کہتی تھی ناں کہ ان دونوں میں چکر چل رہا ہے اب نتیجہ سامنے ہے۔ شادی میں ہی سب کچھ ہوا اور اب رشتہ بھی آگیا۔" وہ ندرت سمیت بہت سوں کو یہ باور کرانے میں کامیاب ہوگئی تھی کہ آشیر اور مشکوٰۃ میں پہلے سے چکر چل رہا تھا جس کی وجہ سے اب اس نے رشتہ بھیجا ہے۔ وہ مشکوٰۃ کے پرانے تاثر کو زائل کرنے میں پوری طرح کامیاب رہی تھی۔ چچی ندرت سیدھی نورافشاں کے پاس پہنچیں اور چھوٹتے ہی آشیر کے رشتے کا پوچھا' ظاہر ہے انہیں سب کچھ بتانا پڑا۔

"ہاں اچھا ہے' اولاد کی پسند بھی تو ضروری ہے۔ جب لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں تو پھر اور کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے' ویسے کیا سوچا ہے تم نے؟" اُدھر نورافشاں ان کے جملوں کے ہیرپھیر میں گم تھیں کہ لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔

"سوچنا کیا ہے عباس ابھی جا کے ملیں گے آشیر کے گھر والوں سے' اس کے بعد ہی دیکھیں گے کہ کیا کرنا ہے۔" وہ سنبھل کے بولیں۔

"لو اب اس میں سوچنا کیسا' سب کچھ تمہارے سامنے ہے۔" وہ اپنی بات کہہ کر چل دیں پر نورافشاں ان کی کہی باتوں پر غور کررہی تھیں کہ لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں' کوئی اور اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔

"تو کیا مشکوٰۃ اس لڑکے کو پسند کرتی ہے جو اس نے رشتہ بھجوایا ہے؟" پہلے بھی مشکوٰۃ کے حوالے سے وہ آشیر کا قصہ سن چکی تھیں' پر مشکوٰۃ نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔

❁....❁....❁

آج نیند مشکوٰۃ کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ ثمامہ بھابی

اور رمنا کی زبانی اسے آشیر کے پرپوزل کا پتا چلا تھا' وہ تو یہی سمجھی تھی کہ رمنا اپنی ساس اور اس پیاری سی خاتون (جو کہ عمارہ تھی) کے ہمراہ ایسے ہی آئی ہوگی' رمنا نے تو اسے ایک لفظ تک نہیں بتایا تھا۔ اپنی آمد کے سبب کی ہوا تک نہیں لگنے دی تھی' یہ تو ثمامہ بھابی تھیں جنہوں نے یہ مہربانی کی تھی۔ امی ابو نے اس پرپوزل کے بارے میں اس کی رائے تو معلوم کرنی تھی' انکار یا اقرار کرنا اس کا حق تھا اور اپنے اس حق کو اس نے استعمال کرنے کا فیصلہ کرلیا تھا۔ اس کی رائے حافظ اسرار کے حق میں تھی جب وہ اپنی فیملی کے ساتھ ان کے گھر آیا تھا تو ڈرائنگ روم کی کھڑکی سے ثمامہ بھابی نے اس کی جھلک دکھائی تھی۔ وہ آنکھیں جھکائے عباس صاحب کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا' مشکوٰۃ کا دل مطمئن تھا حافظ اسرار سنجیدہ مزاج اور باوقار لگ رہا تھا۔

جبکہ آشیر علوی کے بارے میں سوچتے ہی مشکوٰۃ کا دل بُرا سا ہوگیا۔ وہ شادی کی بھری تقریب میں اتنے لوگوں کی پروا کیے بغیر نگاہوں سے اس کا ایکسرے کرنے میں مگن تھا۔ عجیب بے باکی سے لبریز آنکھیں تھیں جن میں شرم و حیا عورت کے احترام کی کوئی رمق تک نہ تھی پھر ولیمے کی دن ندرت چچی اور ساویہ ہادیہ کے سامنے اس نے پھر وہی حرکت دہرائی تھی بلکہ آگے بڑھ کر ڈراپ کرنے کی آفر کی تھی گھر آکر ہنستے ہنستے بظاہر ساویہ نے آشیر کے حوالے سے اس پر چوٹ کی تھی۔ بات اتنی چھوٹی بھی نہیں تھی جتنی مشکوٰۃ سمجھ رہی تھی۔

❁ ❁ ❁
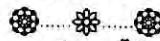
ندا پھوپو آئی ہوئی تھیں ان کی آمد بے سبب نہیں تھی ندرت بھابی نے فون پر بتایا تھا کہ مشکوٰۃ کے لیے آشیر علوی کا پرپوزل آیا ہے۔ وہ نور افشاں سے اس کی تصدیق کرنے آئی تھیں۔ سچ تو یہی تھا کہ آشیر علوی کو شادی میں دیکھ کر بہت سی ماؤں نے دل میں خواہش کی تھی کہ وہ ان کی بیٹی کا نصیب بن جائے جب وہ ولیمے والے دن ندرت کی ٹیبل پر بیٹھ کے باتیں کررہا تھا تو ندا نے بھی دیکھا تھا۔ ندرت بھابی کی طرح انہیں بھی اچھا لگا تھا۔ ندرت بھابی نے رازدارانہ انداز میں انہیں بتایا تھا کہ شادی میں آشیر اور مشکوٰۃ کا چکر چلا تب ہی اس نے اب رشتہ بھیجا ہے ورنہ عباس بھائی حافظ اسرار کے گھر والوں کو ہاں کرچکے تھے' ندا پھوپو کی تشریف آوری اسی سلسلے میں تھی۔ نور افشاں' عباس' فواد' ثمامہ سب ہی بیٹھے ہوئے تھے جب ندا نے سوال کیا۔

''بھابی میں نے سنا ہے کہ آشیر اپنی مشکوٰۃ کو پسند کرتا ہے تب ہی رشتہ بھیجا ہے۔'' نور افشاں یہ افواہ پہلے سن چکی تھیں پر عباس نے یہ بات اپنی بہن کے منہ سے سنی تو ان کی حالت عجیب سی ہوگئی۔ ان سے کوئی جواب ہی نہ بن پڑا' وہ نماز پڑھنے کے بہانے اٹھ گئے' مشکوٰۃ کے کمرے کے سامنے سے گزرے تو وہ نماز پڑھ رہی تھی' ان کے دل پر جیسے منوں بوجھ آپڑا تھا۔

❁ ❁ ❁

آشیر نے اتنی جلدی مچائی کہ عمر علوی کو آتے ہی بنی' افروز نگین اور چھوٹے پوتے کی وجہ سے فی الحال آنہیں سکتی تھی پر آشیر کے تیور اور بے صبری دیکھتے ہوئے لگ رہا تھا کہ انہیں آنا ہی پڑے گا۔ یاسر نے فون پر بڑی تفصیل سے اس کی ضد اور جارحانہ رویئے کا ذکر کیا تھا' جانے وہ کیوں اس طرح کررہا تھا۔ فرحان نے مشکوٰۃ کے لیے آئے پہلے پرپوزل کا بتا کر اسے بے سکون کردیا تھا' اسے ان دیکھے حافظ اسرار سے حسد محسوس ہورہا تھا۔ مشکوٰۃ کے ابو نے ابھی حافظ اسرار کے گھر والوں کو رضامندی نہیں دی تھی پر آشیر خوف کا شکار تھا۔

پپا آگئے تھے آشیر نے کھل کے کہا تھا آپ خود مشکوٰۃ کے گھر جائیں' اس کا مطالبہ ایسا ناجائز بھی نہیں تھا' سعودیہ سے آنے کے دو دن بعد عمر علوی عباس صاحب کے گھر گئے۔ اُدھر حافظ اسرار کے گھر والے ان سے پہلے وہاں موجود تھے' انہوں نے بھی اڑتی اڑتی سنی تھی کہ مشکوٰۃ کے لیے ایک اور نوجوان کا رشتہ آیا ہے اور وہ اُدھر ہی ہاں کریں گے۔ اسرار کی والدہ کو دھڑکا لگ گیا تھا اتنی اچھی لڑکی کو وہ ہاتھ سے نکلنے دینا نہیں چاہتی تھیں۔ عمر علوی مٹھائی اور پھلوں کے ٹوکروں سمیت آئے تھے' ان کے ساتھ آئے نوکر نے سارے لوازمات گاڑی سے اتار کر رکھے تھے۔

اسرار کی والدہ کا چہرہ بجھ سا گیا' نور افشاں نے انہیں کھانا

کھائے بغیر جانے نہیں دیا لیکن وہ مایوس سی تھیں آتے وقت انہوں نے پھر جواب مانگا۔ نور افشاں نے کہا کہ آخری فیصلہ ان کے مجازی خدا کا ہوگا۔ یہ بات سن کر ان کا یقین ندرت کی باتوں پر پختہ ہوگیا کہ یقیناً آشیر کا رشتہ مشکوٰۃ کی مرضی سے آیا ہے ورنہ عباس اور نور افشاں ٹال مٹول سے کام نہ لیتے۔ ندرت نے ہی انہیں اکسایا تھا کہ آپ جاکر عباس بھائی سے جواب مانگیں' ندرت کا جی نہیں چاہ رہا تھا کہ عباس حافظ اسرار کے علاوہ کسی اور کو ہاں کریں یہاں حسد کا جذبہ ہی کارفرما تھا' آشیر کی فیملی حافظ اسرار کے گھر والوں سے کئی گنا اچھی تھی' ان کی خواہش تھی کہ عباس بھائی آشیر کے گھر والوں کو صاف انکار کردیں۔

سماویہ نے پورے خاندان میں یہ بات مشہور کردی تھی کہ آشیر اور مشکوٰۃ کا افیئر چل رہا ہے' مشکوٰۃ جس طرح کی لڑکی تھی اسے دیکھتے ہوئے یہ بات ناقابل یقین لگتی تھی کہ وہ بھی کسی لڑکے کے ساتھ چکر چلاسکتی ہے۔ شادی میں جن جن کزنز نے آشیر کی نگاہوں کی بے باکی نوٹ کی تھی انہیں تو اس بات پر سو فیصد یقین تھا۔

❁……❁……❁
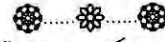
عمر علوی کا اصرار زور پکڑتا جارہا تھا' وہ تین چار بار آچکے تھے' عباس ابھی تک تذبذب میں تھے کہ کس کو ہاں کریں کس کو ناں کریں۔ حافظ اسرار کے بارے میں انہوں نے جاننے والوں سے معلومات کروائی تھی' سب ٹھیک ہے کی رپورٹ ملی تھی' آشیر کے بارے میں نوبت ہی نہیں آئی تھی کیونکہ ان کی بیگم سمیت بہو اور بیٹے کا فیصلہ بھی آشیر کے حق میں تھا۔ ایک بیٹی وہ پہلے ہی آشیر کے خاندان میں دے چکے تھے بظاہر کوئی برائی نظر نہیں آتی تھی' آشیر کی فیملی اسرار کے مقابلے میں بہت اسٹرونگ تھی' وہ پھر بھی فیصلہ نہیں کرپارہے تھے۔

رات بھر وہ سوچتے رہے بار بار رائے بدلتے رہے' فجر کی نماز پڑھ کر خدا سے مدد طلب کی تو سکون سا آ گیا۔ وہ فیصلے پر پہنچ چکے تھے' ان کا فیصلہ حافظ اسرار کے حق تھا' بے شک آشیر علوی کی فیملی حافظ اسرار سے مضبوط اور ہر چیز میں بڑھ کر تھی' اگر وہ آشیر علوی کے لیے ہاں کرتے تو خاندان والوں کے دل میں یہ بات پختہ ہوجاتی کہ مشکوٰۃ کا واقعی آشیر علوی کے ساتھ کوئی معاملہ تھا' ایک بیٹی کا باپ ہونے کی حیثیت سے وہ اس معاملے میں اتنا پسند تھے' نہیں چاہتے تھے کوئی ایسی بات کرے۔ انہیں دو کام کرنے تھے حافظ اسرار کی والدہ کو فون کرکے ہاں کرنی تھی اور عمر علوی کو فون کرکے معذرت کرنی تھی۔

❁……❁……❁

باپ کی وفات کے بعد اب اسرار کی والدہ ہی کرتا دھرتا تھیں' عباس صاحب نے ان کا نمبر ملایا' انہوں نے خوشگوار انداز میں خیر خیریت پوچھی۔ اسرار کی والدہ کا رویہ روکھا تھا۔

"مجھے پتا ہے آپ نے کس لیے فون کیا ہے' ہمیں آپ کا فیصلہ منظور ہے اگر آپ نے عمر صاحب کو ہاں کرنی تھی تو ہمیں اتنے چکر کیوں لگوائے؟ آپ کی بیٹی آشیر کو پسند کرتی ہے' آپ ہمیں بتا دیتے میں امید تو نہ رکھتی۔ خیر ہاں یا ناں کرنا آپ کا حق تھا' میں خود آپ کو فون کرنے والی تھی عباس بھائی! میں نے آپ کی بہن ندا کے گھر سے بیٹے کا رشتہ مانگا ہے' ندا بہن کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہفتہ دس دن تک بیٹے کی دھوم دھام سے منگنی بھی کروں گی' آپ سب آیئے گا۔"

اسرار کی والدہ نے انہیں کچھ کہنے کا موقعہ ہی نہیں دیا تھا۔

فون بند ہوچکا تھا' وہ تھکے تھکے انداز میں وہیں صوفے پر ڈھے گئے' ان کا سارا مان و فخر غرور مشکوٰۃ نے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ آشیر کو پسند کرتی ہے اس بات نے انہیں بہت دکھی کیا تھا' اپنی بہن ندا کے منہ سے یہ سن کر کہ لڑکا ان کی بیٹی کو پسند کرتا ہے انہیں بہت غصہ آیا تھا' آج اسرار کی والدہ نے کہا تھا کہ آپ کی بیٹی آشیر کو پسند کرتی ہے' مشکوٰۃ نے انہیں آسمان سے زمین پر لا پٹخا تھا۔ اب عزت اسی میں تھی کہ وہ عمر علوی کو ہاں کردیتے۔ انہیں دکھ اسی بات کا تھا کہ اگر مشکوٰۃ آشیر میں انٹرسٹڈ تھی تو اپنی ماں یا بھابی سے ذکر کردیتی' وہ اسرار کے گھر والوں کو اُدھر ہی جواب دے دیتے۔ دن بھر وہ اپنے کمرے میں بند رہے' دو بار ثمامہ آئی ایک بار نور افشاں دیکھ کر گئی' شام ہوچکی تھی انہوں نے ثمامہ سے کہا کہ مشکوٰۃ کو میرے پاس بھیجو۔

وہ اسی وقت چلی آئی' وہ خود پریشان تھی کہ ابو صبح سے کمرے میں بند ہیں' انہوں نے خود بلایا تو اس نے شکر کیا کہ

اسی بہانے وہ ان سے پوچھ سکتی ہے کہ آپ کمرے سے کیوں نہیں نکلے' صبح سے شام ہوگئی ہے۔

''بیٹھو مشکوٰۃ!'' انہوں نے صوفے کی طرف اشارہ کیا' ان کا چہرہ اضطراب اور پریشانی کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

''جی ابو! خیریت ہے' آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے ناں؟'' وہ پریشان نظر آرہی تھی۔

''ہونہہ......'' انہوں نے ہنکارا ابھرا۔

''بیٹا اس گھر میں تمہیں مجھ سے کوئی شکایت ہے تو بتاؤ' میں نے تم پر بے جا سختی کی ہو' زیادتی کی ہو یا تم پر اپنا کوئی ناپسندیدہ فیصلہ مسلط کیا ہو تو بتاؤ۔'' وہ بغور اس کا چہرہ جانچ رہے تھے۔

''نہیں ابو آپ کیسی بات کررہے ہیں' ایسا کچھ نہیں ہے۔'' وہ تڑپ ہی تو گئی تھی۔

''بیٹا اگر ایسی بات نہیں ہے تو پھر تم نے مجھ سے نہ سہی اپنی ماں سے ذکر کردیا ہوتا' ثمامہ کو بتایا ہوتا کہ تم آشیر کے رشتے میں انٹرسٹڈ ہو۔ میں اتنا ظالم نہیں ہوں کہ اپنی اولاد کی مرضی کو مقدم نہ جانوں' خیر میں نے عمر صاحب کو ہاں کردی ہے۔ ہوسکتا ہے وہ تھوڑی دیر تک آجائیں' جاکے مہمانوں کی خاطر مدارت کی تیاری کرو۔'' اس کے حواسوں پر بم گرا کے وہ کمرے سے جاچکے تھے۔ شرم حیا اور غصے سے اس کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ فطری شرم وحیا کی وجہ سے وہ باپ سے یہ نہیں کہہ پائی تھی کہ ایسا کچھ نہیں ہے جو آپ سمجھ رہے ہیں۔ اپنی صفائی میں وہ ایک لفظ بھی نہیں کہہ پائی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ جب اس سے رائے لی جائے گی تو وہ حافظ اسرار کے حق میں فیصلہ دے گی پر یہاں تو ابو اسے بتائے بغیر فیصلہ کرچکے تھے۔ شام کو آشیر کے گھر والے آرہے تھے' مشکوٰۃ کے دل میں جو قیامت بپا تھی اسے ہی پتا تھا۔

افروز بہت خوش تھی کہ آشیر کے پرپوزل پر ہاں کردی گئی ہے' نگین نے مناسب نہیں سمجھا کہ اور انہیں اپنے پاس روکے رکھے۔ عاشر نے سیٹ بک کرادی تھی۔ ائرپورٹ پر آشیر انہیں خود لینے آیا تھا' خوشی اس کے انگ انگ سے چھلک رہی تھی' کھلنڈرے اور شوخ آشیر کا یہ روپ بالکل نیا تھا۔ محبت نے اسے کتنا بدل دیا تھا' اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ خوشی اور سرمستی میں کیا کر ڈالے۔

❀......❀......❀

ندا پھوپو کی بیٹی سدرہ کی منگنی حافظ اسرار سے ہورہی تھی' یہی سدرہ اسرار کا مذاق اڑاتی تھی اس کا نام مولوی رکھ چھوڑا تھا' اب شاہانہ جوڑے میں ملبوس گردن اکڑائے سب سے مبارکبادیں وصول کررہی تھی۔ مشکوٰۃ کو دیکھ کر عورتوں نے دبی دبی آواز میں باتیں اور اشارے کرنے شروع کردیئے۔ نہ وہ بہری تھی نہ انجان' ضبط کے باوجود بھی اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ ایک شخص کی وجہ سے وہ اتنی ناقابل اعتبار ہوگئی تھی۔ اسرار کی والدہ بہت خوش نظر آرہی تھیں انہوں نے ہنستے ہنستے نور افشاں کو مبارک باد دی' ساتھ ہی طنز کا تیر بھی چلادیا۔

''آپ نے بھی بہت اچھا کیا' جوان اولاد کی مرضی کے خلاف فیصلہ نہیں کرنا چاہیے۔'' مشکوٰۃ پاس ہی تھی اسے مزید یہاں بیٹھنا دوبھر ہوگیا تھا۔ اس نے شکر کیا جب امی واپسی کے لیے اٹھیں۔

❀......❀......❀

افروز بھی دھوم دھام سے منگنی کرنا چاہ رہی تھیں مگر عباس صاحب کا ارادہ براہ راست شادی کا تھا' افروز نے اپنے گھر فنکشن کیا تھا جس میں مشکوٰۃ کے گھر والوں کے علاوہ بہت سے رشتہ دار اور دوست احباب مدعو تھے انہوں نے اپنی خوشی اس طرح پوری کرلی تھی۔ عباس نے عمر علوی سے کہا کہ آپ اب شادی کی تیاری کریں' آشیر ستائیس سال کا میچور نوجوان تھا' اپنا بزنس کررہا ہے' شادی کی ذمہ داری اٹھا سکتا ہے۔ عمر علوی بھی اسی حق میں تھے کہ شادی میں تاخیر مناسب نہیں۔

❀......❀......❀

فرحان کے ولیمے کے بعد آشیر نے مشکوٰۃ کو نہیں دیکھا' دوبارہ وہ ان کے گھر بھی گیا' ہر کوشش اور خواہش کے باوجود اس کی ایک جھلک تک نہیں دیکھ پایا۔ عباس صاحب اتنے ماڈرن نہیں تھے کہ اسے گھر بلا کر مشکوٰۃ سے ملاتے۔

رمنا کی زبانی اس کی برتھ ڈے کا پتا چلا تو اس نے خوب صورت سا کارڈ خریدا' سرخ گلاب کے پھولوں کا بکے لیا اور رمنا

کی خدمات حاصل کی وہ اور فرحان شام کو مشکوٰۃ کے گھر گئے۔
نورافشاں اور ثمامہ نے خاطر مدارت کی مشکوٰۃ نظر نہیں آ رہی تھی ثمامہ نے بتایا کہ اس کی طبیعت ٹھیک نہیں اپنے کمرے میں ہے۔ رمنا اندر داخل ہوئی مشکوٰۃ لیٹی ہوئی تھی۔ اسے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔

''ہیپی برتھ ڈے جناب!'' اس نے لگے ہاتھوں وش کیا۔
''تمہیں پتا ہے میں سالگرہ نہیں مناتی۔'' وہ نروٹھے پن سے بولی۔

''جی مجھے پتا ہے پر بہت سے لوگوں کو معلوم نہیں۔ لو یہ کارڈ اور پھول۔'' اس نے شوخی سے دونوں چیزیں اسے دیں۔ سرخ دہکتے گلابوں کا بکے بہت خوب صورت تھا کارڈ کا ڈیزائن بہت دلکش تھا۔ مشکوٰۃ نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا جواب میں رمنا نے شوخی سے شانے اچکا دیئے۔ مشکوٰۃ نے کارڈ لفافے سے نکالا اس پر آشیر کا نام دیکھ کر پھولوں کا بکے اس نے زمین پر دے مارا۔

''اتنی جرأت اس گھٹیا شخص کی سارے خاندان میں مجھے بدنام کر کے رکھ دیا ہے اور تم یہ اس کے دیئے لوازمات مجھے دینے چلی آئیں مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔''
مشکوٰۃ کا ری ایکشن بہت سخت تھا رمنا دیکھتی رہ گئی۔ اس صورت حال کا اس نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔
''آخر ہوا کیا ہے؟'' وہ سنبھل کر بولی۔
''تم کو پتا ہے کیا ہوا ہے اس شخص نے مجھے اپنی ہی نگاہوں سے گرا دیا ہے اس کی وجہ سے خاندان میں جھوٹی سچی باتیں بنیں۔ کیا سمجھتا ہے خود کو آخر..... لوفر کہیں کا۔'' مشکوٰۃ کا لفظ لفظ نفرت میں ڈوبا ہوا تھا رمنا اس کا منہ دیکھتی رہ گئی۔
بات ایسی تھی کہ وہ فرحان سے بھی کھل کے نہیں کہہ سکتی تھی آخر کو مشکوٰۃ اس کی کزن تھی۔ آشیر کے ساتھ اس کا رشتہ طے ہو چکا تھا فرحان کو وہ مشکوٰۃ کے اس انتہائی سخت ری ایکٹ کا بتاتی تو جانے وہ کیا سوچتا۔

❀......❀......❀

سدرہ اپنی منگنی کے بعد بہت خوش تھی سدرہ اور اسرار کی شادی میں ابھی ٹائم تھا مگر آشیر نے پہلے میدان مار لیا تھا اسے ویسے بھی بہت جلدی تھی۔ مشکوٰۃ کے گھر تیاری ہو رہی تھی آشیر نے سختی سے کسی بھی قسم کے جہیز سے منع کر دیا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ہمارے گھر دنیا کی ہر سہولت موجود ہے مجھے کچھ بھی نہیں چاہیے اس معاملے میں مما اور پپا مکمل طور پر اس کے ہمنوا تھے۔ انہوں نے عباس صاحب سے کہا کہ آپ ہمیں مشکوٰۃ جیسی پیاری بیٹی دے رہے ہیں ہمیں اس کے علاوہ کچھ نہیں چاہیے۔ یہاں عباس اور نورافشاں مجبور ہو گئے تھے نورافشاں ماں تھیں ان کا ارمان تھا کہ بیٹی کو ہر چیز اعلیٰ سے اعلیٰ دیں پر آشیر کی ضد نے انہیں وہیں روک دیا وہ صرف مشکوٰۃ کے لیے کپڑوں کے کچھ سوٹ لے چکی تھیں افروز بیگم نے باقی کسی بھی چیز سے منع کر دیا تھا۔
عباس صاحب نے کچھ رقم مشکوٰۃ کے اکاؤنٹ میں جمع کروا دی تھی۔

❀......❀......❀

آشیر اپنے کمرے کی ڈیکوریشن از سر نو کروا رہا تھا وہ نہیں چاہتا تھا کہ مشکوٰۃ کو اس کے پاس آ کر کسی کمی کا احساس ہو۔ انٹیریئر ڈیزائنر نے کمرے کے حساب اور کلر اسکیم کے مطابق سیٹنگ کی تھی اب کمرا آشیر کی خواہش کے مطابق تھا۔ بس کمی تھی تو اس دلربا کے وجود کی بس بہت جلد وہ اسے بتائے گا کہ وہ کس طرح پہلی نگاہ میں اس کے دل کے تار ہلا گئی تھی وہ اس کے لیے کتنی خاص ہے۔ ان غصیلی نگاہوں میں جب وہ اپنے نام کے رنگ اترے دیکھے گا تو ان سب رنگوں کو اپنے دل کے نہاں خانے میں قید کر لے گا۔ وہ اسے اپنی تڑپ بے چینی بے قراریوں کا حال سنائے گا اسے اپنی شکست کا بتائے گا اس کی اتنی محبت پا کر وہ کتنی خوش ہو گی۔ اپنا ہر جذبہ اپنی تمام تر محبت وہ اس کی جھولی میں ڈال دے گا۔ وہ محبتوں کے رنگوں سے اسے سرتاپا رنگ دے گا۔

❀......❀......❀

آشیر کی طرف سے مہندی لے کر سب آ چکے تھے سماویہ نے جو اس گانے کی ٹانگ توڑی تھی سب انجوائے کر رہے تھے تھوڑی ہی دیر میں آشیر کی طرف سے آئی لڑکیاں بھی یہی گا رہی تھیں۔

آشیر بدنام ہوا مشی تیرے لیے
یاد کر کرکے زکام ہوا مشی تیرے لیے
کام یہ بھی کمال ہوا مشی تیرے لیے

مشکوٰۃ کے نام کو ساویہ نے مشی بنادیا تھا۔ ساویہ نے کوئی چھٹی بار اس گانے کو اسٹارٹ کیا ہی تھا کہ کسی نے کہا۔

"مشی کو اور کتنا بدنام کرنا ہے یار۔" بات مذاق میں کہی گئی تھی' سامنے عورتوں کے جھرمٹ میں مشکوٰۃ بیٹھی تھی۔ اس کے چہرے پر گھونگھٹ تھا ورنہ اس کی آنکھ سے گرتے آنسو صاف نظر آتے' وہ سب کچھ سن رہی تھی ساویہ شاید اس کا صبر آزما رہی تھی ایک بار پھر تان اڑائی۔

مشی بدنام ہوئی آشیر تیرے لیے

زور کا قہقہہ پڑا۔ "لو جی مشی پھر ایک بار بدنام ہوگئی ہے۔" کوئی شرارتی لڑکی بولی تھی تب مشکوٰۃ کو یوں لگا جیسے اس کا دل پھٹ جائے گا وہ صبر نہیں کرپائے گی یہاں سب کے سامنے نام لے لے کر اس کا مذاق اڑایا جارہا تھا۔ وہ آشیر کو معاف کرنے والی نہیں تھی' کسی صورت بھی نہیں۔ آج اس شخص کی وجہ سے سر محفل اس کا مذاق اڑایا گیا۔ وہ کس کس کے آگے اپنی صفائی پیش کرے' پہلے ہی ابو کے سامنے اس کا سر جھک گیا تھا' اسے یوں لگتا جیسے ہر شخص اسے مشکوک مذاق اڑاتی نگاہوں سے دیکھ رہا ہے۔

شادی سے دو دن پہلے اسے تیز بخار ہوگیا' رمنا ادھر ہی تھی' ڈاکٹر سے فواد بھائی دوائی لے آئے تھے' پر اس کا بخار کم نہ ہوا۔ رات بھر وہ ہذیان بکتی رہی' رمنا اس کے پاس اس کے کمرے میں ہی لیٹی تھی۔ مشکوٰۃ کا بخار بہت تیز تھا' جسم آگ کی طرح تپ رہا تھا اور وہ بڑبڑائے جارہی تھی۔

"تم نے مجھے بدنام کرکے رکھ دیا ہے آشیر علوی! میں تمہیں بدنام کردوں گی' میں تمہیں اپنے ہاتھ سے قتل کروں گی۔" پتا نہیں وہ کیا کیا بول رہی تھی' رمنا پریشانی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

اس کے دل پر مشکوٰۃ کی حالت دیکھ کر بے پناہ بوجھ تھا' دوسرے دن وہ کپڑے لینے کے لیے گھر آئی تو اس سے رہا نہیں گیا' رات مشکوٰۃ کے منہ سے اس نے جو سنا فرحان کو بتادیا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ آشیر بھائی اور مشکوٰۃ کی بن پائے گی' وہ سمجھتی ہے کہ خاندان بھر میں جو باتیں ہورہی ہیں وہ آشیر کی وجہ سے ہورہی ہیں۔ وہ آشیر بھائی کو بالکل پسند نہیں کرتی نہ کوئی ایسا چکر تھا پر سب یہی سمجھتے ہیں کہ ان دونوں کا چکر تھا اور اب شادی ہورہی ہے۔"

"مجھے پتا ہے کہ مشکوٰۃ کس نیچر کی ہے' آشیر کی غلطی بھی مانتا ہوں پر یہ معاملات دل کے ہیں ان پہ کسی کا زور نہیں چلتا اور تم فکر نہ کرو' مشکوٰۃ کی ناپسندیدگی شادی سے پہلے تک ہی ہے' اگلے دن دیکھنا سب سیٹ ہوچکا ہوگا۔ عورت مرد کی محبت کے آگے موم ہوجاتی ہے۔" فرحان کی اپنی لاجک تھی' رمنا اختلاف نہیں کرسکتی تھی۔

❀……❀……❀
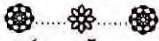
آشیر کا کمرا خوب صورتی سے ڈیکوریٹ کیا گیا تھا اور جابجا سرخ گلاب نظر آرہے تھے۔ دہلیز پر پاؤں دھرتے ہی سرخ گلابوں نے اسے خوش آمدید کہا تھا۔

مشکوٰۃ نے تکیے پر بکھرے پھولوں میں سے ایک اٹھایا اسے سونگھا پھر مسل کر فضا میں اچھال دیا' اسے بڑی شدت سے احساس ہورہا تھا کہ اس کمرے میں کوئی چیز بھی اس کی اپنی نہیں ہے سب پرایا ہے کسی اور کا ہے کیونکہ آشیر نے ہر قسم کے جہیز سے منع جو کردیا تھا۔

یہاں پڑی ایک ایک چیز کا مالک کوئی اور تھا اور وہ خود بھی اب آشیر علوی کی ملکیت ہوگئی ہے پر نہیں وہ خود کو ہرگز اس کی جاگیر یا ملکیت نہیں بننے دے گی' اب وہ پہلے والی نرم و نازک سلجھی ہوئی مشکوٰۃ نہیں ہے جسے آشیر علوی نے پہلی بار دیکھا تھا' یہ تو بدنامی اور توہین کے احساس سے ڈسی ہوئی مشکوٰۃ ہے آئینے میں اپنے عکس کو دیکھتے ہوئے اس کے لبوں کو تلخ مسکراہٹ نے احاطہ کیا تھا۔

دن بھر بیٹھ بیٹھ کر اس کی گردن اور کمر جیسے اکڑ کر رہ گئی تھی' نگین بھابی نے اس کے عام استعمال کے کپڑے ڈریسنگ روم میں لٹکادیئے تھے' مشکوٰۃ سادہ سے کپڑوں کی تلاش میں نظر دوڑا رہی تھی' عین سامنے ہینگر پر پنک کلر کی انتہائی نفیس و ریشمی نائٹی لٹکی ہوئی تھی' مشکوٰۃ کے چہرے کے تاثرات اس

وقت بہت خوفناک ہو رہے تھے۔

"آشیر علوی! تمہارے تو میں سارے ارمان ایک ایک کر کے خاک میں ملاؤں گی۔"

آج کچھ گھنٹے قبل جب اس کی رخصتی ہوئی تھی تو سب گھر والے اس سے مل کے روئے تھے پر ابو اسے گلے لگاتے ہی دور ہٹ گئے تھے یوں لگ رہا تھا ان میں پہلے والی محبت و شفقت مفقود ہے فواد بھائی اور تایا ابو نے اسے تھام کر گاڑی میں بٹھایا تھا عباس صاحب پیٹھ موڑے اپنے آنسو خشک کر رہے تھے۔

❁ ❁ ❁

دروازہ کھلتے ہی قدموں کی چاپ ابھری پرفیوم اور کلون کی ملی جلی مہک بھی اب گلاب کے پھولوں کی خوشبو کے ساتھ شامل ہوگئی تھی مشکوٰۃ تکیے کے سہارے بیٹھی ہوئی تھی دوپٹہ اس کے چہرے سے ہٹا ہوا تھا آج کوئی آڑ اور پردہ اس کے اور آشیر کے درمیان نہیں تھا۔

وہ دھیرے سے اس کے قریب جا کر بیٹھا تھا مشکوٰۃ کی گردن اوپر اٹھی ہوئی تھی اور آنکھیں آشیر پر مرکوز تھیں یہ آنکھیں اور یہ دیکھنے کا انداز ہرگز ایک نئی نویلی شرمائی ہوئی دلہن کا نہیں تھا اس کے آنے پر بھی وہ اس طرح بیٹھی رہی۔

"السلام علیکم!" آشیر کی آواز میں وارفتگی اور بے پناہ خوشیوں کی چہکار تھی جواب میں مشکوٰۃ کے لب باہم پیوست ہی رہے۔

آشیر اس کے بہت قریب تھا آج نہ تو کوئی اسکارف مشکوٰۃ کے سر پر تھا اور نہ کسی دوپٹے نے اس کے وجود کو ڈھانپ رکھا تھا جو اس کے جوبن کی خوب صورتی چھپ جاتی۔ آج تو وہ اس کے بائیں ہاتھ کی انگلی میں سجی سرخ نگ والی انگوٹھی کو بھی چھو سکتا تھا۔ مشکوٰۃ کے عروسی ہوشربا وجود کی ساری خوب صورتیاں ہی تو سامنے تھیں۔

"سلام کا جواب تو دے دیں۔" آشیر کی کھنکتی آواز شرارت سے ابھری تب مشکوٰۃ کے ساکت وجود میں ہلچل مچی۔

"میں تمہیں سلامتی کی دعا نہیں دے سکتی کیونکہ میں کبھی بھی نہیں چاہوں گی کہ تم جیسے لوگ سلامت رہیں تم جیسے ہوس کے اسیر کے لیے میرے دل سے بددعا ہی نکلتی ہے۔ اپنی گندی نگاہوں سے تم نے مجھے آلودہ کردیا میں پورے خاندان میں بدنام ہوگئی ہوں عزت نفس اور انا ہی تو میرا اثاثہ تھی وہ بھی تم نے چھین لیا۔ تم کیا سمجھتے ہو مجھے حاصل کر کے میری محبت بھی حاصل کرلو گے تو ایسا کبھی نہیں ہوگا یہ تمہاری بھول ہے۔" آشیر تو جیسے شاک کی حالت میں تھا وہ کیا کچھ کہہ رہی تھی اس کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔

"مشکوٰۃ ایسا کچھ نہیں ہے آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے میں نے آپ سے محبت کی ہے آپ کی روح سے محبت کی ہے۔"

بہت دیر بعد وہ بولنے کے قابل ہوا تھا۔

"محبت روح سے، بہت خوب...... اپنی جسمانی ہوس کو تم نے روح سے محبت کا نام دے دیا تمہیں اگر میری روح سے اتنی محبت تھی تو شادی کرنے کی کیا ضرورت تھی کیوں مجھ سے نکاح کیا تمہیں تو میری روح سے محبت تھی ناں کرتے رہتے روح سے محبت۔ میرے ابو اسرار کی فیملی کو ہاں کرنے لگے تھے تم نے درمیان میں آ کر مجھے ان کی نگاہوں سے بھی گرا دیا۔ تم کلام پاک پر ہاتھ رکھ کر قسم کھا سکتے ہو کہ تمہیں میری روح سے محبت ہے؟ نہیں اپنی ہوس کو چھپانے کے لیے تم نے خوب صورت جملہ گھڑا ہے اسے محبت کا نام نہ دو۔"

مشکوٰۃ کا لفظ لفظ زہر میں ڈوبا ہوا تھا یہ زہریلے الفاظ اس کے نرم و نازک احمریں لبوں سے ادا ہو رہے تھے انہی ہونٹوں سے جن کی نرماہٹ کو وہ کچھ دیر پہلے محسوس کرنا چاہ رہا تھا۔

"مجھے بتاؤ محبت اور ہوس میں کیا فرق ہے؟ پر تم جیسے لوگوں کو کیا پتا ہوگا اس فرق کا تم مرد ہو مجھ سے طاقتور ہو میں ایک کمزور سی لڑکی ہوں تم کھلونے کی طرح مجھ سے کھیلو گے میں کچھ نہیں کر پاؤں گی زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ مزاحمت کروں گی۔ تم میری مزاحمت کا گلا گھونٹ دو گے میں ذہنی طور پر اپنی شکست تسلیم کرچکی ہوں میں کوئی احتجاج نہیں کروں گی کیونکہ مجھے پتا ہے جیت تمہاری ہی ہوگی ہوس کی ہی ہوگی۔ یہ صبح تمہاری فتح کے ساتھ طلوع ہوگی۔" بولتے بولتے مشکوٰۃ کا سانس پھول چکا تھا یکدم ہی وہ خود کو انتہائی کمزور محسوس کرنے لگی تھی۔ وہ اسی پوزیشن میں تھی آشیر جہاں

بیٹھا تھا اٹھ کھڑا ہوا۔

"مشکوٰۃ آپ چینج کر کے ریسٹ کریں۔" وہ بے تاثر لہجے میں بولتا ٹیرس میں جا کھڑا ہوا۔

"آشیر علوی! یہ بھی تمہاری چال ہے۔" وہ اب بھی زہر خند تھی۔

دونوں بازو سامنے دیوار پر ٹکائے وہ آگے کی طرف جھکا ہوا تھا' نیچے لان اور گیٹ کے سامنے اسٹریٹ لائٹ جل رہی تھی' سارا ہنگامہ اور شور دم توڑ چکا تھا۔ دائیں پاکٹ میں سے آشیر نے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ سلگائی۔ یاسر اور عاشر بھائی سمیت پپا بھی اسموکنگ نہیں کرتے تھے' اسے یہ لت کالج کے آخری سال میں لگی تھی' اب کوشش کے باوجود بھی وہ اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکتا تھا۔ پریشانی اور اضطراب میں اس نے اکٹھے کئی سگریٹ پھونک ڈالے پر سکون تھا کہ پھر بھی نہیں مل رہا تھا۔ اپنی محبت' اپنی چاہت اپنی آرزو کو کتنی دھوم دھام سے اسے اپنے گھر لایا تھا' اس کے جملہ حقوق آشیر کے نام محفوظ ہو چکے تھے' وہ اس کی بن گئی تھی۔

"تو یہ تھا اس محبت کا انجام آشیر علوی!" کوئی اس کے اندر بولا تھا۔

❁ ❁ ❁

رات کے زخم ابھی ہرے تھے جب ہی صبح نگین بھابی نے دروازہ بجایا تو وہ بمشکل اپنی سرخ سرخ آنکھیں کھول پایا' صبح صادق کے قریب وہ آکر صوفے پر لیٹا تھا' اب ساڑھے نو بج رہے تھے۔ مشکوٰۃ نے ہی اٹھ کے دروازہ کھولا' وہ باتھ روم میں بند ہو گیا نہیں چاہتا تھا کہ نگین بھابی رات کی تحریر اس کی آنکھوں میں پڑھ لیں۔

"بھئی ناشتے پر آپ دونوں کا انتظار ہو رہا ہے' تیار ہو کر فوراً آؤ۔" نگین بھابی وہیں سے پلٹ گئیں' مشکوٰۃ بیڈ کے کنارے ٹک گئی' نیا گھر نئے مکین تھے اسے اجنبیت سی ہو رہی تھی۔ آشیر کب کمرے میں آیا' کب سویا اسے کچھ خبر نہیں تھی اسے پتا تھا آشیر علوی اسے متاثر کرنے کے لیے خود سے پیش قدمی نہیں کر رہا ہے اور یہ تو طے تھا کہ وہ اس سے متاثر ہونے والی نہیں تھی۔

آشیر نہا کر باتھ روم سے نکلا' بال بنائے عادت کے مطابق پرفیوم اور کلون لگایا' وہ اب کل والا آشیر ہی نظر آ رہا تھا مضبوط اور گہرا۔

"آئیں مشکوٰۃ! ناشتے کے لیے نیچے چلتے ہیں۔" عمارہ بھابی مشکوٰۃ کو ناشتے کے لیے لے جانے آئیں' مشکوٰۃ کو قدرے سکون کا احساس ہوا۔

نیچے ڈائننگ ہال میں انہی کا انتظار ہو رہا تھا' افروز نے کھڑے ہو کر مشکوٰۃ کا ماتھا چوما اور اسے اپنے پاس ہی کرسی پر بٹھا لیا۔ سب ہی مشکوٰۃ کا حال احوال دریافت کر رہے تھے' ہر ایک کے انداز میں اپنائیت و گرمجوشی تھی۔ اتنی پذیرائی کا اس نے تصور نہیں کیا تھا' افروز آنٹی اور عمر انکل اسے محبت کرنے والے سادہ دل والے لگے تھے۔ عاشر اور یاسر بھائی کے انداز سے لگ رہا تھا جیسے مشکوٰۃ برسوں سے اسی گھر میں رہتی آ رہی ہے' اپنے رویئے سے انہوں نے اجنبیت کی دیواریں گرا دی تھیں۔

"اب اس گھر کو اپنا ہی سمجھو' کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو مجھ سے کہو۔ عمارہ اور نگین کی طرح اب تم بھی ہماری بیٹی ہو۔" عمر انکل بالکل ابو کی طرح بول رہے تھے اس کی اجنبیت آہستہ آہستہ ختم ہو رہی تھی' اس میں سارا کمال عمر انکل اور افروز آنٹی کی محبت کا تھا۔

ناشتے کے بعد کافی دیر وہ دونوں اس کے پاس بیٹھے رہے' شام میں ولیمہ تھا' نگین بھابی نے کہا۔

"تھوڑی دیر آرام کر لو۔"

"نہیں میں ادھر ٹھیک ہوں۔" اس نے سہولت سے منع کر دیا اتنے میں رمنا اور فرحان بھائی چلے آئے۔

افروز آنٹی مہمان عورتوں کے پاس تھیں' رمنا مشکوٰۃ کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ بغور اس کا چہرہ جانچ رہی تھی۔ مشکوٰۃ بہت سنجیدہ لگ رہی تھی' رمنا کو ہمت ہی نہیں ہوئی کچھ پوچھنے کی' آشیر البتہ ہشاش بشاش اور پرسکون نظر آ رہا تھا' اسے قدرے ڈھارس سی ہوئی۔

ولیمے کی تقریب سے پہلے مشکوٰۃ کے گھر والے آ گئے وہ پارلر سے تیار ہو کر آ چکی تھی' سب سے یوں ملی جیسے صدیوں بعد ملی ہو۔ عباس صاحب نے لمبے چوڑے آشیر کو خود سے لپٹا لیا' اب وہ ان کا داماد تھا' وہ سب سے عزت و گرمجوشی سے ملا'

عباس نے مشکوٰۃ کا چہرا دیکھا وہ قدرے اداس نظر آرہی تھی شاید اپنے سب گھر والوں کو درمیان پا کر گزرا وقت یاد آ گیا تھا جو وہ یوں اداس سی تھی۔

ولیمے کے بعد جونہی مہمان رخصت ہوئے آشیر کچھ دوستوں کے ساتھ باہر نکل گیا' مشکوٰۃ تھکی ہوئی تھی رات بھی کافی ہوچکی تھی' اسے آشیر کی طرف سے خوف بھی تھا' ذہنی طور پر وہ ہار مان چکی تھی پر ہتھیار پھینکنا نہیں چاہتی تھی۔ وہ جلد ہی لوٹ آیا' تب تک وہ بھاری بھرکم کپڑوں سے جان چھڑا چکی تھی۔

آشیر صوفے پر بیٹھا شوز اتار رہا تھا' پھر کوٹ اتار کے صوفے پر بے پروائی سے ڈالا' اس کے بعد ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی بے شک مشکوٰۃ آنے والے لمحات سے شکست مان چکی تھی پر اب اسے خوف محسوس ہورہا تھا' آشیر کے چہرے پر غصہ تھا اور آنکھوں میں سرخی تھی' وہ اسی حال میں اٹھ کر باتھ روم میں بند ہوگیا۔ کچھ دیر بعد وہ اسی کی طرف آرہا تھا اس کا دل بہت ہی تیزی سے دھڑکنے لگا' کہیں جائے فرار نہیں تھی۔

"میں ساتھ والے روم میں سونے جارہا ہوں' مین ڈور میں نے لاک کردیا ہے' صبح آپ جب اٹھیں تو میرا دروازہ ناک کردیجیے گا' میرا خیال ہے آپ بہت سمجھ دار ہیں' میں جو کہہ رہا ہوں آپ اچھی طرح جان گئی ہوں گی۔" خوف کا طلسم چھناکے سے ٹوٹا تھا' وہ جاچکا تھا مشکوٰۃ کے سینے سے اطمینان بھری سانس خارج ہوئی۔

"ہونہہ! ہیرو بننے کی ناکام کوشش۔" ایک بار پھر اسے سوچتے ہوئے وہ زہر آلود ہورہی تھی' اٹھ کر اپنا دروازہ اس نے اندر سے لاک کیا۔

یہ گھر ڈبل اسٹوری تھا' آشیر اوپر والے پورشن میں تھا' شروع سے ہی وہ ادھر سوتا تھا' اب تو اوپر رہنے کی عادت پڑ گئی تھی' اوپر تین بیڈ رومز کے ساتھ ایک ماسٹر بیڈ روم بھی تھا اور گیسٹ روم اس کے علاوہ تھا وہ ماسٹر بیڈ روم میں سویا تھا ادھر ڈسٹرب کرنے والا کوئی نہیں تھا اس پورشن کا داخلی دروازہ سیڑھیوں کے اختتام پر تھا وہ اس نے سونے سے پہلے لاک کردیا تھا' نہیں چاہتا تھا کہ اتنی جلدی یہ تماشہ سب پر عیاں ہوجائے اپنی عزت نفس اور انا اسے بھی تو عزیز تھی۔

مشکوٰۃ نے اسے ہوس کا اسیر اور غلام کہا تھا' اس کے سارے نرم وکومل جذبے اپنی موت آپ مر گئے تھے اب تو دور دور تک ویرانی تھی اور ابھی جب وہ اس کے قریب رکا تھا تو اس کے تاثرات میں کتنی بے یقینی تھی' وہ اپنی ہی نگاہوں میں گر سا گیا تھا۔ مشکوٰۃ اسے اتنا ناقابل اعتبار تصور کررہی تھی کسی ڈاکو اور لٹیرے کی طرح وہ اس پر شب خون مارے گا۔

❁.....❁.....❁

شادی کے بعد اس کی سب سے پہلی دعوت اویس نے کی تھی اس نے سرینہ ہوٹل میں ان دونوں کے لیے پہلے سے ٹیبل ریزرو کرائی تھی' مشکوٰۃ کی شادی کے کپڑے سب ہی بہت نفیس اور کامدار تھے' شادی سے پہلے وہ سادہ حلیے میں رہتی تھی' ریشمی کپڑے بہت کم کم پہنتی تھی مگر نگین اور عمارہ نے اس کے لیے ایک سے ایک سوٹ خریدا تھا' پہلے وہ میک اپ بھی نہ ہونے کے برابر کرتی تھی اب روز نک سک سے تیار ہوتی تو افروز بیگم نہال ہوجاتیں۔

عمارہ بھابی نے دعوت پر جانے کے لیے اس کا جو سوٹ نکالا تھا وہ کار اور اسکن کلر میں تھا' آشیر نے خود لیا تھا خالصتاً اس کی چوائس تھی' نگین بھابی نے ناں ناں کرنے کے باوجود اس کا میک اپ بھی کردیا' وہ بہت ہوا تو لپ اسٹک لگالیتی تھی۔

"اتنا خوب صورت سوٹ ہے' جیولری ہے' میک اپ میں اچھی لگو گی یہی دن ہیں فرصت کے بعد میں چیاؤں پیاؤں گود میں آئیں گے تو انہی کے پیچھے بھاگتی رہوگی۔" نگین بھابی نے چھیڑا تو اس کے رخسار تپ گئے آشیر بھی قریب بیٹھا مشکوٰۃ کی تیاری کے انتظار میں تھا' اس نے تو بھابی کے مذاق کو بہت انجوائے کیا پر مشکوٰۃ سے اداکاری نہیں ہو پارہی تھی' اس نے شکر کیا جب بھابی میک اپ کے لوازمات اٹھا کر گئیں۔

افروز آنٹی گاڑی تک مشکوٰۃ کو چھوڑنے آئیں۔

اویس انہی کے انتظار میں تھا' اس نے خوشدلی سے مشکوٰۃ سے دعا سلام کی' ہلکی پھلکی گپ شپ ہورہی تھی۔

"بھابی یقین کریں جب اس نے کہا کہ مجھے محبت ہوگئی ہے تو ہم فرینڈز میں سے کسی کو بھی اس کی بات کا یقین نہیں

تھا کیونکہ یہ ہر لڑکی کو عام سی ہے' کچھ خاص نہیں ہے اس میں' کہہ کر اگنور کردیتا۔ ہم اس کے گھر گئے جناب بیمار ہوکے پڑے ہوئے تھے' وہیں سے پتا چلا کہ آپ کے شوہر نامدار کو محبت ہوگئی ہے۔ بھابی واقعی آپ بہت خاص ہیں' جب تک آپ کو دیکھا نہیں تھا کچھ رائے نہیں تھی کیونکہ میں یہی سمجھتا رہا کہ آشیر کی محبت اس کی فرینڈز کی طرح ہی ہوگی لیکن اب میں کہہ سکتا ہوں کہ آپ ایسی ہیں جیسی آشیر کہتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔''

اویس شروع ہوا تو بولتا گیا' آشیر پریشانی سے اسے دیکھ رہا تھا وہ اس کے راز بتا رہا تھا' مشکوٰۃ پہلے ہی اس کے بارے میں اتنی بُری رائے رکھتی ہے پتا نہیں اب کیا سوچے گی' وہ ندامت سے عرق آلود ہورہا تھا۔ لائف پہلے ہی مشکل تھی یہ اویس گھامڑ اسے مشکل ترین بنانے پر تُلا ہوا تھا' کاش وہ اویس کا منہ اور فرآٹے بھرتی زبان بند کرسکتا۔

''اب ذرا کس کے رکھیے گا کیونکہ ان کی فرینڈز ان کی شادی کے بعد کافی غم زدہ ہیں۔'' اویس نے اپنے تئیں بہت خلوص سے مشورہ دیا تھا' مشکوٰۃ بہت دلچسپی سے سن رہی تھی' اویس نے جانے کب کب کے بدلے چکائے تھے۔

''سویٹ ہارٹ اس کی باتوں پر یقین کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔'' آشیر مشکوٰۃ کے ساتھ ہی بیٹھا تھا' اس کی طرف جھک کر پیار سے کہتے ہوئے جانے اس نے اویس کو کیا جتانے کی کوشش کی تھی۔ شاید یہی کہ وہ اس پر اعتبار کرتی ہے وہ جس طرح تیزی سے پیچھے ہوئی صد شکر کہ اویس نے نہیں دیکھا ورنہ ابھی اس کی ساری محبت کا بھرم کھل جاتا۔

وہ کتنی روکھی اور سرد تھی' لوگوں کے سامنے ذرا دیر کو ہی سہی اس کا مان توڑ رکھتی' اویس کے سامنے وہ ہنستا مسکراتا رہا' پر جونہی اجازت لے کر کھانے کے بعد وہ اپنی گاڑی تک پہنچا اس کے تاثرات بھی سخت ہوچکے تھے۔ پارکنگ لاٹ سے اس نے تیزی سے گاڑی نکالی اور روڈ پر آتے ہی گاڑی چلانے کے ساتھ ہی سگریٹ سلگا لیا۔

''مشکوٰۃ! مجھے پتا ہے آپ کے دل میں میرے لیے رتی بھر بھی جگہ نہیں ہے لیکن یہ بات آپ سب کے سامنے اپنے رویئے سے ظاہر کریں میں کبھی بھی برداشت نہیں کروں گا۔ ہم دونوں عزت دار گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں' آپ کبھی بھی نہیں چاہیں گی کہ آپ کے گھرانے کی عزت پر حرف آئے سو آئندہ خیال رکھیے گا' دکھاوے کے لیے ہی سہی میرا ساتھ دیں' آخر میں بھی تو بھرم نبھا رہا ہوں۔'' وہ سگریٹ کا ایک طویل کش لیتے ہوئے بولا۔

انجانے میں خاندان اور عزت کی بات کرکے آشیر نے اس کی دکھتی رگ پر انگلی رکھی تھی اور یہ اس کا کمزور پہلو تھا۔ باقی کا سفر خاموشی میں طے ہوا آشیر پھر کچھ نہیں بولا۔

❁ ......❁...... ❁

شادی کے بعد دعوتیں نمٹاتے ہوئے مہینہ تو گزر ہی چکا تھا' ہر روز ہی وہ کہیں نہ کہیں انوائٹ ہوتے' آخری دعوت فائقہ اور رومیل نے دی تھی۔

آشیر کی شادی سے پہلے فائقہ اسے پسند کرتی تھی دل سے چاہتی تھی کہ آشیر اس کا ہوجائے پر بات ایک حد سے آگے نہیں بڑھی تھی اس کے منہ سے محبت کا اظہار سن کر وہ بہت ہنسا تھا تب وہ وہیں چپ ہوگئی تھی۔ آشیر کی شادی کے بعد اب رومیل اس کے ساتھ نظر آتی تھی۔ وہ دونوں مشترکہ طور پر اسے انوائٹ کررہے تھے' فائقہ کے بارے میں آشیر کی فیملی کو پتا تھا اس نے فون کرکے افروز آنٹی سے بات کی تھی اور دعوت کا بھی اس نے ان ڈائریکٹ پہلے ان سے کہا بعد میں آشیر سے بات کی تھی۔ اگر وہ مما سے بات نہ کرچکی ہوتی تو وہ یہ دعوت قبول نہیں کرتا۔ فائقہ کی اپنے بارے میں پسندیدگی سے وہ اچھی طرح آگاہ تھا۔

وہ دیکھنا چاہتی تھی کہ آشیر کی محبت کیسی ہے ساتھ ہی وہ اسے جلانا بھی چاہتی تھی رومیل اس کے ساتھ ہوتا وہ اسے بتاتی کہ مجھے ایک اور قدر دان مل گیا ہے۔

❁ ......❁...... ❁

عین وقت پر رومیل کو کوئی ایمرجنسی پیش آگئی تھی سو فائقہ نے ان کا استقبال اکیلے ہی کیا۔ فائقہ کی مما کی بہت پہلے وفات پاچکیں تھی' ڈیڈی نے دوسری شادی کرلی تھی' اپنے بزنس کی وجہ سے وہ ملک بھر میں گھومتے رہتے تھے' ان کی

دوسری بیوی بھی بزنس وومن تھی وہ ان کے ساتھ ہی ہوتی۔ فائقہ اکثر و بیشتر اکیلی ہی رہتی' برگر فیملی سے تعلق رکھنے کی وجہ سے اس کی لڑکوں سے دوستی بھی تھی جوان کے ہاں کوئی ایسی معیوب بات نہیں تھی۔ آشیر سے اس کی ملاقات اتفاقیہ طور پر ہی اس کے آفس میں ہوئی تھی' فائقہ کو وہ اچھا لگنے لگا پھر جوں جوں وہ اس سے واقف ہوتی گئی یہ پسندیدگی محبت میں بدل گئی کیونکہ وہ ایک حد سے زیادہ آگے نہیں بڑھتا تھا اور فائقہ یہ حد توڑ کر اس کے قریب ہونا چاہتی تھی' آشیر نے نوبت ہی نہیں آنے دی اور شادی کرلی۔

فائقہ نے دوستوں کی زبانی سنا تھا کہ بڑی زبردست محبت کے بعد شادی ہوئی ہے' فائقہ اس خوش نصیب لڑکی کو دیکھنا چاہتی تھی آشیر کی محبت جس کا نصیب بنی تھی۔

❀ ❀ ❀

گاڑی کا ہارن سنتے ہی فائقہ خود خوش آمدید کہنے کے لیے باہر آئی' وہ اپنے بے پرواحلیے میں تھی ٹراؤزر کے اوپر سلیولیس ٹاپ جس کے گہرے گلے سے گردن میں جھولتا وہ پینڈینٹ پہلی نگاہ میں ہی توجہ مبذول کرواتا تھا۔ سنہرے اسٹیپ میں کٹے بال جو بے پروائی سے کندھے پر پڑے تھے۔ آشیر کے ساتھ اس نے پرانے انداز میں گرمجوشی سے مصافحہ کیا اور مشکوٰۃ سے گلے ملی۔ وہ غور سے مشکوٰۃ کو دیکھ رہی تھی' آشیر کی وائف تو بہت سادہ سی تھی پہلی نظر میں تو اسے اچھی خاصی مایوسی ہوئی وہ تو سمجھ رہی تھی کہ آشیر نے کسی دھانسو اپ ٹو ڈیٹ قسم کی لڑکی سے شادی کی ہوگی پر یہاں تو صورتحال ہی اور تھی' آشیر کی وائف نے اسکارف سے سر ڈھانپ رکھا تھا' پوری آستین کی شرٹ پہنی تھی اور سلیقے سے دوپٹہ اوڑھا ہوا تھا' آشیر مشکوٰۃ کو سمجھا کے لایا تھا' اس لیے وہ خوش اخلاقی کا مظاہرہ کررہی تھی۔

''اچھا آشیر! مجھے یہ بتاؤ کہ تمہیں ''مشی'' سے کب محبت ہوئی؟'' اتنا دیر سے دل میں مچلتا سوال وہ لبوں تک لے ہی آئی۔

''چار ماہ دس دن پہلے۔'' آشیر نے جھٹ جواب دیا۔

''بہت محبت کرتے ہو مشی سے؟'' فائقہ لہجے میں در آنے والی حسرت کو چھپانے میں ناکام ہورہی تھی۔

''آف کورس۔'' آشیر نے اپنا بازو مشکوٰۃ کے کندھے پر پھیلاتے ہوئے اسے لمحہ بھر کے لیے اپنے قریب کیا تھا۔ آشیر کا یہ ایکشن اتنا غیر متوقع تھا کہ مشکوٰۃ کو کچھ کہنے یا ناگواری دکھانے کا موقع ہی نہیں ملا۔

''اچھا تمہیں مشکوٰۃ کی کس چیز یا بات نے متاثر کیا؟''

''میری وائف میں متاثر کرنے والی بہت سی چیزیں ہیں مگر اسے پتا ہے کہ ایک لڑکی جس نے کل کو کسی کی بیوی بھی بننا ہے اسے کس طرح رہنا چاہیے۔''

(اداکار کہیں کا دوغلا منافق) مشکوٰۃ جی ہی جی میں جل بھن سی گئی۔

وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتی تھی جبکہ فائقہ بڑی فرصت میں بیٹھی تھی' باتوں کے دوران وہ بڑی بے تکلفی سے آشیر کا ہاتھ پکڑ لیتی اس کے کندھے پر دھپ رسید کرتی۔ وہ صوفے پر آشیر کے بالکل قریب بیٹھی تھی' وہ ایسی ہی بے تکلف تھی۔ آشیر نے آج کوئی پروا نہیں کی تھی' واپسی پر وہ دونوں کو گیٹ تک چھوڑنے آئی۔

❀ ❀ ❀

واپسی پر اس کا سامنا سب سے پہلے عمارہ بھابی سے ہوا انہوں نے چھوٹتے ہی پوچھا۔

''فائقہ کیسی لگی تمہیں؟''

''اچھی ہے بس بولڈ بہت زیادہ ہے۔'' اس نے سچائی سے اپنے خیالات کو بیان کیا۔

''ہاں یہ تو ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔'' انہوں نے ہاں میں ہاں ملائی۔ اتنے میں آشیر بھی گاڑی لاک کرکے ادھر آگیا۔ نگین بھابی اور عاشر بھائی پرسوں دوبارہ سعودیہ واپس جارہے تھے وہ ان کے پاس بیٹھ گیا۔ کافی دیر گپ شپ ہوتی رہی' وہ جب سونے کے لیے اوپر گیا تب مشکوٰۃ نیچے ہی تھی وہ اس کے بعد اوپر آئی اور سیڑھیوں کا داخلی دروازہ لاک کرنا بھول گئی۔ دیر سے سوئی تھی آنکھ بھی دیر سے کھلی' وہ بھی دروازہ ناک کرنے پر۔ مندی مندی آنکھوں سے اس نے وال کلاک کی طرف دیکھا جو ساڑھے دس کا ٹائم بتا رہا تھا' اتنی دیر وہ کبھی نہیں سوئی

تھی۔ صبح فجر کی نماز کے وقت مشکل سے آنکھ کھلی تھی نماز پڑھ کر وہ پھر سوگئی تھی باہر دروازے پر افروز آنٹی تھیں وہ شرمندہ سی تھی۔

"بیٹا آشیر کو جگاؤ' نیچے فرحان آیا ہے' رات آشیر کا سیل نیچے ہی رہ گیا' فرحان فون کرتا رہا اب خود آیا بیٹھا ہے کوئی کام ہے شاید۔" بات کرتے کرتے افروز کی نگاہ اندر کمرے کی طرف چلی گئی' وہ اس زاویئے سے کھڑی تھیں کہ بیڈ انہیں صاف نظر آرہا تھا اور آشیر کہیں نہیں تھا۔

"آشیر کہاں ہے' باتھ روم میں ہے؟" انہوں نے پوچھا تو مشکوٰۃ گڑبڑا گئی۔

"ہاں ہاں......نن......نہیں......" مشکوٰۃ کی گھبراہٹ انہیں پریشانی میں ڈال گئی' وہ اندر آ گئیں۔ باتھ روم کا دروازہ کھولا' اندر کوئی بھی نہیں تھا۔

"آشیر کہاں ہے؟" ان کی جانچتی نگاہ مشکوٰۃ پر جمی تھی' اس سے کوئی جواب نہیں بن پا رہا تھا اتنے میں آشیر خود ہی بیدار ہو کر ادھر چلا آیا' افروز کا ماتھا ٹھنکا' تھوڑی دیر بعد انہوں نے ماسٹر بیڈ روم میں جھانک کر تصدیق بھی کرلی کہ آشیر نے رات یہیں گزاری تھی' ابھی سوال جواب کا وقت نہیں تھا اس کام کو انہوں نے بعد کے لیے اٹھا رکھا کیونکہ ابھی فرحان آیا ہوا تھا۔

آشیر شام کو واپس آیا تو اس کی جواب طلبی ہوئی' وہ سمجھ گیا کہ اس کا راز کھل گیا ہے۔ یہ سب مشکوٰۃ کی بے وقوفی کی وجہ سے ہوا تھا' مشکوٰۃ پہلے سے سر جھکائے ان کے پاس بیٹھی تھی۔

"تم الگ بیڈ روم میں کیوں سو رہے تھے......ایسا کب سے ہو رہا ہے؟"

"مما میں رات کو ہی ادھر سویا تھا۔" اس نے صفائی سے جھوٹ بولا۔

"کیوں سوئے تھے ادھر؟"

"اصل میں مما اس کی طبیعت خراب تھی اس لیے میں ماسٹر بیڈ روم میں سو گیا تھا۔" وہ جیسے سب کچھ سمجھ گئی تھیں آشیر کی بے صبری سامنے تھی یقیناً مشکوٰۃ خفا ہوئی ہوگی جس کے بعد دونوں کی لڑائی ہوئی ہوگی اور آشیر الگ کمرے میں جا کر سو گیا ہوگا۔ انہوں نے کڑی سے کڑی جوڑی اور مطمئن ہو گئیں۔

"اتنے چھوٹی چھوٹی باتوں پر خفا نہیں ہوتے۔" اس کے علاوہ وہ آشیر سے اور کیا کہتی پر مشکوٰۃ کا شرمندگی سے برا حال تھا۔

آشیر اسی وقت اوپر گیا اور پھر سے اپنی چیزیں پرانے بیڈ روم میں منتقل کیں وہ نہیں چاہتا تھا مما پر اس کا جھوٹ کھلے۔

رات مشکوٰۃ اوپر آئی تو آشیر بیڈ پر دراز ٹی وی دیکھ رہا تھا۔

"میں کوئی رسک نہیں لے سکتا آپ نے مما کا رویہ ملاحظہ کیا ہوگا' آج انہوں نے چوری پکڑی کل کوئی اور پکڑے گا۔ یہ تو مما تھیں چپ ہوگئیں لیکن کسی اور نے دیکھا تو خاموش نہیں رہے گا۔ مجھے تماشہ بنوانا گوارا نہیں ہے مگر میں جلد ہی اس مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل نکال لوں گا۔ وہ سامنے صوفہ پڑا ہے آپ سو جائیں اعتبار تو آپ کرتی نہیں ورنہ بیڈ حاضر تھا۔" آخر میں اس کے لہجے سے شوخی چھلک پڑی پر اپنی پریشانی میں مشکوٰۃ کی توجہ اس طرف نہیں گئی۔

ناچار وہ صوفے پر سکڑ کر لیٹ گئی' بڑی دیر بعد آنکھ لگی تھی۔ آشیر بہت دن بعد اپنے بیڈ روم میں سکون کی نیند سویا تھا' مما صبح پھر بہانے سے اوپر آئی' آشیر اپنے بیڈ روم میں ہی تھا انہوں نے اطمینان کا سانس لیا ان کا شک ختم ہو چکا تھا۔

❁......❁......❁

آشیر نے اپنی ٹریول ایجنسی کی ایک برانچ سعودیہ میں قائم کرنے کا کہہ کر پورے گھر کو پریشان کر دیا تھا' سعودیہ میں برانچ کھولنے کا مطلب تھا اس کا پاکستان سے باہر جانا۔ افروز کو گوارا نہیں تھا عاشر پہلے ہی ملک سے باہر تھا' پپا نے بھی زور لگایا کہ وہ اپنا ارادہ بدل دے پر وہ ایک نہیں سن رہا تھا۔ عاشر اور نگین کے جانے کے ایک ہفتے بعد آشیر بھی سعودیہ چلا گیا' اسے وہاں جا کر اپنے بزنس کے لیے سازگار ماحول اور جگہ تلاش کرنی تھی اور اس میں وقت لگنا تھا۔

❁......❁......❁

آشیر کے جانے کے بعد افروز کے کہنے پر مشکوٰۃ نیچے ہی کے ایک کمرے میں آ گئی تھی۔ دن بھر وہ عمارہ بھابی اور ان کے بچوں کے ساتھ لگی رہتی' میکے جانے کا موڈ ہوتا تو یاسر بھائی' افروز آنٹی ڈرائیور کے ساتھ جا کر خود چھوڑ آتیں۔ آشیر کو

گیے ڈیڑھ ماہ ہوگیا تھا اس دوران آشیر نے اسے ایک بار بھی کال نہیں کی تھی کون سا مشکوٰۃ اس سے بات کرنے کے لیے مری جارہی تھی۔ افروز آنٹی عمر انکل سے خیر خبر مل ہی جاتی تھی سب کچھ ٹھیک چل رہا تھا سدرہ کی شادی حافظ اسرار کے ساتھ اسی ماہ متوقع تھی اس بار وہ میکے گئی تو ثمامہ بھابی نے اسے بتایا تھا۔

رات ڈھائی بجے کا ٹائم تھا جب عمارہ بھابی نے مشکوٰۃ کو جھنجوڑ کر جگایا یوں اچانک جگانے پر مشکوٰۃ کا دل دہل سا گیا۔

"بھابی کیا بات ہے خیر تو ہے ناں۔" وہ بجلی کی تیزی سے بیڈ سے اتری تھی۔

"آؤ میرے ساتھ۔" وہ عمارہ بھابی کے پیچھے چل پڑی لاؤنج کے دروازے سے اندر قدم رکھتے ہی عمارہ بھابی کے یوں اچانک جگانے کا سبب اسے معلوم ہوگیا تھا سامنے آشیر علوی انکل اور آنٹی کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔

"آدھے گھنٹے سے تین بار تمہارا پوچھ چکا ہے میں نے سوچا تمہیں سرپرائز دوں۔" عمارہ بھابی اس کے کان کے قریب بولیں۔ مشکوٰۃ محض سلام ہی کر پائی افروز آنٹی سب کو سونے کی ہدایت کر کے اپنے بیڈ روم میں چلی گئیں مشکوٰۃ اپنی نیند خراب ہونے پر جی بھر کے جھنجلائی۔

عمارہ بھابی شرارتی نگاہوں سے ان دونوں کو ہی دیکھ رہی تھی مشکوٰۃ ان کی مزید کسی شرارت سے بچنے کے لیے اوپر کے پورشن کی سیڑھیاں چڑھنے لگی آشیر اس کے پیچھے ہی تھا۔ تین سیڑھیاں باقی تھیں جب مشکوٰۃ کا پاؤں پھسلا غیر ارادی طور پر اس کے لبوں سے ہلکی سی چیخ برآمد ہوئی وہ گرنے لگی تھی جب آشیر نے اسے سنبھالا جب وہ دوبارہ سنبھلی تب تک اسے پرے ہٹا کر وہ اوپر جاچکا تھا۔ ابھی تک اس کے پسندیدہ کلون اور پرفیوم کی مہک مشکوٰۃ کو اپنی قریب محسوس ہورہی تھی اور آج اس کے بھرپور مردانہ لمس کو بھی تو اس نے پہلی بار محسوس کیا تھا صرف چند سیکنڈز کی بات تھی اس کے بعد وہ رکا نہیں تھا مشکوٰۃ نے وہیں رک کر اپنی اتھل پتھل سانسوں کو درست کیا۔ خاصی دیر بعد وہ اندر آئی تب تک وہ فریش ہو کر چینج کرچکا تھا اور سونے کے موڈ میں تھا۔

"میں اپنے بیڈ روم میں اکیلا سوؤں گا آپ ساتھ والے روم میں سو جائیں امید ہے آپ مائنڈ نہیں کریں گی۔ عمارہ بھابی نے سوتے سے آپ کو جگا دیا ہے اس میں میرا کوئی قصور نہیں ہے اور ہاں سیڑھیوں والا دروازہ لاک کردیجیے گا۔" اس کے باہر نکلنے سے پہلے ہی وہ بیڈ لائٹ کے سوا باقی لائٹیں بند کرچکا تھا یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اسے اب یہاں سے چلے جانا چاہیے۔ مشکوٰۃ کو اس کے انداز میں کسی واضح تبدیلی کا احساس ہورہا تھا اس نے دکھاوے کو ہی سہی مشکوٰۃ کی خیریت پوچھنا بھی گوارا نہیں کیا تھا اسے پہلی بار اپنی بے عزتی محسوس ہوئی تھی۔ واقعی اس گھر میں اس کی کوئی چیز بھی اپنی نہیں تھی ورنہ وہ اسے دوسرے کمرے میں سونے کا نہ بولتا بہت دن بعد آج مشکوٰۃ کو پھر سے رونا آیا تھا۔

❁……❁……❁
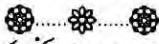
آشیر کو سعودیہ میں اپنی ٹریول ایجنسی کی برانچ کھولنے کی اجازت مل گئی تھی وہ اب ابتدائی تیاری میں لگا ہوا تھا اگلے ماہ اسے پھر جانا تھا مما اس کے جانے کا سن کر پھر ناراض ہوگئی تھی پر آشیر نے منا لیا تھا۔

"مما اب تو میرا آنا جانا لگا رہے گا پندرہ دن سعودیہ تو پندرہ دن پاکستان میں۔ یہاں کے معاملات بھی تو میں نے ہی دیکھنے ہیں۔"

"پھر مشکوٰۃ کو بھی لے جاؤ اپنے ساتھ شادی کو چھ ماہ بھی نہیں ہوئے اور تم اسے چھوڑ کر وہاں چلے گے۔"

"ٹھیک ہے مما میں لے جاتا ہوں پھر وہ بھی میرے ساتھ پندرہ دن یہاں اور پندرہ دن سعودیہ میں رہے گی بلکہ ایسا کرتا ہوں اسے سعودیہ میں ہی چھوڑ دوں گا کہاں میرے ساتھ روز روز سفر کرتی پھرے گی۔"

"نہیں وہ ادھر ہی ٹھیک ہے تم سارا دن باہر رہو گے وہ دیواروں سے باتیں کرے گی۔ ادھر ہم سب ہیں اسے کمپنی دینے کے لیے۔" آشیر کا حربہ کارگر رہا تھا مما مان گئی تھیں۔

"تمہارے بغیر بہت اداس رہتی ہے وہ۔" مما کے بتانے پر اس کا دل چاہا زور زور سے ہنسے انہوں نے تو اسے لطیفہ سنایا تھا کہ وہ اس کے بغیر اداس رہتی ہے۔ واپس آئے ہوئے

اسے چار دن ہوگئے تھے اس دوری کی کوئی رمق ڈھونڈنے سے بھی اس کے چہرے پر نہیں ملی تھی ممابھی بہت بھولی تھیں مشکوٰۃ کے سینے میں دل نہیں پتھر تھا۔

❀......❀......❀

موسم بدلا رت نے انگڑائی لی اب دن چھوٹے اور راتیں لمبی تھیں۔ نومبر کی بھیگی بھیگی شام میں پھوپھو ندا سدرہ کی شادی کا دعوت نامہ لے کر آئیں آج وہ دوسری بار مشکوٰۃ کے سسرال آئی تھیں۔ شاندار گھر بہترین فرنیچر اور مشکوٰۃ کی گریس فل سا پن سے مل کر ان کی آنکھوں میں رشک امنڈ آیا تھا۔ انہوں نے سب کو خلوص سے آنے کی دعوت دی۔

مہندی پر عمارہ بھابی افروز آنٹی اور مشکوٰۃ تینوں گئے بارات پر آشیر نے مشکوٰۃ کے ساتھ جانا تھا اس دن وہ معمول سے ہٹ کر تیار ہوئی افروز نے دل ہی دل میں نظر بد سے بچنے کی دعا دی۔ آشیر نے حافظ اسرار کو پہلی بار دیکھا تھا اس کے مقابلے میں حافظ اسرار کا قد کم تھا دبلا پتلا سا تھا وہ پھر بھی جانے کیوں آشیر کو اس سے حسد سا محسوس ہوا۔

''یہ محبت بھی کتنی ظالم شے ہے؟'' آشیر کو ابھی کچھ دیر پہلے اس کا ادراک ہوا تھا۔

❀......❀......❀

موسم بہت اداس اداس سا تھا سدرہ کی شادی سے واپس آ کر وہ جانے کیوں یاسیت زدہ لگ رہی تھی شام میں بارش ہوئی تو موسم کی خنکی میں بھی اضافہ ہوگیا عمارہ بھابی نے موسم کی مناسبت سے پکوڑے خود تلے تھے باقی کا کام کچن میں کام کرنے والی بوانے کیا تھا۔

مشکوٰۃ نے برائے نام کھانا کھایا اور اوپر آ گئی جانے کیوں وہ آج بہت باغی ہو رہی تھی۔ سدرہ کے چہرے پر جو اطمینان وخوشی دیکھی تھی وہ اس کی زندگی میں کہیں نہیں تھی وہ آشیر کے ساتھ کمرے میں سونے کے لیے لیٹی تو دروازہ بند کرنے کی زحمت بھی نہیں کی کوئی دیکھتا ہے تو دیکھے کسی کو پتا چلتا ہے تو چلے آشیر کا بھرم ٹوٹتا ہے تو ٹوٹے اس کی بلا سے۔ اسے کوئی پروا نہیں ہے۔

❀......❀......❀

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب کسی کے رونے کی آواز پر اس کی آنکھ خود بخود ہی کھلی تھی عجیب سی آواز تھی کبھی لگتا کہ بچہ رو رہا ہے پھر لگتا جیسے کسی عورت کی آواز ہے۔ خوف سے مشکوٰۃ کی بُری حالت تھی جسم پسینے میں نہایا اور دل سینے کی حدود توڑ کر جیسے باہر آنے لگا تھا۔ کمرے کی لائٹ بند تھی وہ گرتی پڑتی آشیر کے بیڈ روم میں داخل ہوئی کمرے کی لائٹ آف تھی لیکن شکر تھا کہ وہ کمرے کا دروازہ کھول کر سوتا تھا۔

بدحواسی میں مشکوٰۃ سامنے پڑے ٹیبل سے ٹکرائی اتنے میں آشیر بیڈ لائٹ جلا چکا تھا وہ پاگلوں کی طرح اسے آ کے لپٹی تھی خوفزدہ ہونے کے ساتھ ساتھ آنکھوں سے آنسو بھی بہہ رہے تھے ٹیبل لگنے سے ناخن ٹوٹ گیا تھا اور خون نکل رہا تھا۔ آشیر نے نرمی سے اس کے بال سہلائے ساری لائٹیں آن کر کے باتھ روم کی کیبنٹ سے ٹنکچر پاوڈین اور کاٹن رول نکالا مشکوٰۃ کا انگوٹھا اچھا خاصا زخمی تھا اس نے جلدی سے بینڈیج کی۔ ہاتھ دھو کر واپس آیا تو ابھی بھی وہ دوپٹے سے آنکھیں رگڑ رہی تھی۔

''ہوا کیا تھا آپ کو جو آپ روتی دھوتی اتنی رات کو میرے پاس آئیں۔'' آشیر کو پوچھنے کا دھیان آیا۔

''کسی کے رونے کی آواز سے میری آنکھ کھلی تھی مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے میں ادھر ہی سووں گی۔''

''بے شک سو جائیں مجھے اعتراض نہیں ہے پر ہوس کا اسیر یہ بندہ کچھ بھی کرسکتا ہے۔ آپ خود آئی ہیں یہاں۔'' آشیر کے لہجے میں تلخی آ گئی تھی۔

مشکوٰۃ کو باہر جاتے ڈر لگ رہا تھا آشیر ہی دوسرے کمرے سے اس کا کمبل لے کر آیا وہ اچھی طرح لپیٹ کے صوفے پر دراز ہوگئی۔ آشیر نے لائٹیں بند کردیں۔

''آپ کو وہم ہوا ہوگا کہ کوئی رو رہا ہے بلی ہوگی کوئی؟'' آشیر نے اس کا خوف دور کرنے کے لیے کہا۔

''کتنی ڈرپوک ہوں میں فضول میں ڈر گئی۔'' اس نے خود کو ڈانٹا آشیر کی طرف سے خاموشی طاری تھی یقیناً وہ سو چکا تھا۔

مشکوٰۃ کچھ دیر پیشتر پیش آنے والے تصادم کے بارے میں سوچ رہی تھی کوئی چیز تھی جو اس کے ذہن میں بار بار

کھٹک رہی تھی' کچھ تھا جو آشیر کی طرف سے پُراطمینان نہیں تھا۔ اس کے ذہن میں چھناکا سا ہوا' جب وہ بھاگتی ہوئی اندھادھند آشیر سے لپٹی تھی تو آشیر نے خوف سے چیختی مشکوٰۃ کو بانہوں کا سہارا نہیں دیا تھا' یہی چیز مشکوٰۃ کو کھٹک رہی تھی اس نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ وہ یہی سوچتے سوچتے سوگئی تھی۔

❀ ❀ ❀

افروز آنٹی نے اسے کہا تھا کہ سدرہ اور اس کے شوہر کو کھانے پر انوائٹ کروں گی' پھوپو نے بھی تو شادی کے بعد اس کی دعوت کی تھی۔ جس دن دعوت تھی افروز نے آشیر کو جلدی گھر آنے کے لیے کہا تھا' آج کل وہ لیٹ آرہا تھا' سدرہ اور اس کا شوہر اسرار ٹائم پر آئے تھے' کھانے کی سب چیزیں تقریباً تیار تھیں' سدرہ بہت پیاری اور بے پناہ خوش نظر آرہی تھی' سدرہ کے شوہر کے پاس گھر کے سب افراد بیٹھے تھے' سدرہ نے مشکوٰۃ سے کہا۔

''مجھے اپنا گھر دکھاؤ۔'' نیچے کا پورشن دکھانے کے بعد مشکوٰۃ اسے اوپر لائی۔

''یار بہت گریٹ ہیں آشیر بھائی! جہیز کے نام پر تم لوگوں سے ایک تنکا تک نہیں لیا۔'' وہ ان کے بیڈ روم میں کھڑی تھی اس کی نگاہ ہر چیز کو سراہ رہی تھی۔

''تم خوش ہو سدرہ!'' مشکوٰۃ کو بات ہی نہیں مل رہی تھی کیونکہ سدرہ کی ہر بات اسرار کی تعریف پر ختم ہورہی تھی۔

''میں بہت خوش ہوں' اسرار نے مجھے دنیا کی ہر خوشی دی ہے' اب مجھے اپنے گزشتہ بچکانہ خیالات پر ہنسی آتی ہے۔ اسرار کی محبت میرے لیے اثاثہ ہے' قیمتی اثاثہ۔'' غرور سے سدرہ کی گردن تن سی گئی تھی۔

''مگر تم مجھے کچھ اپ سیٹ سی لگ رہی ہو' لگتا ہے تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے' کہیں کوئی خوشخبری والا چکر تو نہیں ہے۔'' آشیر سدرہ کو کھانے کے لیے بلانے آرہا تھا' سدرہ کا آخری جملہ اس نے بھی سن لیا تھا' بے چاری مشکوٰۃ کی شکل دیکھنے والی ہورہی تھی' ایسے موقعوں پر اسے جواب ہی نہیں بن پڑتا تھا۔

''نہیں ابھی خوشخبری والا چکر نہیں ہے' دیکھ نہیں رہی میری بیوی کتنی نازک سی ہے' ابھی شادی کو صرف ساڑھے چھ ماہ ہی تو ہوئے ہیں۔ ہم نے ابھی لائف انجوائے کرنی ہے اس کے بعد یہ خوشخبری بھی آپ سن لیں گی۔'' سدرہ ادھر ہی خاموش ہوگئی' اس کی بے باکی پر مشکوٰۃ پانی پانی ہوگئی۔

کھانے کے بعد چائے کا دور چلا' سدرہ اور وہ سب سے الگ صوفے پر بیٹھ گئیں' سدرہ کے پاس اپنے شوہر کی باتیں اور اس کی محبت و وفا کے طولانی قصے تھے۔ مشکوٰۃ احساس زیاں میں گھر گئی تھی' سدرہ کی شادی کو ابھی دو ہفتے بھی نہیں ہوئے تھے اور اس نے اسرار کی محبت پالی تھی' خود اسے کیا ملا تھا' خاندان بھر میں بدنامی' فلرٹ شوہر جو ہوس کو محبت کا نام دیتا تھا' وہ شدید خودترسی کا شکار تھی' سدرہ کتنی خوش اور پرسکون تھی' ایسی خوشی اس کے نصیب میں کیوں نہیں ہے اس نے ساری عمر اپنا آپ سمیٹ کے سنبھال کے رکھا تھا' اپنے ہر جذبے کی ایک شخص کے لیے حفاظت کی' جس کے لیے وہ اپنا آپ قیمتی خزانے کی طرح سنبھالتی آئی وہ خود کیا تھا' کتنی لڑکیوں سے تو اس کی دوستی تھی' فائقہ کو تو اس نے خود دیکھا تھا' کھلی کتاب کی طرح تھی وہ' تو اس کھلی کتاب کا تو آشیر نے ورق ورق پڑھا ہوگا' ٹریول ایجنسی کا مالک ہے' روز بھانت بھانت کے لوگوں سے ملتا ہوگا ابھی ملک سے باہر رہ کر آیا ہے پتا نہیں کیا کیا کرتا پھرتا ہے۔ دن بھر باہر رہتا ہے کیا پتا کتنی لڑکیوں سے ملتا ہوگا جب ہی تو شادی کر کے گھر میں ڈال کر مجھے بھول گیا ہے ورنہ اتنا فرشتہ تو لگتا نہیں ہے کہ عورت کی طرف متوجہ نہ ہو۔ آشیر اپنے بارے میں اس کی سوچ جان لیتا تو یقیناً زور کا تھپڑ رسید کرتا۔

❀ ❀ ❀

وہ آفس سے آ کر بیٹھا ہی تھا جب مشکوٰۃ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی' چہرے کا اضطراب بتا رہا تھا جیسے کسی کشمکش میں ہو' آشیر اس کے بولنے کے انتظار میں تھا۔

''آپ مجھے ابو کی طرف چھوڑ آئیں گے؟'' اس کے لہجے میں ہچکچاہٹ سی تھی' ڈرائیور چھٹی پر تھا ورنہ وہ افروز کے ہمراہ ڈرائیور کے ساتھ ہی جاتی تھی یا اگر یاسر بھائی فارغ ہوتے تو ڈراپ کر آتے۔ آشیر کے ساتھ شادی کے بعد وہ صرف دوبار

ہی ابو، امی کی طرف گئی تھی وہ خود سے بہت کم اس سے مخاطب ہوتی تھی۔ آشیر خاموشی سے جوتے اتارنے لگا اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مشکوٰۃ اسے دیکھ رہی تھی، ماتھے پر آئے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کرتا وہ کافی تھکا تھکا سا لگ رہا تھا۔

''آپ میرے ساتھ جائیں گے؟'' مشکوٰۃ نے دوبارہ اپنا سوال دہرایا۔

''آپ کے ساتھ تو میں کہیں بھی جانے کے لیے تیار ہوں۔'' آشیر نے اپنی پُرسحر نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔ شوخی اس کے لہجے سے عیاں تھی، مشکوٰۃ انگلیاں چٹخانے لگی۔

''میں فریش ہو کے چائے پی لوں پھر چلتے ہیں، اتنے میں آپ بھی تیار ہو جائیں۔'' وہ کپڑے الماری سے نکال کر نہانے کے لیے باتھ روم میں چلا گیا۔ آشیر چینج کر کے نیچے آیا تو نہ چاہتے ہوئے بھی مشکوٰۃ کی نگاہ اس کی طرف اٹھ گئی۔ ٹو پیس میں ملبوس اس کا تازگی کا احساس دلاتا وجود ماحول پر حاوی ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔ افروز آنٹی نے مشکوٰۃ کو دیکھا تو جیسے سر پیٹ لیا۔

''جاؤ اچھے سے کپڑے پہن کر آؤ اور جیولری کس لیے سنبھال کے رکھی ہے، چوڑیاں پہنو ایک دو انگوٹھیاں بھی نکالو اور گلے میں چین بھی ڈال لو۔'' آشیر کے سامنے انہوں نے حکم دیا تھا، ناچار وہ پھر اوپر آئی دوسرے کپڑے پہنے اور جیولری بھی پہنی۔

''آشیر بیٹا! باہر جانے کا خیال دل سے نکال دو، دیکھو تمہارے جانے کا سن کر مشکوٰۃ کیسی اداس لگ رہی ہے۔'' اس کے منظر سے ہٹتے ہی افروز شروع ہو گئیں۔ آشیر کی پرسوں کی سیٹ کنفرم تھی۔

''مما پیپر ورک سارا مکمل ہو چکا ہے، میں رک نہیں سکتا۔'' وہ انہیں یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ میں مشکوٰۃ کی وجہ سے ہی ایسا کرنے پر مجبور ہوں، آپ کی لاڈلی بہو میری وجہ سے اداس نہیں ہے۔ مشکوٰۃ از سر نو تیاری کے بعد آئی تو افروز خوش ہو گئیں۔

''جیتی رہو، سدا سہاگن رہو۔'' انہوں نے دعا دی تو مشکوٰۃ کے لبوں پر عجیب سی مسکراہٹ آ گئی۔

❀.....❀.....❀

آشیر بہت عرصے بعد مشکوٰۃ کے ہمراہ آیا تھا، عباس صاحب کے تو ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے، اسی وقت کھانا تیار کرنے کا حکم دیا، وہ فواد بھائی اور عباس انکل کے پاس ہی بیٹھا رہا۔ کافی دیر باتیں ہوتی رہیں، عباس صاحب کو اعتراف کرنا پڑا کہ وہ بہت میچور اور باشعور ہے، اس کے ناں ناں کرنے کے باوجود انہوں نے کھانے کے بغیر واپس نہیں آنے دیا۔ مشکوٰۃ گھر والوں سے مل کر باہر نکل رہی تھی جب ابو بھی اس کے پیچھے آئے۔

''بیٹا! اپنے گھر خوش تو ہو ناں؟'' انہوں نے بہت آہستگی سے پوچھا، اچانک اس کی آنکھیں بھر آئیں، جنہیں چھپانے کے لیے اس نے سر جھکا لیا اور اثبات میں سر ہلایا۔

''ہمیشہ اپنے گھر میں سکھی رہو اور اپنے شوہر کو بھی خوش رکھو، اچھا نوجوان ہے آشیر!'' ان کا ہاتھ مشکوٰۃ کے سر پر تھا۔ آشیر گاڑی اسٹارٹ کیے اس کے انتظار میں تھا، عباس اس کے پاس آئے۔

''آتے جاتے رہا کرو، مل کے گپ شپ کریں گے۔''

''اوکے انکل! آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ فی الحال پرسوں سعودیہ کی فلائٹ ہے میری، واپس آ کے آپ کے پاس آؤں گا۔''

مشکوٰۃ پچھلی سیٹ پر بیٹھی اپنے آنسو پینے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

''ہونہہ..... اچھا نوجوان ہے آشیر! اپنے شوہر کو خوش رکھو، مجھے سب کی نظروں میں گرا کر یہ شخص اچھا ہو گیا ہے، کتنا خوش لگ رہا ہے ناں۔ مجھے بدنام کر کے کتنے سکون میں ہے، ہر کوئی تعریف کرتا ہے اس کی اور تو اور ابو بھی.....'' وہ آنسو دوپٹے میں جذب کر رہی تھی، ایک کم مصروف سڑک پر آشیر نے گاڑی روک دی۔

''مشکوٰۃ آگے آ جائیں۔'' وہ دروازہ کھول چکا تھا۔

''میں ادھر ہی ٹھیک ہوں۔''

''کم آن آگے آئیں۔'' اب کے بار اس کے لہجے میں تحکم تھا، غصے میں دروازہ بند کر کے وہ اگلی سیٹ پر آ بیٹھی تھی اس کی روئی روئی آواز آشیر کی سماعتوں کی لیے اجنبی نہیں تھی۔

''کوئی پرابلم ہے آپ کو؟ لگتا ہے کافی دیر سے رو رہی ہیں۔''

''جی نہیں مجھے فلو ہے۔'' مشکوٰۃ سرکش ہو رہی تھی۔

❁ ❁ ❁

جس دن آشیر کی فلائٹ تھی اس روز مشکوٰۃ کی طبیعت سچ مچ خراب تھی' اس سے اٹھا ہی نہیں جا رہا تھا' افروز آنٹی نے طبیعت کی خرابی کو بھی آشیر کی روانگی سے منسوب کر دیا۔ سمجھدار خاتون تھیں کتنی بار مشکوٰۃ کی بے زاری نوٹ کی تھی' آشیر ہنستا مسکراتا رہتا پھر وہ چپ ہی رہتی۔ شاید وہ آشیر کی طرح اچھی اداکارہ نہیں تھی' اس نے اپنے رویئے سے کسی کو بھی تعلقات میں خرابی یا بگاڑ کا احساس نہیں ہونے دیا تھا پر مشکوٰۃ بہت جگہ اس کا ساتھ نہیں دیتی تھی۔ سارے گھر والوں کے ساتھ ہنستی بولتی' آشیر کی موجودگی میں کانشیس ہو جاتی' افروز آنٹی کا پکا ارادہ تھا اب آشیر آئے تو جانے نہیں دیں گی۔

❁ ❁ ❁

سردیوں کی شام جلد ڈھل جاتی اور لمبی رات سر پر آ کھڑی ہوتی۔ آشیر کا قیام سعودیہ میں طویل ہوتا جا رہا تھا' مشکوٰۃ گھر کے کاموں میں خود کو مصروف کیے رکھتی' کچن بوا سلمیٰ سنبھالتی تھی اب مشکوٰۃ بھی حصہ دار بن گئی تھی' افروز آنٹی اور عمر انکل سمیت عمارہ بھابی اور یاسر بھائی کی تعریفیں اسے اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ نت نئی ڈشز ٹرائی کرتی عمارہ اور یاسر بھائی کے بچوں' طلحہ' ابوبکر اور موسیٰ کے ساتھ مگن رہتی' کہانیاں سناتی' ان کا ہوم ورک دیکھتی۔ افروز آنٹی کے ساتھ ان کے رشتہ داروں کے گھر ہو آتی' اس نے عمارہ بھابی کی بہت سی ذمہ داریاں بانٹ لی تھیں' وہ اس کی ممنون تھیں ان کی ڈلیوری کا آخری مہینہ تھا۔ بلڈ پریشر بھی ہائی رہتا وہ ذمہ داریاں پوری طرح انجام نہ دے پاتیں۔ یاسر کو بیٹی کا بہت شوق تھا' عاشر کے بھی دو بیٹے تھے اس بار پورے گھر کی خواہش تھی کہ یاسر کے گھر بیٹی پیدا ہو۔ مشکوٰۃ ان کی بھرپور دیکھ بھال کر رہی تھی۔ آشیر کی موجودگی میں جو اجنبیت اس پر طاری رہتی تھی اس کا خاتمہ ہو گیا تھا۔

❁ ❁ ❁

آخری دنوں میں عمارہ کا بلڈ پریشر کنٹرول نہیں ہو رہا تھا' یاسر نے اسپتال میں ایڈمٹ کروا دیا تھا' اس کے پاس اپنی ایک بہن تھی' افروز آنٹی بھی صبح و شام چکر لگا رہی تھیں۔ مشکوٰۃ جب بھی آتی ساتھ کھانے کے لیے کچھ نہ کچھ بنا کے لے آتی' دن میں ایک بار وہ لازماً اسپتال آتی۔ گھر کو بھی دیکھنا ہوتا تھا۔

اس دن بھی مشکوٰۃ گھر میں اکیلی تھی' وہ عمارہ بھابی کے لیے سوپ بنا رہی تھی کچھ دیر بعد ڈرائیور کے ساتھ اسے اسپتال جانا تھا' گیٹ کی بیل بجی آنے والا آشیر علوی تھا۔ بغیر اطلاع دیئے وہ اچانک آیا تھا' گھر میں کوئی بھی نظر نہیں آ رہا تھا' بوا نے بتایا کہ سب اسپتال میں ہیں سوائے مشکوٰۃ بی بی کے۔ بوا کو گھٹنوں کا درد تھا' مشکوٰۃ نے انہیں آرام کا کہہ کر خود کچن سنبھال لیا تھا' وقتاً فوقتاً بوا بھی مدد کرواتیں پر زیادہ کام وہ اب خود ہی کرتی تھی۔

آشیر بوا کے بتانے پر کچن کی طرف آیا تھا' مشکوٰۃ مصروف تھی' دوپٹہ اس نے اتار کر پاس پڑی چیئر پر رکھ دیا تھا' آشیر نے جاندار آواز میں سلام کیا تو مشکوٰۃ اچانک اس کی آواز سے ڈر گئی تھی' اسی خوف میں چمچ اس کے ہاتھ سے چھوٹا اور ابلتے سوپ میں گرا وہاں سے سوپ والی پتیلی الٹی اور اس کے پاؤں پر گری۔

''ہائے اللہ......'' اس کی آواز میں درد تکلیف اور کرب کا احساس رچا ہوا تھا' اس کا ایک پاؤں بری طرح جل گیا تھا' ایک ہاتھ بھی متاثر ہوا تھا' جہاں جہاں سے جلد جلی تھی وہاں اسی وقت آبلے پڑ گئے تھے' آشیر نے اسے پکڑ کر چیئر پر بٹھایا' مشکوٰۃ کے آنسو زار و قطار بہہ رہے تھے وہ بے حد پریشان تھا۔ آشیر کو نہیں پتا تھا ایسے موقعوں پر فوری طور پر اس کی تکلیف دور کرنے کے لیے کیا کرے' اس نے مشکوٰۃ کا وہ جھلسا ہاتھ لبوں سے لگا لیا' اسے کھڑا ہونے میں مدد دی۔ وہ اسے ساتھ لیے قریبی کلینک آ گیا۔ جہاں ڈاکٹر نے مشکوٰۃ کے آبلے کاٹ کر دوا لگائی' تکلیف کی شدت سے اس کی رنگت لال ہو گئی تھی۔ گھر لا کر آشیر نے اسے میڈیسن دی' افروز کے لیے آشیر کی آمد خوش کن اور مشکوٰۃ کا جھلسنا بہت تکلیف دہ تھا' عمارہ پہلے ہی اسپتال میں تھی۔ بوا کو گھٹنوں

کے درد نے لاچار کر رکھا تھا' افروز بے چاری پریشان سی ہوگئیں۔

مشکوٰۃ کی ہر دوسرے دن بینڈیج ہوتی جو اس کے لیے تکلیف کا باعث تھی' دو دن اس نے بینڈیج کرائی تیسرے دن ڈاکٹر کے پاس جانے سے انکار کردیا۔ آشیر انتظار کررہا تھا کہ کب وہ اٹھتی ہے مگر اس کے تیور انکار والے تھے۔

"میں نے نہیں جانا ڈاکٹر کے پاس۔"

"جائیں گی نہیں تو آرام کیسے آئے گا۔" آشیر کا لہجہ بہت نرم تھا۔

"آجائے گا خود ہی۔"

"خود نہیں آئے گا ناں' اچھا مجھے اپنا ہاتھ تو دکھائیں۔" مشکوٰۃ نے بغیر کوئی ہٹ دھرمی دکھائے اپنا ہاتھ اس کے سامنے پھیلا کردیا۔ آشیر نے اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ لیا' مشکوٰۃ کی تمام تر توجہ آشیر کے مضبوط مردانہ ہاتھوں کی طرف مرکوز تھی' صاف رنگت والا ہاتھ جس میں مضبوطی کا احساس بدرجہ اتم تھا۔ آشیر کی گرفت میں نرمی تھی جیسے وہ شیشے کی بنی ہو' دوسرے ہی پل آشیر نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تو مشکوٰۃ کے دل میں شور مچاتے جذبے خاموش ہوگئے۔ جس دن اس پر سوپ گرا تھا آشیر نے اس کا ہاتھ تھام کر لبوں سے لگایا تھا' تکلیف کے باوجود مشکوٰۃ کو وہ سب یاد تھا کہ آشیر کے لبوں نے اس کے ہاتھوں کو چھوا ہے' یکبارگی اس کے دل نے خواہش کی تھی کہ اس روز والا عمل آشیر پھر دہرائے' اپنے لبوں کی مہک اس کے ہاتھ پر چھوڑ دے' ایک بار پھر اسے بے خود کردے۔ وہ کیوں ایسا چاہ رہی تھی' وہ کیوں ایسا سوچ رہی ہے' کیا وہ ہار گئی ہے' شکست کھا رہی ہے۔ آشیر علوی نے اپنی خاموشی سے کوئی دیا روشن تو نہیں کردیا ہے۔

❀ ❀ ❀
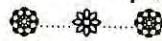
عمارہ بھابی نے ایک پیاری سی بیٹی کو جنم دیا تھا' سب گھر والے خوش تھے' تینوں بھائی اس ننھی سی پری کو حیرت و مسرت سے دیکھ رہے تھے۔ مشکوٰۃ نے بھی اس کے نرم نرم روئی کے گالے جیسی جلد کو ہاتھ سے چھوا تو اسے بہت اچھا لگا' اس نے کتنی بار یہ عمل دہرایا' اسے دیکھ کر موسیٰ بھی ایسے ہی کررہا تھا۔ مشکوٰۃ اس وقت بالکل ایک نئے روپ میں نظر آرہی تھی' بہت نرم اور انوکھی سی۔

❀ ❀ ❀

آشیر بہت مصروف تھا' اس کی واپسی پہلے کی طرح اب شام کو نہیں ہوتی تھی بلکہ رات کو آٹھ ساڑھے آٹھ بجے کے قریب آتا۔ اتنا مصروف رہنے کے باوجود تروتازہ ہی نظر آتا' عمارہ بھابی ننھی گڑیا کے ساتھ مصروف تھیں' ایسے میں ان تین شرارتی بھائیوں کو کنٹرول کرنا اسی کا کام تھا۔

گیارہ بجے کا ٹائم تھا' مشکوٰۃ سونے کی تیاری کررہی تھی دن بھر کی تھکن تھی' اسے جلدی نیند آجاتی تھی ابھی اس نے دروازہ بند نہیں کیا تھا' معاً آشیر بغیر دستک دیئے اندر آگیا۔ نک سک سے تیار خوشبوؤں میں بسا بے حد جاذب نظر لگ رہا تھا' مشکوٰۃ کا دل دھڑک اٹھا۔

"آئیں دروازہ لاک کرلیں' کسی کے آنے کا امکان تو نہیں پھر بھی کوئی آجائے اور پوچھے تو کہہ دیں کہ میں دوستوں کے ساتھ باہر گیا ہوں اور آپ میرے روم میں سو جائیں۔" وہ بہت جلدی میں لگ رہا تھا' اس کی سنے بغیر وہ اسی عجلت میں چلا گیا۔

پتا نہیں اس وقت وہ کیوں جارہا تھا' اپنے لوٹنے کا بتایا بھی نہیں' اس کا انداز ظاہر کررہا تھا کہ وہ مما پپا کے علم میں نہیں لانا چاہتا کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ خیر اس کی بلا سے جہاں بھی جائے' مشکوٰۃ اس کے کمرے میں آگئی' چینج کرکے کپڑے آشیر نے کمرے میں ہی پھینک دیئے تھے' وہ جوں کے توں پڑے تھے مشکوٰۃ اٹھا کے باتھ روم میں لٹکا آئی' وہ بیڈ پر ہی لیٹی۔

"میں کیوں صوفے پر لیٹوں' نوکرانی نہیں ہوں کوئی' خود لیٹیں صوفے پر موصوف میں تو ادھر ہی سوؤں گی۔" وہ جو سونے کے ارادے سے لیٹی تھی' ایک گھنٹہ گزرا دوسرا گزرا نیند آنکھوں میں نہیں اتری۔

تین بج رہے تھے جب موبائل زوردار آواز میں گنگنایا' آشیر کی کال تھی اسے سیڑھیوں والا مین ڈور کھولنے کو کہہ رہا تھا' وہ گھر سے پانچ منٹ کے فاصلے پر تھا۔ مشکوٰۃ دروازہ کھول کر پھر سے لیٹ گئی' اسے بہت غصہ آرہا تھا' وہ کوئی اس کی نوکرانی

ہے جو رات کے تین بجے دروازے کھولے اپنی نیندیں خراب کرے۔ اگلی رات وہ پھر اس کے سر پر کھڑا تھا۔

''میں فرینڈز کے ساتھ جارہا ہوں' آپ میرے روم میں سو جائیں' مین ڈور لاک کرنے کی ضرورت نہیں ہے' آج آپ ڈسٹرب نہیں ہوں گی۔'' کل کی طرح وہ آج بھی بہت اچھے طریقے سے ڈریس اپ تھا اور بہت جاذب نظر لگ رہا تھا۔

مشکوٰۃ خاموشی سے اس کے روم میں آ گئی اور سونے کی ناکام کوشش کرنے لگی' نیند کل کی طرح آج بھی روٹھی ہوئی تھی۔ آج وہ کل سے بھی لیٹ آیا تھا' مشکوٰۃ جاگ رہی تھی' پر سوتی بن گئی۔ وہ صوفے پر بیٹھا شوز اور ساکس اتار رہا تھا' مشکوٰۃ پلکوں کی جھری سے دیکھ رہی تھی کہ اس کے گریبان کے اوپر کے تینوں بٹن کھلے ہوئے ہیں اور بال بھی بکھرے ہوئے ہیں جب وہ گیا تھا اس کی ایسی حالت نہیں تھی۔ وہ بیڈ کی طرف دیکھ رہا تھا جہاں مشکوٰۃ کا قبضہ تھا' وہ اسی طرف آ رہا تھا اس نے سختی سے پلکیں موند لیں' مشکوٰۃ کو محسوس ہوا جیسے کوئی دائیں سائیڈ پر آ کے بیٹھا ہے۔ دوسرے ہی ثانیے دور جاتی چاپ کی آواز آئی' آشیر نے بیڈ پر پڑا دوسرا تکیہ اٹھایا تھا اور جا کے صوفے پر لیٹا تھا۔

❁ ❁ ❁

اگلی پانچ راتیں اس نے شرافت سے گھر ہی پر گزاری تھیں' اس کی دو راتوں کی غیر حاضری مشکوٰۃ کے علم میں ہی تھی' اس وقت وہ کھٹک گئی جب آشیر نے خود آفر کی۔

''آپ کو عباس انکل کی طرف جانا ہے تو میں چھوڑ آتا ہوں آپ کو۔ وہاں جا کے نیند پوری کر لیں۔''

''میری نیندیں یہاں بھی پوری ہو رہی ہیں۔'' وہ کھٹاک سے بولی تھی۔

''آپ کے روم کی لائٹ جلتی رہتی ہے جبھی کہا ہے میں نے۔'' اس نے وضاحت کی۔

''وہ تو ایسے ہی جلتی رہتی ہے۔''

''نیند نہ آئے تو میرے پاس آ جایا کریں۔'' آشیر علوی نے اپنی بے باک نگاہیں اس پر جما دیں۔

''میں اپنی جگہ پر ہی ٹھیک ہوں۔''

''مگر آپ کی نیند تو میرے پاس ہے۔'' آشیر علوی کی گہری مردانہ آواز اس کے سارے اندازوں اور دفاعی باتوں کو غلط ثابت کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

''میں اپنی چیزیں اپنے پاس ہی رکھتی ہوں۔''

''ہاہاہاہا......'' آشیر ہنستا چلا گیا' مشکوٰۃ الجھی ہوئی تھی جانے کیوں وہ ہنس رہا تھا۔

❁ ❁ ❁

اتوار کو وہ پھر خصوصی تیاری کے ساتھ کہیں نکلا' بہانہ وہی تھا دوستوں کے ساتھ جارہا ہوں' اب مشکوٰۃ کے پاس اس کے دوستوں کے نمبر نہیں تھے کہ پوچھ کر تصدیق کرتی۔ دوستوں میں لڑکیاں بھی تو شامل تھیں' خاص طور پر فائقہ۔ اگر وہ کسی سے پوچھ کر کال کرتی' آشیر کو پتا چلتا تو پوچھتا کہ بی بی تمہیں کیا پروا ہے میں دوستوں کے ساتھ ہوتا ہوں کہ کہیں اور' تم یہ پوچھنے والی کون ہوتی ہو پھر اس کی کیا عزت رہ جاتی۔ پہلے بھی کون سا وہ اسے کوئی اہمیت دے رہا ہے' اس گھر میں اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ بس ہر ماہ اسے ضرورت کے پیسے دے کر اسے اس گھر میں لانے کا فرض پورا کر دیتا ہے' باقی مشکوٰۃ کی کوئی اہمیت نہیں ہے' بڑے محبت کے دعوے کرتا تھا' وہ صرف اس کے وجود پر اپنے نام کا ٹھپہ لگانا چاہتا تھا تاکہ اس کے مردانہ غرور کی تسکین ہو سکے۔ گھر سے باہر اس کی ضرورت پوری ہو رہی ہے' آخر کو ہینڈسم ہے' پیسے والا ہے۔ لڑکیوں کو اس میں اٹریکشن بھی فیل ہوتی ہے۔ مشکوٰۃ کی ساری سوچیں منفی تھیں' اپنی جگہ وہ خود کو حق بجانب تصور کرتی تھی۔

❁ ❁ ❁

آج مشکوٰۃ نہ سو رہی تھی نہ سونے کی اداکاری کر رہی تھی' تکیے سے ٹیک لگائے نیند سے بے حال ہوتی آنکھوں کے ساتھ ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ سیڑھیوں پر قدموں کی چاپ ابھری تو حسیات چوکنی ہو گئیں۔

''آپ ابھی تک جاگ رہی ہیں۔'' اس نے حیرت کا اظہار کیا۔

"جی! نیند نہیں آ رہی تھی۔"

"گڈ" نیند نہیں آ رہی تو میرا سر دبائیں بہت درد ہو رہا ہے۔" اس کے کچھ بھی بولنے یا سوچنے سے پیشتر وہ جوتوں سمیت لیٹ گیا' سر مشکوٰۃ کی گود میں تھا وہ یوں بدکی جیسے بجلی کے ننگے سے چھوگئی ہو وہ اتنے قریب کہ وہ ایک دم پیچھے ہٹی۔

"پلیز سر دبائیں ناں مشکوٰۃ!" وہ بہت کم اس کا نام لیتا تھا آج اس کے لبوں سے اپنا نام سن کر اسے کسی انوکھے پن کا احساس ہوا۔ اس نے جھجکتے ہوئے آشیر کی پیشانی پر ہاتھ رکھا جو کہ گرم محسوس ہو رہی تھی۔

"بہت تھک گیا ہوں' دل چاہ رہا ہے آپ پیار سے سلا دیں۔ میری خواہش بھی عجیب سی ہے ناں' آپ کا دل کر رہا ہوگا میرا سر دبانے کے بجائے گلا دبا دیں۔" اس نے آنکھیں کھولتے ہوئے مشکوٰۃ کے ہاتھ تھام لیے جو اس کے ماتھے پر دھرے تھے' کیا تھا اس کے ہاتھ میں بھلا؟ وہ اپنا آپ بھلانے لگ گئی تھی۔ اس نے زور لگا کر اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے نکالنا چاہا۔

"ہونہہ نہیں' اب نہیں پگھلتا میں۔" جس تیزی سے آشیر نے ہاتھ پکڑا تھا اسی تیزی سے چھوڑ بھی دیا' اپنی توہین کے احساس سے اس کا رواں رواں سلگ اٹھا۔

"اب جائیں میں ٹھیک ہوں' بہت جلد آپ کی تمام مشکلات اور تکالیف کا ازالہ کردوں گا۔" مشکوٰۃ الجھ کے اسے تکنے لگ گئی آشیر نے اپنی نگاہیں اس پر جمادیں۔

"اتنے پیار سے نہ دیکھیں مجھے' ضبط کھونے لگتا ہوں میں' کوئی گستاخی ہوجائے گی مجھ سے۔" مشکوٰۃ کو اس کا انداز سراسر تمسخرانہ لگا' جیسے وہ اس کا مذاق اڑا رہا ہو۔

"کاش اس کا اصل چہرہ سب کے سامنے آجائے' اس کے کرتوت سب پر کھل جائیں۔" اس نے صدق دل سے دعا مانگی۔

❀......❀......❀

رمنا کے گھر بیٹا پیدا ہوا تھا' ننھے مہمان کے لیے آشیر نے مشکوٰۃ کو شاپنگ کرنے کے لیے کہا تھا' یہ خالصتاً خواتین کا شعبہ تھا' وہ عمارہ بھابی کو ساتھ لے گئی تھی کیونکہ چھوٹے بچوں کی خریداری کا اسے بھی اتنا خاص آئیڈیا نہیں تھا۔ وہ تو بھلا ہو عمارہ بھابی کا جنہوں نے اتنی مدد کی اور پھر وہ دونوں فرحان بھائی کی طرف گئے۔ رمنا اور فرحان دونوں بہت خوش تھے ان کی خوب صورت سی دنیا مکمل ہوگئی تھی۔

"تم مجھے کب انکل بنا رہے ہو؟" فرحان چھوٹتے ہی آشیر سے بولا' مشکوٰۃ تیز تیز قدم اٹھاتی رمنا کی طرف بڑھ گئی' اس میں آشیر علوی کا جواب سننے کی تاب نہیں تھی۔

"کیا بات ہے ڈسٹرب سی لگ رہی ہو کوئی پریشانی ہے۔"

"ارے نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔" اس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کچھ تو ہے جو تم چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔" رمنا اس کے پیچھے ہی پڑگئی' اس نے لاکھ انکار کیا جان چھڑائی پر رمنا اپنے نام کی ایک تھی' اگلوا کر ہی چھوڑا۔ مشکوٰۃ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا تھا وہ پھٹ پڑی' رمنا آنکھیں پھاڑے ناقابل یقین انداز میں اسے دیکھ رہی تھی' وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھے رو رہی تھی۔

یہاں فرحان کا تجزیہ غلط ثابت ہوا تھا کہ عورت مرد کی محبت سے پگھل جاتی ہے' وہ تو آشیر کی بے اعتنائی سے پگھل رہی تھی' اتنی بڑی بات اس پر آج کھلی تھی۔ مشکوٰۃ نے بہت بے وقوفی کی تھی اس بات کے پیچھے اپنی ازدواجی زندگی داؤ پر لگادی کہ آشیر نے شادی سے پہلے اس کی نیک نامی کو بدنامی میں بدلا۔ خاندان والے کب کے یہ بات بھول بھال گئے تھے کہ ایسا کچھ ہوا تھا' آشیر کی وجہ سے وہ اگر بدنام ہوئی تھی تو آشیر نے اسے اپنا کر عزت بھی تو دی تھی' معتبر بھی تو کیا تھا۔ مشکوٰۃ میں اتنی انتہا پسندی ہوگی اس نے سوچا بھی نہیں تھا' فرحان سے شادی کے بعد اس کی زبانی رمنا کو آشیر کے خالص جذبات کا پتا چلا تھا جو صرف مشکوٰۃ کے لیے تھے اور اس نے تو شاید کبھی یہ جاننے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی تھی کہ آشیر اسے کس قدر چاہتا ہے اس کے سچے جذبات کو مشکوٰۃ نے ہوس کا نام دے کر سراسر اس کی توہین کی تھی' پر مجال ہے جو آشیر نے فرحان سے اس

کا ذکر تک کیا ہو۔وہ دونوں تو یہی سمجھتے رہے کہ آشیر اور مشکوٰۃ خوشگوار نارمل زندگی گزار رہے ہیں۔

❀.....❀.....❀

عمر علوی اور افروز بیگم عمرے پر جارہے تھے ان کا اچانک پروگرام بنا تھا جس دن انہیں جانا تھا اس دن ان کے گھر ملنے جلنے والوں کا رش تھا۔ عباس صاحب بھی نورافشاں کے ساتھ آئے تھے ائرپورٹ روانگی کے بعد گھر خالی خالی سا ہوگیا۔ آشیر ائرپورٹ سے آیا تو عباس بھی اس کے ہمراہ تھے مشکوٰۃ چائے بنانے لگی ابو بہت کم ان کے گھر آتے تھے چائے لے کر اندر گئی تو آشیر علوی اور ابو دونوں پاس پاس بیٹھے تھے۔ آشیر کے چہرے پر معذرت خواہانہ تاثرات تھے وہ دھیمی آواز میں کچھ بول رہا تھا' جبکہ ابو کا چہرہ سوچوں اور پریشانی کا شکار لگ رہا تھا' اسے دیکھ کر آشیر کے لب ساکت ہوگئے۔ آشیر نے مشکوٰۃ کو پانی لانے کے بہانے وہاں سے ہٹا دیا۔

''انکل میں شرمندہ ہوں' میری اس حرکت سے مشکوٰۃ کو ذہنی اذیت اٹھانا پڑی' وہ یہی تصور کرتی رہی کہ وہ نگاہوں سے گرگئی ہے' میں اپنی غلطی مانتا ہوں کہ بھری محفل میں مجھے ایک لڑکی کے تقدس اور احترام کا خیال کرنا چاہیے تھا جو بھی جذبہ تھا یک طرفہ تھا' مشکوٰۃ انوالو نہیں تھی' پسندیدگی میری طرف سے تھی۔ آپ تک بات کسی اور ہی رنگ میں پہنچی تھی۔'' آشیر کا سر جھکا ہوا تھا' وہ ان کی نگاہ میں بہت بلند ہوگیا تھا' مشکوٰۃ کی خوشگوار زندگی اور پیار کرنے والی سسرال دیکھ کر وہ تو یہ بات کب کے بھول بھی گئے تھے آشیر نے یاد کروادیا تھا۔

''اب کبھی اس بات پر معذرت نہ کرنا' میں خوش ہوں کہ تم مشکوٰۃ کا نصیب ہو۔'' انہوں نے شفقت سے آشیر کا کندھا تھپتھپایا تو اسے قدرے سکون کا احساس ہوا۔

عباس انکل کو چائے پیتا چھوڑ کر وہ مشکوٰۃ کی تلاش میں باہر آیا' وہ کچن سمیٹ رہی تھی۔

''آپ انکل کے ساتھ جانا چاہتی ہیں تو چلی جائیں۔'' مشکوٰۃ کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجی۔

''میں نہیں جارہی آنٹی بھی گھر میں نہیں ہیں' عمارہ بھابی نے بھی اپنی امی کی طرف رہنے جانا ہے۔''

''او کے آپ کی مرضی۔'' کندھے اچکاتا وہ دوبارہ عباس انکل کی طرف آیا' وہ اجازت لے کر چلے گئے۔

واقعی مشکوٰۃ ٹھیک کہہ رہی تھی' عمارہ بھابی بچوں کو لیے میکے جانے کے لیے تیار بیٹھی تھیں' انہیں ڈراپ کرکے یاسر بھائی خود اپنی یونٹ کے ساتھ کوہاٹ کے لیے روانہ ہوگئے۔

''آپ کے لیے ایک اچھی خبر ہے میرے پاس۔'' پانی کا گلاس اٹھاتے اٹھاتے مشکوٰۃ رک گئی' اس کی سوالیہ نگاہوں کا اضطراب دوچند ہوگیا۔ ''میں نے عباس انکل کو بتادیا ہے کہ آپ مجھ میں کبھی بھی انوالو نہیں تھیں' جہاں جہاں میری وجہ سے آپ بدنام ہوئیں میں ان سب لوگوں کے پاس جاکر حقیقت بتانے کے لیے تیار ہوں کہ آپ نے مجھ سے افیئر نہیں چلایا بلکہ یہ میں تھا اور جس کی اس حرکت کی وجہ سے آپ کو ذہنی اذیت اٹھانا پڑی۔'' مشکوٰۃ سر پکڑ کر بیٹھ گئی' آشیر بہت سنجیدہ تھا۔

''اب آپ میرا مزید تماشہ نہ بنائیں' میں اس باب کو دوبارہ نہیں کھولنا چاہتی۔''

''مگر لوگوں کو پھر اس بات کا کیسے پتا چلے گا کہ آپ نہیں بلکہ میں خود آپ میں انٹرسٹڈ تھا۔'' وہ شاید اس کی قوت برداشت آزما رہا تھا۔

''مجھے نہیں بتانا کسی کو بھی۔'' اس کا صبر جواب دیتا جارہا تھا۔

''لیکن وہی بات پھر لوگوں کو کیسے پتا چلے گا کہ آپ بہت اچھی لڑکی ہیں اور میرے جیسے نوجوان کے ساتھ تو آپ محبت کرہی نہیں سکتیں۔'' آشیر اس کا مذاق اڑا رہا تھا مشکوٰۃ کھانا ادھورا چھوڑ کر ٹیبل سے اٹھ گئی۔

❀.....❀.....❀

رات آشیر نچلے پورشن میں ہی تھا' مشکوٰۃ بھی ادھر تھی' نچلے حصے میں درخت اور بیل بوٹے بہت زیادہ تھے' اسے ڈر سا لگ رہا تھا کیونکہ آشیر نے ایک کمرے میں داخل ہوکر دروازہ اندر سے بند کرلیا تھا۔ عمارہ بھابی اور یاسر بھائی بھی نہیں تھے' لاؤنج کی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اس نے وہ بھی

بند کرلیں۔ ٹی وی بظاہر آن تھا مگر اس کا دھیان کہیں اور تھا اس کی جو آج آشیر سے گفتگو ہوئی تھی اس کے بعد اس کے ضمیر کو یہ گوارا نہیں تھا کہ وہ اپنے خوف کا اظہار کرتی۔ وہ اسی کشمکش میں تھی کہ آشیر خوشبوؤں میں بسا بہترین کپڑوں میں ملبوس اس کے سامنے آ کھڑا ہوا' گاڑی کی چابی اس کے ہاتھ میں تھی۔

''میں جا رہا ہوں اویس کی طرف' جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔ واپسی پر آپ کو بہت بڑی خوشخبری سناؤں گا۔''

''مجھے ڈر لگ رہا ہے' گھر میں کوئی نہیں رات کے گیارہ تو بج ہی چکے ہیں۔'' وہ روہانسی ہو رہی تھی۔

''لیکن میرا جانا بہت ضروری ہے دوست میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔''

''میں جانتی ہوں سب کہ آپ اتنی رات کو کون سے دوستوں کے پاس جاتے ہیں۔''

''آپ جانتی ہیں تو یہ اور بھی اچھی بات ہے' ویسے آپ بتا سکتی ہیں میں کون سے دوستوں کی پاس جاتا ہوں۔'' آشیر اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

''اپنی ہوس پوری کرنے انسان جہاں جاتا ہے آپ بھی وہیں جاتے ہیں۔'' مشکوٰۃ تن کر کھڑی تھی۔

''آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے۔'' آشیر ابھی تک سکون سے بات کر رہا تھا۔

''ثبوت تو جیتا جاگتا ہے فائقہ کی صورت میں۔'' وہ بے خوفی سے بولی۔

''کیا ثبوت ہے آپ نے مجھے اس کے ساتھ پکڑا؟''

''ہم جب دعوت پر اس کے گھر گئے تو وہ آپ کے ساتھ بیٹھی تھی' بار بار آپ کے کندھے پر ہاتھ مار رہی تھی۔ اویس بھائی بتا رہے تھے کہ وہ آپ کو پسند کرتی تھی' محبت کرتی ہے شادی کرنا چاہتی تھی۔'' مشکوٰۃ دل میں اپنی ذہانت پر خود کو داد دے رہی تھی۔ آشیر نے اسے بازوؤں میں جکڑ لیا تھا۔

''اب آپ بھی میرے بہت قریب ہیں' کیا یہ بھی ہوس ہے؟ پسند آپ کو میں بھی کرتا تھا تو کیا یہ میری محبت تھی کہ ہوس؟'' آشیر کی گرفت سے یوں لگ رہا تھا کہ وہ اس کی چلتی سانسوں تک کو روک دینا چاہتا ہو۔

''وہ مجھ سے محبت کرتی تھی اس میں میری ہوس شامل نہیں تھی۔'' معاً آشیر کی آنکھیں لہو رنگ ہو گئیں' یوں لگ رہا تھا وہ اس کی گرفت میں کسی گڑیا کی طرح چرمرا کے رہ جائے گی۔ آشیر سارا ضبط کھو چکا تھا' اسے جھٹکے سے آزاد کیا تو وہ صوفے سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

''جواب چاہیے مجھے' آج خاموشی سے بات نہیں بنے گی محترمہ مشکوٰۃ صاحبہ!'' آنکھوں میں غیظ و غضب لیے وہ اس کی طرف بڑھا تو تب تک وہ خود کو سنبھال چکی تھی۔

''میں اسے ہوس ہی کہوں گی؟''

''چٹاخ...... چٹاخ......'' آشیر نے پوری طاقت سے اسے دو تھپڑ مارے' وہ دیوار سے ٹکرا کر صوفے پر گری۔ آشیر اسے تھام کر اپنے مقابل کھڑا کر چکا تھا۔

''میں بتاتا ہوں محبت اور ہوس میں کیا فرق ہے' ہوس بھی ایک بیماری ہے جب انسان اس میں مبتلا ہو تو انسان آرام کے لیے ہر ڈاکٹر کے پاس بھاگا جاتا ہے' گویا کہیں سے بھی اپنے جذبات و خواہشات کی تسکین کر سکتا ہے لیکن محبت میں یوں نہیں ہوتا ایک ہی مسیحا ہوتا ہے اس کا۔ چاہے آرام آئے نہ آئے محبت میں انسان جس سے محبت کرتا ہے اسی سے اپنے جذبات و خواہشات کی تسکین کرتا ہے کسی اور سے نہیں۔ مجھے اس فرق کا بہت اچھی طرح پتا ہے' سو میں نے اپنے جذبات اور خواہشات پر پہرے بٹھا دیئے۔ ان کی تسکین کے لیے غلط راستہ استعمال نہیں کیا۔'' آشیر کی انگلیاں اس کے شانوں پر گڑی جا رہی تھی۔

''میں تمہارے ساتھ ایک کمرے میں ایک چھت کے نیچے نہیں رہ سکتا کیونکہ مجھے ڈر تھا میں ایک دن برداشت کرنے کی قوت کھو نہ دوں' تم میری دسترس میں تھیں' مردانگی کے زعم میں مجھے تمہارے وجود پر قبضہ کرنا گوارا نہیں تھا کیونکہ محبت کرتا تھا میں تم سے' جس رات تم نے مجھ سے کلام پاک کی قسم کھانے کو کہا تھا اس رات واقعی میں اس پوزیشن میں نہیں تھا مگر اب میں یہ قسم کھا سکتا ہوں' نو ماہ سے زائد تمہیں اس گھر میں ہو چکے ہیں میں نے اپنے حق کا استعمال نہیں

کیا۔ میں اسی ڈر سے سعودیہ سیٹل ہونے کی تیاری کرتا رہا کیونکہ میری موجودگی میں تم اپ سیٹ رہتی تھیں لیکن دوبار گیا پھر واپس آ گیا کہ تمہیں ایک نظر دیکھ لوں میرے دل کو سکون آ جائے۔ میں اپنا اعتبار تم پر قائم نہ کرسکا' میری وجہ سے تم بدنام ہوئیں میں نے تمہیں اپنا کر عزت دی' اپنی سب محبت خلوص وفا تمہارے نام لکھ دی مگر تم سمجھ نہیں پائیں۔ نو ماہ کم نہیں ہوتے' اتنا عرصہ تم میری محبت کو جان نہیں پائیں' اسے میری ہوس سے تعبیر کرتی رہیں' تمہارے دل میں میرے لیے جو نفرت اور عداوت ہے وہ میں کبھی بھی ختم نہیں کرسکتا اس لیے میں اب اور تمہارے ساتھ نہیں چل سکتا' میں کبھی بھی تمہیں یقین نہیں دلا پاؤں گا' تم اس گھر میں جس طرح آئیں اسی طرح جاؤ گی اسے مہربانی سمجھو یا احسان بہرحال میں نے تم پر کردیا ہے کیونکہ میں اب مزید اپنا امتحان نہیں لے سکتا۔ انسان ہوں فرشتہ نہیں ہوں میرے بھی جذبات و احساسات ہیں کسی بھی وقت بہک سکتا ہوں' نہیں چاہوں گا کہ آپ مجھے الزام دے کر اس گھر سے جائیں' آپ کو یاد ہوگا شاید ایک رات آپ ڈر کر میرے پاس چلی آئی تھیں' وہ وقت میرے لیے بہت کڑا تھا اس کے بعد میں نے رات کو باہر جانا شروع کردیا۔ دوبار چوکیدار سے لاک کھلوا کے اپنے آفس میں بیٹھا رہا' کبھی فضول میں گاڑی اِدھر اُدھر دوڑاتا' تھک جاتا تو واپس آ جاتا' ایک دوبار واقعی دوستوں کی ساتھ رہا مگر زیادہ وقت اکیلے ہی گزرا۔ اس کی وجہ بھی آپ تھیں آپ سامنے ہوتی تھیں تو مجھے لگتا تھا میں ابھی اپنا اعتبار توڑ دوں گا' تھک ہار کر واپس آتا تو سو جاتا' میں آپ کے سامنے آج سرخرو ہوگیا ہوں۔

''میں یہی خوشخبری واپس آ کے آپ کو سنانا چاہتا تھا کہ آپ میری طرف سے خود کو پابند نہ سمجھیں' اس وقت کا انتظار مجھے پہلے سے تھا' مما پپا یہاں نہیں ہیں ان کے سامنے یہ سب ہوتا تو انہیں بہت دکھ ہوتا۔ وہ مجھے اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش بھی کرتے لیکن اب ایسی کوئی مجبوری نہیں ہے آپ جب چاہیں جاسکتی ہیں' میری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔'' مشکوٰۃ کو خبر ہی نہیں ہوئی کہ بے آواز آنسو کتنی دیر سے اس کے گالوں کو بھگو رہے ہیں' آشیر مرد تھا ضبط کر گیا تھا لیکن مشکوٰۃ سے صبر نہیں ہو پایا تھا۔

''آپ کو کب جانا ہے بتادیں؟'' وہ سرخ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا' مشکوٰۃ کے پاس فیصلے کا ایک لمحہ تھا' اس کے بعد وقت نے ہاتھ سے پھسل جانا تھا اور شاید آشیر کی محبت بھی ہمیشہ کے لیے اس سے روٹھ جاتی' اس کا ادراک ابھی ابھی ہی تو ہوا تھا' خود اپنے دل میں آشیر کی محبت جانے کب سے پنپ رہی تھی' اس جذبے کو وہ غصے اور نفرت کی تھپکیاں دے کے آج تک سلاتی اور نظر چراتی آئی تھی مگر اب اور نظر انداز کرنا ناممکن تھا۔ آشیر صوفے پر بیٹھا تھا وہ نیچے آ کے کارپٹ پر اس کے قریب بیٹھ گئی تھی۔

''میں آپ کو چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔'' معاً اس نے آشیر کو دونوں گھٹنوں سے پکڑ لیا جیسے اسے اٹھنے نہ دینا چاہتی ہو' اسے اپنے کانوں پر دھوکے کا گمان ہوا۔ ''مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے' آپ کے پاس رہنا ہے کیونکہ...... کیونکہ...... میں آپ سے محبت کرتی ہوں۔'' سسکیوں اور ہچکیوں کے درمیان ڈوبتے ابھرتے اس نے رک رک کر اپنی بات مکمل کی۔

''محبت وہ ہے جو آپ نے مجھ سے کی' میں ایسی ہی محبت آپ سے کرنا چاہتی ہوں۔ کسی بھی قسم کے کھوٹ سے پاک۔'' روتے روتے اس نے آشیر کا ہاتھ تھاما۔

''آپ کو میرے کسی بھی عمل سے کچھ بھی محسوس نہیں ہوا؟'' اعترافات در اعترافات کا سلسلہ تھا' آشیر ایک لفظ نہیں بولا یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا۔ ''آپ میری ہر بات پر خاموش رہے مجھے یوں لگتا آپ میری بے عزتی کررہے ہیں' میری خواہش ہوتی کہ آپ میری طرف متوجہ ہوں' مجھ سے کھل کے اپنے پیار کا اظہار کریں' آپ کچھ نہیں کہتے تھے مجھے ایسا لگتا کہ جیسے آپ کو صرف اتنی دلچسپی تھی کہ مجھے اس گھر میں لے آئیں۔ آپ کی قوت برداشت اور ضبط نفس سے میں چڑنے لگی تھی کیونکہ مجھے لگتا تھا آپ کو میری ذات سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میرے ہونے یا نہ ہونے سے آپ کو فرق نہیں پڑتا۔ آشیر میں آپ کی محبت کو نہیں سمجھ پائی تھی آپ مجھ

سے دور ہوتے گئے آپ نے مجھ پر اپنا حق نہیں جتایا' یہی بات مجھے آپ کی طرف سے غصہ دلاتی اور مجھے یہ بات آپ کا اسیر کرتی گئی۔ مجھے پتا بھی نہیں چلا کہ میرے دل کی زمین محبت کے پودے کے لیے بہت موزوں تھی' آپ کے نام کا پودا اپنی جڑیں مضبوط کرتا گیا' بس مجھے یہ بات تسلیم کرتے ہوئے ڈر لگتا تھا جب آپ کو پتا چلے گا تو آپ مذاق اڑائیں گے۔ خاندان بھر میں آپ کی محبت کا چرچا تھا مگر اولین ملاقات میں ہی میری ناپسندیدگی کے اظہار کے بعد آپ خاموش ہوگئے مجھے جتایا تک نہیں۔ مجھے اندر ہی اندر سلگاتے رہے' راکھ بناتے رہے' اب کہتے ہیں میں چلی جاؤں۔ میں نے اب کہیں نہیں جانا۔" مشکوٰۃ نے تھک ہار کر اپنا سر اس کے گھٹنوں پر رکھ دیا تھا' آشیر کے جلتے سلگتے جذبوں کو قرار آ گیا' جیسے برسوں بعد صحرا کی خشک ریت پر زوردار بارش ہوئی ہو۔

"میں نے کہیں جانے دینا بھی نہیں ہے' اپنے پاس رکھنا ہے ہمیشہ کے لیے۔ تمہارے منہ سے اعتراف محبت سن کر سکون مل گیا ہے' مجھے ٹوٹ کر چاہو' اپنی محبت سے سب کچھ بھلا دو' آنکھیں بند کرکے میرے ساتھ چلو۔ میں تمہیں گرنے نہیں دوں گا اور آپ ان آنکھوں میں آنسو نہ لائیں' میں نے تمہیں دوبار چپکے چپکے روتے دیکھا اور مشکل سے خود پر صبر کیا' میں تمہارے جذبوں سے انجان تو نہیں تھا کہ ایک لڑکی میرے انتظار میں جاگتی رہتی ہے اور جب میں آتا ہوں تو وہ سوتی بن جاتی ہے۔ وہ میری پیش قدمی کا انتظار کرتی ہے' اپنا آپ مجھ سے چراتی ہے اور ڈرتی بھی ہے کہ میں اس کی چوری نہ پکڑ لوں' اس کے مجرم کا نام نہ جان لوں۔"

"آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟"

"کیونکہ میں اپنی محبت کی مضبوطی جانچ رہا تھا۔" آشیر کے لبوں کی تراش میں مسکراہٹ چمکی' گرج چمک کے بعد مطلع صاف تھا۔

رمنا نے ہی تو اسے بتایا تھا کہ آشیر بھائی وہ بے وقوف لڑکی آپ سے محبت کرنے لگی ہے' اب بھی اگر آپ خاموش رہے تو وہ کوئی حماقت کر بیٹھے گی' یہ تو اسے بھی پتا تھا کہ مشکوٰۃ پگھل گئی ہے' پگھل رہی ہے بس ایک غرور اور زعم میں ہے۔

آج وہ اس سارے ڈرامے کا ڈراپ سین کرنا چاہتا تھا' اس نے دوستوں کی طرف جانے کا اسی لیے کہا تھا کہ مشکوٰۃ کو اس عمل سے چڑ ہوتی ہے' وہ جانتا تھا کہ اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے وہ پھٹ پڑے گی اور اس غصے میں اس کے منہ سے سچ ہی نکلے گا' ڈراپ سین ایسے ہی ہوا تھا۔

مشکوٰۃ اپنے آنسو صاف کررہی تھی' آشیر نے اس کے ہاتھ پکڑے اور اپنے سینے پر رکھ لیے۔

"بہت تنگ کرتی رہی ہو مجھے' اب اور تو نہ کروگی۔" آشیر نے اپنے ہاتھوں سے اس کی نم آنکھیں صاف کیں۔

وہ دور ہوئی آشیر نے ہنس کر اس کی روئی روئی آنکھوں میں جھانکا اور اس کی کوشش ناکام بنادی۔

"تمہاری محبت میں میں نے بھی خود پر بہت پہرے بٹھائے ہیں' اپنے ارمانوں کو کچلا ہے' اب میں قسم کھا سکتا ہوں کہ میں تمہاری روح سے بھی پیار کرتا ہوں۔" آشیر کے لہجے میں سچ کی کھنک تھی۔ "لیکن اب اور تم سے دور نہیں رہ سکتا۔"

"میں کون سا آپ سے دور رہ سکتی ہوں۔" مشکوٰۃ کے لب کپکپائے۔

"تم نے میرے ساتھ بہت بُرا کیا' بہت تنگ کیا مجھے۔ بہت کڑی سزا دوں گا۔" آشیر کے لب دھیرے سے جھکے تھے اور انہوں نے مشکوٰۃ کے کان میں سرگوشی کی تھی' آشیر کے بازو آہنی حصار کی طرح اس کے گرد حمائل تھے۔

خاموشی اور نگاہوں کی زبان میں بہت سے جذبے بول رہے تھے جن کی تال پر مشکوٰۃ کا دل دھڑک رہا تھا اور یہ دھڑکن لمحہ بہ لمحہ پُرجوش ہوتی جارہی تھی۔ آشیر نے دوری کی سب دیواریں گرادی تھیں۔ وہ بھی تو یہی چاہتی تھی کہ آشیر اس کے جذبوں کو پذیرائی بخش دے اور آج آشیر نے دل میں چھپی ان کہی باتوں کو جان کر اسے معتبر کردیا تھا۔

وہی ایک لمحہ زیست کا
فاخرہ گل

بے کراں شب میں کہیں ایک ستارہ ہی سہی
ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا ہی سہی
وہ ہیں اس جیت پہ نازاں یہ خوشی کیا کم ہے
چلیے اس کھیل میں نقصان ہمارا ہی سہی

پینو گڈی رانی اور ناجی چاروں ہی کئی دنوں سے محض پانی پر زندہ تھیں ایسے میں ہمت تو کرنا ہی تھی پھر ناجی کی ذہنی حالت بھی ایسی نہیں تھی کہ اسے گھر چھوڑ کر پینو کوئی مزدوری ہی ڈھونڈ پاتی۔ وہ اچانک ہی بیٹھے بٹھائے گریہ وزاری اور معاف کردینے کی تکرار شروع کرتی تو پینو سے سنبھالی ہی نہ جاتی سو پہلے تو وہ دوسری بستی جا کر استاد کے سامنے منت سماجت کرکے ریڑھی لے کر آئی پھر ناجی کے ہی طریقے کو آزماتے ہوئے اسے افیم چٹائی اور محلے سے ایک عورت بلا کر اس کی مدد سے بمشکل ریڑھی پر ڈال کر اللہ کی اس وسیع زمین پر اس کا فضل تلاش کرنے نکل کھڑی ہوئی۔

اس کا بھی ارادہ بھیک مانگنے کے بجائے جانی کی طرح کوئی مزدوری کرنے کا تھا لیکن بھوک کے مارے جو اُبکائی آتی تو لگتا انتڑیوں سمیت سب کچھ باہر آجائے گا۔ نقاہت کے مارے اس سے دو قدم چلنا محال ہو رہا تھا وہیں رانی اور گڈی کی حالت اس سے بھی ابتر تھی۔ گڈی اور رانی تو اِدھر اُدھر سے مٹی کی ٹکڑیاں اٹھا کر اسی طرح کھانے بھی لگی تھیں جس طرح عام طور پر کچھ ناخن کھاتے ہیں لیکن پینو بھی آخر کیا کرتی بے بسی کا عالم تو یہ تھا کہ وہ چاہنے کے باوجود ان کے لیے کچھ کر نہیں پا رہی تھی۔ بستی سے نکل کر مین روڈ پر آئی تو ٹریفک جام میں سامنے کھڑی گاڑی کو دیکھ کر گویا اس کا دل کٹ کر رہ گیا فرنٹ سیٹ پر موجود میاں بیوی جہاں خوش گپیوں میں مصروف تھے وہیں پچھلی سیٹ پر بیٹھا بچہ خشک گوشت کے ٹکڑے اپنے کتے کے منہ میں ڈالتا ہوا اس کے لچھے دار بالوں میں ہاتھ پھیرتا جا رہا تھا اور کتا بڑی بے نیازی سے اپنے اگلے دونوں پنجے گاڑی کے نیم وا شیشے پر رکھے آتے جاتے لوگوں کو یوں دیکھ رہا تھا جیسے کوئی کلاس ٹیچر ایک پُرہجوم کلاس میں موجود بچوں کو دیکھا کرتی ہے۔ پینو کے دل پر پاؤں پسارے بیٹھا دکھ کا بوجھ بھیگی روئی کی طرح مزید وزن بڑھا گیا تھا۔

اس نے سر جھکا کر ایک نظر اپنے دائیں بائیں موجود رانی اور گڈی کو دیکھا جنہوں نے اپنی دانست میں فوراً وہ مٹی کی ٹکڑے والا ہاتھ پیچھے کرکے خیال کیا کہ شاید پینو اب تک ان کے اس عمل سے انجان ہے اور پینو نے بھی جان کر انجان بنتے ہوئے ان کے بھرم کو قائم تو رکھا مگر دوسری نظر اس کی دور کہیں آسمانوں پر اس بلندیوں والے ربّ کی تلاش میں ضرور گئی جو سمیع بھی ہے اور بصیر بھی اور جس کی نظر میں بلاشبہ تمام انسان برابر ہیں لیکن اس لمحے پینو کا دل چاہا تھا کہ اگر ان بلندیوں میں وہ اپنے ربّ کو ڈھونڈ لے تو اس سے یہ شکوہ تو ضرور ہی کرے گی کہ اے اپنے بندوں کو سب سے زیادہ چاہنے والے ربّ! جب تیری دنیا میں اشرف المخلوقات بھوک سے مر رہی تھی اور جانور ولایتی غذائیں کھا رہے تھے تو تُو نے ان کی خبر گیری کیوں نہ کی؟

عجیب رسم ہے چارہ گروں کی محفل میں
لگا کے زخم نمک سے مساج کرتے ہیں
غریب شہر ترستا ہے اک نوالے کو
امیر شہر کے کتے بھی راج کرتے ہیں

انہی باغی سوچوں کے درمیان ٹریفک کب رواں دواں ہوئی اور لذیز گوشت کے مزے اڑاتا سفید روئی سا خوب صورت کتا آنکھوں سے کب اوجھل ہوا اسے پتا بھی نہیں چلا احساس ہوا تو تب جب باسی روٹی خریدنے والے کا بڑا

ساتھیلا رش کی وجہ سے اس سے ٹکرایا' وہ ادھیڑ عمر شخص بھی شاید جلدی میں تھا اور تھیلا بھرا ہوا تھا اس میں سے پھپھوندی لگی روٹی کے چند ٹکڑے نیچے جاگرے جس پر گڈی اور رانی کی نظریں گویا چپک کر رہ گئیں تب دل نے بڑی خواہش کی کہ کاش یہ روٹی کسی طرح اسے مل سکتی اور وہ اپنی ننھی بہنوں کو کھلا پاتی لیکن دیکھنے میں یہ بے وزن سی روٹی اگر انسان کی زندگی کے پلڑے کے ایک طرف رکھ دی جائے اور دوسری طرف باقی تمام ضروریات تو بھی اسی روٹی کا وزن اس قدر زیادہ محسوس ہوگا کہ انسان کی ساری زندگی کی بھاگ دوڑ کا مرکز ہی روٹی لگنے لگتی ہے۔

اپنا آپ گھسیٹتے ہوئے رزقِ حلال حاصل کرنے کی دھن میں آخر کار وہ بھٹے تک آن پہنچی تھی جہاں دلیق کی مانند بلند قامت اینٹوں کا سرخ سے سیاہ ہوتا بھٹہ منہ سے دھواں اگلتا ان کی پستی کو اپنی بلندی کے زعم میں نظر انداز کیے ہوئے تھا۔ سرخ زمین کربلا کا منظر پیش کر رہی تھی۔ قطار در قطار کچی اینٹیں اپنی باری کی منتظر تھیں جبکہ پکی ہوئی اینٹوں کو مختلف مزدور گدھا گاڑیوں میں مطلوبہ تعداد کے مطابق رکھتے جا رہے تھے۔ کئی عورتیں اپنے نوزائیدہ بچوں کو دوپٹے کی مدد سے کمر پر باندھے بیس بیس اینٹیں ایک ہی وقت میں اٹھائے ہوئے تھیں اور تب ایک بار پھر پینو کا دھیان ریڑھی میں افیم کے زیر اثر غنودگی کی حالت میں پڑی اپنی ماں کی طرف چلا گیا۔ یہ بات ماننے میں اسے کوئی قباحت نہیں تھی کہ وہ لوگ ہر لحاظ سے مفلس تھے کہ مفلسی بھوک پیاس یا اشیاء ضرورت کی کمی کا نام نہیں بلکہ کاہلی اور بے غیرتی بھی اسی مفلس کے عنوان تلے درج ہونے والے سب ٹاپکس ہیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ خدا نے پتھر میں بھی کیڑے کو رزق دینے کا وعدہ فرمایا ہے لیکن پھر یہ بات بھی تو یاد رکھنی ہوگی کہ انسان پتھر کا کیڑا نہیں ہے بلکہ اشرف المخلوقات کا تمغہ سینے پر سجانے والی وہ مخلوق ہے جو بسا اوقات درندگی' حیوانیت اور بربریت میں صف اول پر کھڑی نظر آتی ہے اور پھر اشرف المخلوقات میں بھی سب سے افضل درجے پر فائز ہونے والی ماں...... سامنے بیس اینٹوں اور نوزائیدہ بچے کو اٹھا کر رزق حلال کمانے کی دھن میں مگن اس عورت اور ناجی کو دیکھتے ہوئے ایک بار پھر وہ خود ترسی کا شکار ہونے لگی تھی' سامنے نظر آتے اس منظر نے پینو کے اندر موجود تمام غم' ذلتیں' رسوائیاں بھوک تنگ دستی ظلم بے عزتی سب کو ایک بار پھر زندہ کر دیا تھا اور اپنی ذات پر لگے ان برس نما داغوں کا غم ہر چیز پر چھانے لگا تھا۔

اسے لگا جیسے وہ جاگتے ہونے کے باوجود سوئی ہوئی ہو...... زندہ کھڑی ہونے کے باوجود مرچکی ہو۔ غم کا دھارا ایک بار پھر نشیب سے فراز کی جانب راہ ماپنے لگا تھا کہ اسی دوران ٹھیکیدار کی نظر اس پر پڑی اور اس سے پہلے کہ کسی طور خود اس کی طرف جاتی' تفتیشی نظروں سے دیکھتا وہ ٹھیکیدار اپنا بے ہنگم وجود لیے خود اس کے قریب چلا آیا۔

عورتیں مرد نوجوان لڑکے لڑکیاں کم عمر بچے بھی کام میں مصروف تھے پینو نے بھی ہمت کر کے اس سے کام کی بابت پوچھا لیکن بغیر لگی لپٹی کے اس نے کام دینے سے صاف انکار کرتے ہوئے للچائی نظروں کے ساتھ اسے اپنے پاس آنے کی ڈھکی چھپی بات کی تو پینو کو سب امیدیں ایک بار پھر ٹوٹتی محسوس ہوئیں۔ بغیر کچھ بولے دہشت زدہ ہو کر اس نے نفی میں گردن ہلائی تو ٹھیکیدار نے ریڑھی کو ٹھوکر مارتے ہوئے اسے بھٹے کے علاقے سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ نظروں میں اب لالچ اور ہوس کی جگہ خشونت بھری تھی۔

چار و ناچار بھٹے کی حدود سے اپنا بے جان وجود گھسیٹتے ہوئے وہ سڑک کنارے پہنچی ہی تھی کہ پان سگریٹ کے کھوکے پر بیٹھے دو اوباش آدمیوں نے اس کے سڑک کو چھوتے دوپٹے کا کونہ پکڑا جو پینو کے بڑھتے قدموں کے ساتھ ہی پل بھر میں ساتھ چھوڑ کر اسے بیچ سڑک میں بے حجاب کر گیا۔

''بڑی بے حال ہو رہی ہے لڑکی' خیر تو ہے ناں کہاں سے آ رہی ہے؟'' مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے لوفرانہ انداز میں آنکھ مارتے کہا۔

"چادر دے دے میری ورنہ میں شور مچادوں گی سمجھا......" پینو نے روہانسا ہوتے ہوئے رانی اور گڈی کو خود سے لپٹاتے ہوئے اپنا آپ چھپاتے ہوئے کہا۔

"چل چادر بھی مل جائے گی ادھر تو آ ایک دفعہ......" مکروہ ہنسی شیطانی تاثرات کے ساتھ بکھرتی گئی۔

"کیوں بے، کوئی ماں بہن نہیں ہے تیری؟ کیوں تنگ کررہا ہے اسے؟" موٹر سائیکل پر گزرتے بوبی نے معاملہ بھانپتے ہوئے تیزی سے گزرتے موٹر سائیکل کو ریورس کیا تھا۔

"ماں بہن تو ہے یار پر اس کی کمی ہے۔" دونوں نے ایک دوسرے پر ہاتھ مارتے ہوئے خباثت سے اسے دیکھا۔

"اور تجھے بڑی تکلیف ہورہی ہے چل تجھے ضرورت ہے تو تُو لے جانا۔ ہم اس چھوٹی پر ہی گزارا کرلیں گے۔" چادر کا گولہ بنا کر بوبی کی طرف اچھالتے ہوئے بڑی سخاوت کا مظاہرہ کیا اور ساتھ ہی اپنی پسند اور حق سے دستبردار ہوکر اب رانی کو منتخب کیا۔

"ابے تیری تو میں......" چادر پینو کی طرف پھینکتے ہوئے بوبی فوراً موٹر سائیکل سے اترا اور گالی دیتے ہوئے اپنی شرٹ اٹھا کر پینٹ میں اڑستا ہوا ریوالور دونوں پر تان لیا۔

"تم لوگ مجھے بھول گئے ہوگے لیکن میں نہیں بھولا اور دیکھنا اس دن کا بدلہ آج لیتے ہوئے وہ حشر کروں گا کہ آئندہ اس قابل ہی نہیں رہو گے دونوں۔" نسبتاً فربہ شخص کا گریبان پکڑ کر جھنجوڑتے ہوئے بوبی نے کہا تو اس کے ہاتھ میں ریوالور لہجے کی مضبوطی اور آہنی جسم کو دیکھ کر دوسرا پاس کھڑا کھسیانے لگا۔

"اوئے بابر تُو......؟" کل اور آج کے بابر میں اس قدر فرق دیکھ کر وہ بے حد حیران ہوا تھا۔

جذباتی تو وہ تھا ہی اس پر آج موقعہ بھی تھا جبھی ریوالور صرف دکھاوے کے لیے استعمال کرتے ہوئے ان دونوں پر اپنی بازوؤں کی طاقت یوں آزمائی کہ انہیں ہاتھ باندھ کر بھاگتے ہی بنی لیکن اس کے ساتھ ہی پینو کی ہمت بھی جواب دے گئی۔ ریڑھی پر کچھ دیر سہارا لینے کی خاطر کوشش کرتے کرتے اب وہ زمین پر ڈھیر ہوگئی تھی۔ رانی اور گڈی بھی اس کی یہ حالت دیکھ کر رونے لگیں تو بوبی کی بوکھلاہٹ دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی، ریڑھی میں بے ہوش پڑی ادھیڑ عمر عورت، سڑک کنارے گری پینو اور روتی چیختی سہمی ہوئی دونوں بچیاں...... آخر اب وہ انہیں کس کے سہارے پر چھوڑے؟ یہیں چھوڑے یا ساتھ لے جائے؟ ساتھ لے جائے تو کہاں؟ ان دونوں کے سامنے رعب اور دیدہ دلیری کا مظاہرہ کرنے والا بوبی اس انوکھی صورتِ حال پر بُری طرح بوکھلاہٹ کا شکار تھا۔

❀......❀......❀
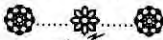
یہ سچ تھا کہ پہلی مرتبہ ان رنگین کلیوں میں آنے سے پہلے بوبی اور جانی نے عہد کیا تھا کہ وہ صرف ایک ہی مرتبہ جا کر وہاں کی دنیا دیکھیں گے اور بس اس کو وہ اپنی عادت ہرگز نہیں بنائیں گے اور اس وعدے پر بوبی تو قائم رہا لیکن جانی اس وعدے سے کچھ مکرسا گیا تھا۔ ایک مرتبہ وہ بوبی کے ساتھ گیا تھا اور گزری ہوئی شب بھی وہ گیا تو ضرور مگر ظاہر ہے کہ بوبی کے بغیر۔ باوجود اس کے کہ اس کے علم میں جانی کے بتائے بغیر بھی سب تھا اور آج پھر وہ جانے کے لیے تیار ہورہا تھا کہ بوبی عجلت میں گھر کے اندر داخل ہوا اور آتے ہی کبرڈ میں موجود لاکر کی چابی نکالنے لگا۔

"کیوں بھئی خیر تو ہے؟ نہ سلام نہ دعا...... لگتا ہے بڑی جلدی میں ہے۔" جانی نے اندازہ لگایا۔

"ہاں یار دراصل نیچے ٹیکسی میں کچھ لوگ بیٹھے ہیں ان کے ساتھ جارہا ہوں۔ کچھ پیسے چاہیے تھے بس اس لیے گھر آنا پڑا۔ تجھے کوئی کام تو نہیں آ چل اکٹھے چلتے ہیں۔"

"نہیں یار تُو جا، میں ذرا چندا کی طرف جارہا ہوں۔" سر کھجاتے ہوئے اس نے کہا تو الماری میں گھسے بوبی نے سر باہر نکال کر اسے دیکھا اور شرارت سے سیٹی بجاتے ہوئے ہونٹ سکوڑے۔

"تُو مجھے غلط نہ سمجھ یار، میں کسی غلط کام کے لیے نہیں جارہا۔" بوبی کے معنی خیز انداز میں سیٹی بجانے پر جانی خجل

سا ہو گیا تھا۔
"نہیں تو کیا تُو وہاں پر یتیموں کے لیے چندہ مانگنے جاتا ہے؟" نوٹ گنتی کرتے ہوئے بوبی نے لمحہ بھر کے لیے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔
"یار بوبی! میں اس لڑکی کو وہاں کے بدبودار ماحول سے نکال لینا چاہتا ہوں بس تُو دعا کر کہ وہ میرا ساتھ دے۔"
"اوئے تو سیریس ہے سچ سچ بتا۔" نوٹوں کو گنتی کے دوران ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل کرتی انگلیاں تھم سی گئی تھیں۔
"سچ ہی تو کہہ رہا ہوں اب کیا قسم لے گا مجھ سے؟" اور بوبی جانتا تھا کہ وہ جو کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے کیونکہ اس کے چہرے پر بکھری سچائی خود سے اپنا ہونا بیان کر رہی تھی۔
"یہ پیسے تجھے پتا ہے ناں استعمال کرنے سے پہلے تجھے سوچنے کی ضرورت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہوگی سمجھا ناں؟" بوبی لمحہ بھر کے لیے رکا تو جانی نے اثبات میں گردن ہلائی۔
"جتنا روپیہ چاہیے لے کر اسے وہاں سے نکال لا میں ہر طرح سے تیرے ساتھ ہوں لیکن سن زبردستی نہیں ہاں......"
"بالکل نہیں اگر آج پھر وہاں جانے کا مقصد ہی یہی ہے کہ میں نہیں چاہتا آنٹی نما عورت اسے منہ مانگی رقم دے کر اب کسی اور کے حوالے کر دے اور میں اس دن تک روز جاؤں گا بوبی جب تک اسے وہاں سے نکال نہیں لاتا۔"
"ہوں چل ٹھیک ہے کسی ایک لڑکی کی تو زندگی برباد ہونے سے بچے گی ناں۔" روپے گننے کے بعد ان پر ربڑ چڑھاتے ہوئے بوبی نے اس کا کندھا تھپتھپایا اور باہر نکل گیا۔
جانی بھی تقریباً تیار ہی تھا سوان دو اداس خوابیدہ آنکھوں کا تصور ذہن میں لیے تنقیدی نظروں سے خود کو آئینے میں دیکھا اور سیڑھیاں پھلانگ کر پارکنگ میں کھڑی موٹر سائیکل تک پہنچا اور ہوا کی رفتار سے اڑاتا ہوا ایک بار پھر اس جگہ جا پہنچا جہاں خلافِ قدرت گویا سورج رات کو حاضری دینے آتا اور صبح ہوتے ہی وقتِ مقررہ پر جھروکوں سے غائب ہو جاتا اور پردے گرا دیئے جاتے۔
سیڑھیاں چڑھنے کے بعد آج بغیر کسی تعارف کے وہ اسی وسیع ہال نما کمرے میں پہنچا تو آنٹی شاید کہیں جانے کے لیے تیار کھڑی تھیں۔ اسے دیکھا تو حیران سی رہ گئیں اور اس سے کہیں زیادہ حیران اس وقت ہوئیں جب جانی نے آج پھر چندا کے ساتھ رات بتانے کے لیے طے شدہ رقم ان کے سامنے رکھ دی۔
"میاں لگتا ہے دل دے بیٹھے ہو ہماری چندا کو۔" انگوٹھیوں والا ہاتھ بڑی ادا سے ماتھے تک لے جاتے ہوئے آنٹی نے آگے سے کٹے ہوئے بالوں کو پیشانی پر سے پیچھے دھکیلتے ہوئے پیشہ وارانہ انداز میں کہا۔
"ارے نہیں آنٹی! بس اپنا غم غلط کرنے کا وقتی بہانہ ڈھونڈا ہے اور بس...... ورنہ یہ دنیا تو ہماری دنیا سے کہیں مختلف ہے اور بھلا کیا تیل اور پانی کا بھی کبھی ملاپ ہو پایا ہے؟" وہ آنٹی کو شک بھی نہیں ہونے دینا چاہتا تھا کہ اس کے ذہن میں کیا ہے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ آنٹی کو چندا سے بڑی امیدیں ہیں کہ اس کی وجہ سے ان کی تجوری گوندنی کے پیڑ کی طرح بھر جائے گی اور اگر انہیں جانی کے ذہن میں پلتے کسی بھی خیال کی کوئی بھنک بھی پڑ گئی تو وہ اسے چندا سے ملنے تو دور دیکھنے کی بھی اجازت نہیں دیں گی۔
"ہوں...... بڑے سمجھ دار لگتے ہو۔" آنٹی اس وقت بوسنیا کے سربوں کی طرح ہر قسم کے اختیارات کے نشے میں ایک چیل صفت عورت کی مانند معلوم ہو رہی تھیں جبکہ دوسری طرف جانی میں بوسنیا کے مسلمانوں سا جذبہ تھا خالص بھرپور اور سچا۔
"ویسے بھی میں نے اس کی پرورش اور دیکھ بھال ہسپتال کے انکیوبیٹر میں رکھے ست ماہی بچے کی طرح بڑی مشکل سے کی ہے اور میں اسے کسی غلط انسان کے حوالے کبھی نہیں کر سکتی۔"
"جانتا ہوں آنٹی! اور میں اب تو یہاں کا پکا گاہک ہوں اکیلی جان ہے میری نہ گھر نہ گھر والے۔ کچھ وقت چندا کے ساتھ گزاروں گا پھر کسی اور کے ساتھ اور پھر کسی اور کے......" ہال میں داخل ہوتی دولڑکیوں کو جان بوجھ کر جانی

نے تفصیلی نظروں سے دیکھا۔ "البتہ پیسوں کی شکایت نہیں ہونے دوں گا کبھی۔"

"ہوں..... " آنٹی نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے کچھ سوچا اور بندو کو بلا کر چندا کو تیار ہونے کا پیغام بھجوانے کے بعد اسے انتظار کرنے کا کہا اور خود اپنی دونوں لڑکیوں کے ساتھ روانہ ہوگئیں تو جانی نے ان کے جاتے ہی سکھ کا سانس لیتے ہوئے خدا کا شکر ادا کیا اور کچھ ہی دیر بعد بندو کی ہمراہی میں رنگدار شیشوں کی ٹکڑیوں سے سجے روشندان کے اس پار جا پہنچا جہاں غیر متوقع طور پر آج پھر جانی کو اپنے سامنے موجود پا کر چند لمحوں کے لیے اداس اور خوفزدہ بیٹھی چندا کھل سی گئی تھی اور اس کے چہرے پر بکھرتے خوب صورت رنگ جانی کی آنکھوں سے چھپ نہیں پائے تھے۔

"آپ..... مجھے یقین نہیں آرہا۔" وہ جو اس کے جانے سے اب تک دل کا بوجھل پن برداشت کر رہی تھی، برداشت نہ کرسکی تو پوچھ ڈالا۔

"یقین تو مجھے بھی نہیں آرہا کہ تم میرے آنے پر یوں خوش بھی ہوسکتی ہو۔" جذبات کا جواب جذبات سے ہی دیا گیا تھا۔

"دراصل مجھے لگتا تھا کہ اب آپ شاید واپس نہ آئیں اور اگر آپ آئے بھی تو اتنی جلدی یوں دوسرے ہی دن..... اس بات کا تو مجھے ہرگز یقین نہیں تھا۔" ننھا سا دہانہ مسکراتے ہوئے کھل سا گیا تھا۔

"میں اس وقت تک آتا رہوں گا جب تک تمہیں میرا یقین نہ آجائے۔" حسب سابق اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھنے کے بجائے وہ ایک مناسب فاصلے پر موڑھا رکھ کر بیٹھ گیا اور اس کے جواب میں چندا کی مسکراہٹ غائب ہوگئی اور سنجیدگی نے اپنا وجود ظاہر کیا۔

گھٹنوں کے بل بیڈ کے کنارے تک پہنچ کر وہ نیچے اتری اور آج اس کے بغیر کہے ہی باتھ روم جا کر کپڑے بدل کر اور میک سے اٹا چہرہ دھو کر آئی تو ابھرتے سورج کا یہ منظر جانی بڑی دلچسپی اور شوق سے بس دیکھتا ہی رہ گیا۔

"میں آپ پر کبھی بھی یقین نہیں کروں گی۔" باتھ روم سے آنے کے بعد اس نے ہلکے ہاتھ سے اپنا گیلا چہرہ تھپتھپایا۔ کل کے مقابلے میں آج وہ ریلیکس تھی اور جانی سے ڈرے جھجکے یا خوفزدہ ہوئے بغیر بات کر رہی تھی اور اس کے یوں کہنے پر جانی کے چہرے پر ایک سایہ سا آ کر رک سا گیا تھا۔

"مجھے حیرت ہے چندا کہ اس ماحول میں پلنے بڑھنے کی وجہ سے تمہیں اب تک انسانوں کی پہچان دوسروں کے مقابلے میں کہیں زیادہ ہونی چاہیے لیکن پھر بھی تم میرے جذبوں کی سچائی پر یقین کیوں نہیں کر پا رہی ہو۔"

"میں آپ پر کبھی یقین نہیں کروں گی کیونکہ آپ نے خود ہی تو کہا تھا ناں کہ آپ اس وقت تک ہی آئیں گے جب تک میں یقین نہ کرلوں۔"

"اوہ..... تو یہ بات ہے۔" جانی نے گہری سانس لی۔ "اگر کبھی جو میں نے آنا چھوڑ دیا تو یاد کرو گی مجھے.....؟"

"ہم بھلانے والوں میں سے نہیں ہیں بلکہ لوگ ہمیں بھلانے میں محض چند لمحے لیتے ہیں اور بس رات گئی بات گئی سمجھ کر اپنی دنیا میں مگن ہو جاتے ہیں۔" چندا نے سچائی سے اعتراف کیا۔

"اگر آپ نا آئے تو یقیناً کوئی اور ہوگا اور ہر کوئی آپ کی طرح ہو یہ ناممکن ہے۔" ایک مدھم سی مسکراہٹ جملے کے آخر میں اس کے گلابی گالوں پر بکھری تو ضرور مگر ان ادھ کھلی آنکھوں سے ویرانی کے موسم نے ہجرت کرنے سے صاف انکار کردیا۔

"جبھی تو کہتا ہوں کہ میرا اعتبار کرو میں نہ تمہیں کبھی بھولوں گا اور نہ ہی تنہا چھوڑوں گا کیونکہ میں صرف ایک دو دن یا مہینے بھر کے لیے نہیں بلکہ ہمیشہ کے لیے تمہیں اپنانا چاہتا ہوں اور اس دلدل سے باہر نکال لینا چاہتا ہوں۔" جانی کے گمبھیر لہجے پر چندا ایک بار پھر چونک گئی تھی' الفاظ چیخ چیخ کر اپنے سچے ہونے کی گواہی دے رہے تھے لیکن چندا اب تک ذہنی طور پر خوفزدہ تھی اگر مگر لیکن ویکن مل کر اس کے قدم ڈگمگائے دے رہے تھے کہ ایسے کبھی نہ

بھولنے والوں کے وعدے تو وہ پالنے سے ہی سنتی آئی تھی۔ لیکن پھر بھی جانی کے رویے نے اسے چندا کے دل میں بالکل منفرد مقام بخشا تھا جس کی بڑی وجہ اس کا چندا کو عزت دینا تھا' اتنے روپے دینے کے بعد بھی نہ گانا نہ فسانہ.....وہ بھی اسے اسی بات پر آمادہ کرنے کی دھن میں تھا کہ کسی طور وہ یہاں سے نکل کر نئی زندگی شروع کرنے کی ہمت کرے اور بس..... باہر سے آتی ہلکی سرد ہوا کمرے کے ماحول کو بوجھل کرنے لگی تھی' اپنے سچے جذبات کی بے قدری پر جانی بھی دل مسوس کر رہ گیا تھا لیکن پھر بھی اس نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ چندا نے اٹھ کر کھلی ہوئی کھڑکی بند کی' اسی دوران کمرے کے دروازے پر دستک کے ساتھ ہی بندو کی آواز ابھری۔

''چندا بی بی! کچھ کھانے کو لایا ہوں اگر موڈ ہو تو.....''

بندو کی آواز آئی تو دونوں کی نظریں باہم ملیں لیکن چندا کی سوالیہ نظریں جانی کی شکوہ کناں آنکھوں کے سامنے ٹھہر نہیں سکی تھیں اور وہ خوامخواہ اِدھر اُدھر دیکھنے لگی اور باتھ روم کی طرف بڑھتے ہوئے بولی۔

''ہاں بندو! آجاؤ اندر۔'' چندا نے باتھ روم کا دروازہ بند کیا ہی تھا کہ بندو کسی روبوٹ کی مانند ایک ٹرے میں گرما گرم آلو کے پراٹھے' دہی پودینے کی چٹنی اور لسی رکھے اندر لے آیا۔ ایک طرف رکھا چھوٹا سا میز گھسیٹ کر موڑھے پر بیٹھے جانی کے سامنے رکھا' برتن سجائے اور جس طرح نظریں نیچے کیے ہوئے آیا تھا اسی طرح چلا بھی گیا۔ اس کے جانے کے فوراً بعد چندا نے باہر آکر دروازے کو لاک کیا اور صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

''دراصل میں نہیں چاہتی تھی کہ مجھے یوں اس گھریلو حلیے میں دیکھ کر بندو آنٹی سے کچھ بھی کہتا اور وہ مجھ سے طرح طرح کے سوال کرنے لگتیں اس لیے۔'' چندا نے وضاحت کی تو جانی نے بھی دل ہی دل میں اس کے محتاط رویے کو سراہا۔

''لیکن اس وقت یہ پراٹھے؟''

''میں نے ہی بنوائے تھے لیکن جب پتا چلا کہ کوئی گاہک آیا ہے تو بھوک مر گئی اور میں نے کھانے سے انکار کردیا' شاید اسی لیے پوچھنے آگئے تھے۔''

''ہوں چلو پھر کھانا شروع کرو۔''

''اور آپ.....آپ نہیں کھائیں گے کیا؟'' چندا کو لگا شاید جانی اس سے ناراض ہے۔

''نہیں مجھے بھوک نہیں ہے۔'' چندا نے اٹھ کر ہاتھوں سے نوالہ بنا کر کھلانا چاہا لیکن جانی نے شائستگی سے منع کردیا اور خود نوالہ بنا کر اس کا دل رکھنے کی غرض سے کھانے لگا۔

''ناراض ہیں مجھ سے؟''

''نہیں تو' تم نے یہ کیوں سوچا؟''

''بس مجھے لگا کہ آپ مجھ سے ناراض ہیں' اس لیے پوچھ لیا۔'' اس کے لیے بنا گیا نوالہ چندا نے اپنے منہ میں ڈالا۔

''ہوں.....اچھا چھوڑو' یہ بتاؤ تمہاری کوئی دوست ہے؟''

''بچپن میں تو بہت تھیں مگر جب سے یہاں آئی ہوں کوئی بھی اس قابل نہیں لگتی کہ انہیں دوست بناؤں۔''

''بچپن میں یعنی تم.....'' اس کی روانی میں کہی گئی بات پر جانی چونکا تھا مگر شاید چندا اس سے اپنا ماضی شیئر نہیں کرنا چاہتی تھی' جبھی اِدھر اُدھر کی باتوں میں ٹالنا چاہا تو جانی نے بھی زیادہ اصرار نہ کیا۔

باہر رات کی تاریکی ہر شے کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی اور صبح کی سپیدی ظاہر ہونے تک محض چند ایک باتوں کے علاوہ وہ دونوں ایک دوسرے کو مکمل طور پر جان چکے تھے' چندا دل ہی دل میں اس کی احسان مند تھی کہ بھیڑیوں کے اس جنگل میں وہ اب تک اسے بچائے ہوئے تھا اور اسی کی بدولت وہ اب تک کسی کے بھی ہوس میں لتھڑے لمس اور بہکی ہوئی باتوں کے تعفن زدہ شیرے سے مکمل طور پر محفوظ تھی۔

جبھی تو اس رات دونوں کے درمیان فون نمبرز کے تبادلے بھی ہوئے اور جب وہ جانے لگا تو چندا نے خود کہہ کر بندو سے چائے منگوائی' یقیناً وہ اس وقت کے تھم جانے اور اس رات کی کبھی صبح نہ ہونے کی خواہاں تھی لیکن یہ وقت بھی کبھی تھما ہے بھلا.....!

''اوہ اچھا...... اور پھر۔'' ٹیکسی کے ذریعے وہ ان چاروں کو کسی طور اسی گھر میں لے آیا تھا جہاں وہ خود پلا بڑھا تھا اور جس کی در و دیوار کے ساتھ اب بھی اسے اپنی ماں کی خوشبو لپٹی ہوئی محسوس ہوتی۔

''بس پھر کیا' باقی بھٹے سے واپسی تک، کے حالات تو ویسے بھی آپ کے سامنے ہی ہیں۔'' پینو نظریں جھکائے اپنی انگلیاں مسل رہی تھی' ناجی پاس ہی چارپائی پر سوئی ہوئی تھی یوں بھی وہ بیمار تو تھی نہیں کہ اسپتال لے جایا جاتا اور یہ گھر کیونکہ بوبی خرید چکا تھا اس لیے انہیں پریشان حال سمجھ کر یہاں لے آیا تھا۔ پینو ٹیکسی میں ہی ہوش میں آ گئی تھی' گھر آ کر پیٹ بھر کر کھانا کھایا تو حواس بحال ہونے لگے اور اس نے اول تا آخر اسے سب کچھ سچ سچ بتا بھی دیا۔

پینو کی آواز میں رچی اداسی خود بوبی کے دل کو گھائل کر رہی تھی اور ویسے بھی پینو کے حالات و واقعات سننے کے دوران مختلف سوال کرتے ہوئے کڑیوں سے کڑیاں ملاتے ہوئے بوبی اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ ہونا ہو یہ جانی ہی کے گھر والے ہیں اور تب سے اس نے اس بچے کھچے گھرانے کی خوشیاں ہر ممکن طریقے سے لوٹانے کا عہد کیا تھا لیکن اس کے لیے اسے سب سے پہلے پینو کو اعتماد میں لینا تھا جو اس کے یوں التفات برتنے پر بے حد حیران تھی' ابھی وہ اس پہلو پر سوچ ہی رہا تھا کہ ناجی سوتے سوتے ہی ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

''بچالو مجھے خدارا بچالو'' بوبی کو سامنے پایا تو اسی کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے اور پھر چونک کر پینو کی طرف رخ کیا۔

''یہ دیکھ پینو میرے جسم سے خون رس رہا ہے' کیسے غلیظ زخم ہوگئے میرے جسم پر اور دیکھ تو کتنی بدبو اٹھ رہی ہے ان میں سے۔'' ناجی اپنے نادیدہ زخم پینو کو دکھا رہی تھی اور ساتھ ساتھ میلے ناخنوں سے ان زخموں کو کھرچتی بھی جا رہی تھی جو حقیقت میں تھے ہی نہیں۔ پینو بھی اس کی تسلی کے لیے دل جوئی کرتے ہوئے اس کے جسم کو ہلکے ہاتھ سے سہلاتی جا رہی تھی۔

''اور...... اور یہ کمر تو دیکھ میری' کوڑوں کی ضربیں مجھے لیٹنے نہیں دیتیں' کیا کروں کوئی مجھے معاف ہی نہیں کرتا وہ جو اوپر بیٹھا ہے ناں وہ تو مجھے دیکھتا بھی نہیں ہے۔'' ناجی کی آنکھیں برسنے لگی تھیں کہ اچانک بڑی سرعت سے نیچے اتر کر پاؤں لٹکا کر بیٹھی پینو کے پاؤں پکڑ لیے تو گھبرا کر پینو اس کے ہاتھ ہٹا کر خود بھی نیچے اس کے پاس بیٹھ گئی۔ بوبی کے لیے یہ سب انتہائی حیرت انگیز عمل تھا سو وہ بھی ناجی کی حرکتوں پر ششدر رہ گیا۔

''تُو بھی تو مجھے معاف نہیں کرتی ناں پینو! تو پھر وہ اوپر والا کیسے کرے گا معاف؟'' گلوگیر لہجے میں ناجی نے بچوں کی سی معصومیت سے شکوہ کیا۔

''اماں تُو کیا کہہ رہی ہے؟ میں نے تجھے معاف کر دیا ہے آج نہیں بہت دنوں پہلے ہی اور تُو خود سوچ ناں کیا میں تجھ سے خفا ہو سکتی ہوں۔''

''اگر تُو راضی ہے تو یہ سرخ انگاروں سی آنکھوں والے لوگ کیوں میری طرف آ رہے ہیں اور...... اور اس کا کوڑا بھی تو نہیں رکتا ناں پینو! انہیں روک دے خدا کا واسطہ ہے انہیں روک دے۔'' ناجی نے کمرے میں کسی نہ نظر آنے والی چیز کی جانب اشارہ کیا اور پھر ایک دم ناجی کی دلخراش چیخ جو کمرے میں ابھری تو وہ درد سے بلبلاتی محسوس ہوئی۔ بوبی سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ ایسے میں انہیں سکون پہنچانے کے لیے اسے کیا کرنا چاہیے۔

پینو نے آگے بڑھتے ہوئے تڑپ کر ناجی کو اپنے بازوؤں میں سمیٹنا چاہا' گڈی اور رانی بھی ماں کی یہ حالت دیکھ کر بلکنے لگی تھیں۔ لاکھ کوشش کے باوجود پینو ناجی پر اپنی گرفت قائم نہیں رکھ پا رہی تھی' نتیجتاً وہ بار بار پچھاڑیں کھانے لگتی۔

''انہیں کیا ہو رہا ہے پینو! اور یہ کیسے ٹھیک ہوں گی؟'' بوبی نے ناجی کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا تو پینو اس کی موجودگی کا سہارا جان کر فوراً ہی رو دی۔

یوں بھی تنہا حالات کا مقابلہ کرتے کرتے اب وہ تھکنے لگی تھی لیکن پھر بھی باوجود کوشش کے حالات تیز ہوا کی طرح قابو میں ہی نہ آتے اور پھر ناجی کی حالت اس کے

لیے دُہری اذیت تھی۔

"لوگ کہتے ہیں شاید انہیں کسر ہوگئی ہے۔" دوپٹے کے کونے سے آنسو پونچھتے ہوئے اس نے لوگوں کا تجزیہ بوبی کے سامنے رکھ چھوڑا تھا۔

"کسر......؟" بوبی اس کی بات کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔

"مطلب کوئی جن وغیرہ...... دماغ کام نہیں کرتا ان کا۔" بوبی کو باتیں کرتے دیکھا تو پینو کی گرفت سے خود کو ایک جھٹکے میں آزاد کرواتے ہوئے اب وہ بوبی کے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑی تھی اور یہی وہ موقعہ تھا جب پینو نے موقع پاتے ہی جانے کیا عقب سے آ کر اس کے منہ میں ڈالا کہ وہ رفتہ رفتہ سست ہونے کے بعد غنودگی میں چلی گئی۔

بوبی کے لیے یہ طریقہ علاج انتہائی حیران کن تھا' کچھ دیر وہیں موجود رہ کر سوچتے ہوئے وہ اٹھا اور محلے کے امام مسجد کی طرف چل دیا کہ اس کے ذہن میں یہ بات بچپن سے نقش تھی کہ دنیا میں ظاہر ہونے والی کوئی بیماری' پریشانی یا آفت ایسی نہیں جس کا علاج اس کتاب برحق میں نہ ہو جسے "قرآن کریم" کہا جاتا ہے۔

❁......❁......❁
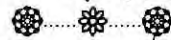
جانی تب سے مسلسل چندا سے ملنے کے لیے ہر رات جاتا رہا اور آنٹی بھی خوش تھیں کہ ان کی توقع کے عین مطابق چندا نے اسے اپنی زلفوں کا اسیر بنا لیا تھا۔ آنٹی کو ادا کی جانے والی بھاری رقم حاصل کرنے کے لیے ان کا طریقہ کار وہی تھا جو ان سے ملنے سے پہلے ہوا کرتا تھا۔ رات کو تو روزانہ دونوں کی ملاقات ہوتی ہی تھی مگر اکثر دن میں بھی میسجز کے ذریعے گپ شپ جاری رہتی۔ جانی بڑی سنجیدگی سے اسے وہاں سے نکال کر ایک نئی زندگی شروع کرنے کا خواہاں تھا اور خود چندا بھی اس کے اب تک کے رویے کے باعث کسی بھی قسم کا رسک لینے کو تیار تھی۔

اس روز جانی چندا ہی سے ملنے کو تیار ہو رہا تھا جب بوبی نے ریموٹ سے ٹی وی چینل تبدیل کرتے ہوئے کن انکھیوں سے اسے دیکھا۔

"ہم پر اللہ کا کتنا کرم ہے ناں جانی!" بوبی نے زیرلب ہلکے سے مخاطب تو اسے کیا تھا لیکن یوں لگا کہ وہ خود سے ہی ہم کلام ہے' جبھی جانی چونک گیا۔

"تُو خود سے باتیں کر رہا ہے یا مجھ سے کچھ کہا؟"

"سوچ رہا تھا کہ اللہ کی کتنی مہربانی ہے ہم پر' دنیا کی ہر آسائش ہے ہمارے پاس روپیہ پیسہ جتنا چاہیں خرچ کر سکتے ہیں۔" کسی گہری سوچ میں گم بوبی بولے چلا جا رہا تھا۔

"ہاں یار! تُو نے تو وہی بات کی ہے ناں کہ ہم سے بھی بڑے لٹیرے یہ سرکاری افسران' رشوت' جعلسازی' غبن' ذخیرہ اندوزی' حق تلفی اور ٹیکس چوری سمیت خدا جانے کن کن طریقوں سے حرام کا پیسہ کماتے ہیں' عالی شان محل نما کوٹھیاں تعمیر کرتے ہیں اور اوپر جلی حروف میں "یہ سب تمہارا کرم ہے آقا" لکھ کر خود کو دنیا کا سب سے بڑا عاجز انسان ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو اپنی ہر کامیابی کو اللہ ہی کی دین سمجھتا ہو۔" جانی نے اس کی گہرائی میں کی گئی بات کو یکسر ہنسی میں اڑا دیا تھا۔

"او میرے یار! حرام کے روپے جیب میں ڈال کر حلال گوشت ڈھونڈنے والے اس ملک کے کتنے سارے لوگ اسے اللہ ہی کی مہربانی اسی طرح سمجھتے ہیں جیسے آج تُو اس چوری ڈکیتی کے مال کو سمجھ رہا ہے۔"

"کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ ہم بھی اپنی ماں کے ساتھ پوش مکان میں نہ سہی کسی چھوٹے سے گھر میں رہ رہے ہوتے۔" جانی کے طنز کو قطعاً نظرانداز کرتے ہوئے وہ اپنی ہی دھن میں مگن بول رہا تھا۔

"ہونہہ' وہ ماں جو اپنی اولاد کو دو نوالے روٹی کے نہ دے سکے۔" جانی کا لہجہ تلخ ہو گیا تھا۔

"تو ظاہر ہے روٹی دینا ماں کی تو نہیں باپ کی ذمہ داری ہوتی ہے اور اس کے بعد ہم جیسے جوان بیٹوں کی۔" بوبی کی بات کے جواب میں جانی چپ ہو گیا تھا کیونکہ اصل بات بوبی کو بتاتے ہوئے اسے خود اپنی ہی بے عزتی محسوس ہو رہی تھی اور ماضی بچھو کے ڈنک کی طرح لحمہ بہ لحمہ اسے

اذیت دینے لگا تھا۔

"یار میری تو ماں چل ہے ہی نہیں لیکن کیا تُو نے کبھی یہ جاننے کی کوشش کی کہ تیری ماں اور بہنیں انسانوں کے اس جنگل میں خود کو ان بھیڑیا نما انسانوں سے کس طرح بچا رہی ہوں گی؟ کیا تیرا دل نہیں تڑپا ان کے لیے۔" لوہا گرم محسوس ہوا تو بوبی نے ضرب لگانے میں ہرگز دیر نہیں کی تھی اور وہ جو ابھی کچھ دیر پہلے ہی تروتازہ محسوس ہورہا تھا اب اس کا چہرہ دھواں دھواں تھا۔

"یار میری زندگی تباہ کرنے والی صرف اور صرف میری ماں ہے..... سگی ماں۔" ایک تھکی ہوئی سانس خارج کرتے ہوئے وہ صوفے پر اس کے قریب ہی ڈھے سا گیا تھا' جیسے لمبی مسافت عبور کرنے کے بعد ابھی آرام کرنا نصیب ہوا ہو۔ چہرے پر صدیوں کی تھکن طاری تھی۔

"میری ماں نے مجھے صرف اس وقت محبت کی نظر سے دیکھا جب میں ہاتھ میں پیسے لے کر گھر پہنچا' خالی ہاتھ گھر جانے پر شفقت بھری نظر' ممتا بھرے پیار کا لمس تو دور کی بات ہے بوبی! روٹی تک میرے حصے میں نہیں آتی تھی اور یہی میری ماں جانے کیسے میرے سامنے بیٹھ کر خود پیٹ بھر لیا کرتی تھی۔ مجھے خیال آتا ہے تو صرف اپنی بہن کا جو میری خاطر اپنی بھوک نظر انداز کرکے میری خاطر اپنی روٹی بچا دیتی تھی اور چھپ چھپ کر مجھے دیتی کہ میں کھالوں۔" بوبی کے سامنے اس نے اپنی ماں یا گھر والوں کا کبھی اس زاویے سے ذکر نہیں کیا تھا مگر آج اس سے چھپایا نہیں گیا تھا اور وہ بولا تو بولتا ہی چلا گیا۔

"تجھے پتا ہے کہ میں نے حلال روزی کے لیے اپنی ماں سے کتنی گالیاں سنی ہیں؟ میں بھیک مانگنے کے بجائے خود محنت کرکے کمانا چاہتا تھا یار! لیکن کیا کرتا ہر بار ناکامی ہوتی اور مجھ سے زیادہ دیہاڑی ان سب کی لگتی جو لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے بیٹھے رہتے۔" وہ روہانسا ہورہا تھا۔

"اور اسی بات پر میرا باپ مجھے مارتا تھا کہ میں مارا مارا پھرنے کے بجائے کیوں ان کی طرح بھیک نہیں مانگتا اور..... اور یہ جو میں چوریاں کرتا ہوں ناں اس کی بھی سب سے بڑی ذمہ دار میری ماں ہے' جس نے پہلی مرتبہ ٹھیلے سے نلکیاں چرا کر لانے پر مجھے اتنا پیار دیا ابا کے سامنے اس قدر سراہا کہ مجھے اپنی ماں کا وہ پیار حاصل کرنے کے لیے بار بار چوری کرنی پڑی۔ اگر وہ معمولی پر قناعت کرکے غیر معمولی کی خواہش نہ کرتی اور اگر وہ میری پہلی چوری پر ہی سرزنش کرتی تو میں کبھی بھی اس جرم میں ملوث ہوکر آج اس حد تک نہ پہنچتا۔" بوبی اس کی باتوں کا پس منظر جان کر خود بھی دکھی ہوگیا تھا اور سوچ رہا تھا کہ دونوں میں یہ قدر مشترک ہے کہ وہ دونوں ہی حلال روزی کمانے کی خواہش رکھتے ہیں۔

"جس طرح آم کی ایک گٹھلی میں تین چار سو آم چھپے ہوتے ہیں ناں بالکل اسی طرح ایک برائی سے اس سے بھی زیادہ برائیاں جنم لے سکتی ہیں۔" پشت صوفے کے ساتھ ٹکا کر اس نے سر بھی پیچھے دیوار کے ساتھ لگا کر آنکھیں بند کیں اور ایک بار پھر گہرا سانس لیا' اتنا گہرا کہ جیسے وہ اندر کا سارا بوجھ باہر نکال پھینکنا چاہتا ہو۔"

"کبھی سوچتا ہوں میں کیا تھا اور کیا ہوں' کیا کیا سوچا کرتا تھا اور اب ہونہہ..... کیا کرتا ہوں محنت کی حلال کی کمائی کے لیے میں نے کیا کچھ نہیں کیا تھا لیکن آج وہی زندگی گزار رہا ہوں جس سے میں انتہائی نفرت کیا کرتا تھا اور پھر اگر تُو مجھے نہ ملتا تو میں آج جانے کس حال میں ہوتا۔ تیرے مجھ پر بہت احسان ہیں یار!" باتوں کے درمیان ہی ایک دم اس تشکر آمیز نظروں سے بوبی کو دیکھا جو بڑے دھیان توجہ اور دلچسپی سے اس کی ساری باتیں سن رہا تھا۔

"لیکن میں نے کیا کیا' جس کنویں میں خود گرتا جارہا تھا اسی میں ہاتھ پکڑ کر تجھے بھی گھسیٹ لیا۔" بوبی تاسف سے بولا' ملال کا ایک گہرا رنگ اس کے چہرے پر بھی نمایاں تھا۔

"اچھا چل جانے دے چھوڑ اب تُو گر ہی گئے ناں تو کیا غم اور ایسے بھی یہاں کون سا ہمارے لیے کوئی کنویں میں رسّی ڈالے بیٹھا ہمارے نکلنے کی دعائیں کررہا ہے۔" بوبی کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر دل کا بوجھل پن ہنسی میں اڑانے کی کوشش کرتا جانی اٹھ کھڑا ہوا اور ٹی وی کے سامنے رکھا والٹ

جیب میں ڈال کر گھر اور موٹر سائیکل کی چابی اٹھائی اور اس سے پہلے کہ کمرے سے نکلتا بوبی کی آواز پر رک کر پلٹا۔

"جانی اگر میں کہوں کہ کوئی ہے جو راتوں کو جاگ جاگ کر تیری واپسی کی دعائیں مانگتا ہے تو؟" اس کی بات پر ٹھٹکتے ہوئے جانی کا دھیان فوراً چندا کی طرف گیا تھا کیونکہ بوبی اور چندا بس یہی تو اس کی دنیا تھی اب۔

"کون ہے ایسا؟" اپنے اندازے کی تصدیق چاہنے کے لیے اس نے بوبی سے پوچھا کیونکہ چندا کے متعلق سب کچھ اس سے شیئر کرتا رہتا تھا۔

"ماں....." بوبی نے دھیرے سے رگ و پے میں سکون بخشنے والے اس رشتے کا نام ادا کیا۔

ایک ایسا لفظ جسے سنتے ہی جانی کی شریانوں میں دوڑنے والے خون نے ایک دم جوش مارا' جس کی محبت بھری صرف ایک نظر کو وہ ترستا رہتا تھا' وہ اب اس کے لیے تڑپ رہی ہے یہ کیسے ہوسکتا تھا اور اگر ایسا ہے بھی تو بوبی کو کیسے معلوم۔

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو بوبی؟"

"سو فیصد سچ کہہ رہا ہوں یار! تیری ماں کی نظریں آج بھی ہر پل صرف تیرے انتظار میں چوکھٹ کا طواف کرتی رہتی ہیں۔"

"ماں اور میرے لیے؟" جانی سے مزید کوئی بھی سوال نہ ہوسکا تھا' سو یونہی بالوں میں انگلیاں پھنسائے اضطرابی کیفیت میں تیزی سے باہر نکل آ گیا۔

❁.......❁.......❁
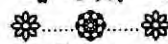
مقامی امام مسجد کے دیئے گئے تعویزوں اور کیے گئے دم درود سے تاجی کی حالت میں تبدریج بہتری آتی جارہی تھی' بوبی بلاناغہ وقتِ مقررہ پر انہیں اپنے ساتھ لاتا وہ قرآن کریم کھول کر بآوازِ بلند چند سورۃ مبارکہ کی تلاوت کرتے تو ان حروف کے ذریعے تاجی کو اپنے دل میں لگی آگ پر پھوار سی برستی محسوس ہوتی۔ یوں لگتا جیسے برسوں سے تپتی جھلستی ریت پر مینہ برس رہا ہو اور ریت بھی ایسی کہ سیراب ہو ہی نہ پاتی کہ تاجی کا تو یہ حال تھا کہ اس کا دل چاہتا بس امام صاحب اس کلام شیریں کو پڑھتے رہیں اور وہ چپ چاپ بیٹھی بس سنتی ہی چلی جائے۔

یوں بھی اس پر کسی جن کا سایہ تو تھا نہیں ہاں البتہ ضمیر کی خلش اور پچھتاوے کی دہکتی آگ نے اس کے دماغ میں انگارے ضرور بھر دیئے تھے۔ رانی کے عمل دانستہ سے بس ایک ہی لمحہ میں تاجی کی ساری دنیا پلٹ گئی تھی اور پھر یہ بھی تو اس ذاتِ پاک کی خاص عنایت ہی تھی کہ اسے ہدایت ملی ورنہ تو ساری ساری عمر لوگ آلودہ زندگی گزار دیتے ہیں اور غافل اس قدر کہ انہیں گناہ کے گناہ ہونے کا بھی احساس تک نہیں ہوتا۔

خود ربّ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کے دل پتھر ہوجانے کے بارے میں پہلے ہی بتا رکھا ہے لیکن پھر انہی پتھروں سے نہریں جاری کرنا اور دلوں پر لگے گمراہی کے قفل توڑنا بھی بے شک اسی عالی مقام کا کمال ہے کہ بے شک وہی ہے جو دہکتی آگ کو گل و گلزار میں بدل دیتا ہے تو کبھی کروڑوں سالوں سے قائم بلند و چٹیل پہاڑوں سے چشم زدن میں اونٹنی یوں ظاہر کرتا ہے کہ عقل کا دنگ رہ جانا بھی بے حد معمولی سا جملہ محسوس ہوتا ہے۔ تاجی اب گو کہ پہلے کی طرح چیخ و پکار نہیں کرتی تھی نہ ہی دیوانہ وار مسجدوں کی طرف لپکتے ہوئے آہ و بکا اور معاف کردینے کی فریاد کرتی لیکن ہنوز ایک چپ تھی جو اس کے سیاہی مائل ہونٹوں پر بکل مارے ہوئی تھی۔

حسب معمول امام صاحب کو واپس مسجد میں چھوڑ کر آنے کے بعد بوبی آیا تو پینو ماں کے سرہانے بیٹھی تھی' اسی جگہ پر آج تاجی لیٹی ہوئی تھی جہاں کبھی اس کی ماں آرام کیا کرتی تھی۔ ماں کی یاد آئی تو ایک ہوک سے بوبی کے دل میں گھٹن محسوس ہونے لگی' تاجی میں اسے اپنی ماں کی روح محسوس ہونے لگی تھی' بے اختیار چلتا ہوا وہ تاجی کے قریب آیا اور تاجی کا چہرہ دیکھ کر ٹھٹک گیا لیکن تب اسی لمحے اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ ماں سب کی سانجھی ہوتی ہے اور اگر اس کی ماں دنیا میں نہیں بھی رہی تو کیا جانی کی ماں تو ہے ناں اور وہیں کھڑے کھڑے اس نے تاجی کو اپنی ماں کا

درجہ دے ڈالا تھا۔

پینو اسے یوں خاموش کھڑے ناجی کے چہرے کو دیکھے جانے پر کبھی اسے دیکھتی اور کبھی ناجی کو۔ اسی دوران بوبی کو بھی اس کا یوں حیرت سے دیکھنا محسوس ہوا تو احساسات کو نارمل کرتے ہوئے جیب سے ایک سفید کاغذ تہہ کیا ہوا اس کی طرف بڑھایا جو اسے یہاں کھڑا دیکھ کر اچھی طرح سر پر دوپٹہ جما رہی تھی۔

''لیکن یہ ہے کیا؟'' پینو نے الٹ پلٹ کر وہ سفید کاغذ دیکھا۔

''امام صاحب نے چند آیتیں لکھ کر دی ہیں جو پانی پر پھونک کر اماں کو دینی ہیں۔'' ناجی کے پاؤں کی طرف طرح بیٹھتے ہوئے وہ بولا مگر ایک بار پھر پینو الجھ کر رہ گئی۔

''لیکن...... وہ......'' بوبی کی سوالیہ نظریں پینو کے چہرے پر مرکوز ہوئیں۔

''وہ......'' پینو نے انگلیاں مروڑتے ہوئے نظریں چرائیں۔ ''مجھے تو قرآن شریف پڑھنا نہیں آتا' کسی نے کبھی سکھایا ہی نہیں۔''

اس کے یوں بے چارگی سے کہنے پر بوبی کو ایک بار پھر اپنی ماں کی یاد آئی جس نے بڑے جذبے اور لگن سے نہ صرف ان دونوں بہن بھائیوں کو کم عمری میں قرآن پاک مکمل پڑھا دیا تھا بلکہ دوسروں کو بھی اس کی تعلیم بڑے شوق سے دیا کرتیں۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ خود انہیں قرآن پاک کی تعلیم دے لیکن وہ اتنی اتنی دیر گھر میں رہ کر محلے والوں کو کسی بھی قسم کی باتیں کرنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا جبھی وہ بہت کم دورانیے کے لیے ان کے پاس آیا کرتا تھا سو اس مقصد کے لیے اس نے محلے میں ہی موجودہ زبیدہ خالہ سے درخواست کی تو وہ بڑی خوشی سے اس کارِ خیر کے لیے رضا مند ہوگئیں اور رانی اور پینو دونوں روزانہ ہی رحمت وہدایت کے اس سمندر سے چند قطرے لے کر اپنی روح کو سیراب کرنے لگیں کہ دنیاوی طور پر تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بوبی کی صورت میں جو غیبی امداد بھیجی تھی اس کے لیے وہ جتنا بھی شکر ادا کرتیں کم معلوم ہوتا۔

صاف ستھرے کپڑے' چھوٹا سا کچا پکا گھر اور سب سے بڑھ کر عزت کی زندگی۔ یہی سب کچھ تو پینو کا خواب تھا جو بوبی کے وسیلے سے حقیقت میں ڈھل گیا تھا اور یوں بھی بوبی کے علاوہ اس بھری دنیا میں اور کوئی ہمدرد تھا بھی تو نہیں جبھی آنکھیں بند کرنے پر ہمیشہ ہی پینو کو بوبی کا پُرخلوص چہرہ نظر آتا تو وہ دل میں آئی ساری باتیں اسے کہہ کر خود پر سکون ہوجاتی۔

❁......❁......❁

''ماں اور میرے لیے دعائیں......؟'' یہ آخر بوبی نے آج کیسی بات کردی تھی۔ جانی نے موٹر سائیکل کی اسپیڈ مزید تیز کرتے ہوئے خود سے سوال کیا لیکن جواب میں لامحدود حیرت کے سوا کوئی احساس کوئی تاثر نظر نہیں آیا۔

وہ تو خود جانے کب سے ماں کی آغوش کے لیے تڑپ رہا تھا لیکن اس کا خیال تھا کہ شاید وہ اب تک اسی پیشے سے وابستہ ہوگی جس کی بناء اسے گھر سے نکالا اور تب سے خود جانی کا گھر سے ایسا دل اُچاٹ ہوا کہ دوبارہ وہاں جانے کی خواہش بھی نہ ہوئی۔

کراچی جیسے شہر میں موٹر سائیکل پر سڑکوں کو روندتے اکثر وہ فٹ پاتھ پر کھڑی ان لڑکیوں کو غور سے دیکھا کرتا جو سڑک کنارے ہی تمام بھاؤ تاؤ کرکے وقتِ مقررہ پر مال لے جانے کی آمادگی ظاہر کرتے ہوئے ایڈوانس تھامتی نظر آتیں۔ جانے کیوں لیکن ان کے ساتھ موجود ادھیڑ عمر عورت میں جانی کو ناجی اور جوان لڑکیوں میں پینو کا چہرہ گڈمڈ ہوتا محسوس ہوتا تو نفرت کی شدت کا اظہار ہمیشہ ہی ایکسلیٹر پر دباؤ کی صورت میں ظاہر ہوتا۔ یہی کچھ سوچتے سوچتے اسے احساس تک نہ ہوا کہ کب اس نے موٹر سائیکل بستی کی طرف جاتے رستوں کی طرف موڑی اور کیسے وہ بستی کے اندر داخل ہوتا گیا۔ حواس بحال ہوئے تو اسی مانوس سے ماحول کو دیکھ کر دل کا دھڑکنا بہت عجیب رخ اختیار کرتا گیا۔

سب لوگ وہی تھے اور ویسے ہی تھے' ننگ دھڑنگ بچے' مٹی اڑاتی زمین' شکستہ در و دیوار اور ان پر بال

کھولے بین کرتی انتہائی غربت۔ کچھ بھی تو نہیں بدلا تھا سوائے اس کے۔

موٹر سائیکل بستی کے آغاز میں ہی لاک کر کے وہ اندر گیا اور اپنے گھر پہنچ کر حیران رہ گیا کہ وہاں تو ان کے گھر کا کوئی بھی فرد موجود نہیں تھا اور اردگرد موجود لوگ جو یقیناً اسے قطعی طور پر پہچان نہیں پائے تھے اس بابو کو اپنے درمیان پا کر اس سے زیادہ حیران تھے۔

''یہاں کہیں شوکے کا گھر ہوتا تھا' ناجی اور جانی وغیرہ۔'' وہ سمجھ رہا تھا کہ شاید انہوں نے گھر بدل ڈالا ہے کیونکہ ٹوٹی پھوٹی دیواروں کے پار جانی کو کوئی بھی جانی پہچانی چیز نظر نہیں آرہی تھی جبھی سب کا نام لے کر پوچھا تو رانجھن نے پہلے تو ایک اچٹتی سی نظر اس پر ڈالی پھر بولا۔

''بابو کب کی بات کررہے ہو؟ شوکا تو اپنے دو چھوٹے بیٹوں کے ساتھ عرس پر گیا تھا وہیں تینوں خدا کو پیارے ہوئے۔ جانی تو پہلے ہی کہیں گھر چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اور ناجی...... وہ بے چاری تو پاگل ہوگئی تھی' ایک دن چاروں ماں بیٹیاں گھر سے نکلی تو تھیں مگر آج تک واپس نہیں آئیں۔'' رانجھن نے مکمل معلومات دی تھیں۔

یہ سب سن کر جانی کو اپنے ہاتھ پاؤں سرد ہوتے محسوس ہوئے تھے گو کہ اتنا سارا عرصہ وہ ان سے ملا نہیں تھا لیکن ایک ہونے کا احساس ضرور تھا اور یہی احساس اکثر پینو اور دوسری چھوٹی بہنوں کی یاد آنے پر اسے سنبھالے رکھتا مگر آج تو وہ احساس ہی نہ رہا تھا ان کے ہونے کی کیفیت باسی پھول کی طرح مرجھا گئی تھی اور اس انوکھی موت پر جانی جی بھر کے رونا چاہتا تھا جبھی پہلے پہل تو دل چاہا کہ فوراً سے پہلے چندا کے پاس پہنچ جائے اور جی بھر کے اپنا دل ہلکا کرے لیکن مرد ہو کر اس کمزور لمحے میں ایک عورت کا سہارا لینا اس نے گوارا نہ کیا تھا۔

ضبط لازم ہے مگر دکھ ہے قیامت کا فراز
ظالم اب کے نہ روئے گا تو مرجائے گا

نہ باپ رہا نہ بھائی' ماں اور بہنیں نجانے اس وقت کس حال میں ہوں گی' یہ سوچ اسے کند چھری سے ذبح کرنے کے برابر تکلیف دے رہی تھی' موٹر سائیکل پر بیٹھ کر یونہی یہاں وہاں دوڑانے کے بعد آخر وہ ایک پیڑ تلے آبیٹھا تھا۔ دکھ سے گو کہ سینہ پھٹ رہا تھا لیکن یوں تنہائی میں آنسو بہانے سے اب اسے اپنا آپ کچھ ہلکا ہوتا محسوس ہوا تھا اردگرد علاقہ چونکہ سنسان تھا اور یوں مغرب کے بعد تو ویسے بھی وہاں آمد و رفت اتنی نہ تھی اس لیے بغیر کسی جھجک اور ہچکچاہٹ کے کھل کے رویا تھا۔ اکا دکا گزرنے والی گاڑیوں نے اسے دیکھ کر تعجب کا اظہار تو کیا مگر بغیر مداخلت کیے گزر گئے یوں بھی آج کل بھلا کس کے پاس اتنا وقت ہے کہ وہ کسی روتے ہوئے انسان کی لیے اپنی مصروفیات ترک کرے۔

شہر میں روشنیاں جگمگانے لگی تھیں لیکن اس کے اندر اندھیرا اپنے گاڑ رہا تھا اور اب جب کہ وہ رو لینے کے بعد کچھ بہتر حالت میں تھا تو خیال آیا کہ بوبی یقیناً ان کے بارے میں جانتا ہوگا اسی لیے اس نے یہ بات چھیڑی فوراً جیب سے موبائل نکال کر اس کا نمبر ملایا لیکن نیٹ ورک میں پرابلم تھی یا نمبر بزی۔ بات نہیں ہو پائی تو کچھ دیر یونہی بیٹھے رہنے کے بعد وہ اٹھا اور سیدھا چندا کے پاس جا پہنچا اور دستک دینے کے بعد اندر داخل ہوا تو وہ اپنی ڈھیلی ڈھالی سی چٹیا میں بیلے کی کلیاں سجائے کانوں میں بھی بیلے کی کلیاں ڈال رہی تھی۔ اسے دیکھا تو ہمیشہ کی طرح کھل سی گئی لیکن جانی کی طرف سے سابقہ گرم جوشی نظر نہ آنے پر چونکی تو ضرور مگر کریدنے کے بجائے بندو سے کہہ کر چائے منگوائی اور اس سے کسی بھی قسم کے سوالات کرنے سے گریز برتا جبکہ جانی بھی بغیر کچھ کہے ایک طرف رکھی بید کی کرسی پر ڈھے سا گیا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد بندو چائے پہنچا کر واپس لوٹا تو چندا نے بھاپ اڑاتا کپ اس کی جانب بڑھایا لیکن جیسے ہی کپ تھامنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو چندا کی مخروطی انگلیوں سے ٹکرایا تو جیسے وہ حقیقت کی دنیا میں لوٹ آیا' چندا نے گہری نظروں سے اس کا جائزہ لیا اور اپنا کپ اٹھا کر اس کے سامنے آبیٹھی۔

وہ جانی کو مکمل وقت دینا چاہتی تھی تا کہ اگر وہ چاہے تو خود اپنی پرابلم شیئر کرے اسی لیے پوری توجہ جانی کے بجائے چائے کے کپ کی طرف مبذول رکھی۔ کتنے ہی لمحے محض خاموشی میں بیت گئے اور پھر ایک ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے جب اس نے چندا کے سامنے سب کچھ دہرایا تو باوجود ضبط کے آنکھوں میں اترتی نمی کو مخفی نہ رکھ پایا۔ بے دلی سے جانی نے کپ واپس چندا کی طرف بڑھایا تو اس نے اپنا کپ بھی چھوڑ دیا اور میز پر رکھنے کے بعد بولی۔

"ابا اور بھائیوں کا صدمہ تو اپنی جگہ لیکن شکر کرو کہ تمہارے لیے دعا کرنے والے ہاتھ اب تک سلامت ہیں اور اس سے بڑھ کر مطمئن رہو اس بات پر کہ اگر بوبی ان کے بارے میں جانتا ہے تو یقیناً تمہارے حوالے سے وہ ان کی بہت بہتر دیکھ بھال بھی کر رہا ہوگا۔" جانی کا غم اسے اپنے سینے میں پناہ لیتا محسوس ہوا۔

"وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن......"

"مثبت انداز میں سوچو کہ اگر ان کے ساتھ ساتھ اماں اور پینو وغیرہ کو بھی کچھ ہو جاتا تو بھلا تم کیا کر لیتے۔ جن کا تم کبھی نام لینا اور سننا نہیں چاہتے تھے آج ان کا نام پکار پکار کر رو رہے ہو۔ وہ جو دنیا سے جا چکے ان کے لیے تمہارا رونا کسی کام کا نہیں مگر جو اس دنیا میں موجود ہیں ان کے سامنے اپنی ماں کے سامنے جا کر آنسو بہاؤ تو تمہارے دل کو بھی کچھ سکون ملے۔" چندا نے جانی کو تصویر کا بڑا مختلف رخ دکھایا تھا سو وہ چپ چاپ سنتا رہا۔

یوں بھی یہ احساس کہ چندا اس کے دکھ میں دکھی ہے اور اسے سمجھاتے ہوئے اس دکھ بھری کیفیت سے باہر نکالنا چاہتی ہے جانی کے لیے زخموں پر مرہم ثابت ہو رہا تھا۔ یہ احساس کہ کوئی آپ کے غم میں آپ کی خاطر غمگین ہے اور یہ غم دور کرنا چاہتا ہے انسان کا دکھ کئی گنا کم کر دیتا ہے۔

"ایسا کیوں ہوتا ہے کہ اکثر اوقات زندگی میں ہم جنہیں ملنا تو در کنار دیکھنا اور ان کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتے انہی کی موت پر دھاڑیں مار مار کر یوں روتے ہیں کہ در و دیوار ہل جائیں اور کلیجہ منہ کو آنے لگے بھلا زندگی میں جنہیں دیکھ کر منہ موڑ لیا جاتا ہے ان کا آخری دیدار کرنے کی کوشش کیوں؟ مرنے کے بعد ان کی قبروں پر تازہ پھولوں کی نرم پتیاں نچھاور کرنا کہاں کی محبت ہے؟ کوئی آپ کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش میں دنیا سے چلا جائے تو آپ اس کے مرنے کے بعد اسے ایک نظر دیکھ لینے کو پہنچ جائیں' یہ کہاں کا دستور ہے؟ اس لیے ہونا تو یہ چاہیے کہ بندہ زندہ لوگوں کی قدر کرے نہ معلوم کس وقت' وقت انہیں زمین کے اوپر چلتے چلتے زمین کے نیچے سلا دے۔" اپنا دکھ بھول کر جانی اس کی باتوں میں مگن ہو گیا تھا جس کے اوپری ہونٹ کے اوپر ابھرتے ہوئے پسینے کے ننھے ننھے قطرے اسے مزید تر و تازہ اور شاداب بنا رہے تھے۔ ایک ایک لفظ جانی کو اپنے افسردہ دل پر دستک دیتا محسوس ہوا تھا بظاہر مسکراتے ہوئے ہمیشہ جانی سے بات کرنے والی چندا اسی لیے شاید کبھی بھی اپنے چہرے کے تاثرات اور لفظوں کے درمیان ہوتی جنگ جیت نہیں پائی تھی لیکن آج جو کچھ وہ کہہ رہی تھی اس کا چہرہ اور آنکھیں بھی سو فیصد اس کی حمایت میں نظر آتی تھیں۔

"اب مجھے ہی دیکھ لیں یا میری جیسی دوسری تمام لڑکیاں جو ان رنگین گلیوں میں زندگی گزارتی ہیں ہم سب اسی دن مر جاتی ہیں جس دن آنٹی جیسی عورتیں پہلی دفعہ کسی کے بھی سامنے نیلام کرنے کی نیت سے پیش کرتی ہیں لیکن جس طرح پھول ٹوٹنے کے بعد بھی بہت دیر تک تر و تازہ رہتے ہیں اور کسی کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ وہ مر چکے ہیں اور پھول فروش اس پر پانی کا چھڑکاؤ کر کے رنگ برنگی پیکنگ میں گاہکوں کے سامنے ان کے دام لگاتا ہی چلا جاتا ہے۔ اسی طرح ہمیں بھی تر و تازہ رکھ کر اعلیٰ سے اعلیٰ دام لگوائے جاتے ہیں یہ جاننے کے باوجود کہ آنے والا ہر شخص ہمیں ٹشو پیپر کی طرح استعمال کر کے پھینک دے گا۔" اپنے آپ پر استہزائیہ انداز میں طنز کرتے ہوئے اس نے گالوں کو چومتی بالوں کی لٹوں کو کان کے پیچھے کیا۔

"تم اگر اب تک اس ماحول کی عادی نہیں ہو پائیں تو اس کا مطلب ہے تم یقینی طور پر کہیں اور سے آئی یا لائی گئی

ہو؟'' چندا کو یوں جذباتی ہوتا دیکھ کر جانی نے بھی وہ سوال کرڈالا جس کا جواب جاننے کو وہ خود بڑا بے چین تھا۔

''اماں ابا کے ساتھ رہتی تھی میں لیکن میرا ابا ذرا ذرا سی بات پر اماں کو روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیتا' تو مجھے دنیا بھر میں سب سے قابلِ نفرت انسان وہی لگتا جو ہر وقت کاموں میں جتی اور ایک ایک پیسہ بچانے والی میری فرشتہ صفت ماں پر ہاتھ اٹھاتا حالانکہ اماں کھانے کے وقت سب سے بہترین حصہ ابا کے لیے نکالتی پھر ہم سب کو دیتی اور سب سے آخر میں خود کھاتی۔ میری طرف سے ابا کے لیے اظہارِ نفرت کے جواب میں ہمیشہ مجھے سمجھاتی' ابا کی طرف داری کرتی اور خود راتوں کو رو رو کر تکیے بھگویا کرتی مگر ہونٹوں سے کبھی اُف نہ کرتی اور پھر ابا فوت ہوگیا۔'' شفق کا منظر چندا کی آنکھوں میں بجھ گیا تھا اور اس آخری روشنی میں جانی نے چندا کی آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو دیکھا مگر خاموش رہ کر اسے بات مکمل کرنے کا بھرپور موقع دیا۔

''اماں نے ہم جوان بہنوں کی خاطر دنیا والوں کی نظر میں بے آسرا ہونے سے بچنے اور ہمیں ایک مضبوط سائبان مہیا کرنے کی خواہش میں دوسری شادی کرلی تو میں چپکے چپکے اپنے مرے ہوئے ابا کے لیے رونے لگی' ایک ایک بات پر وہ اس قدر یاد آتا کہ سینے کے اندر سانس پھنس جاتی۔ اماں اب بھی ہمارے سامنے تو کچھ نہ کہتی لیکن اب اس کے تکیے کے ساتھ ساتھ دوپٹوں کے کونے بھی بھیگے رہنے لگے اور آنکھیں سرخ ہونے لگی۔ جب ابا مرگیا تو مجھے اس کی بڑی قدر محسوس ہوئی' دل چاہتا اسے قبر سے نکال لاؤں' وہ کام سے آئے تو اس کے پاؤں دھلاؤں' تھک جائے تو کندھے دباؤں' گرم گرم روٹیاں بنا کردوں' اس کے سلوٹوں بھرے کپڑے استری کروں۔'' لمحہ بھر رک کر اس نے اپنے آنسو پیچھے دھکیلے تو اس کی ننھی سی ناک سرخ ہوگئی۔

''جیسے تیسے وہ کما کر لاتا تھا تو جتاتا تو نہیں تھا ناں' اپنا جو تھا۔ ہماری ذمہ داریاں پوری کرکے فخر محسوس کرتا تھا اور اب ہمیں ایک ایک چیز کے لیے ترسنا پڑتا۔ نئے ابا کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا' چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لیے بھی وہ اتنی نکتہ چینی کرتا کہ دل چاہتا مرجاؤں تاکہ کم از کم میری وجہ سے اماں کو اس سے کوئی چیز مانگنا نہ پڑے اور تب پتا ہے میرے دل کا پہیہ الٹا چل پڑا پہلے اپنے ابا سے نفرت اور اماں سے پیار کرتی تھی مگر نئے ابا کے بعد اپنی اماں پر بات بے بات غصہ آتا اور ابا کو بیٹھی یاد کرتی رہتی۔ مجھے لگتا بس میری کوئی ماں نہیں اگر ہوتی تو ہمارے سروں پر اس مرد کو مسلط نہ کرتی۔'' اپنی نازک سی انگلی کی پور سے اس نے آنکھوں کی دہلیز پار کرتے آنسو کو بڑی سہولت سے اپنی جلد میں سمولیا شاید اب وہ مزید رونا نہیں چاہتی تھی۔

''اور پھر میرے نئے ابا کے دل میں پڑھائی کی اہمیت اتنی جاگی کہ وہ مجھے داخل کروانے کے لیے فارم پر لگائی جانے والی تصویر کھنچوانے کے بہانے اس جگہ لاکر بیچ گیا تو اب میں اپنی ماں کے لیے روتی ہوں کہ وہ کس قدر مجبور ہے جسے نہ صرف اولاد کو مطمئن بلکہ شوہر کو بھی خوش رکھنا پڑتا ہے اور شوہر بھی ایسا جو مجھے تو یہاں بیچ کر روپے بٹور چکا' اب جانے گھر جاکر اماں کو کون سی کہانی سنا کر طعنے مارتا ہوگا اور میرے دوسرے بہن بھائی کس طرح رہ رہے ہوں گے' بس ایک پچھتاوں کی آگ ہے جو ہر وقت اندر ہی اندر مجھے جلا کر دل کو بھسم کیے رکھتی ہے۔ میں اپنے اماں ابا کو ان کے رتبے کے برابر نہ تو عزت دے سکی اور نہ ہی محبت۔ یہ احساس دل کو اس قدر زخمی کیے رکھتا ہے کہ دل چاہتا ہے بھیڑیوں کے اس جنگل میں ہر قدم پر مرنے کا خوف لے کر زندہ رہنے سے بہتر ہے کہ میں مرجاؤں۔ کم از کم میں کسی شیطان صفت انسان کے ہاتھوں کھلونا بننے سے تو بچ ہی جاؤں گی۔'' اور بالآخر بہت ضبط کرنے کے باوجود وہ اب جو روئی تو پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

آج آکھاں وارث شاہ نوں' کتوں قبراں وچوں بول
تے اج کتابِ عشق دا کوئی اگلا ورقہ پھول
اک روئی سی دھی پنجاب دی توں لکھ لکھ مارے وینڑ
اج لکھاں دھیاں روندیاں تینوں وارث شاہ نوں کہنڑ

جانی کے چہرے پر اس کی ساری کہانی سننے کے بعد ایک پرشور قلزم تھا اور بس' چندا کے اس انتہائی قدم کے

بارے میں سن کراس کے اعصاب سکتے میں آ گئے تھے۔ یہ آج کیسا عجیب سا دن طلوع ہوا تھا جو ختم ہونے کے بعد بھی کروٹیں لیتا محسوس ہو رہا تھا وہ جو اپنا دل ہلکا کرنے چندا کے پاس آیا تھا اس کی باتیں سن کر مزید بوجھل ہو گیا۔ جانی کو مثبت راہ دکھاتے دکھاتے وہ تو خود ہمت ہار بیٹھی تھی۔

کچھ دیر جبڑے بھینچے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوجے میں پھنسائے رہنے کے بعد وہ اٹھا اور اس کا چہرہ اپنے انگوٹھے اور انگشت شہادت سے اوپر کرتے ہوئے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے ہلکا سا مسکرایا۔

''میرے ہوتے ہوئے تم ایسا کچھ کرنا تو الگ بات ہے سوچو گی بھی نہیں' سمجھیں؟'' چندا کی ہچکیاں اب تک جاری تھیں گو کہ ہاتھوں کی پشت سے وہ آنکھیں صاف کررہی تھی۔

''تم اب صرف اور صرف میری ہو اور میں تمہیں یوں روتا ہوا کبھی نہیں دیکھنا چاہتا' نہ ابھی اور نہ ہی تمام عمر......'' چندا نے بے یقینی سے جانی کی طرف دیکھا۔

''آپ جانتے ہیں ناں کہ میں اب جس جگہ سے تعلق رکھتی ہوں وہاں کوئی بھی رفاقت ایک رات سے زیادہ طویل نہیں ہوتی۔''

''نہ ہوا کرے۔'' جانی نے اس کی بات کاٹی۔

''مجھے اس جگہ سے کوئی واسطہ نہیں ہے اگر تم میرا ساتھ دو تو میں کچھ کرنا چاہتا ہوں جو یہاں شاید کبھی نہ ہوا۔'' چندا کی سوالیہ نظریں اٹھیں تو جانی کے چہرے پر رقم سچائی اسے اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی۔

''میں تمہیں یہاں سے کہیں دور لے جانا چاہتا ہوں چندا!'' جانی کے منہ سے الفاظ کے ادا ہونے کی دیر تھی' چندا نے فوراً اس کے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ کر کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا اور انگلی اپنے ہونٹوں پر رکھ کر نفی میں گردن ہلائی تو جانی سمجھ گیا کہ یہاں کسی بھی قسم کی بات کرنا خطرے سے خالی نہیں ہوگا سو اپنی بات کسی اور طریقے سے سمجھانے کے لیے اس نے تفصیلی بات اگلی ملاقات پر رکھی لیکن چندا کے یوں قریب آنے سے جو خوشبو محسوس ہوئی تو جانی کو خود اپنا آپ بھی معطر لگنے لگا۔ تازہ ہوا کے اس جھونکے کی طرح جو صبح سویرے چنبیلی اور موتیا کی نرم و ملائم کلیوں کا بوسہ لیتے ہوئے اتراتا پورے گلشن میں پھیلتا جاتا اور یہ مسحور کن خوشبو ہر ذی انسان کے ذہن کو تر و تازہ کر جاتی سو یہی حال جانی کا بھی ہوا مگر اسی دوران چندا کو بھی اس عمل بے خود کا احساس ہوا تو جانی کے منہ پر رکھا اس کا ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا اور وہ یوں پیچھے ہٹی کہ جیسے روٹی بناتے ہوئے گرم توے کو ہاتھ جا لگا ہو۔ جانی نے یوں اس کے ہاتھ ہٹانے کو بھی بڑی دلچسپی اور لگاوٹ سے دیکھا تھا۔

❁......❁......❁

آج جانی جب صبح اپنے فلیٹ کے اندر داخل ہوا تو خلاف توقع بوبی کو جاگتا ہوا دیکھ کر حیران رہ گیا اور کمرے میں جانے کے بعد اس کے سامنے والے صوفے پر نیم دراز ہو گیا تو بوبی نے ریموٹ سے ٹی وی بند کرتے ہوئے تفتیشی انداز میں اسے دیکھا۔

''خیر تو ہے' کہاں رہنے لگا ہے تو رات رات بھر؟''

''بتاتا ہوں' پہلے یہ بتا تو کیوں جاگ رہا ہے ابھی تک؟ خیر تو ہے ناں؟'' جانی نے جواب دینے کے بجائے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر انگلیوں سے کنپٹیاں سہلاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا جو ابھی تک اپنی نظروں سے اسے دیکھے جا رہا تھا اور جانی کو اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اس وقت جواب دینے کے موڈ میں نہیں۔

''پتا ہے میں آج بستی گیا تھا۔''

''اوہ اچھا...... پھر......'' بوبی ایکٹو ہو کر بیٹھ گیا تھا جس سے جانی کو سمجھ آ گئی تھی کہ وہ اسی لیے روکھا پھیکا انداز لیے بیٹھا تھا کہ اس نے اتنی بڑی خبر اس کے گھر والوں کے بارے میں دی' اسے احساس دلایا کہ اسے ان کی خیر خبر لینی چاہیے مگر اس کے باوجود جانی نے اس معاملے کو ہوا میں اڑا دیا اور اب جب اپنے اس خیال کی نفی ہوئی وہ اس میں دلچسپی لینے لگا اور بات بھی توجہ سے سننا شروع کی۔

''ابا اور دونوں بھائی تو اللہ کو پیارے ہو گئے لیکن باقی سب کا کچھ پتا نہیں کہ کہاں ہیں' اب سوچ رہا ہوں کہ

انہیں کس طرح اور کہاں کہاں ڈھونڈوں؟''

''اناللہ وانا الیہ راجعون۔'' بوبی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب آ بیٹھا اور اس کے کندھا تھپکتے ہوئے دلاسہ دیا۔

''اگر میں تجھے بتاؤں کہ وہ لوگ کہاں ہیں تو پھر؟''

''تو پھر سے کیا مطلب یار! پھر تو فوراً میں ان کے پاس پہنچ جاؤں۔'' جانی یوں جوش سے بولا تو بوبی نے بچھڑنے سے لے کراب تک کی ساری کہانی من وعن بیان کردی۔

''تو میرے گھر والوں کے لیے اتنا کچھ کرتا رہا اور مجھے بتایا تک نہیں۔'' تمام حالات جان کر جانی کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

''اول تو یہ کہ دن میں، میں گھر پر نہیں ہوتا تھا اور رات کو تو......اور پھر میں نہیں چاہتا تھا کہ تو اماں کو اس حالت میں دیکھ کر مزید پریشان ہوتا' آخر وہ میری بھی تو ماں ہیں ناں' یقین کر ان میں مجھے اپنی ماں کا روپ نظر آتا ہے یار!'' بوبی کے لہجے میں تا جی کے لیے اس قدر پیار دیکھ کر وہ عجیب کشمکش کا شکار تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس کی ماں اور تا جی میں زمین آسمان کا فرق تھا لیکن کچھ بھی کہنے میں اس کی ماں کی عزت اور خود اپنی انا آڑے آتی تھی سو چپ رہا لیکن دل تھا کہ فوراً سے پہلے انہیں دیکھنے اور ملنے کو مچلنے لگا۔

''یار تُو کتنا بدقسمت ہے کہ اتنے پیارے رشتوں کے ہوتے ہوئے بھی ان سے صرف اپنی ذاتی انا کی خاطر منہ موڑے رہا بھلا یہ تو سوچ کہ ماں باپ کے سامنے ہماری انا کی وہی اہمیت ہونی چاہیے جو ہماری سگریٹ کے سامنے اسی میں سے گرنے والی اس راکھ کی ہوتی ہے۔'' ٹیبل پر موجود ایش ٹرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وہ بولا تو جانی نے سر جھکا لیا۔

''میں اتنا پتھر دل نہیں ہوں یار! جتنا تُو مجھے سمجھ رہا ہے اور پھر چھوڑ ان باتوں کو دہرانے کا کیا فائدہ' جو اَب گزر چکی ہیں۔''

''گزری ہوئی ترش باتیں اور تلخ رویے بس یونہی دل سے نہیں نکلتیں' انہیں بھلانے اور نظر انداز کرنے کے لیے محبت بھری توجہ اور پُرخلوص لفظوں کی ضرورت ہے اور یہ لفظ ہی ایسا مرہم ہے جو بڑے سے بڑا دکھ بھلا دیتے ہیں۔'' اس نے اپنے تئیں اشاروں میں بڑا پُرخلوص مشورہ دے ڈالا' جانی اس کی بات کا مطلب مکمل طور پر سمجھ گیا تھا۔

''چل پھر اٹھ' باہر روشنی تو ہونا شروع ہو بھی گئی ہے' ان سے ملنے چلتے ہیں۔'' اپنوں سے ملنے کا تصور ہی جانی کی آنکھوں میں جگنو چمکائے ہوئے تھا۔

''بس پھر تو دو منٹ رک' میں واش روم سے ہو کر آیا۔ ناشتا آج وہیں کریں گے۔'' بڑے پُرجوش انداز میں جانی اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارتا ہوا ایک ہی جست میں اٹھا اور واش روم میں گھس گیا اور جب ایکسیلیٹر پر جانی کا پاؤں ہو تو بھلا فاصلہ طے کرنے میں وقت ہی کتنا لگتا ہے۔

پون گھنٹے میں وہ دونوں دروازے کے باہر موجود تھا اور دستک دے کر ابھی پیچھے ہٹے ہی تھے کہ اندر سے آتی پتلی سی معصوم آواز نے جانی کو چونکا دیا۔

''کون ہے؟''

''رانی میں ہوں بوبی!''

''ہاں تو دروازہ کھلا ہے ناں بھیا! اندر آجائیں۔'' بڑے مصروف سے لہجے میں اپنائیت بھرا جواب آیا تو بوبی دروازہ کھول کر اندر بڑھ گیا۔ جانی نے بھی جھجکتے ہوئے اس کی تقلید میں قدم اندر کی طرف بڑھائے تو سامنے ہی ایک عجیب ناقابل یقین منظر اس کا منتظر تھا۔

رانی نیلی فراک پر سفید وی لگائے یقیناً اسکول کے لیے تیار ہو رہی تھی اور گڈی یونہی بلامقصد اس کے آگے پیچھے گھومتی ہوئی شوق سے اسے دیکھے جا رہی تھی۔ کچن کا دروازہ چونکہ براہ راست صحن میں کھلتا تھا' جبھی سرعت سے جھاڑو لگاتی پینو نے ایک نظر بوبی کو دیکھا اور نظریں ملنے پر گھبرا کر جھاڑو چھوڑا اور گلے میں جھولتے دوپٹے کو سر پر جمانے کے بعد بظاہر دوبارہ اپنے کام میں مگن ہوگئی یقیناً جب ہی بوبی کے پیچھے اندر داخل ہوتے جانی کو نہیں دیکھا تھا لیکن روشنیوں اور رنگوں کا جو منظر اس کے چہرے پر بوبی کو دیکھنے سے ابھرا تھا' وہ جانی نے ضرور دیکھا تھا۔

''کیا یہ سب حقیقت ہے یا کوئی خواب؟'' جانی نے خود

سے سوال کیا۔
"کیا اس حد تک تبدیلی ممکن ہے؟" وہ اندر ہی اندر خود سے الجھ رہا تھا کہ ایک دم کچن سے جوذرا دھیان ہٹایا تو صحن میں لگے امرود کے درخت تلے بچھی چارپائی پر بیٹھی تاجی کو دیکھ کر تو گویا ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا۔
ریڑھی پر بال بکھرائے' پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہاتھ پھیلاتی تاجی اور چارپائی پر سر جھکا کر تسبیح کرتی تاجی میں کتنا واضح فرق تھا۔
"السلام علیکم اماں!" بوبی نے نزدیک جا کر تاجی کے سامنے تھوڑا سا جھکتے ہوئے اسے سلام کیا۔ جانی بھی اس کے عقب میں موجود تھا اور اس سے پہلے کہ سر اٹھا کر تاجی ہمیشہ کی طرح اس کی پشت پر ہاتھ پھیرتے ہوئے دعاؤں کے ساتھ سلام کا جواب دیتی بوبی سے دو قدم پیچھے ہٹ کر کھڑے جانی کو دیکھ کر سکتے میں آ گئی۔
کہاں وہ دبلا پتلا مریل سا جانی اور کہاں اب لمبا چوڑا کسرتی بدن والا جینز شرٹ میں ملبوس بابو بنا یہ نوجوان...... خود جانی کی حالت کچھ مختلف نہ تھی اللہ کے اس معجزے پر وہ حیران بھی تھا اور اس کا شکر گزار بھی' مرد ہونے کے باوجود وہ فوراً سے تاجی کے گلے لگ کر باقاعدہ آواز سے رو دیا تھا۔
تاجی کی حالت بھی کم و بیش ایسی ہی تھی اس کے بھی آنسو جانی کے بالوں میں جذب ہونے لگے تو پینو جو وہیں پر کوڑا ایک طرف کر کے بوبی کے لیے چائے بنانے کی غرض سے کچن میں چلی گئی تھی فوراً صحن میں بھاگی بھاگی آئی اور جانی کو اپنے سامنے یوں اچانک پا کر بے اختیار اس سے لپٹ گئی۔ حیرت اور خوشی سے آنسو بہاتی پینو کے ساتھ ہی رانی اور گڈی بھی موجود تھیں جو سب کے چہروں کو بس ٹکر ٹکر کر کے دیکھتی جا رہی تھیں اور خاص طور پر تاجی کو جانی کو یوں دیوانہ وار پیار کرتے دیکھ کر تو ان کے ننھے اذہان بھی کشمکش کا شکار تھے۔
گو کہ سبھی کی آنکھیں نم تھیں لیکن دلوں میں جو سکون اور طمانیت کا احساس تھا اس سے یہ ضرور لگتا تھا کہ یقیناً ان کی توبہ آسمانوں کو چھو چکی ہے۔

❀ ❀ ❀

جانی کے انتظار میں آج چندا کا دن کسی طور گزر ہی نہیں رہا تھا' آتے جاتے اٹھتے بیٹھتے نظریں موبائل کی اسکرین پر جمی ہوئی تھیں کہ بیل تو یوں بھی سائلنٹ پر تھی۔ دل کو آس تھی کہ جانے کس وقت جانی کی طرف سے کوئی پیغام ہی موصول ہو جائے۔
آبنوس کی لکڑی سے بنے وال کلاک میں انگریزی ہندسوں پر گھومتی میرون رنگ کی سوئی اسے ایک ایک سیکنڈ کے گزرنے کا احساس دلا رہی تھی اور آج اسے شدت سے احساس ہوا تھا کہ وہ اب جانی کے بغیر اپنی زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتی لیکن آخر کرتی بھی تو کیا اور کہتی بھی تو کس سے؟ کہ جھروکوں کے پار چلتی ان روشنیوں کے ساتھ ہی اس کی روح بھی جل کر خاک اور راکھ میں بدل چکی تھی۔ جہاں زیادہ سے زیادہ رقم سے آڑھتی اتار کر اپنا من سیراب کرنا ایک پرانی ریت تھی۔ ایسے میں جانی جیسے انسان کا مل جانا چندا کے لیے ایک معجزے سے کم ہرگز نہیں تھا جس کی طرف سے ملنے والی عزت ہی اسے اپنے دل کی بنجر زمینوں پر پڑنے والی پہلی بارش کی طرح محسوس ہوئی تھی اور وہ گو کہ نئی اور خوشگوار زندگی کے لیے ابھی منتظر گھڑیاں گن رہی تھی لیکن جانی کی زندگی خزاں کے بعد آنے والے موسم بہار کی مانند خوشگوار ہو گئی تھی۔ رشتوں کی پرانی کونپلوں پر کھلتے محبت کے نئے پھول مکمل طور پر اپنے جوبن پر تھے اور پھولوں کی خوشی کشید کرنے کا موقع دیتے ہوئے بوبی جان بوجھ کر کچھ دیر کے لیے گھر سے باہر گیا تھا جس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اگر وہ لوگ ایسی کوئی بات جو اس کے سامنے نہ کی جا سکتی ہو وہ آرام سے کر لیں اور تاجی تو یوں بھی چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے نہ صرف بوبی بلکہ اس کی ماں کو بھی دعاؤں میں یاد کرتی کہ جس نے اس قدر اعلیٰ تربیت کرتے ہوئے اوروں کے لیے بھی کارآمد بنایا۔
واقعی یہ اعمال ہی تو ہیں جن کی وجہ سے کچھ لوگ زندہ ہوتے ہوئے بھی مردوں میں شمار ہوتے ہیں اور کچھ مر کر بھی ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جاتے ہیں۔ بوبی کی والدہ کا

شمار ناجی آخر اللہ کر لوگوں میں کیا کرتی تھی۔ جانی ماں کے ساتھ چارپائی پر بیٹھا دوپہر کے کھانے کا منتظر تھا' پینو باورچی خانے میں بھنڈیاں پکا رہی تھی اور بھنڈیوں کا سوچ سوچ کر جانی کی بھوک میں کئی گنا زیادہ اضافہ ہو رہا تھا لیکن اسی دوران ایک ایسا سوال جو صبح سے جانی کو بے چین کیے ہوئے تھا اور جس کی وجہ سے وہ اب بوبی سے بھی نظریں چرانے پر مجبور تھا اس کے لبوں پر آ ہی گیا۔

"اماں کیا تو نے...... میرا مطلب ہے کہ بوبی کو پہلے گزرنے والے تمام واقعات بتا دیے ہیں؟" ماں تھی لیکن پھر بھی اس سے بات کرنے کے دوران جانی جھجک سا گیا تھا۔

"ہاں بوبی کو سب کچھ بتا دیا ہے۔" گہری سانس لے کر ناجی نے بات کر کے جانی کو چونکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"لیکن ان خطاؤں اور گناہوں کے جو ہم سے اور خاص طور سے مجھ سے ہوئیں۔" بات مکمل ہوئی تو جانی کے بھی اوسان بحال ہوئے اسی دوران پینو بھنڈی کے سالن اور گرم گرم روٹیوں کے ساتھ دہی پودینے کی چٹنی لے کر باورچی خانے سے نکلی اور ان دونوں کے درمیان رکھ دی' ناجی نے حزن وملال کی کیفیت میں چارپائی کی پائنتی کے ساتھ ٹونٹی کے پانی سے بھری ہوئی بوتل اور اسٹیل کے دو گلاس رکھ کر واپس مڑتی پینو کی طرف دیکھا۔

"جن گناہوں سے خود اللہ کی ذات پردہ پوشی فرما دے تو پھر ہمیں بھی کوئی حق نہیں پہنچتا ناں کہ اسے دنیا والوں کے سامنے بیان کرتے پھریں۔" ناجی نیچی نظروں کے ساتھ اپنی دونوں ہتھیلیوں پر بکھرے لکیروں کے جال کی طرف متوجہ تھی پھر جانی کی بھوک کا خیال آیا تو اپنے ہاتھوں سے نوالہ بنانے لگی۔

"صرف پیٹ بھرنے کی کوشش میں میں حلال اور حرام کی تمیز بھول گئی تھی لیکن اللہ نے اپنی رحمت سے ہمیں بوبی جیسے انسان نما فرشتہ سے ملوا دیا جس نے اللہ کے حکم سے یوں ہماری زندگی بدلی کہ اب بھی کبھی کبھار یہ سب ایک خواب لگتا ہے اس کی ماں کے بارے میں سب کچھ پتا چلا تو میں اور بھی شرمندہ ہوئی اور میں نے سوچا کہ واقعی حرام کھانے سے کہیں بہتر ہے ناں کہ بندہ بھوکا ہی رہے۔" اپنے ہاتھوں کا بنایا ہوا نوالہ اس نے جانی کے منہ میں ڈالا تو بچپن کی خواہش پوری ہونے پر فرطِ جذبات سے جانی نے اس کا ہاتھ چوم کر آنکھوں سے لگا لیا۔ اس سے پہلے کہ ناجی اس کی آنکھوں کی نمی اپنی ہتھیلی کی پشت پر محسوس کرتی' موبائل پر ہوتی میسج کی بپ نے جانی کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

"خود ساختہ مصروفیتوں کے خوش نما ساحل سے ایک نظر ان گمنام جزیروں پر بھی...... جہاں امید نا تمام اب بھی وقت کی مضبوط گرفت میں ہے۔"

جہاں بھی ہو چلے آؤ' تمہیں یادیں بلاتی ہیں
تمہارے ساتھ جو گزریں تھیں وہ شامیں بلاتی ہیں
یہ نہ سمجھو تمہارے بن کسی کا دل نہیں روتا
کسی کی آج بھی تم کو اداس آنکھیں بلاتی ہیں

اسکرین پر موجود دل میں اترتے یہ الفاظ پڑھ کر جانی کی روح تک شاد ہو گئی تھی' کیسا حسین دن تھا کہ ہر مراد بر آئی تھی اور یوں بھی چندا سے ملنے کے بعد سے اب تک یہ پہلا دن تھا کہ جب وہاں سے آنے کے اتنے گھنٹوں بعد تک بھی جانی نے اسے میسج نہیں کیا تھا سو اب چندا کی طرف سے میسج ملا تو وہ خوشی سے جھوم اٹھا اور سوچنے لگا کہ اب اسے بوبی کے ساتھ مل کر جلد ہی ایک حکمت عملی ترتیب دینی ہے جس سے ان کی زندگی ایک مثالی زندگی کا روپ دھار لے۔

❀......❀......❀

روپیہ پیسہ دنیا کی واحد ایسی چیز ہے جو زبان نہ ہونے کے باوجود بھی بولتا ہے اور ایسا بولتا ہے کہ پھر بڑوں بڑوں کی بولتی بند کروا دیتا ہے۔ جانی بھی آج کل آنٹی کے ساتھ پیسہ پھینک تماشہ دیکھ والا کھیل کھیل رہا تھا۔ روزانہ رات کو چندا سے ملنے جاتا تو آنٹی کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور لے جاتا جو کہ معاوضہ سے ہٹ کر صرف آنٹی کے لیے تحفہ گردانا جاتا۔ یہی وجہ تھی کہ لالچ کی ہزار ہا پرتوں میں چھپی آنٹی جانی کو اب ایسا با اعتماد گاہک سمجھ بیٹھی تھیں جو صرف چندا سے ملنے کی غرض سے اپنا سب کچھ وارنے پر بھی تیار تھا۔

آج بھی جانی آنٹی کی جھوٹی خوشامد اور ان کی خوب صورتی کی جعلی تعریفیں کر کے چندا تک پہنچا تو کھلے بالوں کو سلجھا کر پیچھے کی طرف جھٹکا دیتی چندا اسے دیکھ کر خوشی سے کھل گئی اور ہیئر برش کے دندانوں پر حیرت سے پوریں پھیرتے ہوئے بولی۔

''آپ...... آج پھر......؟''

''سو فیصد میں اور آج پھر...... کیوں یقین نہیں آ رہا کیا؟'' جانی نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے شوخ نظروں سے مسکراتے ہوئے چندا سے سوال کیا جو چٹیا کرنے کے لیے بالوں کو تین حصوں میں تقسیم کرنے ہی لگی تھی کہ جانی نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے آنکھوں ہی آنکھوں میں اسے بال کھلے رکھنے کا کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔

''میں تو سمجھی کہ بس جناب کے دل سے محبت کا خمار اتر گیا۔'' بات مکمل کرتے ہوئے جانے اس کے ذہن میں کیا آیا کہ بڑی ادا سے خود بخود ہنس دی۔ اس کے انگ انگ سے پھوٹتی خوشی جانی نے بخوبی محسوس کی تھی' نرم سا لہجہ اور دل کو چھوتی نرم آواز وہ فدا ہونے لگا تھا۔

''ہوں...... یعنی اب ایک دن بھی میرے بغیر نہیں گزر سکتا۔'' جانی نے کھڑکیوں کے پردے گرا دیئے تھے اور کمرے کا ماحول دودھیا روشنی میں بے حد دلنشین معلوم ہو رہا تھا۔

''ظاہر ہے جب آپ آنکھوں میں ایسے خوب صورت خواب بسا جائیں گے تو سونا تو دور جاگتے ہوئے بھی ہر طرف آپ ہی آپ نظر آئیں گے ناں۔'' نظریں جھکا کر اس نے معصومیت سے اعتراف کیا تو جانی اس کے قریب چلا آیا اور اس خیال سے کہ کوئی اور سن نہ لے اس کے قریب ہو کر پہلے تو اس کا ہاتھ پکڑا اور کمرے کے دروازے سے آخری دیوار کے پاس کھڑے ہو کر سرگوشی کرنے کے لیے اپنا منہ اس کے کان میں پہنے گئے خوب صورت آویزے کے نزدیک کیا اور بولا۔

''میں نے اور بوبی نے چوری چکاری چھوڑ کر اپنے گھر والوں کے ساتھ یہ شہر چھوڑنے کا فیصلہ کیا ہے۔'' جانی کی سانسیں اپنے بائیں رخسار پر محسوس کرتی چندا اس خبر پر چونکی اور فوراً رخ موڑ کر اس کی طرف یوں دیکھنے لگی جیسے پوچھتی ہو کہ ''اب میرا کیا بنے گا؟'' جھیل سی آنکھوں میں اپنی ذات کے متعلق کئی سوال ہلکورے لینے لگے تھے۔

''تمہیں کہا تو تھا کہ میرے ہوتے ہوئے تمہیں پریشان نہیں ہونا' اب تم میری ذمہ داری ہو۔'' ایک اور سرگوشی بہت قریب سے ابھری تھی' چندا ہلکا سا مسکرائی تو ضرور لیکن خدشات اور وسوسوں کے ساتھ۔

اسی دوران جانی نے اسے اپنی جیب سے ایک پرچہ نکال کر اسے پڑھنے کو دیا جس پر وہ بوبی سے سارا منصوبہ لکھوا لایا تھا۔ ہر قدم پر احتیاط کی ضرورت تھی جبھی بوبی کے مشورے سے یہ طریقہ اپنایا گیا تھا کہ جانی اگر لکھ پڑھ نہیں سکتا تھا تو خیر چندا کو تو پڑھنا آتا ہی تھا اور سارا منصوبہ پڑھ لینے کے بعد خوشی سے چندا کی کاجل بھری آنکھیں بھیگنے لگی تھیں گو کہ یہ بہت بڑا رسک تھا لیکن باعزت زندگی گزارنے کی خواہش میں وہ اپنی جان پر کھیل کر بھی یہ رسک لینے کو تیار تھی جس کی ناکامی کی صورت میں یقیناً اس کی زندگی جانوروں سے بھی بدتر کر دی جاتی لیکن اس سب کے باوجود وہ یہ قدم ضرور اٹھانا چاہتی تھی تاکہ کل کو اس کے دل میں یہ کسک باقی نہ رہے کہ اس نے اپنی عزت بچانے کے لیے کوئی ٹھوس کوشش کی ہی نہیں۔

چھوٹی انگلی کی پور سے آنکھ کے کنارے کو ہلکا سا دباتے ہوئے چندا نے کاجل کو باہر نکلنے سے روکتے ہوئے کچھ کہنا چاہا لیکن اس مرتبہ جانی نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے اس کے ہونٹوں پر انگلی رکھ دی اور ماحول کی نزاکت کے باعث اسے اس موضوع پر کچھ بھی کہنے سے منع کر دیا اور جان بوجھ کر دوسری باتیں چھیڑ دیں' یہاں وہاں اِدھر اُدھر کی باتیں کرنے کے دوران جہاں اس کو جانی پر بے حد اعتماد اور بھروسہ محسوس ہو رہا تھا وہیں ناکامی کی صورت میں پیش آنے والے ممکنہ حالات اس کے خون کو رگوں کے اندر منجمد کیے دے رہے تھے۔

میں تیری چھاؤں میں پروان چڑھوں

اپنی آنکھوں پر تیرے ہاتھ کا سایہ کر کے
تیرے ہمراہ میں
سورج کی تمازت دیکھوں
اس سے آگے نہیں سوچا دل نے
پھر بھی احوال یہ ہے
اک بھروسہ ہے کہ دل سبز کیے رکھتا ہے
اک دھڑکا ہے کہ خوں سرد کیے رکھتا ہے۔

❀......❀......❀

پینو بازار جانے کے لیے بڑی سی چادر اوڑھے کھڑی تھی جب بوبی حسب عادت دروازہ بجا کر اندر چلا آیا اور یوں بوبی کو اپنے سامنے دیکھ کر پینو کو اپنا دل سینے کے بجائے حلق میں دھڑکتا محسوس ہوا چہرے کے تاثرات کو بوبی سے چھپانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے وہ خوامخواہ شاپرز کو کھولنے اور پھر بند کرنے لگی۔

''پینو......'' بوبی نے پاس آ کر پکارا تو چاروناچار اسے بوبی کے سامنے ہونا ہی پڑا۔

''جی...... وہ...... گھر پر تو کوئی ہے ہی نہیں۔'' وہ ہمیشہ ہی بوبی کے پکارنے پر یوں گھبرا سی جاتی تھی۔

''یعنی ہم دونوں کسی گنتی میں ہی نہیں ہیں۔'' ہلکے پھلکے انداز میں کہتے ہوئے وہ مسکرایا' جواباً پینو خاموش رہی۔

''کیا میری موجودگی کا احساس تمہارے لیے کافی نہیں ہے؟''

''نہیں...... وہ میرا...... مطلب تھا کہ وہ......'' یہ پہلا موقع تھا کہ وہ بوبی کے ساتھ گھر میں اکیلی تھی' اسی لیے منہ سے الفاظ بھی گھبراہٹ کے مارے نکلنا محال لگ رہے تھے۔

''تمہارا مطلب جو بھی ہو لیکن سنو دوسرے شہر جا کر تو ہمارا اپنا الگ گھر ہوگا جس میں صرف اور صرف تم ہوگی اور میں بس......'' بات کی گہرائی میں جانے کے بجائے وہ ایکدم چونک کر بولی۔

''ہم دونوں بس......''

''ہاں تو اور کیا' پہلے تو ہم دونوں ہی ہوں گے ناں پھر آہستہ آہستہ مُنا' چنا' ببلی' سونی وغیرہ وغیرہ بھی آتے جائیں گے۔''

نبیلہ ریاض احمد شیخ

السلام علیکم! میرا نام نبیلہ ریاض ہے اور میں پنجاب کے ضلع قصور کے ایک گاؤں (میگہ) میں رہائش پذیر ہوں۔ ہم پانچ بہن بھائی ہیں اور میں اپنی بڑی بہن ثوبیہ ریاض سے چھوٹی اور فائزہ ریاض سے بڑی ہوں۔ ہم بہنوں سے چھوٹے دو بھائی ہیں علی طاہر اور عادل ریاض اور میری والدہ محترمہ فلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ مجھے دنیا میں سب سے زیادہ محبت اپنے والدین سے ہے' بہن بھائیوں کو بھی پیار کرتی ہوں۔ میں سیکنڈ ائیر کی طالبہ ہوں اور دلی ارادہ ہے کہ میں تعلیم مکمل کروں اور ملک وقوم کی خدمت کروں۔ ویسے مجھے سہیلی بنانے کا شوق نہیں ہے لیکن زندگی گزارنے کے لیے میں نے اپنی ایک کلاس فیلو سعدیہ کو سہیلی بنایا ہوا ہے' وہ ہی میری بیسٹ فرینڈ ہے۔ اچھا جی میری پسندیدہ ڈش پلاؤ ہے' کلرز میں مجھے وائٹ اور بلیک پسند ہے' باقی جو مل جائیں پہن لیتی ہوں۔ کچھ نہ کچھ پڑھنے لکھنے کی عادت ہے' اس لیے پیپرز کے بعد بور ہو جاتی ہوں۔ اس لیے آنچل میں لکھنے کا سوچا ہے۔ مجھے فطرت بہت پسند ہے' اس لیے تتلی اور جگنو بہت اچھے لگتے ہیں۔ کچھ لوگوں کی آنکھیں بہت پسند ہیں' میں کبھی جھوٹ نہیں بولتی کیونکہ جھوٹ فساد کی جڑ ہوتا ہے جو انسان کو گناہوں کی وادی میں دھکیل دیتا ہے۔ ماں باپ کو بہت بڑی نعمت سمجھتی ہوں اس لیے اپنی کوئی بات ان سے نہیں چھپاتی۔ ناول ''محبت دل پہ دستک'' پسند ہے اس کے علاوہ میں شاعری بہت نوٹ کرتی ہوں اپنی ڈائری میں اور میوزک سننے کا بھی شوق ہے۔ اگر اپنی زندگی بنانی ہو تو دوسروں کی زندگی میں خوشیاں لانے کی کوشش کرو' اس اچھی بات کے ساتھ اجازت دیں' اللہ حافظ۔

بوبی کی یوں براہ راست بیان کردہ مستقبل کی منصوبہ بندی سے وہ لجا سی گئی تھی اور سانولے چہرے پر حیا کی سرخی دوڑنے لگی تو پلکوں میں بھی لرزش محسوس ہوئی اور وہ جھک گئیں۔ اپنی یہ تمام کیفیت چھپانے کی کوشش میں اس نے اوڑھی گئی چادر کا ایک کونا پکڑ کر بڑے طریقے سے چہرہ ڈھانپ کر ایک طرف سیفٹی پنز لگا کر نقاب کے نہ کھسکنے کی یقین دہانی کی اس سب کا ایک مقصد بوبی کی باتوں سے چہرے پر در آنے والی امنگوں کی پردہ پوشی بھی تھی۔

''وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن......'' پینو نے نظریں چرائیں اور بات کرنے کے لیے مناسب لفظ ڈھونڈنے لگی۔

''بتاؤ پینو! بولو ناں' تمہیں میرے ساتھ پر کوئی اعتراض تو نہیں؟'' وہ اس کے منہ سے اقرار سننا چاہتا تھا' ان لفظوں کی لذت محسوس کرنا چاہتا تھا جن سے ہر جذبے' امنگ کو نئی زندگی دان ہوا کرتی تھی لیکن پینو اس کے برعکس سوچ رہی تھی۔ وہ اب تک ماضی میں سرزد ہونے والی غلطی کو بھول نہیں پائی تھی اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ بوبی جیسے مخلص اور سچے انسان کے ساتھ کسی بھی قسم کا کوئی دھوکہ ہو' جبھی تو آج اس نے وہ سب کچھ کہہ ڈالنے کا ارادہ کیا جس کا بوجھ بصورتِ دیگر ساری عمر اس کے اعصاب پر رہتا۔ یوں آج موقع بھی اچھا تھا ناجی' رانی اور گڈی کو ساتھ لے کر ان خاتون کے پاس الوداعی ملاقات کے لیے گئی ہوئی تھی جن سے قرآن پاک پڑھنا سیکھا گیا تھا اور جن سے خود پینو نے بھی قرآن پاک پڑھا تھا جبکہ جانی پینو کے بازار جانے کے لیے ٹیکسی لینے گیا ہوا تھا۔

''میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں' کچھ ایسا جو سننے کے بعد شاید نہیں بلکہ یقیناً آپ اپنا ارادہ بدل ڈالیں گے۔'' پینو کی بات کرنے کے اس انداز پر بوبی نے اپنی سوالیہ نظریں پینو کی آنکھوں پر مرکوز کردیں تو اس نے جھجکتے ہوئے وہ سب کہہ ڈالا جو وہ اب تک اپنے آپ سے بھی دوبارہ کہہ نہیں پائی تھی لیکن حیرت اسے تب ہوئی جب بات مکمل ہونے کے بعد بھی بوبی کی طرف سے کوئی ردعمل ظاہر نہ ہوا فطری طور پر اس نے نظریں اٹھا کر بوبی کو دیکھا اور غیر متوقع طور پر بے حد پرسکون پایا۔

''مجھے تم پر فخر ہے پینو کہ تم ایک اچھے اور سچے دل کی لڑکی ہو اور تم نے مجھے سب کچھ سچ سچ بتا دیا لیکن اگر میں یہ کہوں کہ میں نے یہ فیصلہ سب کچھ جاننے کے بعد ہی کیا تھا اور اب تمہارے منہ سے سب کچھ سننے کے بعد اس پر مزید ثابت قدم ہوں تو......''

''کیا......؟'' پینو پر تو گویا حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے تھے۔

''ہاں پینو! رانی مجھے سب کچھ خود ہی بتا چکی ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ آج کے بعد یہ باب مکمل طور پر بند ہوجائے یعنی نہ تم نے کچھ کہا اور نہ ہی میں نے سنا۔'' پینو کی آنکھوں سے رواں شکرانے کے آنسوؤں کو نقاب میں جذب ہوتا دیکھ کر بوبی نے مضبوط لہجے میں کہا تو اس کی نظروں میں جلتے محبت کے دیئے کی لو پینو نے نقاب کے باوجود اپنے رخساروں پر محسوس کی جبکہ کھلے دروازے سے اندر آتی ناجی یہ چند جملے سن کر اللہ کی رحمت پر نہال ہوگئی۔

ایک توبہ ہی تو کی تھی اس نے اور اللہ اسے اس کے اعمال کے بجائے اپنی رحمت کے مطابق کس قدر نوازتا جارہا تھا۔ ربِ تعالیٰ کی طرف اس کا اٹھنے والا خلوصِ نیت سے صرف ایک قدم ہی تو تھا جس کے جواب میں خالقِ کائنات اس کی طرف دس قدم بڑھا رہا تھا' وہیں دروازے سے ہی سامنے دونوں کی طرف جانے کے بجائے وہ دو قدم پر موجود غسل خانے میں وضو کرنے کی نیت سے داخل ہوگئی کہ یہ شہر چھوڑنے اور نئی زندگی کا آغاز کرنے سے پہلے وہ مالک کے حضور نوافل ادا کرکے تشکر آمیز انداز میں اس کی بڑائی' رحمت اور کرم کے سامنے اپنی کم مائیگی' بے وقتی اور عاجزی کا اظہار کرنا چاہتی تھی۔

❀......❀......❀

آنٹی کے وسیع ہال میں آج کچھ بڑے لوگوں کی آمد کا اعلان کیا گیا تھا ان کو متاثر کرنے اور آئندہ بھی یہیں آنے کا لالچ دینے کی کوشش کرتی آنٹی انتظامات میں کسی قسم کی کوئی کوتاہی اور کمی نہیں چاہتی تھیں۔ کبھی کچھ اپنی نگرانی میں

کروار ہیں تھیں ضیافت کا بھی اعلیٰ انتظام تھا اور رقص وسرور کا بھی۔ اس قدر مصروفیت کے باعث آنٹی نے چندا اور دوسری دونوں لڑکیوں کو گٹو کے ساتھ بیوٹی پارلر بھیجا تھا۔

عام دنوں میں پارلر والی خود ان کے پاس آیا کرتی تھی لیکن یہ پروگرام چونکہ اچانک بنا تھا اس لیے اس کی پہلے سے طے شدہ اپوائنٹمنٹس کی وجہ سے اس کا آنا ممکن نہ رہا تو آنٹی نے ڈرائیور کے ساتھ ان تینوں کو بھیج دیا اور حفظِ ماتقدم کے طور پر بارہ تیرہ سالہ گٹو بھی ہمراہ کر دیا جو پارلر کے اندر ان کی حرکات وسکنات کے بارے میں انہیں بتاتا۔

پارلر میں ابھی داخل ہوئے کچھ دیر ہی گزری تھی اور وہ تینوں کولڈ ڈرنکس سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ کوئی فلمی جریدہ دیکھ رہی تھیں کہ دو کرسیاں خالی ہوئیں اور چندا نے بڑی فراخ دلی سے باقی دونوں کو پہلے ٹریٹمنٹ کروانے کی آفر کرتے ہوئے اپنی کولڈ ڈرنک کی طرف اشارہ کیا جو ابھی تقریباً فل تھی جبکہ وہ دونوں پی چکی تھیں۔

پیشہ ورانہ ہاتھ بڑی تیزی سے حسن کو نکھارنے کے عمل میں مصروف تھے کہ پینو اندر داخل ہوئی اور چندا کو جانی کی بتائی گئی نشانی کے مطابق اچانک دیکھنے کی اداکاری کرتے ہوئے بڑے تپاک اور خوشدلی سے یوں ملی جیسے بچپن کی دو سہیلیاں اتفاقاً ملی ہوں۔

''اتنے عرصے بعد ملی ہو' چلو کہیں آرام سے بیٹھ کر ایک دوسرے کا حال چال تو پوچھیں۔'' ہاتھ میں پکڑے شاپرز پینو نے لمحہ بھر کے لیے پارلر کے صوفے پر رکھے اور پھر چندا کے ہاتھ تھام لیے تو چندا مسکرا دی۔

''وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں اس وقت ذرا جلدی میں ہوں ناں اور پھر......'' چندا نے کن اکھیوں سے گٹو کو دیکھا جو ایک نظر ان پر ڈال کر دوبارہ پوری توجہ سے ٹی وی ٹرالی میں رکھے فلیٹ اسکرین کے ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا جہاں کوئی انڈین فلم چل رہی تھی اور کیبل والوں کی مہربانی سے فحاشی سے بھرپور مناظر گھر گھر پہنچ رہے تھے تو بھلا گٹو کیونکر مفت کے جلوؤں سے محروم رہتا۔

''کوئی بہانہ نہیں چلے گا' اچھا چلو چاٹ ہی کھالیں پھر پتا نہیں دوبارہ کبھی ملیں گے بھی کہ نہیں؟'' پینو نے بے انتہا اپنائیت کا مظاہرہ کر کے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔

''اچھا تو چلو ٹھیک ہے۔'' چندا نے ہتھیار ڈال دیئے۔

''چل گٹو! ساتھ کی دکان سے چاٹ کھالیں۔'' چندا نے نقاب کرتے ہوئے کہا تو گٹو نے صاف انکار کر دیا کہ جو ہیجان خیز غذا اسے انڈین فلمیں کھلا رہی تھیں وہ اس کا ایک لمحہ بھی چھوڑنے کو تیار نہ تھا۔

''ایک دکان چھوڑ کر تو ہے' تم کھا کر آجاؤ میں تو ٹی وی دیکھ رہا ہوں۔'' وقتی طور پر اس نے آنٹی کی دی گئی تمام ہدایات کو یکسر فراموش کرتے ہوئے کہا تو چندا نے اپنے ساتھ آئی دونوں لڑکیوں کو دیکھا جو کانوں پر ہیڈ فون لگائے اپنے پسندیدہ میوزک سننے کے ساتھ ساتھ آنکھیں بند کر کے مساج کروا رہی تھیں لیکن اس سب کے باوجود چندا نے ظاہراً ہچکچاہٹ کا مظاہرہ کیا۔

''باجی' تم ہی میرے ساتھ کر دو ناں کسی کو؟ اکیلے جانے کا سن کر آنٹی بہت غصہ کریں گی۔'' وہ عورت آنٹی کی بہت اچھی جاننے والی تھی اور اسی وجہ سے بڑے اعتبار کے ساتھ آنٹی اور ان کے پاس موجود تمام لڑکیاں کبھی کبھار یہاں آتیں ورنہ یہ خود اپنی ہیلپرز کے ساتھ وہیں جا کر ساری ٹریٹمنٹ کر آیا کرتیں لیکن آج کل شادیوں کے سیزن کی وجہ سے اس کی بھی مصروفیت تھی اور کچھ یہ محفل بغیر کسی پیشگی اطلاع کے منعقد کی جا رہی تھی اسی لیے آنٹی نے گٹو کو ساتھ بھیج دیا تھا۔

''چندا دو لڑکیاں تو آج آئی ہی نہیں ہیں' صائمہ اور حنا کو دلہن تیار کرنے بھیجا ہے اور یہ تینوں ان کا کام نبٹا رہی ہیں۔'' باجی نے دائیں طرف لگی روم میں کرسیوں پر موجود دو لڑکیوں کی طرف اشارہ کیا جن میں سے ایک مایوں کی دلہن تھی اور آنکھوں میں نئی زندگی کے خواب سجائے شام میں ہونے والی تقریب کے لیے لائٹ سا ٹریٹمنٹ لے رہی تھی۔

اسے دیکھ کر خود چندا کے دل میں بھی کتنے ہی ارمان اور خواہشات بیدار ہو گئے تھے' نت نئی امنگیں سر اٹھانے لگی تھیں اور تصور میں جانی کا گمبھیر لہجہ پھر سے سماعتوں میں رس

گھولنے لگا۔ بائیں رخسار پر اس لمحے پھر سے جانی کی سانسیں محسوس ہوئیں تو وہ زیرلب مسکرادی کہ اب تو اس نے اپنی قسمت کی کشتی جانی کے ہاتھ تھمادی تھی۔ اب ڈوبے یا ابھرے...... یہ اس نے اللہ پر چھوڑ رکھا تھا۔

''تم ایسا کرو اگر ضرور جانا ہی ہے تو یہ ایک دکان چھوڑ کر تو ہے' جلدی سے کھا کر آ جاؤ' آنٹی کو پتا بھی نہیں چلے گا اور تب تک ان میں سے ایک کرسی خالی بھی ہوجائے گی تو تمہارا کام اسٹارٹ کردوں گی۔'' وہ خود شاید آج کام کی زیادتی سے گھبرائی ہوئی تھیں جبھی اسے مشورہ دے کر ہیئر مساج ختم کرانے کے بعد اس لڑکی کو گاؤن پہنایا اور ہیئر واش کرنے کے لیے چیزیں تیار کرنے لگیں۔

''ہاں ہاں جاؤ' میں بھی نہیں بتاؤں گا۔'' گٹو نے بھی کمال سخاوت کا مظاہرہ کیا تو چندا نے ایک نظر پنو کو دیکھا جو شاپر اٹھائے تیار کھڑی تھی پھر ہیڈ فون لگا کر آنکھیں بند کیے لڑکیوں اور سیٹ شاد کھولے کھڑی باجی پر الوداعی نظر ڈال کر بڑی سرعت سے باہر نکلی اور چاٹ کی دکان کے بجائے دائیں طرف موجود مسجد کے بیت الخلاء میں جا گھسی جو نماز کا وقت نہ ہونے کے باعث خالی تھا۔ وہیں پر چندا نے پنو کے ساتھ لائے گئے شاپر میں موجود پشاوری برقعہ اوڑھا' پاؤں سے سینڈل اور پازیب اتار کر بڑے کے سلیپر پہنے' دوسرے شاپر سے تولیے میں لپٹا ننھا گٹو تکیہ بچے کی طرح سینے سے لگایا اور یوں وہ دونوں پشاوری برقعوں میں ملبوس آنکھوں کی جگہ پر موجود جالی سے یہاں وہاں دیکھتیں بڑی تیز رفتاری کے ساتھ شارٹ کٹ کے ذریعے صرف چند ہی منٹوں میں سڑک پر پہلے سے اسٹارٹ کھڑی ٹیکسی تک جا پہنچیں جسے انہیں دور سے آتا دیکھ کر ہی جانی اور بولی ریلوے اسٹیشن کی طرف رخ کروا چکے تھے کہ ریلوے اسٹیشن کے ویٹنگ روم میں گڈی اور رانی کے ساتھ موجود ناجی کی تسبیح کے دانے بڑی شدت سے بارش کی بوندوں کی طرح متواتر گر رہے تھے۔

❁......❁......❁

تیز رفتار ٹرین بھاگتے مناظر کی طرح ان کے ماضی کو بھی پیچھے چھوڑتی جارہی تھی' وہ ماضی جس میں ذلت تھی' رسوائی تھی' ندامت اور پچھتاوے تھے لیکن اب باعزت زندگی گزارنے اور رزق حلال کمانے کا خواب آنکھوں میں سجائے وہ سب ایک نئی منزل کی طرف گامزن تھے جہاں بھرپور اور رفاقتوں کے حسین موسم میں ایک خوشگوار زندگی بانہیں وا کیے ان کی منتظر تھی۔ جہاں سرخ گلاب اپنی خوشبو بکھیرنے کو بے تاب تھے تو ہوا اس خوشبو کو اپنے نرم سے آنچل میں سمونے کو بے قرار۔

پنو اور چندا ابھی تک انہی پشاوری برقعوں میں ملبوس تھیں اور ناجی ان پر یاد کی گئی چھوٹی چھوٹی آیات پڑھ کر پھونکتی جارہی تھی گو کہ وہ سب اب خوف کی فضا سے نکل چکے تھے لیکن احتیاط بہرحال لازم تھی۔ زندگی کو نئے ڈھنگ سے گزارنے کا عہد کیے وہ سب ہی اب زندگی کے اس نئے دور میں داخل ہورہے تھے جہاں انہیں اپنے ماضی کو ایک برا خواب سمجھ کر بھولنا تھا' ایسا برا خواب جو شیطان کی طرف سے تھا اب رحمٰن کا ساتھ حاصل ہونے پر ختم ہوچکا تھا۔

بے شک توبہ کے لیے اس ستارالعیوب کا در ہم جیسے گناہ گاروں کے لیے ہر وقت کھلا رہتا ہے اور اس کی رحمت بیکراں ہماری فریادوں میں جذبے' خلوص اور شدت کی کمی کے باوجود صرف اور صرف سچے دل سے توبہ کرنے کے عوض تمام گناہوں پر نہ صرف پردہ ڈالتی ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی بخشش کا گراں قدر تحفہ بھی عطا کرتی ہے۔

اور ناجی نے بھی تو صرف توبہ ہی کی تھی ناں' سچے دل کے ساتھ...... جس کے قبولیت کے بعد اس پر منکشف ہونے والے آگہی کے باب نے زیست کے ایک لمحے کے طفیل نہ صرف اس کی بلکہ اس سے جڑے سب رشتوں کی زندگی ہی بدل ڈالی تھی۔

(ختم شد)

❁

نگاہوں میں شوخی لبوں پہ تبسم
وہ چوڑی کھنکتی تو جب عید ہوتی
وہ آنچل میں چہرہ چھپائے جو چلتے
تو شرم و حیا کے سبب عید ہوتی

دھیرے دھیرے شام ڈھلنے لگی۔ اُفق کے پار سورج ڈوب رہا تھا۔ آتشی گلابی رنگت کی ایک واضح لکیر، گاڑی کے ساتھ بہت دیر تک دوڑتی رہی۔ صحرا جیسے وسیع وعریض آسمان پر قدرت نے دیا سلائی جلا دی تھی جواب اُفق کے دوسرے پار تک پہنچ کر پورے آسماں کو جلا دینا چاہتی تھی۔ مغرب کا وقت تھا اس نے اپنی بھیگی آنکھیں رگڑ ڈالیں ہچکولے کھاتی گاڑی اب کچے پکے راستوں پر گامزن تھی۔

''اور کتنا راستہ رہ گیا ہے۔'' اس نے ڈرائیور سے پوچھا۔

''بس بی بی جی پندرہ منٹ اور لگیں گے۔'' ڈرائیور نے سبک رفتاری سے گاڑی چلاتے ہوئے جواب دیا۔

''زندگی سے اگر الفاظ نکل جائیں تو انسان نامکمل

اور ادھورا کہلاتا ہے اظہار رشتوں کی مضبوطی کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے کیا ان کھوکھلے رویوں کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہو...... بولو...... جواب دو......!''

اس نے گھبرا کر اِدھر اُدھر دیکھا اپنے اطراف میں گونجتی یہ آواز شاید اس کے دل سے آ رہی تھی۔ دل سے اٹھتا یہ شور بڑھتا جا رہا تھا اس کی ہتھیلیاں پسینے سے تر ہوگئیں۔ گود میں رکھے دونوں ہاتھ اس نے رگڑ ڈالے پھر اپنا سر تھام لیا۔ دل و دماغ پر پڑا بھاری بوجھ اسے اس راستے تک لے آیا تھا۔ فیصل آباد سے جھنگ تک کا یہ سفر زیادہ طویل نہ تھا لیکن جانے یہ کیسی مسافت تھی کہ اس کا وجود تھکن سے ایسا چور تھا جیسے یہ لمبی مسافت وہ پیدل طے کرتی چلی آ رہی ہے۔ اسے اب اپنی ان پھولی سانسوں سے الجھن ہو رہی تھی۔ وہ کھڑکی سے باہر آسمان کو تکنے لگی گہری گہری سانسیں لے کر وہ اپنے بوجھل جسم پر سکون کر رہی تھی۔ آسمان پر اب مکمل اندھیرا چھا چکا تھا۔ معاً ایک جھٹکے کے ساتھ گاڑی مانوس دروازے کے باہر رکی من من ہوتے ہاتھوں سے گاڑی کا دروازہ کھولا۔ گاڑی سے باہر نکلتے ہوئے وہ لڑکھڑائی لیکن پھر سنبھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے ڈرائیور کو اشارہ کیا اور آگے بڑھ گئی۔ ''یہ دو روحوں کے درمیان ہونے والا مقدمہ تھا اور یہ مقدمہ وہ ہر صورت جیتنا چاہتی تھی۔'' اس نے مڑ کر کچھ سوچتے ہوئے دیکھا دوست کا بھیجا ہوا ڈرائیور گاڑی سمیت جا چکا تھا ایک پرعزم سوچ کے ساتھ اس نے ڈور بیل بجائی اور کندھے پر ڈالا بیگ مضبوطی سے تھام لیا۔

❀......❀❀......❀

''اس سوٹ کا کلر تو بہت ڈل اور ڈم ہے اور مجھے ڈل کلر پسند نہیں۔'' اس کی پھپھی زاد کزن ذوق وشوق سے لائے ہوئے سوٹ پر اس کا تبصرہ سن کر منہ لٹکا کر رہ گئی۔

''عفان کو یہ کلر بہت پسند ہے۔'' کرن مایوس کن لہجے میں بولی۔

''تو وہ پہن لیں بھئی مجھے ایسے کلر پسند نہیں تم ایسا کرو اسے چینج کروالو۔'' وہ بنا ماتھے پر شکن ڈالے نارمل سے انداز میں کہتی کمرے سے نکل گئی۔

''ہائیں اسے کیا ہوا بدلنے کا حکم تو یوں صادر ہوا ہے جیسے شادی کا جوڑا نہ ہوا پرفیوم ہوگیا۔'' یہ چھوٹی ماجدہ پھپھو تھیں جو کرن کے چہرے پر آتے تاریک سائے دیکھے بغیر برملا کہہ گئیں۔

''کچھ نہیں ہوتا ماجدہ آپا شادی کے بعد سب ہی لڑکیوں کے چڑھے مزاج اتر جاتے ہیں لڑکیوں کی ضد، انا سب کچھ میکے کی دہلیز تک رہ جاتی ہیں۔'' وہ بیٹی کی ماں تھیں اور اپنی بیٹی کے ہر ہر رنگ سے واقف تھیں۔ یک دم بگڑ جانے والے ماحول کو وہ دور اندیشی سے سنبھالنے کی کوشش کر رہی تھیں جبکہ ماجدہ پھپھو ''ہونہہ'' کرتی رہ گئیں۔

''کوئی بات نہیں ثوبیہ کو رنگ پسند نہیں تو امی سے کہہ کر بدلوا دوں گی بلکہ بہتر ہوگا کہ ثوبیہ ہمارے ساتھ چل کر خود ہی اپنی پسند کی تمام شاپنگ کرلے، آخر وہ ہماری امی کی لاڈلی بہو جو ہے۔'' کرن خود بھی سلجھی طبیعت کی مالک تھی اور اپنی ہم عمر کزن کے مزاج سے آشنا بھی تھی اس نے مامی کے چہرے سے شرمندگی کے آثار مٹانے کی خاطر محبت سے ان کا مان رکھ لیا۔ وہ بھی مسکرادیں۔ یوں یک دم بگڑ جانے والے ماحول میں خوشگواریت فضا پھیل گئی۔

❀......❀❀......❀

تنویر جمال اپنے والدین کے اکلوتے اور دونوں بہنوں میں سب سے چھوٹے تھے۔ سب سے بڑی خالدہ جن کے دو بیٹے عفان اور ریحان کے بعد سب سے چھوٹی بیٹی کرن تھی۔ عفان انٹر کے بعد اپنی اسکالر شپ پر کینیڈا چلا گیا۔ اس سے چھوٹا ریحان آئی بی اے کا اسٹوڈنٹ تھا۔ سب سے چھوٹی کرن تھی جو انجینئرنگ یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ خالدہ

کا گھرانہ سلجھا اور پڑھا لکھا ہونے کے ساتھ ساتھ تہذیب وتمدن سے آشنا تھا اپنی اولاد کی تربیت انہوں نے اسی خطوط پر کی تھی۔ خاندان بھر میں ان کا گھرانہ مثالی سمجھا جاتا تھا۔ وہ سلجھی اور پروقار شخصیت کی مالک تھیں جبکہ چھوٹی بہن ماجدہ ان سے بالکل الٹ تھی اپنی تیز مزاجی کی وجہ سے ماجدہ بیگم خاندان میں پسند نہیں کی جاتی تھیں۔ ماجدہ بیگم کے تینوں بیٹے عمیر، یاسر اور عامر اپنی ماں کی طرح بے پروا اور آوارہ صفت شخصیت کے مالک تھے۔ ایک ماں ہونے کی حیثیت سے ماجدہ بیگم اولاد کی تربیت سے غافل رہتیں۔ سب سے چھوٹے تنویر جمال کی دو بیٹیاں تھیں سب سے بڑی ثوبیہ بی کام کے بعد پڑھائی کو خدا حافظ کہہ کر ایک آفس میں جاب کررہی تھیں جبکہ چھوٹی رابعہ یونیورسٹی کی طالبہ تھی۔

تنویر جمال اور ان کی بیگم رضیہ شروع سے ہی خالدہ کا جھکاؤ ثوبیہ کی طرف دیکھتے آرہے تھے۔ دل ہی دل میں نند بھاوج اس رشتے کو طے کیے بیٹھی تھیں۔ نند بھاوج کا یہ پیغام نگاہ سے نگاہ تک ہی تھا جسے وہ دونوں معنی خیز مسکراہٹوں اور جملوں کے تبادلے کے بعد محسوس کررہی تھیں۔ عفان کینیڈا سے پانچ سال بعد آیا تھا۔ اس کے پاکستان آتے ہی وہ اپنی من کی مراد لے کر بھاوج کی دہلیز تک پہنچ گئیں۔ اتنا اچھا رشتہ پاکر رضیہ پھولے نہ سمائی۔ تنویر جمال بھی اپنے فرض سے جلد سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔ سو فوراً ہی ہاں کردی گئی۔ خالدہ نے جلدی سے اپنے ساتھ لائے مٹھائی کے ٹوکرے کے منہ کھول دیے۔ ثوبیہ کو سب نے مٹھائی کھلائی اور خالدہ نے عفان کے نام کی انگوٹھی ثوبیہ کے ہاتھ میں پہنا دی۔ نکاح دو ماہ بعد اور رخصتی ایک سال بعد طے کردی گئی۔ ثوبیہ آناً فاناً یہ سب ہوتا دیکھ کر گنگ تھی اس کی مرضی پوچھے بغیر یہ رشتہ ہوجانے پر دبا دبا سا احتجاج بھی کیا لیکن ثوبیہ کے اس احتجاج پر کسی نے کان نہ دھرے۔ وہ غصے میں ہر اس چیز میں کیڑے نکالتی جو اس کی جہیز یا بری کے حوالے سے لائے جاتے اس کی تیز مزاجی سے گھر والے واقف تھے۔ وہ بغیر کسی مروت کے اپنی پسند کو ترجیح دیتی۔ صاف گوئی سے منہ پر ہر بات کہہ دینے والی عادت سے رضیہ بھی نالاں تھیں۔ وہ اپنی چھوٹی نند ماجدہ بیگم کی ٹوہ لینے والے حاسدانہ رویوں سے بھی واقف تھیں۔ سسرال سے آیا اتنا اچھا رشتہ وہ کھونا نہیں چاہتی تھیں۔ بڑی نند کا گھرانا ہر لحاظ سے سلجھا، پڑھا لکھا اور صاحب حیثیت تھا۔ نند بھی نرم مزاج کی مالک تھی ثوبیہ ہر لحاظ سے وہاں ایڈجسٹ ہوسکتی تھی۔ رضیہ یہ بھی جانتی تھیں ان کی بیٹی کو اپنی نند کے گھر روایتی سسرالی ماحول نہیں دیکھنے کو ملے گا عفان بھی ماں کی طرح نرم طبیعت کا مالک تھا۔ ادھر ثوبیہ کے مزاج کی تیزی دن بدن بڑھتی جارہی تھی اس کے سرکش رویے دیکھ کر وہ اس وقت تشویش کے سمندر میں گھری تھیں۔

❁……❁❁……❁

”کیا ضرورت تھی ماجدہ پھپھو کے سامنے اس بدتمیزی کی۔“ اپنی پلیٹ میں چمچ چلاتی ثوبیہ سے کھانے کی ٹیبل پر وہ غصے سے پوچھ رہی تھیں۔

”میں نے کوئی بدتمیزی نہیں کی صرف اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔“ وہ آرام سے چاول بھرا چمچ منہ میں لے جاتے ہوئے بولی۔

”تحفے میں لائی ہوئی چیزوں پر رائے زنی نہیں ہوتی پھر یہ تمہاری شادی میں بنوائے جانے والے جوڑے تھے یہ تو تمہاری بڑی پھپھو کا ظرف ہے جو ایک ایک چیز میں بھتیجی کی رائے کو اہمیت دے رہی ہیں ورنہ سسرال والے ایسے موقعوں پر اپنی پسند کے معاملے میں سر چڑھ کر بولتے ہیں۔ بہوؤں کی رائے کی تو ان کی نظر میں کوئی اہمیت ہی نہیں ہوتی تم اللہ کا شکر ادا کرو جو نصیب سے ایسے گھرانے میں شادی ہورہی ہے تمہیں کپڑوں کا رنگ پسند نہیں تھا تو خاموش ہوجاتیں بھری برادری میں بیٹھ کر منہ پھاڑ کر کہنے کی کیا

ضرورت تھی۔ تمہاری ان ہی حرکتوں کی وجہ سے ماجدہ پھپھو کو بھی ہماری تذلیل کرنے کا موقع مل جاتا ہے وہ بر ملا کہتی ہیں ثوبیہ جیسی منہ پھٹ لڑکی جانے کیسے سسرال میں گزارا کرے گی۔ اپنے ساتھ دس لوگوں کے سامنے ہمارا تماشا بھی بنا دیتی ہو۔ کسی آئے گئے کا لحاظ نہیں بس جو منہ میں آیا بول دیا اور چلتے بنے یہ تربیت کی ہے میں نے تمہاری۔'' وہ شدید غصے میں بول رہی تھیں۔ ساتھ بیٹھی کھانا کھاتی رابعہ کو اپنی ماں کے اندر کا بولتا دکھ تکلیف دے رہا تھا۔ لیکن وہ خاموش ہو کر اپنے کھانے پر جھکی رہی۔

''میں کوشش کروں گی کہ آئندہ اپنا منہ بند کر کے رکھوں ویسے بھی سارا دن میرا منہ بند ہی رہتا ہے۔'' اس نے بہ مشکل کہا۔ لفظ ''تربیت'' نے جیسے اس کے دل و دماغ میں ہلچل مچا دی تھی لیکن وہ اس وقت خود پر قابو کیے بیٹھی رہی۔

''تمہاری کوششیں زبانی کلامی کی حد تک ہی رہتی ہیں۔ عمل کے وقت تم اپنا کہا ہر جملہ بھول جاتی ہو، ثوبیہ میں تمہاری ماں ہوں اور ماں اپنی بیٹی سے ہر جملہ اس کی تربیت کے غرض سے کہتی ہے۔ تمہیں چپ رہنے کو ہرگز نہیں کہا۔ زندگی سے اگر لفظ نکل جائیں تو انسان نامکمل اور ادھورا کہلاتا ہے۔ اظہار رشتوں کی مضبوطی کو قائم رکھنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ کیا تم اپنے کھوکھلے رویے کے ساتھ زندگی گزارنا چاہتی ہو، بولو...... لڑکیوں کو ایسا چپ شاہ نہیں ہونا چاہیے کہ گونگا ہونے کا گمان گزرے اور نہ ہی ایسا منہ پھٹ ہونا چاہیے کہ دوسرے کو تمہاری باتیں گراں گزریں نہ ایسا ہنسی مذاق ہونا چاہیے کہ اپنے کہے جملے زندگی بھر کا روگ بن جائیں تم ایک لڑکی ہو اور سلجھی ہوئی لڑکیاں میانہ روی اختیار کرتی ہیں۔ کسی کے سامنے کچھ کہنے سے پہلے ایک ہزار مرتبہ سوچ لیا کرو کہ کس سے کیا کہنے جا رہی ہو؟'' وہ اس کی خاموشی سے جھکے سر کو دائیں سے بائیں ہوتا دیکھ کر نرمی سے سمجھانے لگیں۔

''امی! کیا میں اپنی زبان چلانے میں اس لیے احتیاط کروں کہ میں ایک لڑکی ہوں اسی لیے ساری حد بندیاں میرے لیے ہیں آخر آپ ماؤں کے ذہنوں سے یہ تفکرات کب ختم ہوں گے۔'' وہ ماں کے آخری جملے پر بھڑک اٹھی اور اپنی پلیٹ میں زور سے چمچ مار کر ماں پر ایک طنزیہ نگاہ ڈالتے ہوئے تنتناتی ہوئی چلی گئی۔ اسے اپنے وجود کی کم مائیگی کا احساس شدت سے ڈس رہا تھا۔

ثوبیہ کی بدتمیزی سے کہے جملوں نے ماحول میں یک دم خاموشی طاری کر دی تھی۔ رابعہ نے دیکھا امی ثوبیہ کے تیور دیکھ کر لمحے بھر کو ٹھٹکیں پھر خاموشی سے ٹیبل پر اپنا کھانا ادھورا چھوڑ کر چلی گئیں۔ ماں کو جاتا دیکھ کر رابعہ کا دل کٹنے لگا وہ تیزی سے اٹھ کر ثوبیہ کے کمرے میں پہنچ گئی۔

''ثوبیہ!'' اس نے اندھیرے کمرے میں پکارا۔

ثوبیہ نے بیڈ پر اپنا جھکا سر اٹھا کر آنسوؤں سے تر چہرہ ہاتھوں سے صاف کیا اور کرختگی سے بولی۔

''بولو! اب کیا کہنا ہے تمہیں، دادی اماں بن کر ہمیشہ لیکچر دینے مت چلی آیا کرو اچھی طرح جانتی ہوں تمہیں امی کی چمچی۔''

''تم جو مرضی کہو لیکن جو میرا فرض ہے وہ ضرور ادا کروں گی تم کو سب سے ہی شکوے ہیں تمہارے شکوے بجا ہیں لیکن کبھی اپنے گریبان میں بھی نظر ڈال لیا کرو کہ تم خود کہاں کھڑی ہو؟ یونہی اپنی بدمزاجی کی سیڑھی پر کھڑی رہو گی تو ایک وقت ایسا آئے گا کہ سب تم سے دور ہوتے چلے جائیں گے تب تم چاہو گی بھی تو خود کو کسی کے قریب نہ پاؤ گی بہن، وقت گزرا نہیں ہے ابھی بھی سنبھل جاؤ ایسا نہ ہو کہ تمہیں ایک دن اپنے انہی رویوں پر پچھتانا پڑے۔'' وہ کہہ کر ٹھہری نہیں سوچ کا ایک دروازہ اس کے لیے کھلا چھوڑ کر واپس پلٹ گئی۔

''ہونہہ، پچھتانا پڑے اور کن کن باتوں پر

پچھتاؤں۔'' وہ گھٹنوں میں سر دیے کر تلخی سے بولی۔ بعض تلخیاں انسان کی جڑوں میں بیٹھ جاتی ہیں اور ایسی رچ جاتی ہیں کہ پھر یہ تلخیاں مزاج کا حصہ بن کر خود کو ہر اذیت سے آشنا رہنا سکھا دیتی ہیں۔ اب اسے اپنی تلخیاں بھی تلخیاں نہیں لگتی تھیں۔ بابا کو پہلے بچے کی آمد سے ہی بیٹے کی خواہش تھی جو اس کے دنیا میں آنے کے بعد پوری نہ ہوسکی۔ پھر رابعہ کے دنیا میں آنے کے بعد مزید اولاد نہ ہونے کی نوید نے بابا کو مزید چڑچڑا کر دیا تھا۔ بات بے بات پر امی سے ان کا لڑنا بیٹا نہ ہونے کے طعنے دینا جیسے روز کے معمول کا حصہ تھا۔ بابا کے ہر تلخ رویے پر اس کا ردعمل جارحانہ ہوتا وہ چھوٹی بہن رابعہ کی طرح ڈر کر چھپنے کے بجائے اپنا ردعمل غصے میں چیزیں پٹخ کر دیا کرتی۔ بابا سے وہ ان ہی باتوں کی وجہ سے کئی بار مار بھی کھا چکی تھی۔ نتیجہ وہ اپنے والدین سے مکمل باغی رہی اپنا ہر دکھ، غم خوشی اپنی چھوٹی خالہ سے شیئر کرتی ان کا نرم لہجہ اسے خود پر پھوار کی طرح محسوس ہوتا۔ اپنی بہن سے مکمل الٹ طبیعت کی مالک خالہ کا مزاج اس کا من پسند تھا۔ وہ اکثر ماں باپ سے لڑ کر کئی کئی دن فیصل آباد سے جھنگ چلی جایا کرتی بابا اس کے نہ ہونے پر سکون کا سانس لیتے امی نے بھی کبھی اس کی پروا نہ کی آہستہ آہستہ اس نے بھی سب کی پروا کرنا چھوڑ دی۔ کبھی کبھی وہ سوچتی کاش وہ لڑکا ہوتی یا اس کا کوئی بھائی ہوتا تو آج اس کا گھر اس محرومی سے خالی ہوتا وہ ان ہی خیالات تلے پروان چڑھی۔ پھر وہ عمر کے اس حصے میں پہنچی جہاں لڑکیاں خواب بنتی ہیں۔ زندگی کی رعنائیوں سے لطف لیتی ہیں۔ بات بے بات پر ہنسنا ان کا مشغلہ ہوتا ہے۔ لیکن اس کا وجود ان تمام کومل جذبوں کے احساس سے عاری تھا۔ دو ہفتے بعد اس کا نکاح تھا لیکن ہر احساس سے عاری اس کا دل و دماغ بس اسی دائرے میں گردش کر رہا تھا کہ اس سے پوچھے بغیر صرف اس لیے ہاں کر دی گئی کہ وہ صرف ایک لڑکی ہے۔ اس کے

غزل

اک تسلسل سے بڑھی شدتِ غم اُف اللہ
اب تو الفت بھی نہیں جبر سے کم اُف اللہ
عشق کے نام پر دن رات جفائیں کر کے
اس نے رکھا ہے وفاؤں کا بھرم اُف اللہ
چھین کر تجھ کو زمانے سے بساؤں دنیا
جانے کب ہوگی یہ تاریخ رقم اُف اللہ
وصل کے پہر میں آہستگی سے بڑھتا ہوا
میری جانب وہ تیرا پہلا قدم اُف اللہ
اپنے مخصوص اشارے سے بلا کر حارث
مجھ سے پوچھے ہے مرا حال صنم اُف اللہ

حارث بلال......سرگودھا

اختیارات محدود ہیں وہ مرد ہوتی تو ہر اختیار اس کی جیب میں ہوتا۔ اپنی بے بسی اور غصے کا اظہار وہ آنے والی اپنی ہر چیز میں سو سو کیڑے نکال کر کرتی مگر اس بات سے بے خبر کہ اس کی ذرا سی ہٹ دھرمی ماں باپ کے لیے کتنی پریشانی کا باعث بن رہی ہے۔ بابا اپنے رویے پر پشیمان تھے۔ بیٹا نہ ہونے کا دکھ بابا کے مزاج کو کڑوا ضرور بنا گیا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اب ان میں کافی تبدیلیاں آ گئی تھیں۔ وہ کڑواہٹ جو شوبیہ بچپن سے بابا کے توسط سے پیتی رہی اب اس کے مزاج کا حصہ بن گئی تھی۔ ماں باپ کے کسی رویے کو وہ خاطر میں نہ لاتی وہ زہر جو بچپن میں پہلے اس نے پیا تھا اب وہ اگل رہی تھی۔

❁......❁❁......❁

دروازہ ایک جھٹکے سے کھل گیا تھا۔ سامنے کھڑی اضطراب میں ڈوبی بے دردی سے اپنے ہونٹ دانتوں تلے دباتی لڑکی کو دیکھ کر وہ مسکرائیں اور اسے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ بچپن سے ہی اس جذباتی لڑکی کو جانتی تھیں اور اس کی متلون مزاجی سے بھی واقف تھیں۔ وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ اپنے ہر چھوٹے

بڑے مسائل کا حل وہ یہیں تلاش کرنے آتی تھی۔ ذہنی ہم آہنگی عمروں کے فرق کو نہیں جانتی مزاج آشنائی عمر کے کسی حصے میں بھی ممکن ہے۔ دونوں کے درمیان اس ذہنی ہم آہنگی سے خاندان بھر بھی آشنا تھا۔ اپنے دکھ سناتی سو سو شکایتیں کرنے والی بھانجی جیسے بچپن میں خالہ کی گود میں لیٹ جایا کرتی تھی ویسے ہی آج بھی ہوا وہ کتنی ہی دیر یونہی خاموشی سے خالہ کے دوپٹے میں منہ چھپا کر روتی رہی۔ اپنے دل کا بوجھ آنسوؤں کی صورت میں بہا ڈالا تھا۔ جب اس سیلاب کی روانی کچھ تھمی تو تھکن کا غلبہ جسم پر عیاں ہونے لگا اور بھوک کا احساس جاگا تو وہ نڈھال سی صوفے پر جا گری۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں ایک سجی سجائی ٹرے لیے اس کی خالہ زاد کزن ماریہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی۔

''باجی اس بار آپ بہت دنوں بعد آئیں، آفس سے گھر پھر گھر سے آفس، بور نہیں ہو جاتیں آپ، اب ہفتہ بھر سے پہلے جانے نہیں دوں گی ہم خوب لوڈو، کیرم کھیلیں گے میرے بھی فرسٹ ایئر کے ایگزام ختم ہوگئے ہیں اب تو فراغت ہی فراغت ہے ہم خوب گھومیں گے۔ اچھا ہوا آپ آگئیں۔'' ماریہ خوشی سے چہکتے ہوئے ثوبیہ کو سموسے، رول پیش کرتے ہوئے بولی۔

''ارادہ تو میرا بھی کچھ ایسا ہی ہے جب ہی اطلاع دیے بغیر آگئی۔'' ثوبیہ اپنی اکلوتی خالہ زاد کزن کو دیکھ کر خوش دلی سے بولی وہ اس کے آ جانے پر بچوں کی طرح خوش ہوتی تھی۔ دونوں کی عمروں میں خاصا فرق تھا لیکن خالہ کے گھر کا دوستانہ ماحول پا کر وہ خود کو یہاں بہتر محسوس کرتی تھی۔ خالہ نے اپنی بیٹی کی تربیت کتنے متوازن انداز میں کی تھی۔ انہوں نے کبھی اس سے چیخ چلا کر بات نہیں کی خالہ کا گھر اسے اپنے گھر کی طرح زندان خانہ نہیں لگتا تھا۔ اپنے گھر کے گھٹن زدہ ماحول سے وہ ہمیشہ ہی متنفر رہی۔ اس کی امی کی طبیعت اپنی خالہ کی طرح حلیم کیوں نہیں وہ یہی سوچ کر سلگتی رہتی۔

''کیا سوچ رہی ہیں ثوبیہ باجی، آپ کے لیے چائے لاتی ہوں سفر کی تھکن اتر جائے گی۔'' ماریہ چٹکی بجا کر بولی اور وہ جیسے ماضی کے آغوش سے نکل کر حال میں آئی تھی۔

''ہاں ضرور چائے کی تو بہت طلب ہو رہی ہے۔'' وہ مسکرائی اور ہاتھ میں پکڑی سموسوں کی پلیٹ کے ساتھ انصاف کرنے لگی۔

''بہت تھک گئی ہو، چائے پی کر کچھ دیر آرام کر لینا اٹھو گی تو فریش ہو جاؤ گی۔ پھر صبح ہم ڈھیروں باتیں کریں گے۔'' وہ اس کی بھوک اور تھکن زدہ زرد چہرے کو دیکھ کر محبت سے بولیں اور ثوبیہ اس شفقت پر پگھل جایا کرتی۔

''نہیں خالہ صبح تک میں خود کو نہیں سنبھال سکتی میرے وجود پر پڑی اس بھاری سِل کو صرف آپ ہی سرکا سکتی ہیں۔'' اس کی آنکھیں نم ہوگئیں۔ ذہن میں فقروں کے انبار اچھلنے کودنے لگے اور پھر ایک ایک چہرے کا عکس لہرانے لگا۔ تنتناتی رگوں سے ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ سر بھاری ہو کر پھٹنے لگا۔ اس نے اپنا سر تھام لیا اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔ پھر خالہ کے مہربان وجود میں چہرہ چھپا لیا اور ہچکیوں کے درمیان بولی۔

''میں اب مزید اس بوجھ تلے زندہ نہیں رہ سکتی۔ اب آزاد ہونا چاہتی ہوں۔''

''آزاد......!'' خالہ سن کر سکتے میں آگئیں۔

❀......❀❀❀......❀

ثوبیہ کے خاموش، لاتعلق رویے کو گھر والے سمجھوتے کی نظر سے دیکھ رہے تھے آفس سے گھر آ کر اپنے کمرے میں مقید ہو جانا اور اپنے کاموں میں مشغول رہنا سب ہی کو کسی حد تک مطمئن کر گیا تھا وہ بات بات پر نہ منتشر ہو رہی تھی اور نہ ہی کسی سے طنزیہ کلام کرتی امی کے دل میں اٹھے خدشوں نے جیسے لمبی

معروف مفسر قرآن پاک کے طالب علم مشتاق احمد قریشی کی تازہ ترین تحقیق
وہ تمام کتب الٰہیہ جو حضرت آدم سے لے کر نبی آخر الزماں تک نازل ہوئیں وہ تمام صحیفے جو معدوم ہوگئے اور وہ تمام اللہ کی کتابیں جن پر ایمان لانا ضروری ہے...... قرآن کریم کی روشنی میں انبیاء علیہ السلام کی تعلیمات شاید یہی رہی ہوں یا اس سے ملتی جلتی تعلیمات ان صحف میں ہوں گی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انبیاء علیہ السلام پر اتارے تھے۔ (واللہ علم بالصواب)
خوب صورت سرورق معلوماتی لازوال کتاب شائع ہوگئی ہے
آسمانی صحیفے اور قرآن کریم
اللہ کی پہلی وحی سے لے کر آخری وحی تک
صحف سماوی قرآن کریم کے آئینے میں
قیمت روپے 500
مؤلف: مشتاق احمد قریشی
نئے افق پبلی کیشنز 7 فرید چیمبرز عبداللہ ہارون روڈ کراچی 021.35620771/2

نیند تان لی تھی۔ رابعہ اس کے جہیز کے لیے آئی چیزوں پر اس کی رائے مانگتی تو جواب یہی آتا۔

''رابعہ تمہیں معلوم تو ہے مجھے پہننے اوڑھنے میں خاص دلچسپی نہیں تم جو بہتر سمجھو لے لیا کرو تمہاری پسند پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' وہ متانت سے کہہ کر اپنے کام میں مشغول ہوجاتی اور رابعہ اس کا نرم لہجہ خلاف توقع سن کر خوشی سے جھوم اٹھتی۔ یقیناً وہ ذہنی طور پر خود کو اس نکاح کے لیے تیار کر چکی تھی جب ہی اپنا مثبت رویہ گھر والوں کے ساتھ رکھے ہوئے تھی۔ ایک ہفتہ ایسے گزرا جیسے چند گھنٹے یوں نکاح کا دن آ گیا اور وہ ثوبیہ تنویر سے مسز عفان بن گئی نکاح کے بعد ثوبیہ خالہ سے لپٹ کر بلک بلک کر روئی۔

''آج تو میں اپنی گڑیا کو ہرگز چپ نہیں کراؤں گی آج روتی ہوئی میری گڑیا پر انوکھا روپ آیا ہے۔'' خالہ اسے سینے سے لگا کر اپنے مخصوص پیار بھرے لہجے میں بولیں تو وہ روتے روتے مسکرا دی۔

''لو بھلا یہاں کی تو منطق ہی نرالی ہے ہمارے وقتوں میں نکاح کے وقت اس قدر رونے والوں کو نحوست ہی سمجھا جاتا تھا۔'' چھوٹی ماجدہ پھپو ایک طنزیہ نگاہ خالہ بھانجی پر ڈال کر نخوت سے بولیں گھر کے ہال نما اس کمرے میں خاندان کے سب ہی بڑے بچے بیٹھے تھے۔

''باادب...... ہوشیار...... دلہن کی ساس اور دلہا میاں تشریف کا ٹوکرا لا رہے ہیں۔'' چھوٹی پھپو کے عمیر نے کمرے میں آ کر بلند آواز میں ہانک لگائی۔ سب ہی کی نگاہیں دروازے پر متوجہ ہوگئیں۔ عفان اپنی ماں اور بہن کے ہمراہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا کمرے میں داخل ہوا تو تمام کزنوں نے مبارک باد کا ہلہ بول دیا۔ کزنوں کی ٹولیوں نے اس پر فقروں کی برسات کر ڈالی تھی۔ وہ ہنستا مسکراتا سب سے مبارک باد وصول کرتے ہوئے ثوبیہ کے برابر بیٹھ گیا۔ کریم کلر کی شیروانی پہنے وہ آج سب میں نمایاں تھا۔ جیسے ہی وہ ثوبیہ کے برابر بیٹھا وہ غیر ارادی طور پر کھسک کر بیٹھ گئی۔ عفان اس کے کھسک جانے کو نوٹس میں نہ لاتے ہوئے بڑے استحقاق کے ساتھ اور قریب بیٹھ گیا۔ غیر ارادی طور پر ہوجانے والی اس حرکت کو سب ہی کزنوں نے محسوس کر کے شور مچانا شروع کردیا اب شوخ جملوں کی برسات دونوں پر ہو رہی تھی، ہوہا کے نعرے لگنے لگے۔ ثوبیہ بے حد کنفیوژ ہو رہی تھی۔ میرون رنگ کا بہت خوب صورت اور نفیس کام سے آراستہ لہنگا، ماہر بیوٹیشن کے ہاتھوں کے سلیقے سے کیے گئے میک اپ اور کپڑوں کی مناسبت سے بھاری جیولری نے آج اس کے روپ کو چار چاند لگا دیے تھے۔ سادہ سی رہنے والی ثوبیہ جس کے ہاتھ کبھی عید جیسے موقع پر بھی چوڑی، مہندی سے نہ سجے تھے آج اس کے سادہ حسن کو نئی سج دھج ملی تھی۔

مہندی سے رچے ہاتھوں میں بھر بھر کے چوڑیاں اور ناک میں پہلی بار پہنی نتھ نے اس کے حسن کو دو چند کردیا تھا آج وہ ظاہری طور پر ہی نہیں اپنے باطن سے بھی نکھر گئی تھی۔

اور باطن پر چھا جانے والی اس تبدیلی پر وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی۔ آج وہ سب کی مرکز نگاہ تھی۔ آج اس کا دل ایک نئے انداز میں دھڑک رہا تھا۔

❀......❀❀......❀

آج چھوٹی ساجدہ پھپو نے اپنے گھر دعوت کا اہتمام کر رکھا تھا اس کے نکاح کے چند دن بعد رکھی جانے والی یہ پہلی دعوت تھی جس میں خاندان بھر کے علاوہ کئی دوسرے ملنے جلنے والے لوگ بھی شامل تھے۔ ہزار گز پر بنی اس کوٹھی میں ماجدہ پھپو فنکشن کا اہتمام آرام سے کرلیا کرتی تھیں۔ عفان نے دو ہفتے بعد چلے جانا تھا ماجدہ پھپو نے اس کے جانے سے پہلے شادی کی دعوت کی خوشی کرنی تھی۔ اس سے پہلے خاندان کا دوسرا فرد یہ فریضہ انجام دیتا وہ اپنا نمبر ہمیشہ کی طرح ہر بات میں اول ہی رکھتیں خوشی کا کوئی موقع

ہو یا غم کا اپنے بچوں سمیت پہلے ہی پہنچ کر جتلا دینے والی ان کی فطرت سے سب ہی واقف تھے۔ دعوت کا انتظام بقول ان کے انہوں نے اتنا شاندار رکھا ہے کہ کوئی اور ایسی دعوت کرنے کا متمول نہیں ہوسکتا۔ وہ اپنے ان ہی نادر خیالات کی وجہ سے خاندان بھر میں مشہور تھیں۔ اپنی اونچی ناک کا انہیں بے حد زعم تھا جبکہ بڑی پھپو کا مزاج اتنا ہی عاجزانہ تھا۔

رائل بلیو پر سلور نفیس کام سے آراستہ سوٹ پر میچنگ جیولری اور ہلکے نفیس میک اپ سے سجی سنوری ثوبیہ خود کو محویت سے کتنی ہی دیر تک آئینہ کے سامنے کھڑی دیکھتی رہی۔

کیا ایک نکاح کے دو بولوں سے شخصیت اتنی بدل جاتی ہے کہ خود کو پہچاننا تک مشکل لگتا ہے۔ خود کو کسی کی سپردگی میں دے دینے کا احساس کتنا انوکھا ہے۔ اس کا دل گدگدانے لگا وہ تصور میں عفان کو خود پر سراہتی نظروں سے دیکھ کر شرما دی۔ مسکراہٹ ہونٹوں سے کھیلنے لگی۔ وہ اپنی سوچوں کو سرزنش کر دیتی پھر آپ ہی آپ مسکرا دیتی۔

''آج تو عفان بھائی کی خیر نہیں۔'' کتنی بار کہا جانے والا جملہ رابعہ نے چھوٹی پھپو کے گھر میں داخل ہوتے ہوئے پھر دہرایا تھا وہ اسے دیکھ کر مصنوعی غصہ دکھانے لگی تو رابعہ کھلکھلا اٹھی۔ اس کی بہن کا یہ دوستانہ انداز اسے مسرور کر رہا تھا وہ خوش بھی اور دل سے دعا گو بھی کہ دونوں کا یہ تعلق آئندہ بھی خوشگوار رہے اور وہ اپنی خوشیوں میں آباد رہے۔

''ماشاء اللہ آج میری بہو بہت خوب صورت لگ رہی ہے۔ اللہ نظر بد سے بچائے آمین۔'' پھپو سامنے سے آتی ہوئی شفقت بھرے لہجے میں بولیں اور اس کا ماتھا چوم لیا تو وہ شرما سی گئی۔ دل عجیب انداز میں دھڑکنے لگا۔

امی پھپو کے ساتھ آگے بڑھ گئیں اور مختلف مہمانوں سے دعا سلام کرنے لگیں۔ وہ اور رابعہ ایک ٹیبل پر براجمان ہوگئے کرسی پر بیٹھتے ہی دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اپنے اطراف کا جائزہ لینے لگی۔ خاندان اور ملنے جلنے والے لوگوں کے علاوہ پھپو کے تینوں بیٹوں کے دوستوں کی کثیر تعداد تھی وہ چھوٹی پھپو کے بیٹوں کو اچھی طرح جانتی تھی۔ خاص طور پر عمیر کے حلقہ احباب میں لڑکوں سے زیادہ لڑکیوں کی کثیر تعداد تھی۔ عمیر تھا بھی خاصا لبرل بندہ اور گھر کا ماحول بھی آزادانہ تھا۔ لڑکیوں سے دوستی اور تفریحی مقامات پر ایک دوسرے کے ساتھ آنے جانے پر کوئی پابندی نہ تھی۔ چھوٹی پھپو کے مطابق آج کل یہ عام بات تھی ان کے نزدیک لڑکوں اور لڑکیوں میں بے تکلفی معیوب بات نہ تھی۔ عمیر کی یہ دوستیں آج خلاف توقع عمیر کے بجائے عفان کے گرد منڈلا رہی تھیں۔ ثوبیہ نے دیکھا عفان راجا اندر بنا خود کو ماہر دست شناس ظاہر کر کے

انمول موتی

- موت سے ڈرو کیونکہ موت ہی اصل زندگی ہے۔
- تین چیزیں انسان کو کھا جاتی ہیں' حسد' غرور اور حرص۔
- خواہشوں کی پیروی حق سے روک دیتی ہے اور امیدوں کا پھیلاؤ آخرت کو بھلا دیتا ہے۔
- جو اچھی بات سنو لکھ لو جو لکھو اس کو حفظ کرلو جو حفظ ہے اس کو بیان کرو۔
- میں نے ایسا شخص نہیں دیکھا ہے کہ گفتگو کرنے سے پہلے جس کی ہیبت مجھ پر چھا گئی ہو البتہ وہ شخص اگر صحیح ہے تو میرے دل میں اس کی عظمت ہوتی ہے ورنہ وہ میری نظروں سے گر جاتا ہے۔
- جب بادشاہ کی صحبت میسر ہو تو اس کے ساتھ ایسا برتاؤ کرو جس طرح عاقل عورت بے وقوف شوہر کو راضی کرتی ہے۔

رابعہ چوہدری......فیصل آباد

نہایت بے تکلفی سے لڑکیوں کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ماضی و مستقبل کے حالات بتا رہا تھا۔ اس کی شاندار پرسنالٹی سے مرعوب لڑکیاں اس کے آگے مکھیوں کی طرح بھنبھنا رہی تھیں۔

اس کے کہے ہر جملے پر لڑکیاں شوخ فقروں کی برسات کردیتیں۔ اسے پوز دے دے کر لڑکیوں کا عفان سے بات کرنا اور عفان کا بے تکلفی سے ہاتھ پکڑنا زہر لگ رہا تھا۔ کسی نے عفان کو آواز دے کر بلایا تو وہ لڑکیوں کے جھرمٹ سے نکلتا دوسری سمت بڑھ گیا۔ وہ اسے لوگوں کی بھیڑ میں گم ہوتا دیکھتی رہی۔ اس کی منکوحہ محفل میں شریک تھی لیکن وہ اس سے کتنا غافل اور لاتعلق بنا رہا ایک دفعہ بھی نظر نہ ڈالی۔ آج سب ہی اس کے روپ کو سراہ رہے تھے لیکن جس شخص کی خاطر وہ سجی وہی بے نیاز تھا۔ پورے فنکشن میں وہ کہاں کہاں رہا پھر اس کی نگاہوں نے اس کے وجود کو تلاش نہ کیا۔ اسے اپنی کم مائیگی کا شدت سے احساس ہونے لگا۔ اس کا دل چاہا کہ اس منظر سے فوراً کہیں غائب ہوجائے۔ ہر گزرتا لمحہ اس پر بھاری پڑ رہا تھا۔ وہ جس خوشی سے اس دعوت میں شریک ہونے آئی تھی اور جو توقعات عفان سے وابستہ کیے بیٹھی تھی وہ ریت بن کر ہوا میں اڑ گئے تھے۔ اس کے دامن میں ڈھیروں وسوسوں کے پتھر گرے تھے۔ وہ ان پتھروں کو جھولی میں لیے اپنی کرسی سے کھڑی ہوگئی تو بھاری ہوتے وجود سے اس کا سر چکرانے لگا۔ وہ بل کھا کر گرتے گرتے بچی۔

''کیا ہوا ثوبیہ تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے۔'' ساتھ ہی بیٹھی رابعہ نے اس کی بدلتی گرتی کیفیت کو دیکھ کر سنبھالا اور آہستہ سے کرسی پر بٹھادیا۔

''میں ٹھیک ہوں پتا نہیں کیوں چکر سا آ گیا تھا۔'' وہ اپنا سر تھام کر بولی۔ اس وقت وہی جانتی تھی کہ وہ ڈپریشن کی زد میں تھی اور اس ماحول سے فرار ہی اس کا علاج تھا۔ منچلی لڑکیوں کے عفان پر اچھلتے کودتے قہقہے اسے خود اپنی ذات پر محسوس ہو رہے تھے۔ وہ عجیب احساس کمتری سے دوچار تھی۔ وہ اپنی اس کیفیت پر بہ مشکل قابو کیے بیٹھی رہی۔ ذلت کا احساس اسے زمین کے اندر تک دھکیل رہا تھا۔ کھانا لگ چکا تھا کرن ان کی طرف آئی اور ثوبیہ کے آگے پلیٹ جوں کی توں رکھی دیکھ کر تعجب سے بولی۔

''کھانا کیوں نہیں کھا رہی تم؟''

''مجھے بھوک نہیں ہے۔''

''اصل میں ثوبیہ کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں اس لیے کھانا نہیں کھا رہی۔''

رابعہ ایک ترچھی نگاہ ثوبیہ کے بدلتے موڈ پر ڈال کر بات سنبھالتے ہوئے بولی۔

''لیکن ہمیں تو موسم کے آثار کچھ اور ہی بتا رہے ہیں۔'' عمیر دونوں کی گفتگو کے درمیان کود کر معنی خیز لہجے میں بولا۔

''کچھ نہیں ہوا ابھی ٹھیک ہوجائے گی آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔'' رابعہ عمیر کے چھچھورے انداز پر دوٹوک لہجے میں بولی تو وہ کندھے اچکاتے نو دو گیارہ ہوگیا۔

''چلو آؤ تھوڑا بہت کھالو۔'' کرن تیزی سے کہہ کر محبت سے بریانی کے نوالے بنا کر اسے کھلانے لگی پھر کھیر کا پیالہ اسے جلد ختم کرنے کی تلقین کرکے دوسرے مہمانوں کو دیکھنے کی غرض سے آگے بڑھ گئی ثوبیہ کرن کی محبت کے آگے انکار نہ کرسکی۔ وہ کھیر کا پیالہ ختم کرکے ٹیبل پر رکھ ہی رہی تھی کہ پھپھو عفان کے ہمراہ آگئیں اس کے منہ کا زاویہ عفان کو دیکھتے ہی بگڑ گیا۔ موصوف تقریب کے اختتام پر آئے بھی تو اماں کے ہمراہ اس نے جل کر سوچا۔

''کیا ہوا میری بچی کو کرن بتا رہی تھی تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں۔'' وہ اسے خود سے پیار سے لپٹاتے ہوئے بولیں تو عفان سینے پر ہاتھ باندھ کر کھڑا رہا۔

''پہلی ساس دیکھ رہا ہوں جو بہو کے لیے اتنی فکر

مند ہیں۔ اللہ خیر ہی کرے ہمارے حال پر، ہم تو پھر کسی گنتی میں نہ ہوں گے۔'' وہ ثوبیہ پر ایک شوخ نگاہ ڈال کر بولا۔

''آپ تو گنتی میں اول درجے پر براجمان ہیں۔'' رابعہ عفان کی طرف پھر رخ پھیر کر کھڑی ثوبیہ کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولی۔

''بکومت امی بابا سے کہو میری طبیعت ٹھیک نہیں اب گھر چلیں۔'' وہ رابعہ کو تیز نظروں سے تنبیہہ کے انداز میں گھورتے ہوئے بولی۔

''یہاں سے سی ویو قریب ہے چلو کچھ دیر گھوم کر آتے ہیں۔'' عفان نے دونوں کی طرف دیکھ کر آفر کی عمیر کی دوستوں نے اس دوران عفان کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔

''بہت شکریہ آپ کی مہربانی کا لیکن آپ کی ان مہربانیوں سے ہم سے زیادہ دوسرے مستحق ہیں۔'' وہ تپا دینے والے انداز میں بول کر رکی نہیں رابعہ کا ہاتھ پکڑے سامنے کھڑی بڑی پھپو کی طرف چل دی۔ بڑی پھپو ماجدہ پھپو سے کچھ بات کر رہی تھیں اسے دیکھ کر پلٹ کر بولیں۔

''ثوبیہ! ماجدہ کے یہاں ہی رک جاؤ کل تک طبیعت سنبھل جائے تو گھر چلی جانا۔'' بڑی پھپو نے کہا تو ماجدہ پھپو بھی ہاں میں ہاں ملانے لگیں۔

''نہیں پھپو ایسی خراب طبیعت بھی نہیں میں گھر جا کر آرام کروں گی تو ٹھیک ہو جاؤں گی۔ آپ کا بہت شکریہ۔'' وہ ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے بول رہی تھی۔ عفان ان ہی لڑکیوں کے جھرمٹ میں موجود تھا۔ ان میں سے ایک لڑکی اپنے موبائل میں کچھ دکھا رہی تھی۔ عفان بھی اپنا ٹیبلٹ ہاتھ میں لیے اسے کچھ بتا رہا تھا۔ دونوں کو محوِ گفتگو دیکھ کر ثوبیہ بل کھانے لگی۔

''کیا ہوا غصے کے مارے چہرہ کیوں سرخ کیے بیٹھی ہو۔'' رابعہ نے اسے ٹوکا۔

''میں اس کی منکوحہ ہوں اس کی تمام تر توجہ کی مالک اور اسے دیکھو کیسے دوسری لڑکیوں پر اپنی توجہ نچھاور کر رہا ہے۔'' وہ غصے سے پھنکاری۔

''ثوبیہ وہ ایک آزاد ملک سے آیا ہوا شہری ہے چھ سال ایک لمبا عرصہ ہوتا ہے۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا تم بھی تو سارا وقت منہ بنا کر بیٹھی رہی ہو اب زمانہ ہاتھ پر ہاتھ باندھے کھڑے رہنے والا نہیں۔'' وہ نرمی سے بولی۔

''مردوں کی قوم پر کبھی بھروسہ نہیں کرنا چاہیے یہ محبت کے نام پر ہمیشہ عورت کو بے وقوف بناتے ہیں عورت کے جذبات سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ شادی کے بعد عورت کو اپنی پیر کی جوتی سمجھنے والے مردوں سے مجھے شدید نفرت ہے۔'' وہ شدید غصے میں تھی اور رابعہ کو لگا جیسے وہ پلٹ کر وہیں پہنچ گئی ہے جہاں سے چلی تھی۔ سب کو اللہ حافظ کہتے وہ سب ماجدہ پھپو کے گھر سے نکلے تھے۔ عفان گیٹ تک چھوڑنے آیا تھا اس دوران وہ اس سے نظریں چرائے رہا اور رابعہ دونوں کے درمیان حائل سرد رویے کو دیکھ رہی تھی اس کا دل آنے والے اندیشوں کی زد میں تھا۔

❀......❀❀......❀

آہستہ آہستہ شام ڈھل چکی تھی چرند پرند کی چہچاہٹیں فضا میں غائب ہو چکی تھیں۔ سب ہی چرند پرند اپنے مسکن میں تھے رات کی سیاہی میں چاند کی روشنی میں سماں نہایا ہوا تھا۔ وہ ٹیرس پر کھڑی ریلنگ سے کہنیاں ٹکائے اس خاموش ماحول میں گم تھی۔

''ثوبیہ۔''

وہ اس مخصوص آواز کے پکارنے پر جیسے زندگی میں لوٹ آئی تھی۔ اس آواز پر پلٹ کر مڑی تو خالہ چائے کا مگ لیے کھڑی تھیں اور اسے چائے کا مگ پکڑا کر برابر میں کھڑی ہو گئیں۔

''واپس گھر چلی جاؤ اور اپنی نئی زندگی کا آغاز کرو۔''

''اب یہ ممکن نہیں خالہ میں آپ سے کہہ چکی

ہوں اس بندھن سے آزاد ہونا چاہتی ہوں۔'' بلیک ٹراؤزر اور ریڈ اینڈ وائٹ کرتے میں اونچی سے پونی بنائے وہ بچپن کی ضدی اپنی بات پر اڑ جانے والی تو بیہ لگ رہی تھی۔

''ہاتھ پکڑ لینا یا ہنسی مذاق کر لینا ہرگز ایسا جرم نہیں کہ تم اپنی زندگی کا اتنا بڑا فیصلہ کر ڈالو۔''

''کیا مرد ہر حدود و قیود سے آزاد ہوتا ہے کیا ساری مصلحتیں عورت ہی اختیار کرے ایسا ہے بھی تو کیوں؟'' وہ خالہ کی بات سن کر تیزی سے پلٹ کر بولی۔

''تمہاری بات درست ہے اللہ تعالیٰ نے مردوں کے مقابلے میں عورت کو زیادہ وسیع القلب بنایا ہے۔ یہ عورت کی فطرت ہے کہ اس کے اندر مردوں سے زیادہ لچک اور مضبوط قوت ارادی ہوتی ہے ایک بات ہرگز نہ بھولو وہ ایک آزاد معاشرے میں رہ کر آیا ہے جہاں ہاتھ ملانا ایک دوستانہ فعل ہے اس میں قباحت نہیں۔ وہاں یہ سب رسمی مرحلے ہیں جنہیں رسمی طور پر ہی پورا کیا جاتا ہے شادی کے بعد بہت سی تبدیلیاں آتی ہیں ضروری نہیں اگر اس کی لڑکیوں سے شادی سے پہلے بے تکلفی ہے، وہ شادی کے بعد بھی رہے تم خود کو اور اس کو ایک موقع ضرور دو فوری طور پر کیے جانے والے فیصلے درست نہیں ہوتے۔'' وہ اپنے مخصوص محبت بھرے انداز میں سمجھاتے ہوئے بولیں۔

''خالہ میرا دل اعتبار کرنے کو نہیں تیار۔ میں نے اپنے بچپن سے لے کر جوانی تک بابا کو امی سے ہمیشہ مختلف وجوہات پر لڑتے ہی دیکھا۔ ہمارے گھر میں کبھی آپ جیسا دوستانہ ماحول نہ رہا۔ امی بابا کو اولاد نرینہ نہ دے سکیں۔ اس بات کا طعنہ وہ ساری زندگی سہتی رہیں۔ اس جرم کی پاداش ہم دونوں بہنوں نے بھی بھگتی، نجانے کیوں مرد ذات پر بھی بھروسہ نہ تھا۔ میری زندگی میں اس ذات سے وابستہ کوئی خوش کن لمحہ نہیں۔ میں کیسے کسی ایسے شخص پر اعتبار کرلوں جو اعتبار کی پہلی سیڑھی بھی طے نہ کر پایا۔ میں فیصلہ کر چکی ہوں اور یہاں آپ کے پاس آنے کا یہی مقصد ہے آپ امی کو میری طرف سے قائل کریں میں یہ رشتہ نبھانے سے قاصر ہوں شاید میں اس لائق نہیں کہ یہ تعلق نباہ سکوں۔'' وہ اپنے دماغ میں سوچے جانے والے جملے دہرا رہی تھی۔ اپنے وجود کی کرچیاں سمیٹتے سمیٹتے وہ تھک چکی تھی۔

اس نے خالہ کو مجبور کر دیا کہ وہ امی کو اس رشتے کو ختم کرنے کی بات کریں اور پھر جیسے طوفان آ گیا۔

❀......❀❀......❀

''یہ کیا مذاق ہے؟''

وہ آج حسب معمول چھت پر شام ہوتے ہی کرسی پر آنکھیں موندے بیٹھی تھی کہ عفان کی زوردار آواز پر پلٹی اور چونک کر کھڑی ہو گئی۔

''کیسا مذاق؟'' وہ اچانک عفان کو سامنے دیکھ کر بوکھلا گئی جو غصے میں کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

''کیوں کر رہی ہو یہ بے وقوفانہ حرکتیں، کیا مل رہا ہے تمہیں یہ سب کر کے؟'' وہ غصے سے دہاڑ رہا تھا۔ مٹھیاں بھینچے اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سامنے کھڑی اس بے وقوف لڑکی کے چہرے پر دو تھپڑ لگا دے۔ وہ اس کو جواب دیے بغیر چھت کی سیڑھیوں کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کو آگے بڑھتا دیکھ کر وہ تیزی سے اس کے آگے حائل ہو گیا۔

''راستہ چھوڑیں میرا، میں جانا چاہتی ہوں۔'' وہ منمنائی۔

''یہی تو پوچھ رہا ہوں کیوں جانا چاہتی ہوں کس سے بھاگ رہی ہو۔'' وہ مضبوط بنا اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔

''میں آپ کو پسند نہیں...... بس آپ مجھے چھوڑ دیں......!'' وہ لڑکھڑاتی زبان سے اس سے پہلے مزید کچھ کہتی عفان اس کی بات تیزی سے کاٹ کر دہاڑا تھا۔

"شٹ اپ ...... کس نے کہا تم سے یہ سب ...... ساری باتیں خود ہی طے کر ڈالیں کیا سمجھ رکھا ہے تم نے نکاح کو...... ثوبیہ یہ مذاق یا کھیل نہیں۔" وہ اس پر اپنا حق جتانے والے انداز میں بولا۔

ثوبیہ نے بھیگی آنکھوں سے چونک کر اسے دیکھا تھا۔ اسے اس شخص سے جو بھی گلے شکوے تھے وہ پانی بن کر کہیں بہنے لگے۔ اس کا مضبوط وجود اس کے نازک وجود کے آگے کچھ ایسے حائل ہوگیا تھا کہ اسے اپنا آپ بے حد کمزور اور بے بس لگا۔ ثوبیہ اس وقت اپنے رویوں کو دیانت داری سے سوچ رہی تھی۔ اسے اپنا ہر ہر رویہ حالات کے نازک ہونے پر قصور وار ٹھہرا رہا تھا۔ وہ بے دردی سے اپنا نچلا ہونٹ کاٹنے لگی اور وہیں بیٹھتی چلی گئی۔ اپنا سر ہاتھوں میں چھپا کر اس نے رونا شروع کردیا۔ اسے یوں پہلے تکتے رہنا اور پھر اچانک رونے والی حالت میں دیکھ کر عفان پگھلنے لگا وہ اس کے سامنے بیٹھ کر نرمی سے بولا۔

"ثوبیہ، میں نہیں جانتا کہ تمہارے اندر غلط فہمی کے دائرے کب بڑھنے لگے تم اپنے ہر فیصلے میں آزاد ہو لیکن اپنے دل کی عدالت میں تمہیں میرا موقف بھی سننا ہوگا۔ اس کے بعد جو بھی فیصلہ کرو مجھے منظور ہے۔" عفان کی آواز میں بھراہٹ عیاں تھی وہ اس وقت شدید اضطراب کا شکار تھا اور خود پر ضبط کیے بیٹھا تھا۔

ثوبیہ کے لیے یہ لمحے اذیت ناک تھے۔ ادراک کے دروازے اس پر وا ہوتے چلے گئے۔ یہ احساس شدت سے دل کو تکلیف دے رہا تھا کہ اس کی وجہ سے سامنے بیٹھا یہ شخص کرب میں مبتلا ہے۔ اس نے اپنے بہتے آنسوؤں کو ہتھیلیوں سے صاف کیا اور مکمل متوجہ ہوکر سیدھے بیٹھ گئی۔ عفان اس کے وجود پر پڑی آہستہ آہستہ پگھل جانے والی برف سے دل ہی دل میں مسرور ہو رہا تھا۔ لیکن اپنے دل کو مضبوط کرکے وہ اپنے سامنے بیٹھی اس بے وقوف لڑکی کے ذہن پر

پڑے غلط فہمی کے سارے جالوں کو نکال پھینکنے کی غرض سے کچھ دیر خاموشی کے بعد بولا۔

"میں امی کی تم میں دلچسپی بچپن سے دیکھتا آ رہا ہوں تم میرے لیے پہلے ایک عام کزن کی ہی حیثیت رکھتی تھیں۔ امی کا تمہاری طرف جھکاؤ ایسا تھا کہ میرے ذہن کے گوشے میں یہ بات طے تھی کہ ایک دن تمہیں میرا ہی ہو جانا ہے۔ میں لاشعوری طور پر اس بندھن کے لیے تیار نہ تھا میرے چھ سال بعد کینیڈا سے آ جانے پر فوراً ہو جانے والے اس رشتے میں میری مکمل رضامندی شامل تھی ہو سکتا ہے تمہارے لیے یہ شاکنگ ہو میں تمہاری عادتوں سے ناواقف تھا کیونکہ میں اپنی عمر کا ایک حصہ باہر گزار کر آیا ہوں اور میرے لیے اتنا ہی کافی تھا کہ تم امی کی پسند ہو تو تم میں کوئی نہ کوئی خاص بات ضرور ہوگی۔ میں آزاد معاشرے سے آنے والا شخص ضرور ہوں لیکن اپنے اخلاقی دائروں سے مکمل واقفیت رکھتا ہوں اس دن تم مجھ سے کھنچی کھنچی روڈ بی ہیو کر رہی تھیں لیکن میں تمہاری ہر ادا اگنور کر گیا۔ لیکن پھر تمہاری بدگمانیاں وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتی چلی گئیں۔ ماجدہ پھپو کی دعوت کے بعد میں دوبارہ تمہارے گھر آیا تم سے ملنے کی خواہش ظاہر کی لیکن تم مجھے اگنور کرتی رہیں۔ پھر اچانک ہی تم نے اتنا بڑا فیصلہ کر ڈالا۔ وہ تو شکر ہے تمہاری خالہ نے تمہارا احمقانہ فیصلہ گھر والوں تک پہنچنے ہی نہ دیا وہ سب باتیں مجھے نہ بتاتیں تو میں شاید اس نتیجے پر ہرگز نہیں پہنچتا کہ تم نہایت احمق اور ایک جذباتی لڑکی ہو اور اپنی جلد بازی میں زندگی برباد کر دینا چاہتی ہو۔" وہ اس کے چہرے پر آنے والے بدلتے رنگ، اس کے آخری جملے پر چونکی تھی خالہ نے اسے یہاں بلایا۔ وہ مزید کچھ سوچے بنا ہچکیوں سے رونے لگی تاریکی میں اس کی بلند ہوتی رونے کی آواز گونج رہی تھی جب ہی وہ گھبرا کر بولا۔

"پلیز ایسے مت روئیں۔" عفان نے ڈھارس دینے والے انداز میں اس کا ہاتھ تھاما تو جیسے وہ کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔

"یار تم میری بیوی ہو کر کم از کم ہاتھ تو پکڑ ہی سکتا ہوں تمہارا۔" وہ شرارت سے اس کی طرف دیکھ کر بولا جو اسے شاکی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"جی مجھے اچھی طرح معلوم ہے آپ لڑکیوں کا ہاتھ پکڑنے میں انٹرسٹڈ رہتے ہیں۔" وہ سوں سوں کرتی اسے شاکی نظروں سے گھور کر بولی تو عفان کا بلند قہقہہ فضا میں گونج اٹھا۔

"اچھا تو میری بیگم کو اب تک ہاتھ پکڑنے پر خفگی ہے۔ چلیں میری توبہ جو آئندہ کسی دوشیزہ کا ہاتھ پکڑوں لیکن اس کے لیے آپ کو میرا ہاتھ مضبوطی سے تھامنا ہوگا۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑنے کے لیے آگے بڑھا تو وہ سرعت سے پیچھے ہٹ گئی۔

"وہ دیکھو چاند۔" عفان نے آسمان کی طرف اشارہ کیا تو ثوبیہ نے دیکھا چاند کی تابناکی نے پورا ماحول خواب ناک بنا ڈالا تھا وہ ان لمحوں میں جیسے کھو سی گئی۔ عفان نے اس کا ہاتھ تیزی سے اپنے مضبوط ہاتھوں میں تھام لیا۔

"میں نے اپنا باہر واپس جانے کا پروگرام کینسل کر دیا۔ امی عید پر رخصتی کی تاریخ لینے آئیں گی کہو قبول ہے۔" وہ اس کے کانوں کے قریب گنگنا رہا تھا اور اس نے شرما کر اپنا سر ہلا دیا۔ دل آئندہ آنے والی خوشگوار زندگی کی ضمانت دے رہا تھا۔ وہ کیوں کفران نعمت کرے۔ اس نے ساری زندگی گلے شکوؤں میں گزاری تھی۔

مسرتوں کے دیے فروزاں ہوں مثالِ عید
تم میرے آنگن میں اترو کبھی مثالِ عید
سمجھوں تمہاری دید کو یوں میں گمانِ عید
تصور کو جگمگائے یہی خیالِ عید

بادل برسیں......
بادل اتنے زور سے برسیں
میرے شہر کی بنجر دھرتی
گم صم خاک اڑاتے رستے
سوکھے چہرے
پیلی آنکھیں
بوسیدہ مٹیالے پیکر ایسے بھیگیں
اپنے کو پہچان نہ پائیں
بجلی چمکے......
بجلی اتنے زور سے چمکے
میرے شہر کی سونی گلیاں
مدت کے تاریک جھروکے
پُراسرار کھنڈر ویرانے
ماضی کی مدھم تصویریں ایسے چمکیں

سینے کا ہر بھید اگل دیں
دل بھی دھڑکے......
دل بھی اتنے زور سے دھڑکے
سوچوں کی مضبوط طنابیں
خواہش کی ان دیکھی گرہیں
رشتوں کی بوجھل گرہیں
ایک چھناکے سے کھل جائیں
سارے رشتے
سارے بندھن
چاہوں بھی تو یاد نہ آئیں
آنکھیں اپنی دید کو ترسیں
بادل اتنے زور سے برسیں

رمضان کے اوائل عشرے میں اس کے سونے من کی طرح باہر بادل بھی اتنے زور سے برسے تھے' اردگرد ایسی جل تھل مچی تھی کہ اس کے آنسوؤں کی طرح ہر عکس دھندلا ہو گیا تھا۔ گیلری کی کھڑکی سے ٹیک لگائے وہ نجانے کب سے ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی آسمان پر نظریں جمائے اپنے سود و زیاں کے حساب کتاب میں مصروف تھی۔ آنکھیں ہمیشہ کی طرح خشک اور بنجر تھیں' اک انتظار لاحاصل کی جستجو لیے شکوہ کناں رب دو جہاں کی بارگاہ میں دست دراز تھیں معاً تیز ہوا کی سرسراہٹ سے کھڑکی کا پٹ بند ہوا تو ہی وہ اپنے خیالوں کی دنیا سے باہر آئی تھی' ایک تلخ سی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے اس نے بڑی بے دردی سے اپنے آنسو صاف کیے اور پھر وضو کرنے کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی تھی جو بھی تھا جیسا تھا ایک آس تھی' موہوم سی جو بار بار اسے اللہ کے حضور سر جھکانے پر مجبور کر دیتی تھی اور اس کے سوا اسے سکون بھی بھلا کہاں میسر تھا۔

❁......❁......❁

"تمہیں پتا ہے تم روتی ہوئی بالکل اچھی نہیں لگتی خاص طور پر تمہاری یہ ناک جو پھول کے اور موٹی اور رونے سے مزید سرخ ہو جاتی ہے۔" اس کی جانب اشارہ کر کے وہ اسے مزید جلانے پر آمادہ تھا۔

"تم...... میں چھوڑوں گی نہیں تمہیں عرفان بخاری! آنے دو آج تایا جان کو تمہیں تو وہی پوچھیں گے۔" غصے سے دانت پیستے ہوئے فاطمہ بخاری نے صوفے پر دھرا کشن اٹھا کر بڑی بے دردی سے اس کے سر پر مارا تو اسے اتنی جلدی اس اٹیک کی امید نہ تھی۔ کشن بھی کافی زور سے لگا تھا۔

"فاطمہ کی بچی' کیا مصیبت ہے اتنی زور سے مارتے ہیں کیا' اب دیکھو میں کیا کرتا ہوں۔" آنکھوں میں شرارت لیے وہ کشن اٹھا کے فاطمہ کی جانب بڑھا تھا۔ فاطمہ بجلی کی تیزی سے لاؤنج سے ملحقہ ڈرائنگ روم کی جانب بھاگی تھی' اب یہ اس کی خراب قسمت تھی کہ اس کا ٹکراؤ سامنے سے آتی عفت تائی سے ہو گیا تھا۔

"تم دیکھ کے کب چلنا سیکھو گی آخر فاطمہ! کب بڑی ہو گی تم' گریجویشن میں آ گئی ہو مگر تمہیں اتنی بھی عقل نہیں ہے کہ گھر میں کس طرح رہا جاتا ہے' کب تمہارا یہ بچپنا جائے گا' آنے دو تمہارے تایا کو' آج میں ان سے فائنل بات کرتی ہوں۔" اسے غصے سے دھمکاتی وہ آگے بڑھ گئی تھیں' یہ دیکھے بغیر کہ اس کے ہنستے مسکراتے چہرے پر کس طرح اداسی پھیل گئی ہے' رخساروں پر آنسو کے گرتے قطروں کو اس نے جلدی سے صاف کیا کہ مبادا کوئی دیکھ نہ لے مگر ان دو آنکھوں نے بڑی دور تک اس کا تعاقب کیا تھا اس کے وہ آنسو اسے اپنے دل پر گرتے ہوئے محسوس ہوئے تھے۔

❁......❁......❁

دو روز سے جاری بارش نے نظام زندگی درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا' کبھی تیز کبھی ہلکی بارش اس کے بنجر دل کی دھرتی پر اور بھی قیامت برپا کر رہی تھی۔ ایک وقت تھا کہ کب یہی موسم اس کی کمزوری ہوا کرتا تھا' عفت تائی لاکھ منع کرتیں مگر وہ حیلے بہانے کر کے تایا اور عرفان کی حمایت لیے گھنٹوں بارش میں بھیگتی رہتی' گندمی رنگت سیاہ آبشار جیسے بال......
وہ غیر معمولی حسن کی تو نہ سہی غیر معمولی کشش کی ضرور مالک تھی۔ اس کی سانولی رنگت پر عرفان اکثر اسے چڑاتا اور وہ بھی ہمیشہ کی طرح چڑ کے روٹھ جاتی' دونوں کی یہی نوک جھونک تو تھی جو بخاری پیلس کی رونق تھی۔

فاطمہ آٹھ سال کی تھی جب ایک کار ایکسیڈنٹ میں اس کے ماں باپ اسے داغ مفارقت دے گئے تھے۔ بخاری پیلس کے مکینوں پر تو گویا قیامت سی ٹوٹ پڑی تھی۔ ارشد بخاری اور منہاج بخاری دو ہی بھائی تھے' دونوں کی شادی ان کے باپ نے اپنی زندگی میں ہی کرادی تھی' اس کے باوجود بھی سکون کی نیند کی خاطر اپنی اہلیہ کی طرح اپنی بچوں کو اللہ کی حفظ و امان میں دے کے اس دنیا سے کوچ کر گئے تھے۔ ابھی ان کی ہی جدائی کا صدمہ ختم نہیں ہوا تھا کہ منہاج اور ان کی اہلیہ کی وفات اس گھر پر قیامت برپا کر گئی خاص کر فاطمہ کو سنبھالنا بہت مشکل تھا' ارشد بخاری نے شروع سے ہی عفت بخاری اور عرفان بخاری کو یہ بات باور کرادی تھی کہ وہ فاطمہ کی پرورش میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کریں گے۔

دس سالہ عرفان فاطمہ کا یوں خیال رکھتا کہ وہ کوئی کانچ کی گڑیا ہو' ان کی نوک جھونک سے ہی بخاری پیلس میں زندگی کا پتا چلتا تھا' وگرنہ عفت تائی کو تو اپنی بھابی اور بھائی کی خاطر مدارتوں سے فرصت نہ تھی' ان کی تنک و تلخ مزاج فاطمہ کے لیے ہی ہوتی تھی۔ ارشد صاحب کے سامنے تو وہ اکثر اس کی بلاوجہ کی غلطیاں شمار کروا کے اسے ڈانٹ پڑوانے کی کوشش کرتیں مگر ارشد صاحب ہر بار فاطمہ کو پیار سے سمجھا کے چھوڑ دیتے' یہی بات عفت تائی کے لیے خاص پریشانی کا باعث تھی' دراصل وہ اس گھر پر صرف اپنا حق سمجھتی تھیں۔ اپنے میاں کی محبت میں انہیں فاطمہ کی حصہ داری بالکل گوارہ نہ تھی' ان کی تو پوری کوشش یہی تھی کہ فاطمہ کو اس کے ننھیال بھیج دیں مگر یہاں بھی ان کی بساط الٹی پڑ گئی تھی لہٰذا جب سے ہی انہوں نے فاطمہ سے بیر پال لیا تھا۔ یونہی وقت گزرتے گزرتے جب بچے جوانی کی دہلیز پر پہنچے تو انہیں فاطمہ اور بھی زیادہ کھٹکنے لگی تھی خاص کر اس کی بچکانہ حرکتیں اور اس کی عرفان سے بے تکلفی حد درجہ حساس فاطمہ کے لیے ابھی تک اپنا قصور سمجھنا مشکل تھا' یہی ایک بات اسے اندر ہی اندر کھائے جا رہی تھی۔

''کیا بات ہے بیٹا! سونا نہیں ہے کیا' میں کب سے دیکھ رہا ہوں آپ یونہی کھڑی سوچوں میں گم ہو۔'' ارشد صاحب نے اس کے پاس آ کر پوچھا تو ان کی آواز پر فاطمہ کی سوچوں کا تسلسل ٹوٹا اور وہ چونک کے حال میں لوٹی آئی تھی۔

''کچھ نہیں بڑے پاپا! بس یونہی تائی سوگئی کیا؟''
کھڑکی بند کر کے وہ ان کی طرف مڑی تھی۔

''کہاں بیٹا اس کی تو چپ ہی نہیں ٹوٹتی ہے' ایک فالج زدہ انسان کے لیے بھلا زندگی کا کیا مقصد بس یونہی سارا دن در و دیوار تکتی رہتی ہے۔'' ان کے لہجے میں حد درجہ مایوسی و دکھ شامل تھا۔

''حوصلہ رکھیں تایا سب ٹھیک ہو جائے گا' آپ بھی سو جائیں جا کر پھر سحری میں بھی اٹھنا ہوگا' میں بھی سونے لگی ہوں۔ اس وقت تائی کو آپ کی

ضرورت ہے' آپ وہاں جائیں۔'' اس نے ایک بار پھر اپنے عزیز از جان تایا کو حوصلہ دینا چاہا تھا۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کے وہ چلے گئے تو اس نے شدید کرب سے ان کی پشت کو دیکھا پھر لائٹ بند کر کے لیٹ گئی۔

ہر رات کی طرح آج بھی نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی' دل کے اندر سے کہیں ایک نام گونجا تھا۔ ''عرفان بخاری'' پھر آنسوؤں کا ایک سیل رواں جاری ہو گیا تھا اس نے گھبرا کے کرب سے آنکھیں میچ لی تھیں۔

❁......❁......❁

''میرے اسلم کا تو اتنا جہیز آئے گا عفت تم دیکھنا سب کے منہ کھل جائیں گے' ماشاء اللہ ایسی اونچی جگہ رشتہ کیا ہے میں نے اپنے بیٹے کا۔'' ان کی بھابی نگہت نے چائے اور سموسوں کے ساتھ انصاف کرتی اپنی اکلوتی نند کو دیکھا' آج عفت اپنے بھتیجے کا رشتہ پکا ہونے کی خبر سن کے فوراً یہاں چلی آئی تھیں۔ دراصل انہیں اپنی لاڈلی بھابی سے شکوہ بھی تھا کہ یوں چھپ چھپا کے رشتہ کر دیا اور انہیں خبر بھی نہ دی۔

''یہ تو اچھی بات ہے بھابی اور ویسے بھی لڑکی کا مان تو اس کے گھر سے آئے جہیز کی وجہ سے ہوتا ہے۔'' صدا کی روایت وقدامت پسند عفت تائی نے اپنا جاہلانہ نظریہ پیش کیا۔

''بالکل...... اور اب تو میں تمہاری طرف سے خوشخبری سننے کا انتظار کر رہی ہوں' کب عرفان کی شادی کرو گی تم' اب تو وہ بھی ماشاء اللہ سے بڑا ہو گیا ہے۔'' انہوں نے چپس کی پلیٹ ان کی طرف کرتے بڑھائی تھی۔

''ارے کہاں بھابی! کوئی لڑکی ڈھنگ کی ملے گی تو شادی کروں گی نا آپ کو تو آپ کی من پسند بہو مل گئی نا۔'' ان کے لہجے میں بھی فکر در آئی تھی۔

''ویسے تم لڑکی ڈھونڈنے سے پہلے ایک دفعہ بھائی صاحب سے ضرور مشورہ کر لینا' کہیں ان کا ارادہ تمہارے دیور کی بیٹی فاطمہ سے عرفان کی شادی کرنے کا تو نہیں۔'' نگہت بھابی نے اپنا تجزیہ پیش کرنا ضروری سمجھا تھا۔

''اللہ نہ کرے بھابی! کیوں میرا دل جلا رہی ہیں' میرے ہیرے جیسے بیٹے کے لیے کیا وہ فاطمہ ہی رہ گئی ہے۔ کم سے کم میں تو ایسا ہرگز نہیں ہونے دوں گی' میرا عرفان مجھ سے پوچھے بغیر کچھ نہیں کرتا اور فاطمہ کا بھی اچھا یاد دلایا آپ نے جب تک وہ اس گھر میں رہے گی میری زندگی اجیرن ہی رہے گی۔ مجھے جلد سے جلد اس کی شادی کرنی ہوگی اب اس کے بعد ہی عرفان کی شادی کا سوچوں گی۔'' ان کے لہجے میں فاطمہ کا ذکر کرتے ہوئے ازلی نفرت عود آئی تھی انہوں نے غصے سے چپس کی پلیٹ پرے کھسکائی تھی۔

''اچھا اب یوں کھانے پر غصہ نہ کرو آج ہی اس لیے رشتہ ڈھونڈو اور جلد از جلد اس مصیبت سے چھٹکارا پاؤ اور میری مانو تو بھائی صاحب کو اس معاملے سے ذرا دور ہی رکھنا ورنہ وہ اپنی لاڈلی بھتیجی کا رشتہ اتنی جلدی نہیں کریں گے۔ تمہیں کوئی ٹھوس اور پکی وجوہات پیش کرنی ہوں گی۔'' نگہت بھابی نے ہمیشہ کی طرح اپنا مشورہ دینا ضروری سمجھا تھا۔

''بس آپ کی مدد اور دعائیں چاہئیں بھابی! اچھا اب میں چلوں گی' بہت دیر ہو گئی ہے۔'' اپنا بیگ اور موبائل اٹھا کے وہ ان سے گلے مل کے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

❁......❁......❁

اپنے بنائے گئے لائحہ عمل پر انہوں نے اتنی جلدی

عمل کرنا شروع کیا تھا کہ ارشد صاحب سے مشورہ کرنا بھی ضروری نہ سمجھا اور اپنی ایک دوست کے توسط سے فاطمہ کو دیکھنے کے لیے لڑکے والوں کو گھر پر بھی مدعو کرلیا۔ فاطمہ بے چاری اس ساری صورتحال پر ششدر رہ گئی تھی بھلا اس نے اتنی جلدی ایسا کب سوچا تھا مگر یہ بھی سچ تھا کہ اپنی تائی کے آگے اس کی ایک نہ چلتی تھی سو جھٹ ڈرتی ڈراتی ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے وہ شام میں ہلکی پھلکی سی تیار ہوگئی تھی کہ اچانک عرفان کی آمد ہوگئی تھی۔

''ہیلو ینگ بیوٹی فل لیڈی! اکیلے اکیلے کہاں جانے کی تیاری ہے؟'' حسب عادت اس نے اسے چھیڑا تھا مگر اب کی بار وہ نہ چڑی تھی نہ مسکرائی تھی بلکہ وہ تو اپنی پریشانی میں کھوئی ہوئی تھی اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی عفت تائی عرفان کی آواز کا تعاقب کرتی ہوئی کچن میں داخل ہوئی تھیں۔

''کہیں نہیں جارہی' کچھ مہمان آرہے ہیں فاطمہ کو دیکھنے رشتے کے سلسلے میں جاؤ تم بھی جا کے فریش ہوجاؤ۔ وہ لوگ آتے ہی ہوں گے۔'' فاطمہ کی جگہ عفت تائی نے جواب دیا تھا' عرفان کو اپنی سماعتوں پر شبہ سا ہوا تھا۔ اس نے تو ساری دنیا بلکہ خود فاطمہ سے بھی اپنی محبت کو چھپا کے رکھا تھا پھر کیسے اس کی محبت کو نظر لگ گئی تھی۔ اس نے تو آج تک اپنا اقرار اپنے جذبوں کی آنچ تک فاطمہ تک نہیں پہنچنے دی تھی کہ کہیں اس کے پاکیزہ دامن میں کوئی داغ نہ لگ جائے' ایسی صورتحال سے بھی اسے سامنا کرنا پڑے گا اس نے تو کبھی خواب میں بھی نہ سوچا تھا۔

''یہ کیا کہہ رہی ہیں مام! پاپا سے پوچھا آپ نے ابھی تو فاطمہ کا گریجویشن بھی نہیں ہوا ہے۔'' اس کے لہجے سے پریشانی و حیرانی صاف عیاں تھی' اس کی آنکھوں سے عفت کو ڈر لگنے لگا تھا۔ وہ ماں تھیں بیٹے کے جذبات اس کے چہرے پر لکھے انہیں صاف نظر آرہے تھے اسی پل سے وہ آج تک ڈرتی آئی تھیں۔

''اتنا حیران مت ہو یہ تو ایک نہ ایک دن ہونا ہی ہے۔ فاطمہ ساری زندگی یہاں نہیں رہے گی' جاؤ جا کے تیار ہوجاؤ۔'' زمانے بھر کی تلخی ان کے لہجے میں سمٹ آئی تھی' عرفان بنا کچھ کہے غصے میں وہاں سے واک آؤٹ کرگیا تھا پیچھے فاطمہ ان کے غصے کی منتظر کھڑی رہ گئی تھی۔ عرفان کے جذبوں سے بے خبر وہ تو صرف اس گھر سے جدائی کے ڈر سے خوف زدہ تھی۔

❀ ❀ ❀
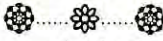
فاطمہ کے رشتے کے سلسلے میں جو لوگ اسے دیکھنے آئے تھے وہ اسے پسند کرگئے تھے' اب ارشد صاحب کو منانے کا معرکہ عفت بیگم کو ہی حل کرنا تھا اور انہیں یقین تھا کہ وہ ایسا جلد کرلیں گی اپنی خوشی بانٹنے کی ہی غرض سے آج پھر نگہت بھابی کے روبرو تھیں۔

''تم پریشان ہونا چھوڑ دو' جب اتنا سب ہوگیا ہے تو شادی بھی ہوجائے گی' میں تو کہتی ہوں' لگے ہاتھوں عرفان کا بھی رشتہ کردو۔'' صدا کی مطلب پرست نگہت بھابی کا موضوع سخن آج بھی عرفان کی شادی ہی تھا' نجانے کیوں انہیں ہمہ وقت عرفان کی ہی فکر رہتی تھی۔

''بھابی آپ کو آخر عرفان کے لیے اتنی جلدی کیوں ہورہی ہے' ویسے بھی اچھی لڑکیاں آج کل ملتی کہاں ہیں۔'' عفت نے وہی پرانا جواز دہرایا جسے سن سن کر اب نگہت بھابی کے کان پکنے لگے تھے۔

''لو یہ نئی بات کردی تم نے' کیوں نہیں اچھی لڑکیاں' مجھے نہیں ملی کیا میری بہو اور اب میری لائبہ کو ہی دیکھ لو ماشاء اللہ سے پڑھائی کے ساتھ ساتھ سارا گھر بھی سنبھالا ہوا ہے۔ میرا تو ارادہ دونوں بچوں کی

ساتھ شادی کرنے کا ہے بھئی۔'' نگہت بھابی نے نہایت چالاکی سے ان کا دھیان اپنی اکلوتی بیٹی کی جانب مبذول کروانا چاہا تھا۔

اب یہ ان کی پلاننگ تھی یا اچھی قسمت اسی وقت لائبہ ٹرے میں چائے لیے کمرے میں داخل ہوئی تھی' لمبا قد' دراز بال' گورا رنگ اور بڑی بڑی آنکھیں وہ بلاشبہ حسن کی مالک تھی کہاں فاطمہ گندمی رنگت کی ملک اور کہاں لائبہ عفت بیگم کی آنکھوں کے پردوں پر چھم سے عرفان کی شبیہہ لہرائی تھی۔ لائبہ اور عرفان کی جوڑی بلاشبہ بہت شاندار لگے گی' ایک لمحہ لگا تھا انہیں فیصلہ کرنے میں بھلا اپنے عزیز از جان بھائی کی اولاد سے بڑھ کر بھی ان کے لیے کوئی اپنا ہوسکتا تھا کیا۔ چائے لیتے ہوئے انہوں نے مسکرا کر لائبہ کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

''کہاں کھوگئی ہو عفت! کیا پہلے کبھی اپنی لائبہ کو نہیں دیکھا تم نے' ماشاء اللہ اتنی بڑی ہوگئی ہے جب ہی تو مجھے اس کی فکر ستارہی ہے۔'' نگہت بھابی نے بڑی دلچسپی سے ان کے چہرے پر آتے جاتے رنگوں کو دیکھا تھا۔

''ارے بھابی میری بھتیجی کی فکر کرنا اب آپ چھوڑ دیں ویسے بھی یہ تو میری بیٹی ہے۔'' عفت نے بڑی محبت سے اپنی بھابی کا ہاتھ تھاما تھا۔

''وہ تو ہے ہی شروع سے تمہاری لاڈلی بس ماں ہوں نہ میں ایسے پریشان ہوجاتی ہوں' آج کل تمہارے بھائی کا کام بھی صحیح نہیں چل رہا' انہوں نے دس لاکھ کا قرضہ لیا تھا وہ بھی ادا نہیں کرپائے' بس کیا بتاؤں قرض دار نے جینا حرام کیا ہوا ہے۔'' ان کے لہجے میں پریشانی در آئی تھی' عفت بیگم بھی فوراً الرٹ ہوئی تھی بھائی سے بڑھ کر بھلا ان کے لیے کیا تھا۔

''آپ نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا بھابی! کیا آپ مجھے اپنا نہیں سمجھتیں؟ کیا پہلے کبھی میں نے آپ کی مدد نہیں کی جو اب انکار کرتی۔'' انہوں نے فوراً شکوہ کیا تھا۔

''وہ بات نہیں عفت! تم غلط سمجھ رہی ہو' کب تک تم میری مدد کروگی' ارشد بھائی کو پتا چلے گا تو انہیں دکھ ہوگا۔ وہ برا مان جائیں گے' دس لاکھ کوئی چھوٹی رقم نہیں ہوتی۔'' نگہت بھابی نے رسان سے کہا۔

''برا مانتے ہیں تو ماننے دیں' اگر ہماری دولت ہمارے اپنوں کے کام نہیں آئے گی تو ایسی دولت کا کیا فائدہ اور انہیں پتا نہیں چلے گا میرے پاس کچھ رقم ہے کچھ اور ملا کے میں آپ کو کل ہی دے دوں گی' آپ پریشان مت ہوں اور ہاں لائبہ بھی اب میری ذمہ داری ہے۔'' ہمیشہ کی طرح انہوں نے آج بھی بنا سوچے سمجھے بھائی کی مدد کی حامی بھرلی تھی وہ ایسی ہی تھیں بھائی بھابی کی محبت میں اندھی۔

''شکریہ عفت! میں تو ہمیشہ کی طرح تمہاری قرض دار ہوگئی ہوں' بھلا کیسے تمہارے احسانوں کا قرض ادا کرپاؤں گی۔'' نگہت بھابی فوراً جذباتی ہوکر ان کے گلے لگی تھیں۔

''ارے نہیں بھابی! احسان کیسا' اپنے بھائی کی مدد کرنا میرا فرض ہے' اچھا اب میں چلتی ہوں کل ملاقات ہوگی۔'' ان کے گال تھپتھپا کے وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں تاکہ جلد از جلد گھر پہنچ کر رقم کا انتظام کرسکیں۔

❁ ❁ ❁

بھابی کو پیسے وغیرہ دے کر لوٹتے وقت انہوں نے ارشد صاحب سے آج فاطمہ کے رشتہ کے سلسلے میں دوٹوک بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا مگر یہ ان کی خراب قسمت ٹھہری تھی کہ ان سے پہلے ہی ارشد صاحب ان کے کمرے میں آتے ہی ان پر برس پڑے تھے۔

''یہ سب کیا ہے عفت بیگم! آخر تمہیں فاطمہ کی زندگی کا فیصلہ کرنے کا حق کس نے دیا' یہ سب بھی مجھے ابھی عرفان نے بتایا تو پتا چلا ورنہ تو تم بتاتی ہی نہیں۔''

''یہ سب غلط ہے میں تو خود آپ کو بتانے والی تھی اور وہ لوگ خود ہی دیکھنے آئے تھے ہماری فاطمہ کو۔ گھر آئی نعمت کو ٹھکرانا تو کفرانِ نعمت ہے نہ میں بھابی کے ہاں چلی گئی تھی ورنہ آپ کو صبح ہی بتا دیتی۔'' ارشد صاحب سے بحث کرنے میں ان کا اپنا ہی نقصان تھا سو دھیمے لہجے میں جواز پیش کر کے وہ ان کا غصہ قدرے کم کرنے میں کامیاب ہوگئی تھیں۔

''چلو مان لیا کہ وہ لوگ خود آئے تھے مگر تم پلیز انہیں منع کر دینا فاطمہ کا' میرا ارادہ عرفان کے لیے ہے' میں اپنی بچی کو اپنی نظروں سے دور نہیں بھیج سکتا۔'' بیڈ پر دراز ہوتے ہوئے انہوں نے کافی کا مگ منہ سے لگایا۔

''آپ کو نہیں لگتا کہ آپ یہ سب خود ہی ڈیسائیڈ کر رہے ہیں' بچوں کی مرضی کے بارے میں آپ نے سوچا ہے کبھی۔ ہمارا بھی ایک ہی بیٹا ہے اور شادی کوئی زبردستی کا بندھن نہیں ہے' وہ دونوں تو ہمہ وقت ایک دوسرے سے الجھتے رہتے ہیں اور پھر عرفان کے لیے میں نے ہمیشہ سے ہی لائبہ کے لیے سوچا ہے اور عرفان کا ارادہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ میں ماں ہوں سمجھتی ہوں اب آپ سے تھوڑی کہے گا وہ۔'' وہ باتیں بنانے کی فن سے آشنا تھیں جب ہی تو ارشد صاحب کو ان کی خفیہ سرگرمیوں کا آج تک علم نہیں ہوسکا تھا۔ ان پر اعتماد کر کے وہ ہمیشہ ہی انہیں ڈھیل دیتے تھے اور یہ ان کی ڈھیل کا ہی نتیجہ تھا کہ وہ فقط اپنے مفاد کے لیے اپنے بیٹے کی زندگی داؤ پر لگا رہی تھیں۔

''کیا تمہیں پکا یقین ہے کہ عرفان ایسا سوچتا ہے۔'' وہ ابھی بھی کچھ کچھ الجھے ہوئے تھے' بیٹے کی خوشی ان کے لیے بھی نہایت عزیز تھی مگر وہ زبردستی کے قائل نہ تھے ورنہ عرفان سے بات کرنا ان کے لیے کچھ مشکل نہ تھا۔

''آپ کو مجھ پر اعتبار نہیں' بس آپ سرمد صاحب کو بھی بلالیں یا ہم لوگ چل کے لڑکا دیکھ آتے ہیں۔ اچھا ہے عرفان اور فاطمہ دونوں کا فرض خوش اسلوبی سے ادا ہو جائے۔'' عفت بیگم نے بڑی ہی محبت سے ان کا ہاتھ تھام کے ان کی جانب دیکھا تھا۔

''ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی مگر ایک بار بچوں سے ضرور رائے لیں' خاص کر فاطمہ سے میں نہیں چاہتا کہ اس کے ساتھ کوئی زیادتی ہو۔''

''بے فکر رہیں اب یہ میری ذمہ داری ہے۔'' انہوں نے بھی مسکرا کے سر ہلایا اور اپنی جیت کی خوشی میں ان کا دل سرشار تھا اس بات سے بے خبر کے قسمت کچھ اور ہی طے کیے بیٹھی ہے۔

❀......❀......❀
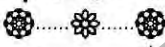
وہ نہایت انہماک سے اپنے پسندیدہ مارننگ شو کا ریپیٹ ٹیلی کاسٹ دیکھنے میں مگن تھیں جب ہی عرفان کسی آندھی وطوفان کی طرح تن فن کرتا ان کے سر پر آن پہنچا تھا۔

''مام پلیز آپ ایسا ہرگز نہیں کرسکتیں' فاطمہ نے مجھے مبارک باد دی تو مجھے پتا چلا کہ آپ کیا کچھ پلان کیے بیٹھی ہیں۔ آپ نے ایک بار مجھ سے پوچھنا' مجھے بتانا گوارہ نہیں کیا اور میرا رشتہ لائبہ سے طے کر دیا۔ کمال ہے ہر کوئی یہ بات جانتا ہے سوائے میرے امیزنگ۔'' اس کے لہجے میں بغاوت بول رہی تھی۔

''یہ تم کس لہجے میں بات کر رہے ہو مجھ سے عرفان! میں ماں ہوں تمہاری' تمہارے مستقبل کے

بارے میں مجھ سے بہتر فیصلہ کوئی نہیں کرسکتا۔ نہ صرف تمہارا بلکہ فاطمہ کا بھی رشتہ میں نے طے کردیا ہے اور تم دونوں کی شادی ساتھ ہی ہوگی۔" ٹی وی بند کرکے وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی تھیں اس وقت وہ سفاک ماں کی مانند اپنے فیصلے اپنے بچوں پر مسلط کرنے کے درپے تھیں مگر عرفان بھی ان کی ہی اولاد تھا حد درجہ ضدی۔

"آپ ایسا نہیں کرسکتیں میں خود ڈیڈ سے بات کرلوں گا' میں شادی کروں گا تو صرف فاطمہ سے اس کے علاوہ کسی سے نہیں۔" عرفان بخاری نے اپنی محبت کا اعتراف کرکے ان کے سر پر کوئی بم پھوڑ دیا تھا' انہیں اندازہ بھی نہ تھا کہ ان کا بیٹا یوں بغاوت پر اتر آئے گا۔

"ٹھیک ہے پھر تم مجھے یا فاطمہ کسی ایک کو چن لو میں بھائی بھابی سے بات کرچکی ہوں' تم مجھے شرمندہ کرواؤ گے سب کے سامنے؟" دوپٹہ منہ پر رکھ کے انہوں نے رونے کی ناکام کوشش کی تھی۔

"سو واٹ مام..... آپ کو مجھ سے پوچھنا چاہیے تھا نہ اب آپ خود بھگتیں پلیز مگر یہ سچ ہے کہ میں شادی کروں گا تو صرف فاطمہ سے۔" اس کا لہجہ اٹل تھا' عفت بل کھا کے رہ گئی تھیں معاً ان کی نظر دروازے کے پاس کھڑی ڈری سہمی فاطمہ پر پڑی جو بلاشبہ سب کچھ سن چکی تھی' اسے دیکھ کے عفت تائی تیزی سے اس کی جانب بڑھی تھیں۔

"یہ سب کچھ تمہارا ہی کیا دھرا ہے' اب یہاں کھڑی ہوکر کیا تماشہ دیکھ رہی ہو' یہی نہ کہ تمہاری محبت میں اندھا ہوکر میرا بیٹا کس طرح میری مخالفت کررہا ہے۔" اسے تھپڑ رسید کرکے انہوں نے حقارت سے اسے دیکھا تو فاطمہ بے چاری ششدر کھڑی کی کھڑی رہ گئی' اس کے تو وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ عرفان بخاری یوں اس کے لیے لڑ رہا ہے۔ عفت تائی کے سرد و تلخ رویے نے اسے اس بات کی کبھی اجازت نہ دی تھی کہ وہ عرفان کو کسی اور نظر سے دیکھے یہاں تک کے جب پہلی بار عرفان کی محبت نے اس کے دل کی زمین پر قدم رکھا تھا تو اس نے بڑی بے دردی سے اپنی محبت کا گلا گھونٹ کر اسے ہمیشہ کے لیے ابدی نیند سلادیا تھا' عرفان کے جذبات سے وہ قطعی بے خبر تھی' اسی صورتحال سے وہ ڈرتی آئی تھی' بھلا اس گھر کے سوا کیا اس کا آسرا تھا۔ تائی جیسی بھی تھیں تایا کا مہربان سایہ تو اس کے سر پر موجود تھا نہ۔

"مام پلیز آپ فاطمہ سے بات نہ کریں وہ سراسر بے قصور ہے' آپ کو جو کہنا ہے مجھے کہیں۔" فاطمہ کے بچاؤ کو عرفان لپک کے ماں کی جانب بڑھا تھا۔

"اچھا تو اب تم اتنے بڑھ گئے ہو اپنی محبت میں کہ میں اسے کچھ کہوں گی تو وہ بھی برداشت نہ کرو گے یہ میرے بیٹے کو میرے خلاف کرکے بھلا خود کیسے سکون سے رہ سکتی ہے۔ میں ایسا کبھی نہیں ہونے دوں گی' تم بھی کان کھول کر سن لو اور اب مجھے چن لو یا اسے۔" اس وقت وہ فیصلہ کن لہجے میں اس سے مخاطب تھیں' فاطمہ کی مسلسل رونے کی آواز اسے ڈسٹرب کررہی تھی اور اس پر ماں کا رویہ' اس کو فیصلہ کرنے میں لمحہ لگا تھا۔

"ٹھیک ہے مام آپ کو شوق ہے بلاوجہ کی ضد کرنے کا تو کریں میں بھی آپ ہی کا بیٹا ہوں' میں نے ہمیشہ آپ کی عزت کی ہے فاطمہ کے ساتھ کی گئی آپ کی زیادتیوں کو بھی نظر انداز کیا ہے مگر آپ آج اتنی ہی تلخ ہوگئی ہیں کہ اپنی ہی اولاد کی واحد خوشی کو اس سے چھین رہی ہیں تو ٹھیک ہے میں اس گھر سے آج اور ابھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جارہا ہوں' آپ کو جو کرنا ہے وہ کریں۔" اٹل لہجے میں ان کی آنکھوں میں

آنکھیں ڈال کر کہتا وہ انہیں حیران کر گیا تھا' اس کی جرأت پر لمحہ بھر کو تو وہ ساکت رہ گئی تھیں پھر اسے روکنے کے لیے اس کی جانب بڑھی تھیں مگر وہ ان کی ہر بات کو ان سنی کرتا ہوا اپنا سامان سمیٹ کر فاطمہ کو بابا کا خیال کرنے کی تاکید کر کے بخاری پیلس کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ گیا تھا۔ اسے فاطمہ کے آنسو روک پائے تھے نہ عفت بیگم کی التجا۔ ارشد صاحب تو آفس میں تھے ورنہ حالات اس رخ پر نہ آتے۔ فاطمہ نے کوشش بھی کی تھی انہیں فون کر کے مطلع کرنے کی مگر عرفان نے اسے اپنی قسم دے کر خاموش کرا دیا تھا' اس کے جانے کے بعد تو گویا بخاری پیلس کے مکینوں پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔

❁......❁......❁
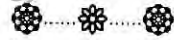
گھر لوٹنے کے بعد جب فاطمہ نے ساری صورتحال سے ارشد صاحب کو آگاہ کیا تو وہ عفت بیگم پر بُری طرح برس پڑے تھے۔ اتنا کہ انہوں نے انہیں مخاطب کرنا ان کی طرف دیکھنا ہی چھوڑ دیا تھا' انہوں نے عرفان کے تمام دوستوں سے معلومات کر کے اسے ڈھونڈنے کی کوشش کی تھی مگر وہ بُری طرح ناکام ہوئے تھے' اپنا موبائل بھی وہ گھر پر ہی چھوڑ گیا تھا۔ بیٹے بڑھاپے میں باپ کا سہارا بنتے ہیں اور آج ان کا ہی بیٹا ان کا سہارا بننے کے بجائے اپنی ہی ماں کی وجہ سے انہیں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔ عفت تائی کا بھی سارا طنطنہ وغرور کہیں جا سویا تھا' نہ ٹھیک سے کھاتی تھیں نہ بات کرتی تھیں' ایک چپ سی لگ گئی تھی انہیں۔ ایسے میں فاطمہ ہی تھی جو نہ صرف گھر کو سنبھال رہی تھی بلکہ اپنے تایا تائی کا بھی دھیان رکھ رہی تھی۔

عفت تائی کے لیے از حیرت کی بات یہ تھی کہ اتنا سب کچھ ہونے کے باوجود ایک بار بھی نہ ان کے بھائی بھابی نے فون کیا نہ ملنے آئے۔ انہیں یہی لگا کہ عرفان کے گھر چھوڑ کر چلے جانے کا سن کر وہ ان سے ناراض ہوں گے' آخر کو وہ ان کی بیٹی کے ساتھ منسوب تھا' اسی وجہ سے وہ اپنے بھائی بھابی سے سخت شرمندہ تھیں سو ان سے معافی مانگنے وہ ہمت کر کے خود ہی وہاں چلی آئی تھیں۔

''مام یہ تو بہت غلط ہے آپ کو کم سے کم ایک بار تو پھپو سے مل لینا چاہیے۔ عرفان کے جانے کے بعد وہ کتنی اکیلی پڑ گئی ہوں گی۔'' فکر مندی یہ آواز بلاشبہ لائبہ کی تھی وہ نگہت بھابی کا جواب سننے کی لیے دروازے کی اوٹ میں ہی چھپ گئی تھیں' فی الحال اندر جانا انہوں نے مناسب نہ سمجھا۔

''ارے تو پڑنے دو اکیلی اسے' تمہیں اتنی فکر کیوں ہونے لگی اپنی پھپو کی' ویسے بھی میں صرف عرفان اور اس کی دولت کی وجہ سے اسے منہ لگاتی تھی ورنہ جو عورت اپنی اولاد کی نہ ہو سکی وہ ہماری کیا ہوگی اور اب تو ارشد بھائی کو بھی اس کے سارے کارناموں کا علم ہو گیا ہوگا اب اس سے بہانے بہانے سے پیسے نکلوانا بھی مشکل ہوگا اور اگر یہ سب تمہارے پاپا کو پتا چل گیا کہ میں نے ان کا نام لے لے کر ان کی بہن سے پیسے لیے ہیں تو وہ مجھے گھر سے نکال دیں گے اس لیے اپنے سر پر سے اپنی پھپو کی محبت و ہمدردی کا یہ بھوت اتار و پھینکو۔''

عفت کے پیروں تلے سے زمین کھینچتی یہ آواز بلاشبہ ان کی عزیزی بھابی کی ہی تھی وہ بھابی جن پر وہ اندھا اعتماد کرتی تھیں جن کے مشوروں پر عمل پیرا ہو کر ہمیشہ انہوں نے ان کا مان بڑھایا تھا۔ انہیں لگا تھا کہ وہ اپنی ہی نظروں میں گر گئی ہیں۔ غلطی تو بہر حال ان کی ہی تھی جو وہ ان کا یہ روپ دیکھ نہ پائی تھیں بیٹے کی جدائی کے بعد رشتوں کی سے پردہ اٹھنا بھی باقی رہ گیا

تھا' انہیں لگا تھا کہ وہ اگر یہاں مزید رکیں تو صدمے سے مرجائیں گے اس لیے دبے پاؤں بے جان قدموں سے جتنی خاموشی سے معافی مانگنے آئی تھیں ویسے ہی واپس چلی آئی تھیں۔

گھر آ کر کمرہ بند کر کے وہ زاروقطار روئی تھیں اپنی کوتاہیوں پر نادم تھیں۔ اس ربّ دوجہاں کی بارگاہ میں گزرتے دنوں کے ساتھ وہ مزید چپ ہوتی چلی گئی تھیں۔ فاطمہ نے ان کا خیال رکھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی مگر ان کی چپ نہ ٹوٹی تھی۔ فاطمہ نے لاکھ کوشش کی تھی عرفان کا پتا لگانے کی مگر اسے بھی ناکامی ہوئی تھی' اس نے اسے کئی ای میلز کی تھیں مگر جواب ندارد...... پھر یوں ہی ایک روز عرفان کی جدائی اور رشتوں کی بے اعتباری سہتے سہتے عفت کو فالج کا اٹیک ہوا اور ان کا نچلا دھڑ مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔ ارشد صاحب مزید ٹوٹ گئے تھے' فاطمہ نے صحیح معنوں میں بیٹی ہونے کا فرض ادا کیا تھا' عفت تائی پتھرائی آنکھوں سے اس کی مجرم بنی شرمندہ رہتی تھیں۔ انہوں نے کیا سمجھا تھا اسے اور کیا تھی وہ کاش کہ وہ وقت واپس پلٹ سکتا مگر نہ یہ ان کے بس میں تھا نہ کسی کے' ان کے بھائی بھابی نے پلٹ کے خبر تک نہ لی تھی۔

❁......❁......❁

رم جھم برسے
نیناترسے
دید کو تیری
پل پل سوچیں
یاد تمہاری ایسے آئے
رات کی رانی بادل جیسے
ہم تو پیاسے
پیا ملن کے
عید بھی آئی
تم نہ آئے
دیکھو ساجن
چندا روئے
پیا ملن کو انکھیاں ترسے
رم جھم برسے
نیناترسے......!
"ہوسکے تو لوٹ آؤ"

نظم ٹائپ کر کے اس نے ای میل سینڈ کر کے کئی لمحوں تک لیپ ٹاپ کی اسکرین کو بغور دیکھا تھا' جیسے لمحوں میں ہی جواب مل جائے گا' نجانے کیسے اس نے اپنا حال دل اس خفا پتھر انسان پر عیاں کر دیا تھا۔ آج چاندرات تھی ہمیشہ ہی اس گھر کے مکینوں کے لیے یہ رات بہت ہی خوشی و مسرت کا باعث ٹھہرتی تھی۔

ان چار مہینوں میں اس نے پل پل اسی کو سوچا اور چاہا تھا' اسی کا انتظار کیا تھا' کئی ای میلز کی تھیں اسے مگر ہمیشہ اس نے تایا یا تائی کے بارے میں ہی لکھا تھا' آج پہلی بار اس نے اپنے اور اپنے جذبات کا حوالہ دے کر اس دشمنِ جاں کو بلانے کی سعی کی تھی۔ اس گھر کی اداسی اس سے ناقابلِ برداشت تھی' خود اس کا اپنا دل بھی بے حد اداس اور ویران تھا' اسے یقین تھا کہ وہ لوٹ آئے گا اور اس کا یقین سچ ثابت ہوا تھا' اگلے چار گھنٹوں میں وہ اس گھر میں موجود تھا۔ روٹھا روٹھا' خفا خفا اپنے آپ سے بھی بے پروا' کئی لمحوں تک تو اسے عرفان کی موجودگی کا یقین ہی نہ ہوا تھا مگر یہ سچ تھا کوئی وہم نہ تھا ارشد صاحب نے اسے بے حد ڈانٹا تھا۔

"کیا تمہیں اپنے باپ پر اعتبار نہیں تھا عرفان جو تم اس طرح ہمیں اذیت میں ڈال کے چلے گئے۔

ارے ایک دفعہ تو کہا ہوتا مجھ سے جاؤ دیکھو جا کر اپنی ماں کی حالت کیا سے کیا ہوگئی ہے وہ۔" وہ اسے گلے بھی لگا رہے تھے اور باتیں بھی سنا بھی رہے تھے جبکہ وہ شرمندہ نظریں چرائے کھڑا تھا پھر وہ خود ہی اس کا ہاتھ تھام کر عفت بیگم کے سامنے لے آئے۔ بیڈ پر لیٹا دروازے کی جانب تکتا وہ وجود اس کی ماں کا تھا' اس ماں کا جس کا غرور و طنطنہ سب میں مشہور تھا۔ عفت بیگم کی پتھرائی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے' جب سے ان کو فالج کا اٹیک ہوا تھا' انہوں نے کسی سے ایک لفظ نہ کہا تھا۔ آج عرفان کو دیکھ کر ان کی ویران آنکھوں میں زندگی کی رمق نظر آئی تھی۔

"عرفان...... مجھے معاف......" ٹوٹی پھوٹی زبان میں بمشکل انہوں نے یہ کہنے کی کوشش کی تھی' عرفان زاروقطار روتا ان سے لپٹ گیا تھا۔

"مام پلیز مجھے معاف کردیں' پلیز صحیح ہوجائیں میں اب کبھی آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گا' کبھی آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ مام میں مجبور تھا نہ میں آپ کو ناراض کرسکتا تھا نہ فاطمہ کو چھوڑ سکتا تھا اس لیے میں چلا گیا تھا مگر ایک ایک پل آپ لوگوں کے لیے ترسا ہوں' اس عید کو آپ لوگوں سے دور رہ کر میں بھی نہیں منا سکتا تھا اس لیے واپس آ گیا پلیز مجھے معاف کردیں۔" ماں سے لپٹا وہ روتا ہوا کوئی معصوم بچہ ہی لگ رہا تھا بعض دفعہ ماں باپ کے غلط فیصلے بھی بچوں کے لیے امتحان بن جاتے ہیں۔ وہ تو عفت پر اس کے بھائی بھابی کی اصلیت واضح ہوگئی ورنہ تو سب کی زندگیاں برباد ہوجاتیں۔

دونوں ماں بیٹے ایک دوسرے سے شرمندہ تھے' عفت نے ہاتھ بڑھا کے اس کے سر پر رکھا تھا پھر اشارے سے فاطمہ کو بلا کر اس کا ہاتھ عرفان کے ہاتھ میں تھما دیا تھا۔ عید اب اس گھر میں بھی لگ رہی تھی' چاروں نفوس خوش تھے' فاطمہ اٹھ کے بالکونی کی جانب آ گئی تھی اس کے چہرے سے اب بھی اضطراب جھلک رہا تھا۔

"کیا ہوا تم یہاں کیوں آ گئیں' میرے آنے سے خوش نہیں ہوکیا؟" عرفان بھی اس کے پیچھے چلا آیا تھا۔

"کیوں خوش ہوں اتنی ای میلز کیں' ایک کا بھی جواب نہیں دیا' کہاں تھے تم کچھ اندازہ تھا کہ ہمارا کیا ہوگا؟" وہ اب بھی اس سے خفا تھی۔

"یار معاف کردو' پلیز تم پہلے اظہار کردیتیں تو اسی وقت چلا آتا' میں یہیں اسلام آباد میں تھا۔ اپنے ایک دوست کے پاس کبھی کبھی رشتوں کو سمجھنے کے لیے کچھ وقت دینا ضروری ہوتا ہے' اب تو آ گیا ہوں نہ معاف کردو۔" اس کی ناک پکڑتا وہ اس سے معافی مانگ رہا تھا۔

"وعدہ کرو اب کبھی بھی کہیں بھی نہیں جاؤ گے۔" اس نے اپنا ہاتھ پھیلایا۔

"وعدہ یونہی ساری زندگی تمہیں تنگ کرتا رہوں گا اور ویسے بھی یہ ہماری پہلی عید ہے اب تو بابا سے بات کرکے بس جلدی شادی کرنی ہوگی۔" اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کے اس نے اپنا اقرار اسے سونپا تو وہ یک دم کھل کے مسکرائی تھی عقب کے کمرے سے نکلتے ارشد صاحب نے دونوں کی ہنسی سن کے اپنے بچوں کی دائمی خوشی کے لیے دعا کی اور ان کی خوشیوں میں چاندنگر کی چاندنی نے اجالا بکھیر دیا تھا۔

تم چاند بن کے رہنا
صائمہ قریشی

قربتوں میں بھی جدائی کے زمانے مانگے
دل وہ بے مہر کے رونے کے بہانے مانگے
ہم نہ ہوتے تو کسی اور کے چرچے ہوتے
خلقتِ شہر تو کہنے کو فسانے مانگے

وہ صبح ''لاکھانی لاج'' کی خاموش ترین صبح تھی۔ طوفان تھم چکا تھا لیکن تاحد نظر ہر چیز اکھڑی پڑی اپنی بربادی کا رونا رو رہی تھی۔ رشتوں کا مان ٹوٹ چکا تھا' وہ اونچا شملہ جو بڑی آن سے سجا ہوا تھا پیروں تلے روندا جاچکا تھا۔ چہار سو ویرانی ہی ویرانی' اجاڑ پن' دل کو دہلا دینے والا سناٹا چھایا تھا' بھری پوری حویلی پر جیسے کسی نے جادو کی چھڑی گھما کر اس کے مکینوں کے احساسات کو منجمد کر دیا ہو' وہ حویلی جہاں محبتوں کے گیت گائے جاتے تھے' آج کسی آسیب زدہ پراسرار محل کی مانند مایوسیوں' بدبختیوں اور کرب ناک رسوائیوں کے گھپ اندھیرے میں ڈوب چکی تھی۔

''لاکھانی لاج'' کے گرین ہاؤس کے باہر لٹکتا چھوٹا سا ''برڈ ہاؤس'' جہاں سویرے سویرے سورج کی پہلی کرن کے ساتھ چڑیوں کے گیت اس وقت بہت بھلے معلوم ہوتے تھے۔ لیکن آج ان چڑیوں کی چیخ و پکار کسی کے کانوں تک نہ پہنچ رہی تھی' وہ دانوں کی تلاش میں کبھی کہاں جا بیٹھتیں تو کبھی کہاں' لیکن وہاں کسی کو پروا نہ تھی۔ کچھ دیر یونہی شور مچانے کے بعد ساری چڑیاں مایوس ہو کر لوٹ چکی تھیں اور پل بھر کو جو چہل پہل ہوئی تھی جس کی بدولت لاکھانی لاج میں پھیلے وحشت ناک سناٹے منتشر ہوئے تھے' زندگی کا تصور ابھرا تھا' وہ اب پھر ماند پڑ چکا تھا۔

آج سے پہلے اس کی زندگی کی صبح اتنی ویران کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس کی زندگی میں ابھرنے والے اجالوں نے کبھی اتنی وحشتیں اس کی جھولی میں نہ ڈالی تھیں۔ ایک عجیب سراسیمگی اور رنجیدگی نے اس کی روح کو جکڑ رکھا تھا۔ دل گزیدہ احساس اور ان دیکھے گھاؤ سے اٹھتی ٹیسوں سے گھبرا کر وہ اٹھی' تھکن زدہ' پژمردہ چہرے' ملگجے حلیے' بے خواب آنکھوں سے کھڑکی میں کھڑی خالی الذہن کے ساتھ باہر دیکھنے لگی تو اس کی نظر کمرے کے سامنے بنی کیاریوں پر پڑی جہاں ہر سال کی طرح اب کے برس بھی کونپلیں پھوٹ رہی تھیں' جہاں زندگی جنم لے رہی تھی' جہاں بہار کے رنگ بکھرنے کو بے تاب تھے' ٹکٹکی باندھے وہ اپنے اس چھوٹے سے گلشن کو دیکھے جا رہی تھی۔ جس پر جب جب بہار آئی اس کی آنکھوں میں بھی خوشی کے ہزاروں دیپ روشن ہو جاتے تھے' اپنی محنت کے پھل پر پھولے نہ سماتی تھی' لیکن...... لیکن اب کے برس یہ کیسی بہار آئی ہے جس نے اس کی آنکھوں کے دیپوں کو بجھا دیا تھا' اس کی خوشیوں اور امیدوں پر یاسیت کے پہرے بٹھا دیئے تھے' اس کی ہنسی پر مصیبتوں کی نامہرباں دیوی قابض ہو چکی تھی' ڈھیروں ڈھیر اضطراب نے اس کو اپنے شکنجے میں جکڑا تو وہ زندگی سے بیزار ہونے لگی...... اکتا گئی' ان وحشتوں سے' گھبرا اٹھی ان تنہائیوں سے......!

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟'' اس نے فروٹ کی پلیٹ سے چھری اٹھا کر اپنی کلائی پر رکھی ہی تھی کہ نسرین لاکھانی کمرے میں داخل ہوئی اور اس کے ہاتھ سے چھری چھینتے ہوئے اس کو ڈانٹنے لگیں۔

''پہلے کیا کم رسوائیاں لکھ چکی ہو تم ہم سب کے نام جو اب ایسا کر کے اپنے آپ کو بھی جہنم میں دھکیل رہی ہو؟''

غصیلہ لہجہ کسی بھی قسم کی ہمدردی اور لگاوٹ سے خالی تھا' پل کی پل اس کی آنکھوں کے پانیوں نے ضبط کھو دیا' لیکن اس وقت اس کو تسلی دلاسے دینے والا کوئی نہ تھا' جس کے کندھے پر سر رکھ کر اپنا دکھ بیان کر سکے' کوئی نہ تھا جو اس کا ہاتھ پکڑ کر اتنا ہی کہہ سکتا کہ تم فکر نہ کرو سب ٹھیک ہوگا' وہ آنسو بہاتی رہی لیکن وہ متوجہ نہ تھی۔

"یہ لو دودھ پی لو اور کھانا کھالو۔" وہ اس کے لیے کھانا لائی تھی' نوکیلا لہجہ روح کو چھلنی کرتے الفاظ نے اس کی ساری بھوک اڑا دی تھی۔ اس نے بولنا چاہا لیکن حلق میں پھنسے آنسوؤں کے گولوں نے سارے الفاظ بے جان کر دیئے تھے۔ وہ لفظوں کے تیر برسا کر جا چکی تھیں اور وہ تن تنہا بدقسمتی کے تپتے صحرا میں ننگے پاؤں آس و امید کا دیا تھامے اس دلدل سے نکلنے کے لیے رستے تلاش کرنے لگی۔

❁......❁......❁

"بیلہ......" وہ اپنے خیالوں میں گم' گنگناتی' مہکتے جھومتے مستی میں مگن کیاریوں میں لہراتے پھولوں کو پانی دیتی' رنگ برنگی اڑتی تتلیوں کو دیکھ کر خوش ہوئی جا رہی تھی کہ تیز و تلخ لہجے میں ابھرتی آواز نے اس کے دلنشیں خوابوں میں جکڑے ذہن کو جھنجوڑ ڈالا۔ سوچوں کا تسلسل منتشر ہوا تو اس نے پلٹ کر راہداری کی طرف دیکھا جہاں وہ تیز تیز قدم اٹھاتا اس کے درمیان حائل فاصلے کم کرتا چلا آ رہا تھا۔ اپنی دھڑکنوں کی جلترنگ کے تلاطم سے گھبرا کر وہ واپس پلٹی اور پائپ تھامے اپنے کام میں مشغول رہی۔

"تم سمجھتی کیا ہو اپنے آپ کو؟" ماتھے پر غصیلی سلوٹیں' کسی خوشگوار احساس سے عاری لہجے میں اس کے پیچھے کھڑا وہ اس سے مخاطب تھا تو پل بھر میں اس کے ہاتھ ساکت رہ گئے۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ۔" وہ پلٹی تو اس کے ہاتھ میں پکڑے پائپ سے نکلتا پانی کا فوارہ اس کو بھگو گیا' تو اس کے کڑے تیوروں میں مزید اضافہ ہوا۔ پائپ پر اپنا پاؤں رکھ کر اس کے ہاتھ سے چھین کر نیچے پھینکا۔

"اوپس......" مدھر ہنسی کے ساتھ وہ نل بند کرنے لگی۔

وہ انہی تیوروں کے ہمراہ اس کے مقابل آ کھڑا ہوا۔

"کتنی بار منع کیا ہے یہ 'اوپس......' جیسے لفظ سخت زہر لگتے ہیں مجھے...... تم...... کبھی تو کوئی بات مان لیا کرو......" وہ نجانے کیوں اتنا غصے میں تھا وہ سمجھ نہیں پائی' تو مدھم مسکان کے ساتھ سر جھکا گئی' تو وہ یک ٹک اسے دیکھے چلا گیا۔

شولڈر کٹ بالوں کو کیچر میں مضبوطی سے جکڑ رکھا تھا' وائٹ لونگ شرٹ' بلیک چھوٹا سا اسکاف گلے میں لپیٹے' بھیگی ہوئی جینز کے پائنچے فولڈ ہوئے ٹخنوں سے اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ پاؤں میں بڑے بڑے سلیپرز جو کیچڑ سے لدے ہوئے تھے' میک اپ سے ناپید چہرے پر کھلتی مسکان' اس لمحے بہت عام ہونے کے باوجود اس کو خاص بنا رہی تھی۔

"کیا ہوا؟" وہ کچھ نہ بولا تو بالآخر وہ اس کی طرف دیکھتی اس سے استفسار کر رہی تھی۔

"بہت غرور ہے ناں خود پر؟ اس معصومیت کا لبادا اوڑھے تم کسی کو بھی بے وقوف بنا سکتی ہو نا؟" دونوں ہاتھ باندھے نظریں اس پر گاڑے وہ بولا تو بیلہ متحیر نگاہوں سے اس کی طرف دیکھنے لگی جہاں نرمی اور لگاوٹ کی بجائے غصے اور نفرت کی چنگاریاں بھڑک رہی تھیں۔

"یاد رکھنا بیلہ لاکھانی! ساری دنیا بھٹک جائے' رستہ بدل لے جو مرضی آئے کرے' مجھے پروا ہے نہ کوئی فرق پڑتا ہے' لیکن اگر تم...... تم نے رستہ بدل لیا تو انجام کی ذمہ دار تم خود ہوگی۔" وہ سرخ آنکھیں اس پر جمائے ضبط کی نجانے کون سی حدوں کو چھو رہا تھا۔ وہ اجنبی نظروں سے اس کی طرف دیکھتی رہ گئی۔

"تم شاید جانتی نہیں مجھے میں زرغم عباسی اس بات کی قطعی پروا نہیں کروں گا کہ میرا اپنا کتنا نقصان ہوگا' مجھے کوئی فرق نہیں پڑنے والا بیلہ لاکھانی! تم اپنی سوچوں کو لگام دو' تمہارے لیے بہتر یہی ہے کہ ادھر ادھر تاک

جھانک نہ کرو‘ تمہاری سوچوں پر‘ دل و دماغ پر صرف اور صرف میرا‘ زرغم عباسی کا قبضہ ہونا چاہیے۔ یہی بہتر ہوگا تمہارے لیے‘ میرے لیے اور...... ہم دونوں کے لیے......‘‘ عالم طیش میں اس کا بازو دبوچے‘ اس کی آنکھوں میں جھانکتے‘ دانت پیستے وہ شعلے اگل رہا تھا اور وہ حیرت سے یک ٹک اس کی طرف دیکھتی اس کے اس رویہ کو سمجھنے کی کوشش کررہی تھی۔

’’ز...... زرغم......‘‘

’’اس محبت کی قسم بیلہ...... تباہ کردوں گا خود کو بھی اور تمہیں بھی۔‘‘ اس نے بولنے کو لب وا کیے تھے کہ زرغم اس کی بات کاٹ کر عجیب جنونی انداز میں سرگوشی کے سے انداز میں بولا کہ وہ اندر تک کانپ اٹھی۔

’’زرغم میرا بازو چھوڑو...... درد ہورہا ہے۔‘‘ کپکپاتی آواز میں وہ بمشکل بول پائی تو یک دم اس کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

’’اتنے خوبصورت انداز کلام کی وجہ جان سکتی ہوں کیا؟‘‘ اس کے طنزیہ سوال پر زرغم نے ابرو اچکا کر اس کو دیکھا۔

’’تم تو جیسے جانتی ہی نہیں کہ اس گھر میں کیا ہورہا ہے تم کیا کررہی ہو......‘‘ انہی تنے اعصاب کے ساتھ اس کو گھورتے ہوئے وہ بولا۔

’’ہاں میں نہیں جانتی......!‘‘ اپنے بازو کو سہلاتی الجھی‘ متعجب انداز میں اس سے مخاطب تھی۔

’’تمہارے ہاتھوں پر کسی اور کے نام کی مہندی لگی تو...... اچھا نہیں ہوگا بیلہ اتنا یاد رکھنا بس۔‘‘ اس نے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر جھٹکا اور چھوڑ دیا۔

’’کک...... کیا...... مطلب ہے آپ کا؟‘‘ بیلہ اس کے لب و لہجے پر گویا حیران ہوئی۔

’’میرے پاس اتنا ٹائم نہیں‘ جواب میں تمہیں سمجھاتا پھروں۔ جو میں نے کہا ہے وہ سنو اور اس پر عمل کرو۔ تمہارے ہاتھوں پر صرف میرے نام کی مہندی لگے گی‘ اگر اس سے ہٹ کر کچھ سوچا تو مجھے نہیں معلوم میں کون سی حدوں تک جاسکتا ہوں‘ لیکن نقصان یقینی ہے۔‘‘ اس کے قریب کھڑا اس کی آنکھوں میں جھانکتا مدھم سرگوشی میں سخت لہجے میں ایک ایک لفظ کو چبا چبا کر بولتا وہ اس کے اوسان خطا کرنے لگا۔

’’زرغم عباسی......!‘‘ وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔ ’’کسی کے دل و دماغ پر قبضہ کرنے کے لیے نیتوں کو صاف رکھنا پڑتا ہے...... ڈرامے نہیں کرنے پڑتے اور نہ ہی یہ طریقہ کار اپنایا جاتا ہے۔‘‘ اب وہ قدرے سنبھل کر اس کے جنونی انداز کے حصار سے نکل چکی تھی۔ وہ اسی پوزیشن میں کھڑا اس کو دیکھے جارہا تھا۔

’’محبتوں کے چکر چلانا آپ کے لیے کیا مشکل ہے۔ میں ہی پاگل تھی جس نے بنا سوچے سمجھے......‘‘

’’جسٹ شٹ اپ‘ تم یہ کس کی زبان بول رہی ہو میں سب سمجھتا ہوں۔‘‘ اس سے پہلے کہ بیلہ کچھ اور بولتی زرغم برق رفتاری سے اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا تو وہ دہل گئی۔

’’تم ذرا اپنے دماغ سے سوچو اور شک کی پٹیاں اتارو تاکہ تم سمجھ سکو کہ کون تمہارا دشمن ہے اور کون دوست۔‘‘ اپنی بات ختم کرکے اس نے اسے دیکھا جو ششدر و ساکت آنکھوں سے اسے دیکھے جارہی تھی۔

’’پیار و محبت کے جھوٹے چکر کون چلاتا ہے‘ یہ تمہیں سمجھنے کی ضرورت ہے بیلہ لاکھانی۔‘‘ اب وہ قدرے نرم لہجے میں بولا تو بیلہ آنسوؤں سے لبریز آنکھوں کو ہاتھ کی پشت سے رگڑتی وہاں سے چل پڑی زرغم نے یک دم اس کا رستہ روکا۔ تو اس نے بے یقینی سے اس کو دیکھا...... محبت تو تھی ہی لیکن بدگمانیوں اور بے یقینیوں کی لپیٹ میں......

’’میں جارہا ہوں‘ تمہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ اور تم جانتی ہوناں یوں ’’واک آؤٹ‘‘ سے مجھے کتنی چڑ ہے پھر......؟‘‘ نظریں اس پر جمائے وہ بے تاثر انداز میں پوچھ رہا تھا۔ وہ ڈبڈبائی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

’’تم جانتی ہو تمہاری آنکھوں میں تیرتی اس نمی

سے بھی مجھے چڑ ہے۔ پھر......؟'' اس نے ہاتھ بڑھا کران موتیوں کو بہنے سے روکنا چاہا لیکن اس نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور اس کی سائیڈ سے نکل جانے کے لیے قدم بڑھائے۔

''بولا تو ہے میں جا رہا ہوں...... پھر تمہیں جانے کی کیوں جلدی ہے؟'' وہ دوبارہ اس کے رستے میں آتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تو اس کے ماتھے پر بل پڑنے لگے۔

''تم جانتی ہو میری موجودگی میں اس صبیح پیشانی پر ناگواری کی ان لائنوں سے بھی مجھے چڑ ہے...... پھر؟'' اس کی پیشانی کو انگشت شہادت سے چھوتے ہوئے وہ فسوں خیز لہجے میں بولا تو وہ چند قدم پیچھے ہٹتی خاموشی سے سر جھکا گئی۔

''میں لاکھانی لاج چھوڑ کر جا رہا ہوں۔'' وہ مدھم انداز میں بولا تو اس نے چونک کر اس کو دیکھا۔

''بھاگو گی میرے ساتھ؟'' اس کے ہوائیاں اڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے وہ شرارت سے بولا تو بیلہ نے سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھا۔ اس کے جانے کا سن کر دل میں ایک ٹیس سی اٹھی۔

''واپس آجاؤں گا' پریشان نہ ہو......'' دھیمی مسکان کے ساتھ اس نے پھر شریر انداز اپنایا تو وہ ادھر ادھر دیکھنے لگی۔ زرغم کی نظریں اس پر جمی تھیں۔

''کچھ پوچھنا ہے تو پوچھ سکتی ہو۔'' اس کو نظروں کے حصار میں لیے وہ بولا۔

''کک...... کب واپس آنا ہے؟'' وہ اس کی نظروں سے نروس ہوتی بمشکل پوچھ پائی۔

''جب بھی تم دل سے بلاؤ گی دوسرے پل اپنے سامنے' اپنے قریب پاؤ گی۔'' مسکراتے ہوئے بولا اور اس کو حیران چھوڑ کر لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا اور وہ جو ڈھیروں سوال پوچھنا چاہتی تھی' اس کے پل بھر میں بدلتے لہجے پر حیرت زدہ سوچتی چلی گئی کہ آخر ایسا کیا ہوا؟ کوئی سرا ہاتھ نہ آیا تو تھک ہار کر پاس بنے بینچ پر بیٹھ گئی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ مایوس نہیں تھی' لیکن اس وقت ناامیدی کے ایسے گھنے جنگل میں بھٹک چکی تھی جہاں سے نکلنے کا کوئی رستہ سجھائی نہ دے رہا تھا۔ بدقسمتی سے ایسی دلدل میں پاؤں ڈال چکی تھی جہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی تھی اور دور دور تک کوئی ایسا مسیحا نہ تھا جو اس کو کھینچ کر باہر نکال سکتا۔

ایسا نہیں تھا کہ وہ کم فہم یا پڑھی لکھی نہ تھی' بس ہوا یہ کہ وہ محبت کے بہلاوے میں آ گئی' اعتبار کی آخری حدوں کو چھو لیا اور خوابوں کی وادی میں اڑتی محبت کی رنگ برنگی تتلیوں کے پیچھے بھاگتے بھاگتے...... وہ ایک بھنور میں دھنستی چلی گئی' ہر بات سے بے پروا' ہر رشتے سے لاتعلق اور پھر کیا ہوا' پرخلوص رشتوں کو ٹھکرا کر اس نے جن رشتوں کی آغوش میں پناہ لی تھی' جن کے سائے میں آ بیٹھی تھی' انہوں نے اپنا اصلی روپ ظاہر کر دیا' مطلب پرستی کے ان جعلی رشتوں کی اصلیت وہ اس وقت سمجھی جب انہوں نے اس کے پیروں کے نیچے سے زمین کھینچی اور اس کو ضرورت اور مصیبت کے وقت تپتی دھوپ میں چھوڑ کر کنارہ کشی کر لی...... اور آج جن رشتوں کا اس نے مان توڑا تھا' وہ بھی اس کا ساتھ دینے سے ہچکچانے لگے' اس کے لیے تڑپ رہے تھے' اس کا ساتھ دینا چاہتے تھے لیکن اس نے ان سب کو جو رسوائیاں دان کی تھیں وہ اتنی زورآور تھیں کہ ان کا پیار' ہمدردی سب کچھ ماند پڑ رہا تھا۔

''تم کیا سمجھتی ہو میری بیٹی کا بسا بسایا گھر اجاڑ کر اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کر کے اپنا گھر آباد کر لو گی؟ اگر یہ سمجھ رہی ہو تو تم سراسر غلط سمجھ رہی ہو۔'' وہ جو قسمت کی اس ستم ظریفی پر نڈھال بیٹھی تھی بے اختیار سر اٹھا کر دیکھا تو بدرالنساء غصے سے دونوں ہاتھ کمر میں رکھے کھڑی اس پر برس رہی تھیں۔

''اونہہ...... بسا بسایا گھر؟'' وہ اپنی گیلی پلکوں کو دوپٹے کے کونے سے رگڑتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''جو گھر بدنیتی اور دھوکے سے بسائے جائیں وہ زیادہ دیر تک آباد نہیں رہ سکتے۔ آپ نے بھی دھوکے سے سب کیا ہے...... دھوکا دیا...... لیکن یاد رکھنا...... اس کی لاٹھی بے آواز ہوتی ہے...... وہ نیتوں کے پھل دیتا ہے' ٹھیک ہے میں خاموش ہوں' کیونکہ آج میرے پاس کوئی ثبوت نہیں' لیکن وہ خاموش نہیں ہوگا...... یہ آپ یاد رکھنا۔'' اس کو اللہ کی طاقت کا اندازہ تھا' یقین تھا کہ وہ اس کا ساتھ دے گا۔ اس نے رو رو کر اپنی غلطی کی معافی مانگی تھی۔ اس نے گناہ نہیں کیا پر غلطی کی' اور وہ جانتی تھی کہ اللہ معاف کرنے والا ہے۔ وہ بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔ آج بھلے کوئی اس کے ساتھ نہیں لیکن جلد ہی سب اس کے ساتھ ہوں گے۔ ابھی صحیح ٹائم نہیں آیا...... اس لیے اس نے خاموش ہو جانے میں عافیت جانی۔

''زیادہ ہوشیار نہ بنو اور نہ ہی مجھے کسی لیکچر کی ضرورت ہے' تم اس وقت اس مصیبت سے کیسے بنوگی نہ سوچو...... لاکھانی لاج' کی عزت کو کیسے بچانا ہے' یہ سوچو۔'' وہ تمسخر سے ہنستی ہوئی بولی۔

''خبردار جو اب آپ نے ایک لفظ بھی اور کہا تو...... میں......''

''چل ہٹ پیچھے اپنی حالت دیکھ پہلے' ایسی حالت میں اتنا طیش تمہاری صحت کے لیے خطرناک ثابت ہوسکتا ہے' آرام سے بیٹھو۔'' وہ اس کو پیچھے ہٹاتے ہوئے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ زہر اگلتی اس کو زیر کرنے لگی۔

''کیا بات ہے چچی آپ کب آئیں......'' ابھی وہ کچھ بولنے ہی لگی تھی کہ نسرین کمرے میں داخل ہوئی۔

''کچھ نہیں بیٹا بس ابھی آئی ہوں......'' وہ اس سے ملتے ہوئے مکارانہ لہجے میں بولی تو وہ دانت پیس کر رہ گئی۔

''تم اس کا خیال رکھو' دیکھو تو یہ سیب اسی طرح پڑے پڑے کالے ہو رہے ہیں۔'' وہ نسرین کو ہدایت دیتی اس کی طرف دیکھتی باہر کی طرف بڑھ گئیں تو اس کی بے چینیوں میں مزید اضافہ ہونے لگا۔

رات چاہے کتنی ہی کالی ہو' اس کا سویرا روشنی ہی لاتا ہے۔ اس کی بھی کالی رات کا اندھیرا آہستہ آہستہ روشنی کی طرف بڑھ رہا تھا۔ اس کی آزمائش کے خاتمے کا وقت آ گیا تھا۔ وہ بے گناہ ہے اس نے گناہ نہیں غلطی کی ہے' اس کا ثبوت مل چکا تھا۔

طویل انتظار...... کرب ناک لمحے...... کوئی ساتھی نہیں جس کے کندھے پر سر رکھ کر رو سکتی' تسلی کے دو لفظ بول دے...... وہ تنہائی اور رسوائی کے پل صراط پر سے گزر کر اپنوں کی نظروں میں سرخرو ہوئی تھی...... کچھ وقت لگا لیکن زندگی معمول پر آرہی تھی لیکن اس کی زندگی ان خوابوں کی راہ گزر پر ایسی کھوئی کہ پھر اس کا نشان نہ مل سکا۔ تم نے دیکھی ہے وہ خوابوں کی راہ گزر؟

جس کی منزل تھی اجڑا ہوا نگر......
سرمئی شام تھی جس کے چاروں طرف
جس میں منظر جدائی کے تھے صف بہ صف
وصل کا سر بکف
بن گیا کرچیاں من کا نازک صدف
تم نے دیکھی ہے وہ خوابوں کی راہگزر؟
سنگ ریزوں کی بارش ہوئی تھی جہاں
اور کومل سے جذبے برف بن گئے
پائمالی نے ان کو لہو کر دیا
باوضو کر دیا...... سرخرو کر دیا
آج بھی جو مسافر گیا اس طرف
اس نے پایا نہیں واپسی کا نشاں
اس کو ڈھونڈا فلک نے یہاں سے وہاں
تم نے دیکھی ہے وہ خوابوں کی راہگزر؟؟

✿ ...... ✿ ...... ✿

''کیا بات ہے بیلہ یہاں اس طرح کیوں بیٹھی ہو...... اور کیا سوچ رہی ہو؟'' نجانے کتنے پل بیتے' کتنے ہی لمحے چپ چاپ بنا آہٹ کیے گزر چکے تھے لیکن بیلہ لاکھانی وہیں اسی بینچ پر بیٹھی' انہی دل خراش لمحوں کے حصار میں تھی کہ خدیجہ شاہد اس کو ڈھونڈتی وہاں تک پہنچی تھیں۔

''بیلہ......'' خدیجہ اس کے قریب آ کر اس کے کندھے کو چھوتے ہوئے پھر سے اس کو پکارنے لگی تو وہ یوں چونکی جیسے گہری نیند سے بیدار ہوئی ہو۔

''ج......جی بوا......'' وہ ایک دم سے اٹھ کھڑی ہوئی اور لڑکھڑاتی آواز میں بولی تو خدیجہ حیرت سے اسے دیکھنے لگی تو وہ نظریں چرا گئی۔

''کیا بات ہے بیٹی سب ٹھیک ہے ناں...... اتنی پریشان کیوں لگ رہی ہو؟'' اس کے پریشان حال چہرے کو دیکھتے خدیجہ کو فکر لاحق ہوئی۔

''کچھ نہیں بوا...... ایسے ہی ادھر آ کر بیٹھی تو وقت گزرنے کا پتہ ہی نہ چل سکا۔'' وہ مسکرا کر بولتی ان کو مطمئن کرنے لگی۔

''آپ یہاں کیسے آ ئیں؟'' وہ زمین پر پڑے پائپ کو اٹھا کر سائیڈ پر رکھنے لگی اور خدیجہ کی وہاں آمد کا سبب جاننے کے لیے ان سے پوچھنے لگی جو گم صم کھڑی اس کے کتراتے انداز کو دیکھ رہی تھیں۔

''ہاں میں آپ کو ہی ڈھونڈ رہی تھی۔'' وہ اس کے مصروف انداز کو دیکھتے پرسوچ انداز میں کہنے لگیں۔

''مجھے ڈھونڈ رہی تھیں! کیوں سب خیریت ہے؟'' وہ ان کی طرف دیکھے بغیر پوچھنے لگی۔

''آپ کو علی الحسن بھائی نے بلایا ہے۔''

''اوہاں وہ بابا نے بولا تھا جیولری والا آئے گا تو میں سلیکٹ کرلوں جو جو چاہیے پھر آرڈر بھی تو دینا ہوگا ناں...... ابھی دن ہی کتنے رہ گئے ہیں شادی میں۔ اف اتنے کام ہیں ابھی کرنے والے۔ اچھا بوا پلیز آپ یہ پائپ فولڈ کر کے رکھ دیں گی' میں بابا کی بات سن آؤں۔'' وہ پائپ ادھر ہی رکھتے دوپٹہ سر پر جمائے عجلت میں بولتی ان کی طرف دیکھنے لگی' اور اس کی بات پر خدیجہ سناٹوں کی زد میں خاموش نظروں سے اس کی طرف دیکھے جارہی تھیں۔

بیلہ نے ان کے خاموش انداز کو نوٹ کیا۔

''کیا بات ہے بوا...... کس سوچ میں پڑگئیں آپ؟'' بیلہ ان کے پاس آ کھڑی ہوئی۔

''نن...... نہیں بیٹا کچھ نہیں آپ علی الحسن بھائی کی بات سن آئیں' میں یہ کردیتی ہوں۔'' انہوں نے جھک کر پائپ اٹھایا اور وہ ان کی طرف دیکھتی وہاں سے ہٹ گئی تو خدیجہ کی نظروں نے دور تک اس کا تعاقب کیا۔

''بوا مہندی کا رنگ گہرا آئے تو کیا ہوتا ہے؟'' کچھ دن پہلے رنگ برنگی چوڑیوں' کپڑوں اور مہندی سے سجے تھال کو سیٹ کرتے ہوئے اس نے پوچھا تھا۔

''کچھ نہیں ہوتا کیا ہوگا؟'' خدیجہ بہت سے کپڑوں کو اٹیچی کیس میں رکھتے ہوئے اس کی طرف دیکھتے مسکرا کر بولیں۔

''نہیں ناں بوا' سب کہتے ہیں ناں کہ اگر مہندی کا رنگ گہرا آئے تو جس سے شادی ہوتی ہے وہ اس سے بہت پیار کرتا ہے۔'' وہ مہندی کی کون اٹھاتے ہوئے شرمائے لجائے بولی تو خدیجہ اس کے بھولے پن پر اس کی طرف دیکھتی اس کی ڈھیروں بلائیں لے ڈالیں اور اس کی خوشیوں کی دعائیں مانگنے لگیں۔ لیکن...... شاید قسمت اسی کو کہتے ہیں۔ خدیجہ اپنی بڑی سی چادر سے اپنی گیلی پلکیں صاف کرتی سرد آہ بھر کر رہ گئیں۔

''یا اللہ اس حویلی کی بیٹیوں کی ہی قسمت میں اتنے آنسو کیوں؟ یا اللہ لاکھانی لاج کی بیٹیوں کی خوشیاں ان کی جھولی میں ڈال دے۔ اب کسی کا سر نہ جھکنے دینا یا اللہ میں التجا کرتی ہوں تیرے سامنے جھولی پھیلائے ان سب کی خوشیوں کی بھیک مانگتی ہوں۔''

خدیجہ کا ''لاکھانی لاج'' سے خون کا نہیں اعتبار کا اور انسانیت کا رشتہ تھا جو سالوں سے اسی طرح سے برقرار تھا' خدیجہ ایک بے سہارا عورت تھی جس کو علی الحسن لاکھانی نے برسوں پہلے اپنے گھر میں پناہ دی اور دھیرے دھیرے وہ اس حویلی کا حصہ بنتی چلی گئی۔ منتوں اور مرادوں کے بعد علی الحسن کے گھر بیلہ کا جنم ہوا' لیکن کاتب تقدیر نے نسرین لاکھانی کی قسمت میں اولاد کا سکھ اور بیلہ کی قسمت میں ماں کا ساتھ نہ لکھا تھا' کچھ پیچیدگیوں کے باعث اس

کی پیدائش کے چند گھنٹوں بعد ہی وہ ہمیشہ کی نیند سوچکی تھیں تو علی الحسن نے اس ننھی منی پری کو خدیجہ کی جھولی میں ڈالا' لیکن فاطمہ لاکھانی جو مجید الحسن کی شریک حیات تھیں کو خدیجہ سے خدا واسطے کا بیر تھا تو انہوں نے کمال مہارت سے بیلہ کی دیکھ بھال کی ذمے داری اپنے سر لے لی' لیکن نیت میں کھوٹ ہو تو کوئی کام سیدھا نہیں پڑتا' دیر یا سویر وہ بگڑ ہی جاتا ہے' بیلہ' فاطمہ سے سنبھالی نہ گئی یا شاید نسرین کے گزر جانے کے بعد جو پہلا لمس اس نے محسوس کیا تھا وہ خدیجہ کا ہی تھا اس لیے وہ انہی کے لیے مچلنے لگی تھی۔ تو مجبوراً فاطمہ کو اس ان چاہی ذمہ داری سے بھی دستبردار ہونا پڑا۔ اپنی ضدی اور بدلہ لینے کی طبیعت کے باعث فاطمہ نے بیلہ کو خدیجہ کے لیے ''ماں'' کا لفظ نہ بولنے دیا تو یوں سار یہ اور زرغم کی طرح وہ بھی خدیجہ کو ''بوا'' ہی کہنے لگی تھی۔ وہ علی الحسن کی اکلوتی اولاد اور ماں نہ ہونے کی وجہ سے سب کی لاڈلی تھی۔ سادہ مزاجی اور اکھڑ پن کی وجہ سے ہر دل میں اتر جاتی' دوسروں سے ہمدردیاں' مدد کرنا شاید اس کو وراثت میں ملا تھا لیکن اس کے مقابلے میں سار یہ الگ فطرت کی مالک تھی' حساس تھی لیکن بے پروا بھی تھی' اور کچھ جیلسی شاید اس کو فاطمہ کی تربیت کے باعث اس میں آ گئی تھی۔ بیلہ سے دوستی تھی لیکن فاطمہ کے وقتاً فوقتاً لیکچرز کی بدولت کبھی کبھی وہ دوستی ایک سرد جنگ میں ڈھل جاتی تھی۔ کہیں نہ کہیں ان دونوں میں فرق کیا جاتا تھا جس کی وجہ فاطمہ کا رویہ تھا لیکن سار یہ کے سامنے یہ بات الگ نظریے سے پیش کی جاتی تھی' اور کچے ذہن کی سار یہ ماں کی بات پر آنکھ بند کر کے یقین کرتی...... اور پھر چھوٹی چھوٹی بات پر کڑھتی' ضد کرتی' مجید الحسن سے لڑتی تو فاطمہ استہزائیہ مسکراہٹ کے ساتھ اتراتی پھرتی...... زرغم عباسی' کون ہے؟ اس بات سے ''لاکھانی لاج'' کے چند لوگ ہی واقف تھے' باقی شاید بے جا ضد اور جھوٹی انا کے زعم میں زرغم کے وجود سے انکاری تھے۔ چونکہ زرغم علی الحسن اور خدیجہ کے بے حد قریب اور ان کا لاڈلا تھا تو زرغم کی یہ سبقت بیلہ سے برداشت نہ ہوتی تھی' اس لیے وہ اس سے چڑتی تھی اور جیسے ہی موقع ملتا اس سے الجھ پڑتی۔

''بابا صرف میرے ہیں' خدیجہ بوا بے شک لے لو لیکن اگر میرے بابا پر قبضہ کرنے کی کوشش کی ناں تو اچھا نہیں ہوگا۔'' اس کی ان دھمکیوں اور اکھڑ انداز نے نجانے کب زرغم کے اس کے لیے احساسات بدل دیئے وہ جان نہ پایا' دونوں میں کوئی بے تکلفی یا دوستی نہ تھی' زرغم چپ چاپ رہنے والا' سنجیدہ اور بردبار قسم کا لڑکا تھا۔ ہر وقت انجانی سوچوں میں گھرا رہنے والا...... دھیما لہجہ گہری آنکھیں' اپنے ان رشتوں کو ٹوٹ کر چاہنے والا زرغم عباسی کسی کا بھی آئیڈیل ہوسکتا تھا لیکن بیلہ نے کبھی ایسا سوچا نہیں' ہاں سار یہ نے ایسا ضرور سوچا تھا۔ سار یہ اور زرغم میں چھوٹی موٹی نوک جھونک بھی چلتی تھی اور سار یہ کے کچھ بہتر رویے کی وجہ زرغم بھی تھا جو اس کو جب بھی موقع ملتا سمجھا دیتا۔ سار یہ' بیلہ میں رابطے بڑھنے لگے تو سار یہ بیلہ سے اس کی باتیں شیئر کرنے لگی اور پھر زرغم کے دل میں بیلہ کے لیے خاص جگہ تھی ہی اس کی باتیں سنتے' سنتے' اس کو دھمکیاں دیتے دیتے کب بیلہ کا دل اس کے ذکر پر دھڑکنے لگا' کب وہ اس کی راہ تکنے لگی' وہ جان نہ پائی' نجانے کہاں سے ایک نرم گوشہ ابھرا تھا' کچھ انجانے' میٹھے' ہلچل مچا دینے والے احساسات جنم لینے لگے تھے اور اس بات کا سب سے پہلے احساس سار یہ کو ہی ہوا۔ اور پھر وہ محبت جو ابھی اقرار کے مرحلے میں بھی داخل نہ ہوئی تھی' سار یہ کی کوششوں سے بدگمانی کی لپیٹ میں آنے لگی۔

''بابا آپ نے مجھے بلایا؟'' دھیمی رفتار چلتی وہ علی الحسن کے کمرے میں داخل ہوئی اور مدھم آواز میں پوچھنے لگی' اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا علی الحسن اپنے مخصوص صوفے پر بیٹھے تھے' ان کے ساتھ ہی مجید الحسن اور سعیدہ براجمان تھے۔

بیلہ کو ان کے چہروں پر پھیلی سنجیدگی اور ان کے خاموش ہو کر پہلو بدلنے سے پل بھر میں اندازہ ہوگیا کہ

وہ تینوں کسی گھمبیر مسئلے پر غور وفکر کی غرض سے ایک ساتھ سر جوڑے بیٹھے ہیں۔

"ہاں...... ہاں بیٹا آؤ۔" علی الحسن نے ہاتھ اونچا کرکے اس کو اپنے پاس بلایا تو آہستہ روی سے چلتی وہ اس کے پاس آ کھڑی ہوئی۔ مجید الحسن اور سعیدہ لاکھانی چپ چاپ بیٹھے ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"بابا آپ نے دوالی؟" وہ ہچکچاتے ہوئے ان کے پاس بیٹھی تو فکرمندی سے گویا ہوئی۔ علی الحسن خاموشی سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

"نہیں لی ناں؟" وہ ٹٹولتی نظروں سے ان کی طرف دیکھتی ہوئی بولی تو مدھم مسکان کے ساتھ وہ سر جھکا گئے۔

"بری بات ہے ناں بابا' آپ کو پتہ ہے آپ کو صحیح ٹائم پر کھانا کھا کر دوا لینی ہوتی ہے۔ اب یقیناً آپ نے کچھ کھایا بھی نہیں ہوگا۔" وہ ان کی طرف دیکھتی نروٹھے لہجے میں بولی تو وہ ہنسنے لگے۔

"آپ لوگ باتیں کرو میں کچھ بھجواتی ہوں کھانے کے لیے اور آپ کی دوا بھی۔" سعیدہ لاکھانی متانت سے ان کی طرف دیکھتی اٹھ کھڑی ہوئی تو علی الحسن نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

"پھپو آپ بیٹھیں ناں میں لے آتی ہوں۔"

"نہیں تم بیٹھو......" بیلہ اٹھنے لگی تو سعیدہ اس کو روکتے مختصر جواب کے ساتھ ہی باہر نکل گئیں۔

"بھائی صاحب آپ آرام کریں' مجھے کچھ کام ہے۔" مجید الحسن کی آواز پر بیلہ نے ان کو دیکھا۔

"بابا سب خیریت ہے ناں...... آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟" وہ فکرمندی سے ان کے ماتھے کو چھوتے ہوئے بولی۔ علی الحسن نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے دونوں ہاتھوں میں رکھا۔ ڈبڈبائی آنکھوں سے وہ اس کی طرف دیکھتے کچھ سوچے جارہے تھے اور بیلہ کا دل کسی انہونی کے ڈر سے کانپ رہا تھا۔

"بیٹا آپ...... آپ کی شادی کینسل ہوگئی ہے۔" بالآخر انہوں نے اس انہونی کو الفاظ کا روپ دے ہی دیا تو اسے لگا کسی نے پگھلا ہوا سیسہ اس کے کانوں میں انڈیل دیا ہو۔ وہ بت بنی دم بخود نگاہوں میں لاتعداد سوال لیے ان کو دیکھے جارہی تھی۔

"زرغم کو کسی ضروری کام سے دبئی جانا پڑ گیا۔ اس نے اجازت مانگی' ہم نے یہی بہتر سمجھا بیٹا......اور جو پروگرام ہے وہ ان شاء اللہ زرغم کی واپسی پر ہوگا۔" اپنے لہجے کو ریلیکس رکھتے ہوئے علی الحسن ڈھیلے ڈھالے انداز میں بول رہے تھے۔

"میں لاکھانی لاج چھوڑ کر جارہا ہوں۔" بیلہ کے کانوں میں ایک بار پھر اس کی آواز گونجی۔

"تو یہ سچ تھا۔" وہ بڑبڑائی۔

"کیوں زرغم اعتبار کیوں نہیں کیا؟ محبتوں کے دعوے اور اتنا بڑا فیصلہ اکیلے؟" وہ جو اس کی اس بات کو محض مذاق سمجھ رہی تھی حقیقت جان کر شاکڈ رہ گئی۔

وہ محبت جو خدشوں اور وسوسوں میں پروان چڑھ رہی تھی ایک بار پھر بدگمانیوں اور بے اعتباریوں کی زد میں آنے لگی۔

"بابا میں دیکھتی ہوں پھپو ابھی تک نہیں آئی ہیں آپ کی دوائی کا ٹائم ہو رہا ہے۔" سپاٹ چہرے کے ساتھ بولتی وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور اس سے پہلے علی الحسن کچھ کہتے وہ وہاں سے نکلتی چلی گئی۔

❁......❁......❁

بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو بغیر کسی لالچ و صلے کے دوسروں کے دکھوں کو اپنے دامن میں سمیٹ کر ان کا بوجھ کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی خوشیوں میں دل سے شریک ہوتے ہیں۔ جھوٹی انا' بے جا ضد' لالچ اور جیلسی کے باعث دوسروں کی خوشیوں کو ملیا میٹ کرکے جشن منانے والوں کی تعداد دن بدن بڑھتی جارہی ہے۔ اپنے انجام سے بے خبر آنکھوں میں دھول جھونک کر آستین کا سانپ بنے دوسروں کی خوشیوں کو دیمک کی طرح چاٹنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ وہ علی الحسن کے کمرے سے نکلی تو اس کی پلکوں پر چمکتے موتیوں کی چمک

نے دونینوں میں خوشی کے دیپ روشن کیے تھے۔ دل اس کی بے بسی پر جھوم اٹھا تھا۔

"خدیجہ بوا یہ بیلہ کو کیا ہوا؟ صبح تو اچھی بھلی تھی' رو کیوں رہی ہے؟" جھومتی' گنگناتی انداز میں وہ گرین ہاؤس میں پودوں کو پانی دیتی خدیجہ بوا کے پاس آ کھڑی ہوئی اور ان سے پوچھنے لگی۔ جانتی تھی کہ خدیجہ ہی وہ واحد انسان ہیں جو ہر بات سے باخبر ہوتی ہیں' اس لیے ساریہ سیدھی انہی کے پاس آئی تھی۔ خدیجہ نے اس کی طرف دیکھا' جو آگے پیچھے کیاریوں میں لگے پودوں کو دیکھ رہی تھی۔

غرور سے تنا سر' بے فکر انداز' چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ' صاف ظاہر تھا کہ وہ اس وقت کتنی خوشی محسوس کر رہی ہے۔ ہر بات سے باخبر ہے یا صرف اس خبر کی سچائی پر مہر ثبت کرنے کو آئی ہے۔ تصدیق چاہ رہی ہے کہ واقعی بیلہ کے خواب بکھر چکے ہیں' واقعی زرغم' لاکھانی لاج' چھوڑ کر لامحدود مدت کے لیے چلا گیا' چند پل اس پر نظریں جمانے کے بعد خدیجہ نے خاموشی سے رخ موڑ لیا اور اپنے کام میں مشغول ہوگئیں۔

"بتائیں ناں بوا کیا ہوا ہے؟" بے تحاشہ ہمدردیاں سمیٹ کر وہ فکرمندانہ انداز میں پھر سے گویا ہوئی' لیکن خدیجہ متوجہ نہ تھی' دوسرے پل ساریہ شرمندگیوں میں گھر گئی۔ اس طرح نظرانداز کرنا برداشت نہ کرسکی۔

"ٹھیک ہے میں بیلہ سے ہی پوچھ لیتی ہوں۔" کہتی وہ باہر کی طرف بڑھی۔

"ساریہ بی بی یہ سب آپ ہی کی مہربانی کا نتیجہ ہے' اب انجان کیوں بن رہی ہیں؟" خدیجہ کی کاٹ دار تلخ آواز پر باہر جاتی ساریہ کے قدم تھم گئے۔

"یہ آپ کی غلط فہمی ہے خدیجہ بوا۔ اگر زرغم کو مجھ سے محبت ہے تو اس میں میرا کیا قصور؟ تایا ابا اس کی شادی بیلہ سے کرنا چاہتے تھے جب زرغم ایسا نہیں چاہتا اور بھاگ گیا تو اس میں میرا کیا قصور؟" ساریہ لاکھانی بے پروائی سے گردن اکڑا کر بولی تو خدیجہ نے پلٹ کر اس کو دیکھا۔

"بے شرمی کی بھی حد ہوتی ہے ساریہ بی بی..... اور آپ اچھی طرح جانتی ہیں زرغم کس کو چاہتا ہے..... اور آپ مت بھولیں کہ اللہ نیتوں کو دیکھتا ہے' اور انصاف کرنے والا ہے..... اس معصوم بن ماں کی بچی کے ہاتھوں پر مہندی رچنے والی تھی' مہندی کا جوڑا تیار کیے وہ چوڑیوں سے کلائیاں سجانے کو تھی تو آپ نے اس کی آنکھوں کو آنسوؤں سے بھر دیا۔" ساریہ وہیں کھڑی رہی پھر کچھ سوچ کر بیلہ لاکھانی کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

"ساریہ..... دھوکا کیا اس نے میرے ساتھ چھوڑ کر چلا گیا۔" ساریہ اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو ہر طرف پڑی ٹوٹی چوڑیاں بکھری پڑی تھیں' اور اس سے زیادہ بری حالت بیلہ کی تھی' بکھرے ہوئے بال' رو رو کر آنکھوں کا کاجل گالوں پر بہہ رہا تھا۔ ساریہ کو دیکھتے ہی بھاگ کر اس سے لپٹ کر رونے لگی' اتنی شدت سے روئی کہ ساریہ بھی بوکھلا گئی۔

"بیلہ صبر اور حوصلے سے کام لو' پلیز رونا بند کرو' کچھ نہیں ہوگا۔" وہ اس کے آنسو صاف کرتی اس کو چپ کرانے لگی۔

"تم نے ہمیشہ یہی کہا کہ "کچھ نہیں ہوگا" لیکن ایسا کبھی بھی نہ ہوا' میری ہی غلطی ہے میں نے تمہاری بات مان کر زرغم سے بولا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں' مجھے اس سے پیار نہیں' لیکن میں اس کے بغیر نہیں رہ سکوں گی ساریہ میں مر جاؤں گی۔" وہ ایک بار پھر اس کے گلے لگ کر رونے لگ گئی تو ساریہ سکتے میں آ گئی۔

"ساریہ بی بی آپ جائیں یہاں سے۔" خدیجہ بوا جانے کب آئی اور بیلہ کو ساریہ سے الگ کرتی ہوئی ساریہ کے گنگ چہرے کی طرف ناگواری سے دیکھتے بولی اور بیلہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کو بیڈ پر بٹھا کر اس کے بکھرے بال سمیٹنے لگی اور ساریہ لاکھانی کتنی دیر وہاں کھڑی ان کو دیکھتی رہی اور پھر پلٹ کر باہر نکل گئی۔

"اونہہ جیسے بڑی ہمدرد ہے ناں....." اس کے جاتے ہی خدیجہ بوا بڑبڑائیں۔

"بیلہ آپ کو کسی کے سامنے رونے کی ضرورت نہیں'

آپ کو ہمت سے کام لینا ہے کچھ لوگ آپ کو ٹوٹا ہوا ہی دیکھنا چاہتے ہیں۔ اگر آپ ان کے سامنے یوں بکھر بکھر جائیں گی تو یہ تو خوش ہی ہوں گے ناں کہ وہ کامیاب ہوگئے ہیں۔'' خدیجہ بوا اس کے بال سہلاتی اس کو سمجھا رہی تھیں۔

''آپ دل چھوٹا نہ کریں زرغم واپس آئے گا۔ سب ٹھیک ہوجائے گا۔'' وہ اس کے آنسو صاف کرتی بولیں۔

''بوا زرغم نے بہت برا کیا میرے ساتھ' بہت غلط ٹائم پر اس نے مجھے چھوڑا۔ میں اس کو کبھی معاف نہیں کروں گی۔ کبھی بھی نہیں۔'' بیلہ بھرائے ہوئے ضدی لہجے میں بولی تو خدیجہ بوا نے اس کو دیکھا۔

''ساری غلطی زرغم کی تو نہیں بیلہ' اس کے یوں چلے جانے پر آپ کا بھی ہاتھ ہے' اور بھی بہت سے لوگ ملوث ہیں' آپ کو ضد کرنے کی بجائے یہ بات سمجھنی چاہیے۔'' خدیجہ بوا کو دونوں عزیز تھے اور وہ ان کا بھلا ہی چاہ رہی تھیں لیکن وہ کسی کا بھی نام لینے سے گریزاں تھیں۔

''ہاں بوا میری ہی غلطی ہے۔'' وہ اٹھتے ہوئے غصے سے بولی۔

''زرغم آپ کے لیے خط دے کر گیا ہے۔'' خدیجہ بوا نے اس کو بتایا تو اس نے پلٹ کر ان کو دیکھا۔

''مجھے ضرورت نہیں ہے اس کے کسی خط کی...... بوا آپ کہتی ہیں ناں میری غلطی ہے لیکن یہ دیکھیں۔'' بیلہ چلتی ہوئی ان کے مقابل آ کھڑی ہوئی اور مہندی' چوڑیوں اور پیلے جوڑے سے سجے تھال ان کے سامنے کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''کیا زرغم کو ایک بار بھی یہ خیال نہیں آیا کہ میرے ہاتھوں پر اس کے نام کی مہندی سجنے والی ہے' ایک بار بھی اس کو یہ خیال نہیں آیا کہ اس کے یوں چلے جانے پر میرے دل پر کیا گزرے گی؟ ایک بار بھی اس نے یہ نہیں سوچا کہ بابا کیا کہیں گے لوگوں سے' دو دن بعد مہندی کی رسم میں درجنوں لوگ مدعو ہیں ان سب کے سامنے بابا......'' کہتے کہتے بیلہ کی آواز بھرا گئی اور وہ روتی چلی گئی۔

''میرے نام خط لکھنے کا کیا مطلب بنتا ہے بوا......'' وہ آنسو صاف کرتی ان سے پوچھ رہی تھی۔

''بیلہ بیٹا آپ پھر غلط سوچ رہی ہیں۔ ایک بار زرغم کا خط پڑھ لو ہوسکتا ہے اس نے آپ کو بتایا ہو وہ کیوں گیا؟ وہ اتنا پتھر دل نہیں کہ یوں چھوٹی سی غلط فہمی پر اس طرح آپ کو چھوڑ کر چلا جائے......'' خدیجہ بوا نے اس کے بناؤ سنگھار کی طرف اشارہ کر کے کہا تو وہ رخ موڑ گئی۔

''یہ لو خط......'' خدیجہ بوا نے ہاتھ میں دبے کاغذ کو اس کی طرف بڑھایا تو وہ کچھ دیر ان کے بڑھے ہاتھ کو دیکھتی رہی پھر خط ان کے ہاتھ سے لے کر بیڈ کے سائیڈ ٹیبل کی ڈرا میں رکھ کر خود چینج کرنے چلی گئی تو خدیجہ بوا وہیں کھڑی کی کھڑی رہ گئیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

''کیا بات ہے سار یہ کب سے دیکھ رہی ہوں یونہی گم صم بیٹھی ہو۔'' فاطمہ کافی دیر سے بت بنی بیٹھی سار یہ کو دیکھ رہی تھیں' جو گہری سوچ میں ڈوبی تھی آخر ان سے رہا نہ گیا تو پوچھنے لگیں۔

''سار یہ؟'' وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تو فاطمہ کو تشویش لاحق ہوئی کہ ہر دم چہکنے والی سار یہ کو آخر آج ہوا کیا جو گھنٹوں یونہی بیٹھی نجانے کون سی سوچوں میں ڈوبی کن الجھنوں کو سلجھا رہی ہے تو وہ اٹھ کر اس کے پاس آ کھڑی ہوئیں۔

''ج...... جی مما......'' وہ یوں چونکی جیسے ان کے وجود سے ہی بے خبر ہو۔

''کیا بات ہے' کب سے دیکھ رہی ہوں اسی طرح گم صم ہو' کھانا بھی نہیں کھایا۔ سب خیریت ہے ناں؟'' وہ اس کے بیڈ کے پاس رکھی کرسی پر بیٹھتے ہوئے پوچھ رہی تھیں۔

''مما آپ کو پتہ ہے زرغم' لاکھانی لاج' چھوڑ کر شاید سارے رشتے توڑ کر چلا گیا؟'' سار یہ نے اسی خاموش لہجے میں ان کو بتا کر ان کی طرف دیکھا تو وہ نظریں چرا گئیں۔

"یہ تو اچھا ہوا اب وہ جہاں کہیں بھی گیا ہے تم اس کا نمبر ضرور حاصل کرلینا پھر جب وہ واپس آئے گا تو تمہارے حق میں بولے...... تم بس اس سے رابطہ ضرور رکھنا۔" فاطمہ رازدرانہ انداز میں مدھم لہجے میں اس کو ہدایت دینے لگیں تو وہ جیسے بھری بیٹھی تھی۔

"مما پلیز بس کریں۔ کب تک آپ ایسے کرتی رہیں گی؟" وہ نفرت سے ان کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولی۔

"لو میں نے کیا کیا ہے؟" وہ ناگواری سے بولیں۔

"زرغم اپنی مرضی سے گیا ہے نہ میں نے بھیجا نہ تم نے پھر تمہیں کیا ہے؟" فاطمہ بے پروائی سے بولیں۔

"ہاں نہ میں نے بھیجا نہ آپ نے...... لیکن وہ کیوں گیا ہے آپ کیوں بھول رہی ہیں؟" ساریہ طنزیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھتی بولی تو فاطمہ سٹپٹا کراٹھ کھڑی ہوئیں۔

"تم خواہ مخواہ مجھے اور اپنے آپ کو مورد الزام ٹھہرا کر سب کی نظروں میں مجرم بنارہی ہو۔" فاطمہ اپنے آپ کو حق بجانب ہی سمجھ رہی تھیں۔

"نہیں مما یہ سب خواہ مخواہ نہیں...... یہ غلط ہے۔" وہ فاطمہ کو سمجھاتے رسان سے بولی۔

"تمہیں زیادہ ہمدردی دکھانے کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی میں ناسمجھ ہوں جو مجھے سمجھا رہی ہو میں تمہاری ماں ہوں تمہارا بھلا ہی چاہتی ہوں۔" وہ ہتھے سے اکھڑ کر تیز لہجے میں بولیں تو اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا۔

"مما آپ نے بیلہ کو روتے دیکھا ہے؟ اس کا مجھ پر اعتبار دیکھا ہے؟ باقی سب کی نظروں میں اپنے لیے اور میرے لیے نفرت دیکھی ہے؟" ساریہ بے بسی سے بھرائی آواز میں ان کو بتارہی تھی وہ یک ٹک اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

"آپ نے یہ کچھ بھی نہیں دیکھا مما آپ صرف اپنے بارے میں سوچ رہی ہیں۔ آپ صرف مجھے میری خوشیاں دلا رہی ہیں پر مما میں کسی کے آنسوؤں پر اپنی خوشیوں کے محل نہیں تعمیر کرسکتی۔ میری اور آپ کی وجہ سے یہاں اس لاکھانی لاج میں لوگ تنگ ہو رہے ہیں میں نے ہی زرغم کو بیلہ کو چھوڑنے پر مجبور کیا...... اور اب سب ٹھیک کرنا ہے......" وہ روتے ہوئے فاطمہ کو بتارہی تھی۔ فاطمہ جیسے حواس باختہ ہو گئیں۔

"یہ غضب کبھی بھی نہ کرنا ساریہ۔" وہ دانت پیستے ہوئے اس کا ہاتھ دبوچتی ہوئی بولیں۔

"مما......" وہ فاطمہ کا ہاتھ جھٹک کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مما بیلہ مجھے اچھا سمجھتی ہے لیکن میں...... اس کو دھوکا دے رہی ہوں۔ نہیں مما اب اور نہیں۔" وہ تیزی سے چپل میں پاؤں پھنساتے بولے جارہی تھی اور فاطمہ اس کو دیکھے جارہی تھیں۔ یقیناً اس کا دماغی توازن بگڑ چکا ہے۔ فاطمہ نے اس کو بازو سے پکڑ کر دوبارہ بیڈ پر بٹھایا۔

"خبردار جو کسی کو ایک لفظ بھی کہا...... تم بھول گئی اس لاکھانی لاج نے تمہاری ماں کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا ہے اور تم سب کو چھوڑو اپنے باپ کا رویہ دیکھا ہے ہم دونوں لاوارثوں کی طرح رہ رہے ہیں اور تم اس بیلہ کے لیے مجھ سے لڑ رہی ہو جس نے ہمیشہ تمہیں نیچے رکھا ہمیشہ تمہاری حق تلفی کی...... میں نے ان سب کو تباہ و برباد نہ کردیا تو میرا نام بھی فاطمہ نہیں۔" وہ کسی خونخوار شیرنی کی طرح دھاڑ رہی تھیں۔

"تمہاری شادی زرغم سے ہی ہوگی یہ میرا فیصلہ ہے اب تم جلد از جلد زرغم سے رابطہ کرو۔ کسی شرم یا جھجک کی قطعی ضرورت نہیں۔ اپنی چیز اپنا حق لینا کوئی غلط بات نہیں ہے۔" اب وہ قدرے نرم لہجے میں بول رہی تھیں۔

"تم اب بیلہ سے دور ہی رہو اور یہاں سے کہیں جانے کی ضرورت نہیں تمہارا کھانا اور باقی ضرورت کی چیزیں تم تک پہنچ جایا کریں گی۔ سمجھ میں آئی ناں میری بات۔" وہ انتہائی سفاکی سے بولتی رہیں اور ساریہ ڈبڈبائی آنکھوں کے ساتھ ان کو دیکھے جارہی تھی۔ اپنی بات ختم کرکے فاطمہ لاکھانی دوسرے ہی پل اس کمرے سے باہر نکل گئیں لیکن جاتے جاتے دروازہ لاک کرنا نہ بھولی تھیں۔ گویا اس کو قید کردیا۔ ماں کے ان اطوار پر وہ پھوٹ

پھوٹ کر رو دی..... آنسو بہانے سے مسئلے حل نہیں ہوتے جب تک ان کے خلاف کوئی لائحہ عمل نہ اختیار کیا جائے۔ ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑتی وہ اٹھ بیٹھی۔

ذہن مسلسل سوچوں کی وادیوں میں گھوم رہا تھا۔ اچانک ذہن میں ایک روشنی کا ستارہ جھلملایا اور ایک پھیکی مسکان اس کے ہونٹوں پر آ کر رک گئی لیکن وہ مطمئن تھی۔ اب ایک کفارہ ادا کرنا ہے۔ اور اپنی خوشی کی قربانی تو دینی ہی پڑے گی..... اور اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ اب اس نے بھی صبر کرنا ہے اور اپنی اور فاطمہ لاکھانی کی کھوئی ہوئی عزت واپس لانی ہے۔ اک نئے عزم کے ساتھ وہ اس ستارے کے گرد پھیلے بادل ہٹانے کے پلان سوچتی چلی گئی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

رات کا پہلا پہر تھا اور وہ ابھی تک بستر پر لیٹ نہ سکی تھی۔ دل کسی طور اس انہونی کو قبول نہیں کر رہا تھا۔ کیوں..... آخر کیوں کیا زرغم نے ایسا؟ یہ وہ گتھی تھی جس کو وہ صبح سے رات کے اس پہر تک مسلسل سلجھانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اپنی کوئی بھی کج ادائی اس کے ذہن میں نہ آ رہی تھی پھر زرغم نے کن وعدہ خلافیوں کی بنا پر انتہائی قدم اٹھایا؟ وہ سمجھ نہ پا رہی تھی۔ اب مسلسل سوچ سے دماغ کی رگیں پھٹنے لگی تھیں۔ سوچنے کی صلاحیت بھی دم توڑ رہی تھی۔ اس نے ایک نظر آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھا اور ڈبڈباتی آنکھوں کے ساتھ بیڈ کی جانب بڑھ گئی۔ اب تھوڑا ریسٹ کر لینا ہی عقل مندی ہوگی اور وہ بستر پر لیٹ کر آنکھیں موندے سونے کی کوشش کرنے لگی۔

''بیلہ بیٹا.....'' نجانے کتنے پل بیتے جب خدیجہ بوا کی آواز پر اس نے آنکھیں کھولیں تو سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔

''بوا میرا سر بہت درد کر رہا ہے۔'' وہ اٹھتے ہوئے مدھم لہجے میں بولی تو خدیجہ بوا اس کے پاس آ کر اس کے بال سمیٹنے لگیں۔

''آپ اٹھو فریش ہو، میں ناشتہ لاتی ہوں، ناشتہ کر کے ٹیبلیٹ لو پھر میں سر میں آئل لگاتی ہوں۔'' خدیجہ بوا اس کو اٹھاتے ہوئے بولی تو وہ سر اثبات میں ہلاتے ان کا ہاتھ پکڑے اٹھ کھڑی ہوئی۔ کچھ دیر بعد تولیے سے منہ صاف کرتی دھیمی رفتار سے چلتی اپنے کمرے میں داخل ہو رہی تھی کہ موبائل کی بجتی گھنٹی نے قدم یک دم روک دیئے پھر اسی رفتار سے چلتی موبائل کی طرف بڑھی تو انجانا نمبر دیکھ کر لمحہ بھر کو چونکی اور پھر آف کا بٹن پش کر دیا کہ نجانے کون ہے..... اور اس وقت موڈ ایسا نہیں تھا کہ کسی انجان سے مغز ماری کی جائے۔ موبائل واپس رکھ کے پلٹی ہی تھی کہ بپ کی آواز پر پھر چونکی۔

میسج اوپن کرتے ہی حیران رہ گئی۔ ''یہ کون ہے؟'' لیکن وہ واپس میسج کرنے کے لیے قطعی انٹرسٹڈ نہیں تھی۔ موبائل واپس رکھ کر بیڈ بیٹھ گئی اور سوچوں کا محور ایک بار پھر وہی دشمن جاں تھا۔

''کیوں کیا ایسا زرغم عباسی..... کیوں..... کس جرم کی سزا دی؟'' وہ بھیگی پلکوں کے ساتھ دل ہی دل میں اس سے ہمکلام تھی لیکن وہ سن ہی کہاں رہا تھا؟

''کیا محبت کرنا ایسا جرم ہے کہ اس کی یہ سزا دی جائے زرغم عباسی..... پھر کہاں کمی رہ گئی..... میں نے کیا غلط کیا؟'' بہتے آنسوؤں کے ساتھ وہ دل ہی دل میں اس سے لڑ رہی تھی کہ موبائل کی بجتی گھنٹی نے اس کے غصیلے جذبات اور باغیانہ سوچ کو منتشر کر دیا۔

''ہیلو.....'' نمبر دیکھے بنا ہی اس نے ''یس'' کا بٹن پش کر دیا۔

''ک.....کون.....؟'' اس کو اپنی سماعتوں پر یقین نہ آیا تھا۔

''زرغم عباسی.....تم.....!'' دوسرے پل ہی آنسو صاف کرتی اپنے جذبات پر قابو پاتی وہ کرخت لہجے میں بولی۔

''کیسی ہو بیلہ؟'' وہ مدھم لہجے میں دریافت کر رہا تھا۔

''دوبارہ میرا نام نہ لینا زرغم اور نہ ہی مجھے فون کرنا۔'' کہہ کر بیلہ نے موبائل ہی سوئچ آف کر دیا۔

''کیا بات ہے بیٹا.....'' خدیجہ بوا آئل کی بوتل

اٹھائے اس کے کمرے میں آئیں تو بیلہ دونوں ہاتھ بیڈ پر ٹکائے ٹانگیں لٹکائے بیٹھی کسی گہری سوچ میں گم تھی۔

"بیلہ بیٹا کیا ہوا' سب ٹھیک ہے ناں؟" ان کے آنے پر بھی وہ اس حصار سے نہ نکلی تو خدیجہ بوا کو تشویش لاحق ہوئی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے اس سے پوچھنے لگیں تو وہ چونک اٹھی۔

"کچھ نہیں بوا...... بس یونہی۔" وہ بھرائی آواز میں بولی تو خدیجہ اس کے پاس بیٹھ کر اس کو تسلیاں دینے لگیں۔

"خدیجہ بوا......" ان کے کندھے پر سر رکھے وہ پھر سے بولی۔

"ہاں بولو میرا بیٹا...... کیا بات ہے؟" وہ اس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے بولیں۔

"بوا ایک بات پوچھوں...... سچ بتائیں گی ناں؟" وہ ان کی طرف دیکھتی ہوئی بولی تو انہوں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا اور سر اثبات میں ہلا دیا۔

"بوا زرغم عباسی کون ہے؟ لاکھانی لاج سے اس کا کیا رشتہ ہے بوا؟" وہ ان کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ لیکن خدیجہ بوا نظریں چرائے بیٹھی تھیں۔

"ایسی بات نہیں ہے بیلہ بیٹا' آپ اپ سیٹ ہیں اس لیے اس طرح کے وسوسے ذہن میں اٹھ رہے ہیں۔ آپ آرام کرو' نیند آئے تو سو جاؤ جب جاگو گی تو مائنڈ فریش ہوگا۔ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہوجائے گا۔ آپ کو بس ہمت سے کام لینا ہوگا۔" خدیجہ اس کو سمجھاتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"بوا......" بیلہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر روکا۔

"ٹھیک ہے بوا میں مانتی ہوں سب ٹھیک ہوگا' زرغم کو کوئی ضروری کام ہوگا تبھی وہ اس وقت گیا' بابا کو یہی ٹھیک لگا ہوگا کہ زرغم کو جانے کی اجازت دے دی جائے' لیکن بوا...... زرغم عباسی کا لاکھانی لاج سے کیا رشتہ ہے؟ وہ اس وقت کیوں گیا اور کسی نے کچھ نہیں کہا؟ نہ ہی کوئی اس کے خلاف بول رہا ہے۔" بیلہ خدیجہ بوا سے وہ سوال پوچھ رہی تھی جس کا ذکر برسوں نہیں ہوا تھا۔ اور نہ ہی کسی کو اس بات کو کریدنے کی اجازت تھی لیکن بیلہ آج ان سوالوں کو دہرا رہی تھی' زرغم عباسی کا لاکھانی لاج کے مکینوں سے کیا رشتہ ہے۔

"پلیز بوا' میں کبھی کسی کو کچھ نہیں بتاؤں گی' وعدہ کرتی ہوں۔ مجھے جاننا ہے' پلیز بوا۔" خدیجہ کا ہاتھ پکڑے وہ ان کے سامنے کھڑی منت بھرے لہجے میں بول رہی تھی تو خدیجہ کا دل پسیجنے لگا۔ تو وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر سہلاتے ہوئے اس کو بیڈ پر بٹھا کر خود بھی بیٹھ گئیں۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

نجانے کتنے گھنٹے بیت گئے تھے' سینکڑوں پل بنا آہٹ کیے گزرتے چلے جارہے تھے' سورج اپنی کرنیں سمیٹے مغرب کی جانب رواں دواں تھا' وہ ندامتوں میں گھری اپنے بستر پر اوندھے لیٹے مسلسل سوچے جارہی تھی' لیکن سوچوں کی گتھی اس قدر الجھ چکی تھی کہ کوئی سرا ہاتھ نہیں آرہا تھا' لیکن گھٹا ٹوپ اندھیرے میں امید کا مدھم سا دیا اچھی خاصی روشنی کردیتا ہے' وہ بھی اس دیے کو ہاتھ میں پکڑے کھڑی تھی لیکن سفر کہاں سے شروع کرے؟ منزل کی نشاندہی کون سا رستہ کررہا ہے؟ وہ بے خبر تھی...... باہر سے دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ چونکی تھی' امید کی ڈور کا سرا ابھی چھوٹ گیا تھا' اب وہ مکمل بیدار تھی۔

"ساریہ...... سو رہی ہو کیا؟ اٹھو کھانا کھالو۔" فاطمہ لاکھانی کھانے کی ٹرے ہاتھ میں پکڑے کھڑی تھیں۔ لیکن ساریہ آنکھیں بند کیے اسی طرح پڑی رہی' فاطمہ کچھ دیر کھڑی اس کے جاگنے کا انتظار کرتی رہیں اور پھر واپس چلی گئیں۔ دروازہ دوبارہ بند ہونے کی آواز کے ساتھ ہی وہ اٹھ بیٹھی۔ سامنے ہی ٹیبل پر رکھی ٹرے پر نظر پڑی تو اٹھ کر اس کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ گلاس میں پانی ڈال کر گھونٹ بھرا تو پیاس کی شدت کا اندازہ ہوا۔ نوالہ توڑنے کو ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فاطمہ لاکھانی دودھ کا گلاس لیے اندر داخل ہوئیں تو یکدم ہی اس کا دل اچاٹ ہوگیا اور کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

"یہ لو دودھ پی لو' صبح سے کچھ بھی نہیں کھایا ہے۔"

فاتحانہ مسکان کے ساتھ اس کا ہاتھ پکڑ کر دودھ کا گلاس اس کو تھمایا تو وہ ان کو دیکھ کر رہ گئی۔

''مما......'' اس نے گلاس پکڑے بیڈ کی جانب بڑھتے ان کو پکارا۔ تو فاطمہ سوالیہ نظروں سے اس کو دیکھنے لگیں۔

''مما مجھے یوں قید کرنے سے کیا میں زرغم سے رابطہ کرسکوں گی؟ اگر میں باہر نکلوں گی' بیلہ یا خدیجہ بوا سے ملوں گی تو ہی کسی طرح زرغم کا پتہ چل سکے گا ناں کہ وہ کہاں ہے؟ مجھے یقین ہے کہ زرغم' بیلہ سے ضرور رابطہ کرکے اپنی صفائی دینے کی کوشش کرے گا اور آپ تو جانتی ہیں کہ بیلہ ہر بات مجھ سے شیئر کرتی ہے۔'' وہ کنکھیوں سے فاطمہ کو دیکھتی بول رہی تھی' اور پل بھر میں ساریہ کے اندر اطمینان کی لہر سی دوڑ گئی کیونکہ فاطمہ کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ ساریہ کے اس پوائنٹ سے متفق ہیں۔ انہوں نے اس کو دیکھا تو اس نے دودھ کا گلاس منہ سے لگالیا۔

''ہاں ٹھیک ہے' لیکن یاد رکھنا تم نے زرغم کو اپنی طرف راغب کرنا ہے اس کو اپنی محبت کا یقین دلانا ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ تم اس سے کتنی محبت کرتی ہو' بس اس کو بھی اس بات کا یقین دلانا ہے۔ پھر دیکھنا تم کو کیسے ڈھیر ساری خوشیاں ملے گی۔ وہ مسکراتے ہوئے پلٹ گئیں۔ تو ساریہ کی نظروں نے دور تک ان کا تعاقب کیا۔

''ماں کا دل بھی کتنا عجیب ہوتا ہے' اپنی اولاد کی خوشیوں کے لیے کسی اور کے خوابوں کے محل کو مسمار کرنے کے لیے کیا کر گزرتی ہے' لیکن اپنی اولاد کی پلک پر آنسو کا ایک قطرہ تک نہیں دیکھ سکتی۔ ایک عورت کتنی ہی بری ہو لیکن ایک ماں اپنی اولاد کے حق پر ڈاکہ نہیں ڈالنے دیتی۔'' ساریہ دروازے پر نظریں جمائے اپنی ماں کے بارے میں سوچے جارہی تھی۔

''میری ماں بھی ایک ایسی عورت ہے جس نے اپنے ساتھ ہوا ہر ستم برداشت کیا لیکن میرے لیے وہ آخری حدوں تک جارہی ہے' لیکن یہ غلط ہے' میری ماما کو یہ سمجھنا ہوگا کہ زرغم میرا نہیں ہے' وہ دل پر پتھر رکھے خود کلامی کرتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور قدم باہر کی جانب بڑھا دیے۔ تو دل میں جہاں بے شمار ٹیسیں اٹھ رہی تھیں وہاں ایک اطمینان کی لہر بھی موجزن تھی۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

''دیکھو بیٹا کچھ باتیں آپ کو ابھی سمجھ نہیں آسکتیں۔ ان کو سمجھنے کے لیے ایک عمر درکار ہوتی ہے' کیونکہ وہ آپ کو زندگی گزارنے کے تجربے' وقت کی اونچ نیچ اور رشتوں کی بھٹی میں تپ کر سیکھنی پڑتی ہیں۔ ابھی آپ کا ذہن بہت معصوم ہے۔ آپ نے لاکھانی لاج سے باہر کی دنیا دیکھی ہی نہیں ہے' ابھی آپ کی دنیا تو لاکھانی لاج کے چند لوگوں سے شروع ہو کر انہی پر ختم ہو رہی ہے۔''

''بوا آپ کیا کہہ رہی ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا ہے کون سی باتیں میں نہیں سمجھ سکتی؟ میں نے ایک سیدھا سا سوال پوچھا تھا کہ زرغم کون ہے اور اس کا ہم سب سے کیا رشتہ ہے؟'' خدیجہ کی ذومعنی باتوں پر الجھتی' منہ بسورتی وہ بولی تو وہ دھیمے سے مسکرادیں۔

''کچھ سوال سیدھے تو ہوتے ہیں لیکن ان کے سینوں میں بہت سے گمبھیر طوفان دفن ہوتے ہیں اور اگر ان کو چھیڑا جائے تو غم و غصے کی زور آور' بے مہر موجیں وہ سب کچھ بہا کرلے جاتی ہیں جن پر برسوں سے ضبط اور برداشت کا بند بندھا ہوتا ہے' اس لیے بیلہ بیٹا ان زخموں پر کھرنڈ جما رہنے دو اب اس راکھ کو کریدنے سے ہاتھ زخمی ہوں گے یا کالے......'' خدیجہ مسلسل پہیلیاں بجھا رہی تھیں اور بیلہ گنگ سی ان کو دیکھے جارہی تھی۔

''خدیجہ بوا کچھ نہیں بتانا تو نہ بتائیں مگر پلیز اس طرح کی باتیں کرکے مجھے مزید الجھائیں تو نہیں ناں......!'' بیلہ اکتائے انداز میں بولی تو خدیجہ ایک نظر اس کو دیکھ کر رہ گئیں۔

''ساری غلطی فاطمہ کی ہے' جس کی بے بنیاد شک اور ضد کی وجہ سے آج زرغم اپنی اصلی پہچان سے محروم ہے......'' خدیجہ نے اپنے مخصوص ٹھہرے لہجے

میں بولنا شروع کیا تو جہاں بیلہ چونکی وہاں فاطمہ کا نام سنتے ہی سار یہ کے قدم بھی جم گئے۔

''کیا فاطمہ چچی کی غلطی..... کیا مطلب بوا؟'' بیلہ کی حیرت سوانیزے پر تھی' سار یہ بھی دم سادھے کھڑی تھی۔

''سار یہ..... چندا یہاں کیوں کھڑی ہو..... اب طبیعت کیسی ہے؟'' باہر سے آتی سعیدہ کی آواز نے خدیجہ اور بیلہ دونوں کو چونکا دیا۔

''کک..... کچھ نہیں پھپو..... وہ..... وہ میں بیلہ سے ملنے اندر جارہی تھی۔'' سار یہ کی گھبرائی ہوئی آواز سماعت سے ٹکرائی تو خدیجہ نے سبیلہ کو لیٹ جانے کا اشارہ کیا۔

''چلو شاباش اندر چلو' بیلہ اندر ہی ہے۔'' سعیدہ اس کو لیے اندر داخل ہوئی تو خدیجہ نے سار یہ کو دیکھا اس کی اڑی رنگت' سٹپٹایا انداز صاف ظاہر تھا کہ اس نے ان کی باتیں سنی ہیں۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی بیلہ کے پاس آ کر رک گئی تو بیلہ نے ایک نظر خدیجہ بوا کو دیکھا جو ناگواری سے سار یہ پر نظریں جمائے بیٹھی تھیں لیکن بیلہ کی سمجھ میں کچھ نہ آرہا تھا' بالآخر اس نے سار یہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس بٹھایا۔ سار یہ' بیلہ کے پاس بیٹھی مسلسل نظریں جھکائے کسی سوچ میں گم تھی۔

''اچھا بیلہ بیٹا آپ ریسٹ کرو میں کھانا بھجواتی ہوں۔'' وہ سار یہ کو مکمل طور پر نظر انداز کرتی وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئیں تو بیلہ کو خدیجہ بوا کا رویہ اچھا نہ لگا' اس نے سار یہ کو دیکھا جو ڈبڈبائی نظروں سے خدیجہ بوا کو دیکھ رہی تھی۔

''خدیجہ بوا.....'' بیلہ ان کو بلانے ہی لگی تھی کہ سار یہ کی بھرائی آواز سماعت سے ٹکرائی تو اس نے یک دم سار یہ کو دیکھا' خدیجہ کے قدم رکے لیکن وہ پلٹی نہیں تھیں۔

''خدیجہ بوا' میری مما نے کیا کیا تھا؟'' سار یہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ان کے پیچھے جا کھڑی ہوئی تو اس کے سوال پر خدیجہ نے پلٹ کر اس کو دیکھا تو ان کے لبوں پر بہت استہزائیہ مسکراہٹ ابھری تھی۔

''رہنے دیں سار یہ بی بی آپ ان جھمیلوں میں نہ ہی پڑیں تو اچھا ہے۔'' وہ ہاتھ اونچا کر کے بولیں اور قدم واپسی باہر کی جانب بڑھانے چاہے لیکن سار یہ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو روک لیا۔

''خدیجہ بوا..... میں جانتی ہوں آپ ہی کیا اس گھر کا کوئی بھی فرد مجھے اور مما کو پسند نہیں کرتا' یہاں تک کہ بابا بھی ہم سے ہمیشہ دور رہے ہیں' کیا میری مما کا یہ قصور کبھی معاف نہیں ہوگا کہ انہوں نے بابا سے پیار کیا اور.....''

''کیا..... کیا..... کیا کہا..... بابا سے پیار؟'' خدیجہ بوا نے اس کی بات کاٹ کر تیز لہجے میں استفسار کیا۔

''کیا مطلب..... کیا یہ سچ نہیں ہے بوا؟'' سار یہ سٹپٹائے لہجے میں بولی جبکہ بیلہ گنگ بیٹھی ان کی باتوں کو سمجھنے کی کوشش کررہی تھی۔

''اپنی مما سے ہی پوچھو کہ یہ کتنا سچ ہے.....'' وہ اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولیں۔

''نہیں بوا.....'' وہ یک دم ان کے رستے میں آئی۔

''میں بھی وعدہ کرتی ہوں بوا کبھی کسی کو نہیں پتہ چلنے دوں گی کہ میں ساری سچائی سے واقف ہوں۔ آج آپ مجھے بھی بتائیں کہ آخر وہ کیا وجہ ہے جس کی بنا پر لاکھانی لاج کا ہر فرد مما سے نفرت کرتا ہے اور سار یہ لاکھانی کو ناکردہ گناہ کی سزا کیوں مل رہی ہے؟ پلیز بوا میں اپنی مما کو اپنے سامنے سر جھکائے نہیں دیکھ سکتی۔ مجھے بتائیں.....'' وہ آنسو بہاتی ہاتھ جوڑے ان کے سامنے کھڑی تھی۔ اور خدیجہ بوا حیران سی اس کو دیکھے جارہی تھیں۔ اس صورت حال' سار یہ کے طرز کلام پر بیلہ کی حیرت بھی سوانیزے پر تھی۔

''بوا' بیلہ کے ساتھ جو بھی ہوا اس کی میں معافی مانگنے آئی تھی یہاں آپ دونوں کی باتیں میں نے جان بوجھ کر نہیں سنیں' مما کا نام لیا آپ نے تو مجھے تجسس ہوا اور میں رک گئی۔'' خدیجہ نے مشکوک نظروں سے اس کو دیکھا تو سار یہ خاموش ہوگئی۔

''بوا مجھے سمجھ نہیں آ رہا اگر غلطی میری مما کی ہے تو پھر مما میری شادی زرغم سے کیوں کرنا چاہ رہی ہیں؟'' سار یہ پرسوچ انداز میں خدیجہ سے مخاطب تھی تو اس بات پر وہ بھی چونکیں۔

''شاید وہ تاریخ کو دہرانا نہیں چاہتی' اس لیے۔'' خدیجہ اس پر نظریں جمائے بولیں۔

''سار یہ بیٹا سب کو معاف کردینا' تم ناحق سب کی نفرت کا نشانہ بن رہی ہو لیکن اس میں بھی قصوروار فاطمہ ہی ہے۔'' خدیجہ کو اس کے آنسوؤں میں ندامت نظر آئی تو وہ سار یہ کو اپنے ساتھ لگائے مدھم آواز میں بولیں' تو سار یہ زاروقطار روتی چلی گئی۔

''مجھے معاف کردینا بیلہ' میری وجہ سے زرغم......''

''اونہہ......'' بیلہ نے اس کو چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

''زرغم نے ضروری کام سے جانا تھا' اس لیے وہ گیا ہے' تمہاری یا کسی کی وجہ سے نہیں۔ سب ٹھیک ہوگا......'' بیلہ اس کے پاس بیٹھتے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے مدھم مسکان کے ساتھ بولی تو خدیجہ بوا نے بھی اس کو دیکھا۔

''یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں ''لاکھانی لاج'' میں آئی تھی۔'' وہ دونوں بیٹھیں تو خدیجہ نے ان دونوں کو سب بتانے کے لیے اپنی بات شروع کی۔

''خدیجہ بوا' آپ کون ہیں؟'' بیلہ کے معصوم سے سوال پر خدیجہ اور سار یہ دونوں ہنس پڑیں۔

''نہیں میرا مطلب ہے کہ آپ یہاں پر کیسے آئیں؟'' بیلہ نے اپنی بات کلیئر کی۔

''میرا آپ لوگوں سے کوئی خون کا رشتہ نہیں ہے بیٹا...... یوں سمجھ لو لاکھانی لاج نے ایک لاوارث' بے سہارا کو آسرا دیا' دو وقت کی روٹی اور سر چھپانے کو چھت اور عزت دی۔'' خدیجہ مدھم آواز میں کھوئے کھوئے لہجے میں بولیں۔

''نہیں بوا' آپ ہماری اپنی ہو' بہت زیادہ اپنی' آپ کے بغیر تو میں رہ ہی نہ سکتی۔'' بیلہ ان سے لگتی جذباتی لہجے میں بولی۔

''مرتضٰی لاکھانی...... تم لوگوں کے دادا...... عجیب ہی انسان تھے' ان کی سمجھ نہیں آتی تھی کہ اچھے ہیں کہ برے......'' خدیجہ بوا ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں۔ بیلہ اور سار یہ نظریں ان کے چہرے پر گاڑے سن رہی تھیں۔

''ہمیشہ لوگوں کی مدد کرتے تھے' بارعب انسان تھے پورے علاقے میں ان کا دبدبا تھا' ایمان دار تھے' غلط بات پر خوب طیش میں آتے تھے' جس وجہ سے لوگ ان سے ڈرتے بھی تھے۔ ان کی دو اولادیں' مجید الحسن لاکھانی' تمہارے پاپا'' انہوں نے سار یہ کی طرف اشارہ کیا۔

''اور علی الحسن لاکھانی...... تمہارے پاپا۔'' پھر بیلہ کو کہا۔

''سب کچھ ٹھیک تھا' کپڑے کا بزنس تھا' جو خوب چل رہا تھا' اسی کو آگے بڑھا کر آج مجید الحسن اور علی الحسن نے فیکٹری بنائی ہے۔ مرتضٰی لاکھانی کے ایک بھائی تھے عبدالحق لاکھانی جو اپنی شادی کے سات مہینے بعد کار ایکسیڈنٹ میں چل بسے' ان کے جانے کے پانچ مہینے بعد عندلیب کے ہاں سعیدہ کا جنم ہوا' اور سعیدہ کوئی چار پانچ ماہ کی ہی تھی کہ بڑوں کی باہمی رضامندی سے عندلیب کا نکاح اس کے چچازاد سے کردیا اور سعیدہ مرتضٰی لاکھانی اور فریحہ کی زیرنگرانی آ گئی۔ چونکہ سعیدہ بہت چھوٹی تھی تو فریحہ نے اس کو ماں کی طرح پالا اور یوں سعیدہ علی الحسن اور مجید الحسن کی دودھ پلائی بہن بن گئی' اور وہ دونوں بھائیوں کو بہت عزیز بھی رہی۔ اس پر جان چھڑکتے تھے لیکن خاندانوں کے ہزار بکھیڑے ہوتے ہیں بیٹا جو انہی کو سمجھ آتے ہیں جن پر بیت رہی ہوتی ہے فاطمہ اور نسرین دونوں بہنیں تھیں۔''

''کیا......؟'' خدیجہ بوا نے پل کی پل ان کو دیکھا جانتی تھی کہ یہ ان دونوں کو نہیں پتہ ہوگا۔

''ہاں یہ سچ ہے' لیکن آدھا ادھورا......'' خدیجہ گہرا سانس لیتے ہوئے بولی۔

''کیا مطلب آدھا ادھورا کیسے؟'' سار یہ تیز لہجے میں

بولی تو بیلہ نے بھی اس کی طرف دیکھا۔

"آدھا ادھورا ایسے کہ دونوں سوتیلی بہنیں تھیں۔ فاطمہ نے کبھی اس کو اپنی بہن نہیں جانا' بدرالنساء نے چاہا کہ فاطمہ کی شادی علی الحسن سے ہو اور فاطمہ بھی انہی کے جیسی ان کے نقش قدم پر چلنے لگی' لیکن علی الحسن کی طبیعت اور طرح کی تھی' ان کا اور فاطمہ کا کوئی میل ملاپ نہ تھا' بہرحال باہمی صلاح ومشورے سے ان کے گھر رشتہ لے کر گئے لیکن فاطمہ کا نہیں' علی الحسن کے لیے نسرین کا...... بدرالنساء نے ہاں تو کردی لیکن شرط رکھی کہ مجید الحسن کے لیے فاطمہ کا ہاتھ مانگیں' اور ابھی طے کریں' یوں مجید الحسن کو بتائے بغیر ان کا رشتہ فاطمہ سے طے پا گیا' جب مجید الحسن کو پتہ چلا تو ان کا اعتراض ایک فطری عمل تھا' کہ ان کو پتہ ہی نہیں اور ان کی زندگی کا اتنا اہم فیصلہ منٹوں میں بغیر سوچے سمجھے کیا گیا' لیکن یہ اعتراض چند دنوں کا ہی تھا لیکن فاطمہ کا اعتراض آج تک برقرار ہے۔ جس میں اس نے ساریہ کو بھی بھینٹ چڑھا رکھا ہے۔" بیلہ اور ساریہ خاموش بیٹھی سب سنتی جارہی تھیں۔ خدیجہ نے ساریہ کو دیکھا تو اس کے ماتھے پر چمکتی بوندیں اس کی اندرونی کیفیت کو ظاہر کررہی تھیں۔

"ساریہ بیٹا! کچھ سچ بہت کڑوے ہوتے ہیں' ان کو ہمت سے برداشت کرنا پڑتا ہے۔" خدیجہ نے اس کے یخ بستہ ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اس کو تسلی دی۔

"دونوں بھائیوں کی شادی ایک ہی دن رکھی گئی' اور سب بخوبی ہوگیا' لیکن اس فنکشن میں ایک انہونی یہ ہوئی کہ بدرالنساء کے بھائی معید الرحمان عباسی کے بیٹے قمر عباسی کو سعیدہ پسند آ گئی۔"

"معید الرحمان عباسی' قمر عباسی' زرغم عباسی......" بیلہ زیرلب بڑبڑائی تو خدیجہ بوا نے مدھم مسکان کے ساتھ اس کو دیکھا جبکہ ساریہ خاموش بیٹھی ان کو دیکھ رہی تھی۔

"مطلب زرغم سعیدہ پھوپو کا بیٹا ہے؟" بیلہ یک دم اونچی آواز میں بولی۔

"ششش......" خدیجہ نے یک دم اس کو خاموش رہنے کو کہا۔

"اور پھر کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی کہ کب اور کیسے سعیدہ اور قمر عباسی کی ملاقاتیں ہوتی رہیں اور اس سارے ڈرامے کے پیچھے تمہاری نانی بدرالنساء اور فاطمہ کا ہاتھ تھا۔ لاکھانی لاج میں بھونچال اس وقت آیا جب ایک صبح سعیدہ جاگی تو اس کی طبیعت خراب ہوئی' بار بار قے اور ان کے چکروں نے لاکھانی لاج کی دیواروں کو ہلا کر رکھ دیا۔

سعیدہ ماں بننے والی تھی' یہ خبر کسی دھماکے سے کم نہ تھی' اس دن پہلی بار علی الحسن اور مجید الحسن نے سعیدہ پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ اگر نسرین بیچ بچاؤ نہ کراتی تو نجانے کیا ہوجاتا۔ سعیدہ نے اقرار کیا کہ اس کا نکاح ہوا ہے' فاطمہ اور بدرالنساء کی موجودگی میں' یہ سنتے ہی فاطمہ نے کہا کہ سعیدہ اس پر الزام لگارہی ہے' اس کو اس سب کے بارے میں کچھ پتہ نہیں...... سعیدہ اگر سچی ہے تو نکاح نامہ دکھائے۔ لیکن کہاں سے دکھائے وہ تو فاطمہ کے پاس تھا اس نے یہ کہہ کر کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے اپنے پاس رکھ لیا تھا۔" خدیجہ بول رہی تھیں اور ساریہ اور بیلہ سکتے کے عالم میں بیٹھی سن رہی تھیں۔

"سعیدہ روتی رہی گڑگڑائی کہ اس کا نکاح ہوا ہے لیکن نہ تو اس کے پاس نکاح نامہ تھا نہ کوئی گواہ نہ ہی وہ انسان جس سے نکاح ہوا۔"

"قمر عباسی...... وہ کہاں تھے؟" ساریہ نے سوال کیا۔

"نکاح کے کچھ عرصہ بعد ہی اس کا ویزہ لگا اور وہ دبئی چلا گیا۔"

"زرغم دبئی ان کے پاس گیا ہے؟" یک دم ہی بیلہ کے ذہن میں آیا۔

"ہاں...... زرغم انہی کے پاس گیا ہے' وہ شاید آخری سانسیں لے رہے ہیں عرصہ دراز سے ان کی طبیعت خراب ہے' اور وہ معافی مانگ رہے ہیں لیکن سعیدہ کا دل اب پتھر ہوچکا ہے' نہ تو اس نے زرغم کو اپنا بیٹا مانا نہ قمر عباسی اور فاطمہ کو معاف کیا۔"

"بوا پھر یہ کیسے ثابت ہوا کہ سعیدہ پھوپو سچ بول رہی ہیں اور فاطمہ چچی نے محض اپنا بدلہ لینے کے لیے ایسا کیا؟" بیلہ نے پھر سوال کیا۔

"علی الحسن اور مجید الحسن نے بہت کھوج لگائی لیکن کسی طرح یہ بات نہ سامنے آسکی کہ سعیدہ جو کہہ رہی ہے وہ سچ ہے فاطمہ خوش تھی کہ اس نے علی الحسن سے اپنی توہین کا بدلہ لے لیا ہے‘ کیونکہ سعیدہ علی الحسن کی ہی زیادہ لاڈلی تھی‘ پھر اس نے مجید الحسن کے کان بھرنے شروع کردیئے‘ سعیدہ نے اپنے آپ کو کمرے میں قید کرلیا تو بس نسرین ہی تھی جس نے اس کو سنبھال رکھا تھا۔ علی الحسن کا دل کسی طور یہ تسلیم نہیں کررہا تھا کہ ان کی لاڈلی بہن جو کپڑوں کا جوڑا لیتی ہے تو ان سے پوچھتی ہے اگر اس نے نکاح کرلیا تو یقیناً وہ کسی کے بہکاوے میں آئی ہوگی‘ کیونکہ ان کو یقین تھا کہ سعیدہ اپنے کردار کو اس قدر داغ دار نہیں کرسکتی‘ لیکن یہ مسئلہ ایسی پہیلی بن چکا تھا جس کا کوئی سراغ نہ مل رہا تھا‘ سعیدہ سے لاکھانی لاج کا ہر فرد قطع تعلق کرچکا تھا‘ چونکہ وہ بہت نازک دور سے بھی گزر رہی تھی تو نسرین اس کی دیکھ بھال کرتی تھی‘ پھر اس نے زرغم کو جنم دیا اور بس اس نے صرف اس کو جنم ہی دیا پھر نہ اس کو بلایا نہ دیکھا‘ میں نے اور نسرین نے زرغم کی ذمے داری اٹھائی کہ آخر اس ننھی جان کا کیا قصور؟ لیکن سعیدہ نجانے کیسی ماں تھی جس کا دل نہ پسیجا...... اور پھر شاید فاطمہ کی جھوٹی خوشی کا اختتام ہونے کا وقت تھا‘ نجانے کیسے فاطمہ کی پرانی فائل میں سے سعیدہ کا نکاح نامہ مجید الحسن کے ہاتھ لگ گیا‘ فاطمہ کے پاس سعیدہ اور قمر عباسی کا نکاح نامہ فاطمہ کے خلاف گواہی دے رہا تھا۔ مجید الحسن نے فاطمہ سے صرف ایک سوال کیا کہ قمر عباسی کے بارے میں بتاؤ گی یا اپنی ماں کے پاس جاؤ گی؟ فاطمہ کے پاس کوئی راہ نجات نہ تھی تو اس کو قمر عباسی کے بارے میں بتانا پڑا۔ ساریہ کوئی دو ڈھائی ماہ کی تھی‘ مجید الحسن کا فیصلہ کہ یہاں لاکھانی لاج میں فاطمہ کو ہر چیز ملے گی لیکن آج کے بعد وہ کسی معاملے میں دخل اندازی نہیں کریں گی نہ ہی مجید الحسن سے کوئی امیدیں وابستہ کریں

کرن......کلی......خوشبو

اگر کبھی زندگی میں آپ کو محبت یا دولت میں سے ایک کو چننے کا اختیار دیا جائے تو آپ ہمیشہ محبت ہی کو ترجیح دیں اور اگر محبت یا عزت کو چننا پڑے تو محبت کو عزت پر فوقیت نہیں۔ اگر عزت یا اعتبار کے چناؤ کا مرحلہ آئے تو اعتبار زیادہ اہم ہونا چاہیے کیونکہ جہاں اعتبار ہوتا ہے وہاں عزت بھی مل جاتی ہے اور جہاں عزت ہو وہاں محبت اپنی جگہ خود ہی بنالیتی ہے‘ جب یہ سب مل جائے تو دولت کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔

طیبہ طفیل وفا......شیخوپورہ

گی...... ساریہ ان کی بیٹی ہے اور ان کو ہر حال میں عزیز ہوگی...... مجید الحسن نے تمہاری پرورش میں کوئی کمی نہ چھوڑی لیکن فاطمہ کو یہ سزا منظور نہ تھی تو اس نے مجید الحسن کو ساریہ سے ملنے سے منع کردیا اور دھیرے دھیرے شاید تمہارے ذہن میں نفرت بھرنے لگی۔" خدیجہ نے ساریہ کو دیکھا جو بے آواز آنسوؤں سے تر چہرے پر بے زارگی اور شرمندگی لیے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"بوا کیا زرغم کو معلوم ہے کہ وہ سعیدہ پھپو کا بیٹا ہے؟" بیلہ نے پھر استفسار کیا۔

"اس کو پتہ ہے‘ علی الحسن بھائی نے اس کو کچھ دن پہلے بتایا تھا۔ جب قمر عباسی کی علالت کی خبر آئی اور یہ کہ وہ ایک بار زرغم سے ملنے کے خواہش مند ہیں تو زرغم کو حقیقت بتا کر اس کو وہاں بھیجا۔"

"پھپو کو پتہ ہے کہ زرغم یہ سب جانتا ہے؟" بیلہ ایک عجیب سی شرمندگی محسوس کررہی تھی۔ زرغم سے اپنے رویے پر اب اپنے آپ کو ملامت کررہی تھی۔

"زرغم کے جانے کے بعد علی الحسن بھائی نے سعیدہ کو بتایا تھا۔" خدیجہ مدھم آواز میں بیلہ کے سوالوں کے جواب دے رہی تھیں جبکہ ساریہ مضطرب چہرہ لیے بیٹھی نجانے کیا سوچے جارہی تھی۔

"بیلہ......" کچھ پل چپ چاپ‘ بنا کسی آہٹ کے

پلک جھپکے بیٹھی تھی۔ خدیجہ اپنی بات مکمل کرچکی تھی۔ بیلہ خاموش بیٹھی تھی کہ ساریہ نے اس کو پکارا تو اس نے سوالیہ نظروں سے ساریہ کو دیکھا۔

''کیا زرغم نے تم سے کنٹکٹ کیا؟'' سراسیمگی و بے چینی سے ساریہ اس سے استفسار کررہی تھی۔

''نن.....نہیں تو.....'' وہ بوکھلاسی گئی اور دوسرے ہی پل اس کی نظروں کی سامنے اک خواب سا لہرایا' ذہن کے دریچے میں اک مدھم سی سرگوشی گونجی تو وہ بے چینی سے پہلو بدل کر رہ گئی۔

''زرغم.....''

خدیجہ بوا سونے کے لیے لیٹ چکی تھیں' ساریہ بھی اپنے کمرے میں جاچکی تھی تو نجانے کیوں بیلہ نے اس ایس ایم ایس کا جواب دیا۔

''بولو بیلہ؟'' کچھ دیر بعد زرغم نے اپنے ہونے کا یقین دلایا تو بیلہ نے اطمینان کا سانس لیا' لیکن وہ کیا بولے؟

''مجھے آپ سے بات نہیں کرنی زرغم.....'' وہ روٹھ چکی تھی' ایک بار پھر زرغم کا بیگانہ رویہ یاد آ گیا۔

''عجیب تقاضے ہیں چاہتوں کے
بڑی کٹھن یہ مسافتیں ہیں
میں جس کی راہوں میں بچھ گیا ہوں
اس کو مجھ سے شکایتیں ہیں
شکایتیں سب بجا ہیں لیکن
میں کیسے اس کو یقیں دلاؤں
جو مجھ کو جان سے عزیز تر ہے
اسے بھلاؤں تو مر نہ جاؤں
میں خاموشی کی انتہا میں
کہاں' کہاں سے گزر گیا ہوں
اسے خبر بھی نہیں شاہد
میں دھیرے دھیرے بکھر گیا ہوں.....''

اپنے نروٹھے میسج کے جواب میں زرغم کی طرف سے بھیجی گئی اس نظم نے بیلہ کے دل کی دنیا کو تہ و بالا کردیا تھا۔ اس وقت اس کے اکیلے پن کا احساس شدت سے ہونے لگا۔ اس وقت زرغم کو کسی بہت اپنے کی ضرورت ہے اور وہ دور ہے' دل اس کو تسلی دینے کے لیے مچلنے لگا۔ اس کے ساتھ کے لیے گڑگڑانے لگا۔ جذبات کے اس تلاطم سے گھبرا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئی' رات دھیرے دھیرے تاریکیوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔ چاند بھی اپنا سفر پورا کرچکا تھا' آسمان پر بکھرے چند ننھے تارے اس تاریک رات کو روشن کرنے کی اپنی سی کوشش میں ناکام ہورہے تھے۔

''زرغم لوٹ آؤ ناں پلیز.....'' رات کے پچھلے پہر اس کی سسکی کمرے میں گونجی لیکن زرغم تک نہ پہنچ سکی' دل اس کے ساتھ کے لیے تڑپنے لگا' فاصلوں کی سبیل کیسے پار ہو؟ یک دم ہی وہ الجھنوں اور بے چینیوں کے گرداب میں دھنستی چلی گئی۔

❁.....❁.....❁

وہ پھول جو برسوں سے ان کیاریوں میں لگے اپنی ناقدری پر خاموش تھے۔ جب جب بہار آئی ان کی کونپلیں بھی پھوٹیں' پھول بھی کھلے لیکن ان کے رنگ پھیکے رہے ان کے کھلنے پر پھر کسی نے گرم جوشی کا اظہار نہ کیا۔

برسوں بعد آج پھر لاکھانی لاج میں بہار آئی تھی۔ ویسی ہی خاموش بہار..... ویسی ہی بے زار کن' انہی پتھریلی آنکھوں نے اس کا استقبال کیا..... وہ کونپلیں جو سال بھر ترسی تھیں آج پھر اسی نفرت نے ان کو خوش آمدید کہا..... ہر چیز ابھی تک اس جادو کے زیر اثر تھی جو برسوں پہلے پھونکا گیا تھا۔ جن احساسات کو برسوں پہلے منجمد کیا گیا وہ آج بھی برف کی انہی تہوں کے نیچے دبے آنکھوں کو موندے آرام فرمارہے تھے۔ لیکن کب تک؟ کب تک کوئی یہ دھول نہ جھاڑتا؟ کب تک وہ پھولوں کی کیاریاں اپنے ٹھکرائے جانے کا غم مناتی رہتیں؟ آخر کب تک یہی سلسلہ جاری رہتا؟

اس صبح طلوع ہونے والے سورج کی کرنوں میں عجیب سی چمک تھی۔ چڑیوں کی چہچہاہٹ بھی انوکھی تھی'

ان کے شوروغل نے سب کو حیران کردیا تھا' لاکھانی لاج کے درودیوار پر قوس قزاح کے رنگ بکھر رہے تھے۔ یہ چہل پہل' یہ رونق' یہ ان دیکھی خوشی' ایک خوشگوار تاثر لیے سورج اپنی کرنیں پھیلاتا جارہا تھا۔ ''سویا ہوا محل'' میں سو سال بعد کسی شہزادے کی آمد پر جیسے ہرایک چیز حرکت میں آگئی تھی۔ وہی عالم اس لمحے لاکھانی لاج کا تھا۔ جادو کازور ٹوٹ چکا تھا۔

''زرغم عباسی واپس آگیا۔'' یہ وہ خبر تھی جس نے صبح صبح ہرفرد کے دل میں خوشی کی لہر دوڑادی تھی اور وہ اکیلا نہیں تھا' اپنے ساتھ اپنی پہچان بھی لایا تھا۔ اپنے ساتھ اپنی ماں کی خوشیاں بھی لایا تھا۔ بھلے وہ خوشیاں ماند پڑچکی تھیں' بھلے وہ بوڑھی ہوچکی تھیں' بھلے ہی ان پر وقت وحالات کی دھول جمی تھی لیکن یہ دھول محبت کے نرم ٹھنڈے میٹھے جھروکوں سے دھوئی جاسکتی تھی۔

''قمر عباسی......'' لاکھانی لاج کے ہال میں سب جمع تھے اور قمر عباسی لاغر وجود' شرمندہ نگاہیں لیے مجرم کی مانند کٹہرے میں کھڑے ہرایک فرد کی تلخ وطنزیہ نگاہوں کی زد میں تھے کہ علی الحسن نے اس خاموشی کو توڑا۔

''آپ کی آمد ان آنسوؤں' رسوائیوں اور ذلتوں و تنہائیوں کا مداوا نہیں کرسکتی جو آپ کی بدولت ہماری بہن کی قسمت میں لکھی گئی تھیں۔'' علی الحسن کی سپاٹ آواز ہال میں گونجی۔

''آج ہمارے پاس کوئی اختیار نہیں قمر عباسی' اگر سعیدہ آپ کو معاف کرتی ہے تو لاکھانی لاج کا ہرفرد دل سے آپ کو اپنائے گا' علاوہ ازیں ہمارے پاس کوئی رستہ نہیں۔'' علی الحسن...... فیصلے کا سارا اختیار سعیدہ کی جھولی میں ڈال کر خاموش ہوگئے۔

وہاں موجود ہرایک نفوس اب سعیدہ کے بولنے کا منتظر تھا' لیکن وہ سر جھکائے گہری سوچوں میں یوں ڈوبی تھیں جیسے وہاں موجود ہی نہ ہوں۔ کتنے ہی پل اسی انتظار میں بیت گئے' قمر عباسی اپنی سزا سننے کے منتظر تھے' زرغم بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا' بلکہ اس کی بے چینی کو محسوس کررہی تھی' لیکن اس وقت وہ ایک لفظ نہ بول سکتی تھی۔

''بھائی صاحب میرے خیال میں ہمیں یہاں سے اٹھ جانا چاہیے ان کو گلے شکوے دور کرلینے کا اکیلے میں موقع دینا چاہیے۔'' مجید الحسن نے علی الحسن کے کان میں سرگوشی کی جس سے وہ متفق ہوئے۔

''تم یہیں رکو زرغم......'' آہستہ آہستہ ہرایک فرد وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ جب چند پل کی خاموشی کے بعد سعیدہ

آس

یہ سچ ہے
گزرتے وقت
اوران لمحوں نے
جو بیت گئے
مری جھولی میں
اشک' آہیں' تنہائیاں
ہی بھری ہیں
مگر میں......
صبر کے دامن کو تھامے
صرف اس پل کے
رستے میں کھڑی ہوں
جس نے آکے میرے
تمام درد سمیٹنے ہیں
مرے جیون کی ساری تلخیوں کو
اکٹھا کرکے
اک کونے میں رکھنا ہے
اورمرے دل کی زمین پر
خوابوں' خواہشوں' خوشیوں کے
لاکھوں بیج بونے ہیں
میں اس اک پل کے
رستے میں کھڑی ہوں

نسیم سکینہ صدف...... ڈسکہ

اور قمر عباسی کے درمیان کوئی گفتگو نہ شروع ہوئی تو زرغم نے بھی وہاں سے جانے کی ٹھانی تو سعیدہ نے اس کو روک لیا۔ اس نے قمر عباسی کی طرف دیکھا جو ابھی تک اسی پوزیشن میں بیٹھے تھے۔

''تم اس شخص کو کس کی اجازت سے اس حویلی میں لائے ہو زرغم؟'' اس کے واپس اپنی جگہ بیٹھتے ہی سعیدہ سپاٹ لہجے میں بولی تو زرغم نے ان کی طرف دیکھا۔ جو کرخت تیوروں سے قمر عباسی کی طرف دیکھ کر اس سے استفسار کررہی تھیں۔

''کسی کی اجازت سے نہیں' اپنی مرضی سے لایا ہوں۔ ان کی اپنی مرضی کے بغیر..... '' زرغم اٹھ کر قمر عباسی کے پاس جا بیٹھا اور ان کے یخ بستہ ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

انہوں نے سر اٹھا کر اس کو دیکھا تو ان کی آنکھوں سے جھانکتی بے بسی پر اس کا دل کٹ کر رہ گیا۔ اس نے سعیدہ کو دیکھا جو ضبط کی آخری حدوں کو چھو رہی تھیں۔

''اگر یہ آنا نہیں چاہتے تھے تو پھر کیوں لائے انہیں یہاں؟ کہہ دو ان سے کہ چلے جائیں یہاں سے..... آج مجھے ان کی ضرورت نہیں..... '' سعیدہ غصیلے' کرخت اور سپاٹ لہجے میں بولتی رخ موڑ گئی۔

''نہیں! آپ جھوٹ بول رہی ہیں مما۔'' زرغم نے ''مما'' پر زور دے کر کہا تو انہوں نے یک دم اس کی طرف دیکھا۔

''نہیں ہوں میں تمہاری مما۔''

''آج ہم سب کو ایک دوسرے کی ضرورت ہے مما..... آپ کے کہنے سے سچائی بدل نہیں جاتی۔ میں آپ کا بیٹا ہوں اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے۔ جس کو کوئی بھی نہیں جھٹلا سکتا۔'' زرغم اٹھ کر ان کے پاس آیا اور اس کے کندھوں پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر ان کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے بولا تو دوسرے پل وہ اس کے ہاتھ جھٹکتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''آج نہیں ہے..... مجھے کسی کی ضرورت نہیں ہے..... اب وقت گزر چکا ہے اور ضرورتیں بھی بدل چکی ہیں۔ اب ہم اکیلے رہنے کے عادی ہو چکے ہیں' ان سے کہو یہاں سے چلے جائیں۔'' ہر ایک کے دکھ پر دکھی ہونے والی سعیدہ اس لمحے انتہائی سفاکی سے رخ موڑ رہی تھیں۔

''یہ سچ نہیں ہے..... مجھے تو ضرورت ہے آپ دونوں کی..... '' زرغم ان کے سامنے جا کھڑا ہوا۔

''تم اب کوئی دودھ پیتے بچے نہیں جو تم کو اب ہماری ضرورت ہوگی۔'' سعیدہ ایک بار پھر تلخ انداز میں بولیں۔

''یہ واقعی سچ نہیں ہے سعیدہ بیگم' مجھے تب بھی آپ کے ساتھ کی آرزو تھی اور آج بھی آپ ہی کا ساتھ چاہیے۔'' قمر عباسی برسوں بعد بھی اسی دلربا انداز میں گویا ہوئے تو سعیدہ نے ان کی طرف پہلی بار نظر بھر کر دیکھا۔ بالوں میں چمکتے چاندی کے تار' تھکا تھکا انداز' جھکی نظریں' دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے میں پھنسائے بیٹھے تھے' ان کے ہر ایک انداز سے شرمندگی' ندامت اور پچھتاوا ظاہر ہو رہا تھا۔ سعیدہ کا دل ان کی اس حالت پر کٹ کر رہ گیا' لیکن وہ بھی کیا کرتیں؟ ایک کڑا وقت گزارا تھا اس نے بھی' لیکن..... وہ تب نہ آئے پھر جب سب ٹھیک ہوا تو قمر کے پیغامات بھی آنا شروع ہوئے تھے جن کو علی الحسن نے رد کیا تھا آج ایک لمبی مدت کے بعد وہ پھر آگئے۔

''مما معاف کردیں پاپا کو' آپ کی طرح انہوں نے بھی بن باس ہی کاٹا ہے' آپ کے ساتھ تو سب تھے لیکن انہوں نے تن تنہا بغیر کسی سہارے کے یہ سفر کاٹا ہے۔'' بالآخر زرغم نے مداخلت کی۔

''مما..... اس سب میں نہ آپ کا قصور تھا اور نہ ہی پاپا کا' دوسرے لوگوں نے آپ دونوں کے درمیان فاصلوں کو بڑھایا..... پلیز مما اب بس یہ جنگ ختم کریں' اپنے لیے نہ سہی' میرے لیے ہی سہی' مجھے لاوارثوں کی طرح جینے سے بچا لیں پلیز..... '' زرغم ان دونوں کے سامنے ہاتھ جوڑتا' آنسو بہاتا ان کی منتیں کررہا تھا۔ اپنے لیے ایک مضبوط سہارے کی کوشش میں لگا تھا لیکن سعیدہ اور قمر

عباسی دونوں ہی خاموش تھے' زرغم کچھ دیر وہاں رکا اور پھر لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہال کا دروازہ عبور کر گیا۔ تو ان دونوں کی نظروں نے اس کا تعاقب کیا' دوسرے لمحے ان کی نظریں ملی تو دلوں کے تار بھی محبت کی تال پر جھومنے لگے' وہ محبت جو غلط فہمی کی اوٹ میں منہ چھپائے بیٹھی تھی نفرت و غلط فہمی کے بادل چھٹتے ہی پھر سے انگڑائیاں لینے لگیں۔

''یہ کیا حالت بنا رکھی ہے آپ نے......'' سعیدہ دھیمی رفتار میں قدم اٹھاتی ان کے پاس جا رکی اور بھرائی آواز میں فکر مندی سے گویا ہوئی۔

''تم نہیں تھیں ناں اس لیے.....'' اس کی طرف دیکھتے' مدھم مسکان کے ساتھ بولے۔

''مجھے معاف کردو سعیدہ' میری نااہلی کی وجہ سے......''

''نہیں آپ کی کوئی غلطی نہیں' حالات ہی اس طرح کے تھے کہ ہم ایک دوسرے کا ساتھ نہ نبھا سکے۔'' ان کی بات کاٹ کر سعیدہ صلح جو شگفتہ لہجے میں بولتی باہر کھڑے زرغم کو مطمئن کر گئیں۔

غلط فہمیوں کو جتنا بڑھایا جائے وہ بڑھتی ہی چلی جاتی ہیں۔ دو لوگوں کے درمیان جب باہر کے لوگ انوالو ہونے لگتے ہیں تو اس رشتے کی ڈور ان کے ہاتھوں میں چلی جاتی ہے اور پھر وہ اپنی سوچ اور سمجھ سے ہینڈل کرواتے ہیں اور پھر وہاں پیار و محبت کی بجائے نفرت کی دیواریں بلند ہونے لگتی ہیں' دوریاں ان کا مقدر بن جاتی ہیں' یہی کچھ سعیدہ اور قمر عباسی کے ساتھ بھی ہوا تھا۔ لیکن اب...... اب نہ وہ وقت تھا' نہ وہ حالات اور نہ ہی درمیان میں دوریاں پیدا کرنے والے لوگ...... اب صرف وہ دونوں تھے......اور دونوں پھر سے عہد و پیمان باندھ رہے تھے۔ پھر سے ساتھ نبھانے کی قسمیں کھا رہے تھے۔

زرغم کچھ دیر وہاں کھڑا رہا اور پھر سرشار سا وہاں سے بھاگا اور سب کو یہ خوش خبری سنانے کے لیے علی الحسن کے کمرے کا رخ کیا جہاں سب منتظر بیٹھے سعیدہ کے فیصلے کا انتظار کر رہے تھے۔

زندگی کیا ہے؟

- زندگی بند کلی ہے جسے کھلنے اور مرجھانے میں دیر نہیں لگتی۔
- زندگی کتاب ہے جس کے ورق پلٹنے اور بند ہونے میں وقت نہیں لگتا۔
- زندگی شمع ہے جو جلتے جلتے آخر کار بجھ جاتی ہے۔
- زندگی قلم ہے جس کی سیاہی ختم ہو جاتی ہے۔
- زندگی چاند ہے جو موت کی آغوش میں چھپتی ہے۔
- زندگی سایہ ہے موت کا۔
- زندگی امانت ہے خدا کی۔

فیاض اسحاق مہانہ...... سلانوالی

❁......❁......❁

''مما آپ کیوں نہیں سمجھ رہی ہیں' یہ سب ناممکن ہے۔'' زرغم راہداری سے گزرتا علی الحسن کے کمرے کی طرف جا رہا تھا کہ ساریہ کے کمرے سے آتی آواز پر ٹھٹک کر رک گیا۔

''اس کا مطلب ساریہ اور فاطمہ آنٹی سب کے ساتھ نہیں ہیں۔'' پرسوچ انداز میں خود کلامی کرتے وہ علی الحسن کے کمرے کی بجائے ساریہ کے کمرے کے دروازے پر ناک کرتا اندر بڑھا تو وہ دونوں چونک اٹھیں۔ فاطمہ بیڈ پر منہ پھلائے بیٹھی تھیں اور ساریہ ان کے پاس نیچے بیٹھی ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے ان سے کچھ کہہ رہی تھی کہ زرغم کے اندر داخل ہوتے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔ فاطمہ نے بھی پہلو بدل کر رخ دوسری طرف پھیر دیا۔ زرغم معاملے کی نوعیت سمجھ تو گیا تھا پھر بھی آگے بڑھا۔

''کیا بات ہے......اور آپ لوگ یہاں اکیلی کیوں بیٹھی ہو؟'' وہ ان کے پاس آ کر رکا تو فاطمہ نے اس کی طرف دیکھا۔

''کچھ نہیں جاؤ تم یہاں سے اب کیا لینے آئے ہو؟''

وہ ناگواری سے تلخ لہجے میں بولتی اس کو حیران اور ساریہ کو شرمندہ کرگئی۔

"مما خاموش رہیں آپ پلیز...... زرغم تم چلو تایا ابا کے کمرے میں چلتے ہیں۔ رہنے دو ان کو اکیلے۔" ساریہ زرغم کو کہتی باہر کی جانب بڑھنے لگی۔

"تم جاؤ میں آنٹی کے پاس ہوں' ان کو لے کر آتا ہوں۔" زرغم کے جملے پر ساریہ نے پلٹ کر اس کو دیکھا تو اس نے اشارے سے اس کو تسلی دی تو وہ وہاں سے نکل گئی۔

"کیا بات ہے آنٹی...... ساریہ کیا کہہ رہی تھی آپ سے؟ اور آپ مجھ سے کیوں خفا ہیں؟" ساریہ کے باہر نکلتے ہی وہ ان کے پاس آبیٹھا۔

"ہمیشہ میں ہی کیوں؟ میرے ساتھ ہی کیوں زیادتی کی علی الحسن نے؟" ان کے صبر کا پیمانہ چھلکنے لگا۔

"کیوں کیا ہوا؟" زرغم ان کے لب و لہجے پر ٹپٹا گیا۔

"تمہاری شادی صرف اور صرف ساریہ سے ہوگی۔ تم ایسا ہی کرو گے ناں؟ میں اپنی بچی کو ایسے نہیں دیکھ سکتی' میں جانتی ہوں ٹھکرائے جانے کا غم کتنا بڑا ہوتا ہے' روح تک کو گھائل کردیتا ہے لیکن زخم نظر نہیں آتے......" وہ اس کی طرف مڑی اس کا ہاتھ پکڑے عجیب ہذیانی ہو رہی تھیں' زرغم ان کی بے سروپا فرمائش پر ہکابکا ان کو دیکھے گیا۔

"بولو ناں تم ایسا ہی کرو گے ناں؟" وہ اپنے ہاتھ چھڑا کر دونوں ہاتھوں سے اس کا چہرہ تھام کر پھر سے گویا ہوئیں۔

"یہ پانی پئیں آپ۔" دوسرے لمحے وہ خود کو نارمل کرتا ان کے ہاتھ اپنے چہرے سے ہٹاتا گلاس میں پانی ڈال کر ان کو پلا رہا تھا۔

"آنٹی آپ خود سوچیں کیا یہ صحیح ہے؟ کیا ساریہ اس بات سے خوش ہوگی کہ آپ نے منتیں کرکے مجھے اس کے لیے مانگا ہے؟" وہ دھیمی آواز میں ان سے بولنے لگا تو ان سے برداشت نہیں ہوا اور وہ زار و قطار آنسو بہانے لگیں۔

"آنٹی آپ خود سوچیں جو رشتے دل سے جوڑے جاتے ہیں وہ پائیدار ہوتے ہیں کہ جو ضد سے جوڑے جاتے ہیں وہ؟" وہ ان کے آنسو صاف کرتا پھر بولا تو وہ بھیگی پلکوں سے اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

"آنٹی آپ کے ساتھ کسی نے کوئی ناانصافی نہیں کی' جو کچھ بھی ہوا ہے وہ آپ کی اپنی ہی ضد کی وجہ سے ہوا ہے۔ اگر اس وقت آپ حالات سے سمجھوتا کرلیتی تو آج آپ اپنی ناقدری کا رونا نہ رو رہی ہوتیں اور آج پھر آپ اپنی ضد کی وجہ سے ساریہ کو فاطمہ بنا دینا چاہتی ہیں؟" وہ خاموشی سے اس کو دیکھے جارہی تھیں۔ آج پہلی بار کوئی انہیں آئینہ دکھا رہا تھا' سچ واقعی ہی کڑوا ہوتا ہے' لیکن اس کو سن لینا بعض دفعہ کارآمد ثابت ہوسکتا ہے۔

"دیکھیں آنٹی یہ قسمت کے فیصلے ہوتے ہیں۔ ساریہ کے لیے یقیناً کچھ اچھا ہوگا' لیکن اس کے لیے آپ کو اپنی ضد چھوڑنی ہوگی۔ ساریہ کو شرمندہ نہ کریں۔ وہ سمجھدار اور پڑھی لکھی ہے کوئی اس کو ٹھکرا نہیں رہا...... نہ ہی کسی نے آپ کو ٹھکرایا تھا۔ یہ دل کے معاملے ہوتے ہیں آنٹی۔ جن کو بروقت سمجھ لینے میں ہی سب کی بہتری ہوتی ہے۔ اور میں......"

"بس زرغم...... مجھے معاف کردو۔" شاید یہ لمحہ آگہی کا تھا فاطمہ' زرغم کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی ندامتوں میں گھری اپنے کیے کی معافی مانگنے لگیں تو زرغم نے ان کی طرف دیکھا' آنسوؤں سے تر آنکھیں' بالوں میں چمکتی سفیدی' چہرے پر ندامت' ماتھے پر شرمندگی کی جھریاں' کتنا وقت گزر گیا۔ فاطمہ نے کون سی خوشی دیکھی؟ زرغم سوچ کر رہ گیا۔

"نہیں آنٹی معافی کی ضرورت نہیں۔" زرغم کو ان پر ترس آنے لگا۔

"چلیں آنٹی بہت اکیلا رہ لیا آپ نے' آج سے آپ بھی سب میں شامل ہوں گی اور......"

"نہیں...... میں ٹھیک ہوں۔" وہ اس کی بات کاٹتی ہوئی ہوئی بولیں۔

''ٹھیک ہوتی ناں تو میں یہاں رکتا ہی نہیں' جب مما' پاپا کو معاف کرسکتی ہیں تو انکل آپ کو کیوں نہیں؟ بس چلیں آپ۔'' زرغم بضد لہجے میں بولتا' ان کے نہ نہ کرنے کے باوجود ان کو لیے علی الحسن کے کمرے کی جانب بڑھتا چلا گیا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

''مبارک ہو بھئی مبارک ہو۔'' جب زرغم علی الحسن کے کمرے میں داخل ہوا تو سعیدہ اور قمر عباسی پہلے سے موجود تھے۔

''تم کہاں رہ گئے تھے؟'' اس کو دیکھتے ہی علی الحسن اٹھ کر اس کی طرف لپکے لیکن اس کے پیچھے کھڑی فاطمہ کو دیکھ کر ان کی گرم جوشی ماند پڑنے لگی' ساریہ نے سر جھکائے کھڑی فاطمہ کو دیکھا تو حیرت زدہ زرغم کو دیکھتی اٹھ کر ان کے پاس پہنچی۔ بیلہ وہاں سے نکلتی چلی گئی اور کسی نے نوٹ کیا یا نہیں لیکن زرغم کی نظروں سے اس کا اس طرح اٹھ کر چلے جانا بری طرح کھٹکا۔

''خیر اس سے تو نمٹ لوں گا' پہلے ان سب کو تو سدھار لوں۔'' دھیمی مسکان کے ساتھ وہ خود کلامی کرتا ہوا فاطمہ کا ہاتھ پکڑے مجید الحسن کے پاس جا رکا تو انہوں نے خشمگیں نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

''جب ساری کڑوی کسیلی گرہیں کھل کر راہوں کو ہموار کررہی ہیں تو اس کونے میں بل کیوں رہیں؟'' فاطمہ کو ان کے ساتھ بٹھاتے ہوئے زرغم' مجید الحسن کو دیکھتے ہوئے بولا۔ جن کی پیشانی پر ناگوار سلوٹوں سے گھبرا کر فاطمہ نے زرغم کو دیکھا اور دور کھڑی ساریہ ساکت وششدر نظروں سے ان تینوں کو ہی دیکھ رہی تھی۔

''انکل بعض دفعہ غلطی اتنی بڑی نہیں ہوتی جتنی طویل اس کی سزا ہوتی ہے لیکن ہر مسئلے کا کوئی نہ کوئی حل ضرور ہوتا ہے لیکن یہ تب ہی ممکن ہوسکتا ہے جب ان کی دیواروں کو گرا کر ان الجھی ڈوروں کو سلجھانے کی کوئی سبیل نکالی جائے۔'' زرغم بولا تو مجید الحسن نے اس کی طرف دیکھا۔

''انکل ادھر دیکھیں......'' زرغم نے سعیدہ اور قمر عباسی کی طرف اشارہ کیا جو کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔ ان کے چہرے آسودہ مسکان سے کھل رہے تھے۔ مجید الحسن کی نظر ساریہ پر پڑی جو حسرت بھری نظروں سے سعیدہ اور قمر عباسی کو دیکھے جارہی تھی۔

''پاپا کی غلطی زیادہ بڑی تھی انکل کہ وہ سب کچھ چھوڑ کر چلے گئے...... پھر بھی آج مما نے ان کو معاف کردیا' تو کیا آپ اور آنٹی ایک نئی زندگی کی شروعات نہیں کرسکتے...... اپنی بیٹی کو تحفظ نہیں دے سکتے...... اس کی حسرتوں کو نہیں مٹاسکتے...... بولیں انکل......؟'' زرغم بضد ہوا تو مجید الحسن نے اثبات میں سر ہلاتے اس کو پیار کرنے لگے۔

ساریہ بھیگی پلکوں کے ساتھ مسکراتی ان کی طرف بڑھی اور فاطمہ اور مجید الحسن کے پیچھے جا کھڑی ہوئی۔

''ساریہ دیکھا ہیرو کا کمال......'' مجید الحسن فاطمہ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ زرغم شرارت سے بولا تو سب مسکرانے لگے۔

''ہیرو اب ذرا اپنی ہیروئن کی بھی خبر لے لو ادھر معاملہ گڑبڑ ہوا پڑا ہے۔'' ساریہ کب باز آنے والی تھی۔ اسی کے

تیرے بن عید

ایک اور عید
آج میں گزاروں گی تنہا
آج پھر میں چاند رات کو
ہجر یار کے تارے کے ساتھ
تیری یاد میں
محبت کا دیا اک جلاؤں گی
آج پھر بن تیرے
عید یوں مناؤں گی
میں بھی اس دیے کی مانند
چپ چاپ' جلتی جاؤں گی
دھیرے دھیرے سلگتی جاؤں گی

یاسمین اقبال...... سنگھ پورہ' لاہور

انداز میں شرارت سے بولی تو وہ اس کو گھورتا اٹھ کھڑا ہوا۔

''کہاں جارہے ہو؟'' ساریہ مسکراہٹ دباتی اونچی آواز میں بولی۔

''اپنی ہیروئن کو لانے یہ نہ ہو واقعی معاملہ گڑبڑ ہوجائے۔'' وہ بھی شوخ وشرارت سے بولتا باہر کی طرف بڑھا تو سب کے قہقہے نے اس کا پیچھا کیا۔

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ ہاتھ باندھے کھڑکی کے آگے کھڑی باہر پھیلی چاندنی پر نظریں جمائے کھڑی تھی' زرغم اس کے مقابل آ کھڑا ہوا تو باہر چمکتا چاند اس کی نظروں سے اوجھل ہونے لگا۔ اب اس کے وجود پر چاند کا نہیں زرغم کا سایہ تھا۔ وہ ٹکٹکی باندھے یونہی کھڑی دیکھتی رہی۔

''تو اب ان ہاتھوں پر میرے نام کی ہی مہندی لگے گی۔'' مدھم فسوں خیز سرگوشی کے ساتھ اس کے گرم ہاتھ کا لمس اس کا دل دھڑکا گیا۔

''مل گئی فرصت۔'' ہاتھ چھڑا کے قدرے فاصلے پر ہوتے وہ نروٹھے لہجے میں بولی۔

''یہ تو خالصتاً بیویوں والا سوال ہے۔'' بلند قہقہے کے ساتھ معنی خیز بات پر بیلہ ٹپٹا کر رخ موڑ گئی۔

''جاؤ اب کوئی ضرورت نہیں آپ کی۔''

''اچھا...... سچ بول رہی ہو کیا۔'' وہ ہنستا ہوا شریر لہجے میں بولا۔

''جی ہاں سچ۔''

''تم جھوٹ بول رہی ہو' یہ چاند گواہ ہے کہ تم میرے لیے روئی ہو' یہ آنکھیں زرغم عباسی کے لیے جاگی ہیں۔'' وہ دھیمی مسکان کے ساتھ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مدھم فسوں خیز لہجے میں بولا۔

''ز...... زرغم۔''

''جھوٹ بولنا نہیں آتا تو کیوں بولتی ہو؟ یہ آنکھیں ان لبوں سے نکلے لفظوں کا ساتھ دینے سے انکاری ہیں بیلہ لاکھانی تو کیوں؟ یہ ظلم کیوں......؟'' وہ اس کے قریب کھڑا سرگوشی کررہا تھا۔ اس کے جسم سے اٹھتی خوشبو' سانسوں کی مہکار' معنی خیز انداز' یہ قربت بیلہ کے اوسان خطا کردینے کو کافی تھے۔ کچھ پل یونہی خاموشی میں گزر گئے۔

''ویسے میرا خط پڑھا تھا۔'' زرغم کو یک دم ہی یاد آیا تھا۔

''خط...... وہ خط تھا...... میں جارہا ہوں' جلدی واپس آؤں گا...... سوری اس وقت موڈ آف تھا اس لیے غصے سے بات کی' پھر ملاقات ہوگی' بہت جلد ان شاء اللہ۔'' وہ تیوری چڑھا کر اس کے خط میں لکھی عبارت اس کو سنا رہی تھی۔ تو وہ ہنستا چلا گیا۔

''مجھے رومانٹک خط لکھنے نہیں آتے ناں اس لیے ایسا تھا۔'' وہ مسکراہٹ دبائے ہوئے اب اس کو چھیڑ رہا تھا۔

''میں نے یہ کب کہا کہ روما...... بھاگو زرغم یہاں سے نہیں تو......'' بات کرتے کرتے بیلہ نے اس کی طرف دیکھا جو آنکھوں میں شوخی وشرارت لیے اس کو دیکھ رہا تھا' تو یک دم ہی وہ پاس رکھے کشنز میں سے ایک کشن اٹھاتے اس کی طرف بڑھی تو اس سے پہلے کہ وہ اس بوچھاڑ کی زد میں آتا' ہنستا ہوا بھاگ کھڑا ہوا...... تو وہ کشن واپس رکھتے ہوئے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ اس کے چہرے پر پھیلی آسودہ مسکراہٹ اس کے دل کے اطمینان کو ظاہر کررہی تھی۔

'لاکھانی لاج' ایک بار پھر اپنی رونقوں کے حصار میں تھا' جو برسوں پہلے اس کا حصہ تھیں۔ ایک بار پھر بہار اپنے جوبن پر تھی...... چڑیوں کی چہچہاہٹ میں شوخی تھی' اور پھولوں سے نکلتے ست رنگی لشکاروں سے آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔

❁

اداسیوں کی شام اور یادوں کا یہ سماں
اپنی پلکوں پہ ہرگز ستارے نہ لائیں گے
رکھنا سنبھال کے چند خوشیاں میرے لیے
میں لوٹ آؤں گا تو پھر عید منائیں گے

اس نے کہیں پڑھا تھا کچھ لوگ اپنے مقدر میں تنہائی اور ہجر لکھوا کر دنیا میں آتے ہیں اور پھر ساری عمر مختلف حیلے بہانوں سے ان پر مہریں ثبت ہوتی رہتی ہیں۔ ان کی آرزوئیں، امنگیں، خواہشیں کبھی تکمیل نہیں پاتیں، کبھی منزلیں رستہ کھو دیتی ہیں تو کبھی راستے ہی بے منزل ہو جاتے ہیں۔ آج اسے یہ بات حرف بہ حرف درست معلوم ہو رہی تھی نہ صرف یہ بلکہ اس نے خود کو بھی انہی لوگوں کی فہرست میں کھڑا پایا۔ کوئی ڈھائی برس کی عمر میں ننھی مریم ماں کی ممتا سے محروم ہوگئی تھی اس کی خالہ کے بہت اصرار پر اس کے والد اسے ان کی گود میں ڈال کر اس کی تمام تر ذمہ داریوں سے بری الذمہ ہو کر انگلینڈ جا بسے تھے جہاں انگریز خاتون سے شادی کرنے کے بعد وہ تقریباً اس سے لاتعلق ہو چکے تھے۔ خالہ کے تین بچے تھے دو بیٹیاں نرما، فرحین اور ایک بیٹا اسد۔ مریم کو جب انہوں نے اپنی گود میں لیا تو اس وقت نرما، فرحین کی عمریں آٹھ نو برس تھی جب کے اسد چھ برس کا تھا۔

عمر کے سولہویں برس میں ہی تقدیر نے مقررہ وقت پورا کر کے اسے حقیقتوں سے روشناس کرا دیا تھا اس نے پھر چپ سادھ لی، تنہائی کا خول اور بھی تنگ ہو گیا۔ جس کا سبب شاید اس کے حصے میں آنے والی صرف خالہ اور خالو کی محبت ہی تھی۔ اسد کی شروع سے ریزروڈ طبیعت اور نرما، فرحین کے رویوں میں ہمیشہ سے موجود سرد مہری کی وجہ اپنی حقیقت جان لینے کے بعد بخوبی اس کی سمجھ میں آ چکی تھی۔

بہن بھائیوں کا محبت بھرا ساتھ محسوس کیے بنا ہی وہ بچپن پیچھے چھوڑ کر جوانی کی دہلیز پر آ پہنچی تھی۔ اس نے محبت کے مفہوم کو اپنے ہی انداز میں سمجھا تھا۔ وہ محبت میں بٹوارے کی قائل نہ تھی جب کہ اس کے حصے میں ہمیشہ بٹی ہوئی محبت ہی آئی تھی۔ ہمیشہ سے اس نے ایک بھرپور محبت کی خواہش کی تھی۔ اس کی نظر میں اگر محبت انسان کو خود غرض بنا دیتی ہے تو یہ کچھ غلط نہ تھا، محبت ایسی ہو جس پر فقط اسی کا حق ہو اس بٹی ہوئی محبت اور تنہائی کے احساس نے اسے اپنے خول میں سمٹ کر رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

خالہ کی دونوں بیٹیاں بیاہی جاچکی تھیں ایک بیاہ کر توک جا بسی تھی جب کہ دوسری پاکستان میں رہائش پذیر تھی۔ اکلوتا بیٹا اسد میامی میں ایم ایس سی کررہا تھا جب کہ وہ خالہ کے ساتھ پچھلے پندرہ برس سے سعودی عرب میں رہ رہی تھی اور حال ہی میں انٹر کے امتحانات دے کر فارغ ہوئی تھی۔ ہمیشہ سے ہی اس کے پاس اس کی اداسی کی کوئی نا کوئی وجہ موجود ہوتی تھی مگر آج بھی وہ اس سبب کو سمجھنے سے قاصر تھی۔

❁ .... ❁ .... ❁

کل سے رمضان المبارک کا آغاز ہونے والا تھا کچھ دیر قبل ہی خالہ نے اسے اپنے پاس بلا کر بتایا تھا کہ تیرہویں روزے کو اسد جدہ آرہا ہے سب کے ساتھ عید کر کے لوٹے گا۔ انہوں نے کتنے مان سے کہا تھا۔

''تم میری سب سے پیاری بیٹی ہو میری خواہش ہے تم سدا میرے ساتھ رہو میرے قریب۔'' ان کی بات کا مطلب وہ اچھی طرح سمجھ چکی تھی۔ فیصلے کا اختیار انہوں نے اسی کو سونپا تھا لیکن اس کے جھکے سر اور خاموش لبوں سے انہوں نے اپنا من چاہا فیصلہ اخذ کرلیا۔ یہ جانا ہی نہیں کہ خاموشی محض اقرار کا ہی تو مظہر نہیں ہوتی کبھی کبھار خاموشیاں اپنے اندر کئی اعتراضات اور کتنے ہی شکوے سموئے ہوئے ہوتی ہیں۔ اس نے تقدیر کا یہ فیصلہ بھی چپ چاپ قبول کرلیا مگر دل میں خدا سے شکوہ کرنا پھر بھی نہ بھولی تھی اور پھر پَر لگا کر اڑتے وقت نے پتا بھی نہ چلنے دیا کب اسد آیا اور بیسویں روزے کو ہی چپکے سے وہ اسد حمید کے ساتھ منسوب کردی گئی۔ کئی لمحے اس نے انگلی میں موجود اسد کے نام کی انگوٹھی کو بے یقینی سے تکتے ہوئے گزار دیئے تھے۔

خالہ جان نے افطار کے بعد مختصری تقریب میں منگنی کا اہتمام کیا تھا۔ اس نے بارہا کالج میں اپنی دوستوں سے سنا تھا کہ منگنی سے شادی تک کا عرصہ کسی بھی لڑکی کے لیے خوب صورت ترین عرصہ ہوتا ہے۔ جس میں چاہت کے بوئے ہوئے بیج سے اعتبار کی سینچ پا کر محبت کا پودا پروان چڑھتا ہے۔ کسی کے ہوجانے کا احساس ہواؤں میں اڑاتا ہے مگر اسے تو ایسی کسی کیفیت کا احساس نہیں ہوا۔ وہ بچپن سے ہی اسد سے دور رہی تھی جس میں اس کی خاموشی اداسی اور اسد کی کم گو فطرت کا حصہ تھا۔ جس شخص سے کھل کر بات کرنا اسے کسی محاذ سے کم نہ لگتا تھا اب اسی کے ساتھ ہی عمر گزارنی تھی یعنی یہاں بھی سمجھوتا ہی کرنا پڑا بھرپور محبت تو اب بھی کہیں نہیں تھی۔

خالو جان کی مصروفیت کے باعث ان کا عمرے کے لیے جانا ممکن نہیں ہو پا رہا تھا اب جب کہ اسد بھی آچکا تھا اور آخری عشرے میں عید کی تعطیلات کا آغاز بھی ہوچکا تھا سو مکہ معظّمہ کے لیے روانگی ممکن ہوئی۔

عشاء کی نماز سے کچھ دیر قبل ہی وہ طواف مکمل کر کے صفا مروہ کی جانب چل دیئے ابھی ایک ہی چکر مکمل کیا تھا کہ عشاء کی اذان کانوں میں پڑی دو چکر مکمل کرلینے کے بعد انہوں نے باجماعت نماز ادا کی۔ عشاء کے فرض کے بعد تراویح کا اہتمام نہیں ہوا تھا جس سے ظاہر ہوگیا تھا کہ اگلے روز عید ہوگی اور وہ من ہی من میں سعودی حکومت کے ہر بار آخری روزہ کھائے جانے کی عادت کو کوسنے لگی۔ ابھی تو اسے اپنے عید کے جوڑے پر لیس بھی لگانی تھی۔

''یا اللہ گھر پہنچتے پہنچتے بارہ تو بج ہی جائیں گے اور پھر عمرے کی تھکاوٹ ایسے میں بھلا کہاں ممکن ہو پائے گا ساری تیاری کرنا۔'' مریم نے نگاہیں آسمان کی جانب اٹھا کر ایک اور شکوہ جڑ دیا۔ پانچ چکر مکمل کرلینے کے بعد خالہ اور خالو کچھ دیر کو ستانے کی غرض سے رک گئے جب کہ مریم اور اسد نے سعی جاری رکھی۔ حلق کے بعد مریم باب عبدالعزیز کی جانب چل دی یہ دیکھے بنا کہ کسی اور نے بھی اس کی پیروی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس پرنور گھر کے گوشے گوشے میں بے حد سکون اور سحر سمایا ہوا تھا کہ یہ سحر و سکون یہاں آنے والے تمام مسلمانوں کو دنیا سے بے خبر کر کے کسی اور ہی جہاں میں لے جاتا ہے۔ خانہ کعبہ کے دروازے کے عین سامنے بنی سیڑھیوں کے ٹھنڈے ٹھنڈے فرش پر بیٹھ کر خانۂ خدا کو تکتے رہنا اسے بے حد پسند تھا کتنی ہی دیر تک

دل میں ڈھیروں عقیدت و محبت لیے وہ کعبہ شریف کو تکتی رہتی اور زبان پر دعا اور درود جاری رہے۔

اس وقت وہاں بیٹھ کر اس نے اپنے شکوؤں کی فہرست اپنے خالق کے سامنے رکھ دی' ساڑھے سترہ برس کی اس لڑکی کی دانست میں وہ اپنے ربّ کی رحمت سے مایوس نہیں تھی' بس اسے کچھ شکوے تھے۔ نادان شاید جانتی نہ تھی کہ ربّ کریم و رحیم کی رحمت سے ناامید بندے کی زبان پر کسی بھی شکوے کی کوئی گنجائش نہیں رہتی وہ تو بس ہر حال میں اپنے خالق سے آس لگائے بیٹھا رہتا ہے۔ خاموش زبان پر شکوے جاری تھے جب اس سے چھ سات قدم کے فاصلے پر بنے ستون کے ساتھ ایک پینتیس سالہ خاتون بیساکھیوں کے سہارے چلتی وہاں آ بیٹھی۔ چہرے کے خدوخال سے مصری معلوم ہوتی تھی' مریم نے کچھ دیر کو توجہ خاتون کی جانب مبذول کی۔ خاتون کے دونوں پیر ٹخنوں سے غائب تھے جسے دیکھ کر مریم کے دل میں بہت کچھ ٹوٹ گیا۔ خاتون کے چہرے پر اسے بلا کا سکون دکھائی دیا۔ ہاتھ اٹھائے وہ ربّ العزت کی حمد و ثنا میں مصروف تھی۔ اس کی زبان سے نکلنے والے عربی الفاظ مریم خوب سمجھ سکتی تھی' کتنے دل سے وہ عورت اپنے خداوند کریم کی دی گئی نعمتوں کا شکر ادا کر رہی تھی۔ تشکر کے آنسو چہرے پر رواں تھے' اپنے پیروں سے محروم ہونے کے باوجود اس کی عاجزی میں کسی قدر کمی نہ دکھتی تھی' یکلخت ہی مریم کو احساس ندامت نے آ گھیرا' وہ اپنا محاسبہ کرنے لگی۔ ندامت کے گرم گرم آنسوؤں نے چہرے کے ساتھ ساتھ دل میں پڑے مایوسی کے غبار کو بھی دھو ڈالا تھا۔ اتھاہ گہرائیوں سے اس کی زبان پر اپنے ربّ کے حضور خطاؤں سے التجا کی بخشش جاری ہوگئی۔

رحمٰن الرحیم کے حضور سر جھکائے وہ مسلسل آنسو بہا رہی تھی جب نگاہوں کے سامنے مضبوط ہاتھ میں تھما زمزم سے بھرا ڈسپوزیبل گلاس پا کر جھکا سر اٹھالیا۔ سامنے اسد کو دیکھ کر آنکھوں میں امڈ آنے والا سیلاب حیرانیوں کے باعث تھم گیا' کتنی ہی دیر تک وہ پلکیں ہی نہ جھپکا سکی۔

''پہلے پانی پی لو پھر جی بھر کے دیکھنے کو عمر پڑی ہے۔'' اسد کی بات پر حیران مورت میں جنبش ہوئی اور ہاتھ بڑھا کر اس نے گلاس تھام لیا۔ وہ پہلی سیڑھی پر بیٹھی تھی جب کہ اسد اس کے برابر میں دوسری سیڑھی پر بیٹھ گیا۔ دو گھونٹ پی لینے کے بعد دوبارہ گلاس اس کے ہونٹوں سے نہ لگا' اسد اس کے بھیگے چہرے کو حصار میں لے کر آہستہ سے گویا ہوا۔

''کیا میں جان سکتا ہوں بلکہ اب تو جاننے کا حق بھی رکھتا ہوں کہ میری ہونے والی شریک حیات کس سبب اتنا قیمتی خزانہ لٹا رہی ہے؟'' اسد کی بات سن کر اس کے دل میں انتشار سا برپا ہوگیا وہ بھلا کہاں اسے مخاطب کرتا تھا اور آج جب ایسا ہوا تھا تو رشتے کی نوعیت الگ تھی' خدا کے گھر میں بیٹھ کر جھوٹ بولنے کے بجائے اس نے چپ سادھ رکھی۔ اسد ایک بار پھر گویا ہوا۔

''چلو یہ نہ سہی اتنا تو جان سکتا ہوں نہ جس کا نصیب میرے ساتھ جوڑا گیا ہے اس میں اس کی مرضی کس حد تک شامل ہے؟ کہنے کا مطلب یہ کہ کہیں تم......'' وہ بھلا کہاں یہ سب سوچتی تھی اسد کا جملہ ادھورا ہی رہ گیا۔ اس نے فوراً اس کی بات کاٹی تھی۔

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے دراصل کسی بھی قسم کے نئے رشتے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہونے میں وقت تو لگتا ہی ہے۔''

''تو پھر میں کیا سمجھوں وقت مکمل ہوا یا پھر ابھی مزید وقت درکار ہے؟'' اسد حمید نے کالی گھور آنکھوں میں تیرتے پانی اور چہرے کی معصومیت دیکھ کر مسکرا کر پوچھا کہ اسی معصومیت نے تو اس کا قرار چھینا تھا' اس سے کچھ جواب نہ بن پڑا سو ہنوز خاموش بیٹھی رہی۔

''اندازہ ہے مجھے تمہارے دل میں مجھے لے کر کئی سوالات ہوں گے اور ان کے جوابات جاننے کا تم حق رکھتی ہو۔'' اسد نے رک کر نظریں اس کے چہرے سے ہٹالیں اور گہرا سانس لے کر دوبارہ کہنے لگا۔

''ابھی جو تمہیں کہنے جا رہا ہوں اسے سننے کے بعد بھی اگر کوئی بات تمہیں پریشان کرے تو بے جھجک پوچھ لینا'

تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔" کچھ سوالات تو واقعی اس کے دل میں تھے جن کے جوابات جاننے کی منشا رکھتی تھی' جبھی پوچھ بیٹھی۔

"کیا کہنا ہے آپ کو؟"

"جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ گھر چل کر بھی بتائی جاسکتی ہے لیکن یہاں سے بہتر اور معتبر جگہ اور کیا ہوگی۔" کچھ دیر سانس لے کر پھر گویا ہوا۔

"مریم سچ کہنا تم نے اس رشتے کے لیے حامی کیوں بھری؟" اسد کے سوال نے اسے مشکل میں ڈال دیا تھا۔ کس قدر غیر معقول سی وجہ تھی اس کے پاس اور جھوٹ وہ بولنا نہیں چاہتی تھی مگر ایک سچ ابھی بھی اس کے پاس تھا۔

"خالہ جی نے مجھے بے حد محبت دی ہے' انہوں نے مجھ بن ماں کی بچی کو چاہتوں سے پالا ہے' ان کی خوشی کی خاطر ان کا کوئی بھی فیصلہ مجھے دل سے قبول ہے۔"

"تو گویا محض امی کی خوشی کے خاطر حامی بھر لی؟"

"آپ کیا جاننا چاہتے ہیں؟"

"یہی کہ اس رشتے میں تمہاری مرضی کس حد تک شامل ہے؟" اسد کے سوال پر وہ خاموش رہی اور یہی خاموشی اسے بے چین کررہی تھی۔

"جانتی ہو مریم! تم اسی روز ہی مجھے اپنے دل میں اترتی محسوس ہوئی تھیں جس روز حقیقت جان لینے کے بعد بھی کہ تم امی ابو کی سگی بیٹی نہیں ہو' کوئی ردعمل ظاہر نہیں کیا اور پھر نرم' فرحین کا رویہ بھی تمہیں دلبرداشتہ نہیں کرسکا۔ کبھی کبھار تو میں سوچ میں پڑ جاتا تھا کہ اس نازک سی لڑکی میں اتنا صبر کہاں سے آیا؟ ایسے میں میں نے سوچ لیا تھا زندگی کے سفر میں اگر ہمسفر تم ہوئیں تو زندگی سہل ہوجائے گی۔" اسد کی بات سن کر احساس ندامت نے ایک بار پھر گھیر لیا' جسے وہ اس کا صبر کہہ رہا تھا وہ تو اس کے خاموش زبان کے شکوے تھے' مایوسی تھی' یہی سوچ کر جھرنے ایک بار پھر بہنے لگے۔

"اگر اس سے تمہارے دل کو سکون ملتا ہے تو بہالو جتنے آنسو بہانا چاہتی ہو لیکن اس کے بعد ایک آنسو نہیں گرنے دوں گا' ان آنکھوں سے۔" کس قدر حق سے کہا تھا اس نے اور اسی حق کی تو وہ خواہاں تھی۔

"آسمان سے تارے توڑ لانے جیسے دعوے تو نہیں کروں گا' پر اتنا عہد ضرور کرتا ہوں کہ زندگی بھر کبھی بھی تمہیں میری چاہت میں کمی محسوس نہیں ہوگی اور زندگی بھر ساتھ نبھانے کا وعدہ تو اسی روز ہی کرلیا تھا جس روز یہ انگوٹھی پہنا کر تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنا بنالیا تھا۔" کچھ دیر قبل ہی اس نے رب کریم کے حضور بخشش طلب کی تھی اور جب اس نے اپنا توکل مضبوط کرلیا تھا تو خدا پاک نے بھی اپنا وعدہ پورا کردکھایا کیونکہ فیکون ہی اس پاک ذات کا کام ہے۔

مریم نے نظر اٹھا کر اردگرد موجود لوگوں کو دیکھا' خانہ کعبہ کا طواف کرتے کچھ ہاتھ بلند کیے ربّ کریم سے اس کی رحمت و بخشش کی بھیک مانگتے' کچھ مسکراتے اور کچھ ماہِ مبارک کی رخصتی کے باعث غمگین نظر آرہے تھے۔

"جائزہ مکمل ہوگیا ہو تو ایک نگاہ اپنے ہونے والے مجازی خدا پر بھی ڈال لیجیے۔" اسد کی بات پر وہ گلابی پڑ گئی' ہونٹوں پر ہلکا سا تبسم ٹھہر گیا اور فی الوقت اسد کے لیے یہی کافی تھا۔

"ہوں...... اب لگ رہا ہے کہ کل عید ہے۔" اب کہ وہ جھینپ گئی تھی' بے اختیار ہی دل خدا کے حضور سربسجود ہوگیا' اس کی وہ بھرپور محبت اب اس کے پاس تھی۔

"چلیں۔" اسد کی ہتھیلی اس کے سامنے تھی جس پر اس نے خاموشی سے اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ خدا پاک اپنے بندوں کو آزماتا ہے' کبھی غم دے کر اور کبھی بے انتہا خوشی دے کر اور جو اس آزمائش میں صبر و استقامت سے پورے اترتے ہیں تو پھر دنیا و آخرت کی خوشیاں ان کی منتظر ہوتی ہیں۔ دل کی تمام سچائیوں اور گہرائیوں سے اس نے اپنے ہمسفر کے ساتھ قدم بڑھادیئے' تاعمر ساتھ رہنے کے لیے اور آسمان پر چمکتے خوب صورت ہلال عید نے انہیں مسکرا کر مبارک باد دی۔

مجھے حکم اذاں ہے
اُم مریم

یونہی امید دلاتے ہیں زمانے والے
کب بنتے ہیں بھلا چھوڑ کر جانے والے
تو کبھی دیکھ جھلستے ہوئے صحرا میں درخت
کیسے جلتے ہیں وفاؤں کو نبھانے والے

گزشتہ قسط کا خلاصہ

وقاص کا یکسر بدلا ہوا انداز امامہ کو ورطہ حیرت میں مبتلا کر دیتا ہے اپنی بیٹی اور وقاص کے بدلاؤ کو لے کر وہ نہ صرف اسے معاف کر دیتی ہے بلکہ ان مشکل حالات میں وقاص کا بھی حوصلہ بڑھاتی ہے۔ بابا جان کے کہنے پر عباس فاطمہ اور بچوں کے ہمراہ حویلی آ جاتا ہے جہاں وہ اپنے گھر والوں کی فاطمہ سے محبت دیکھ کر اندر ہی اندر کڑھتا رہتا ہے ایسے میں اسے عریشہ کی یاد اور بھی زیادہ ستاتی ہے۔ دوسری طرف وقاص کے ہمراہ ایمان کی بجائے امامہ کو دیکھ کر وہ گنگ رہ جاتا ہے اماں جان مختلف رسموں کی ادائیگی کے بعد فاطمہ کو باقاعدہ اپنی بہو تسلیم کر لیتی ہیں خاندانی زیور اسے سونپ کر وہ اپنی خوشی کا اظہار کرتی ہیں ایسے میں عباس انتہائی مضطرب رہتا ہے۔ فاطمہ کے یہ زیورات ایک طرف رکھنے پر وہ اسے ڈپٹتا ہے کہ یہ تمام زیورات پہن کر رکھے اور اماں جان کو کسی بات کی بھنک نہ پڑنے دے وہ خود کنگن فاطمہ کی کلائی میں پہناتا ہے جبکہ فاطمہ اس عنایت پر حیران رہ جاتی ہے۔ امامہ کی بیٹی سے ملنے کی خاطر بابا جان لاریب کو بھی چلنے کا کہتے ہیں وہ وقاص کا سامنا نہیں کرنا چاہتی لیکن امامہ کی خوشی کے لیے بابا جان کی بات مان لیتی ہے۔ دوسری طرف سکندر کی لاتعلقی اور رابطہ نہ کرنے پر وہ انتہائی بے چین رہتی ہے سکندر کے والدین سے بھی رجوع کرتی ہے لیکن وہاں سے بھی سکندر کی خیر خبر نہیں مل پاتی۔ فراز اریبہ کی کوئی بات سننے پر آمادہ نہیں ہوتا ایسے میں سکندر اسے سمجھانے کی کوشش کرتا تو وہ اس کی بات بھی رد کر دیتا ہے۔ لاریب بابا جان سے ایمان کو معاف کر دینے کی بات کرتی ہے اسے لگتا ہے کہ ایمان اور اس کا عمل قدرے مشترک تھا لہٰذا بابا جان کو اسے بھی معاف کر کے حویلی میں آنے کی اجازت دے دینی چاہیے ایسے میں بابا جان اس کی بات سے اتفاق کرتے ایمان سے رابطہ کرنے کو کہتے ہیں لاریب انٹرنیٹ کے ذریعے ایمان تک رسائی حاصل کرنا چاہتی ہے ایسے ہی وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر سکندر کے متعلق بھی معلومات حاصل کرتی ہے۔ حویلی میں فاطمہ کو فوڈ پوائزن ہو جاتا ہے لیکن اماں جان اور دیگر افراد اسے کسی خوشخبری سے منسوب کرتے ہیں عباس فاطمہ کے اس عمل پر اسے انتہائی سخت سناتا ہے اور اس کی کردار کشی سے بھی باز نہیں آتا کچھ دیر میں جب اسے اپنے الفاظ کی سنگینی کا احساس ہوتا ہے تو وہ نرمی سے فاطمہ کو سنبھالتے اس سے معافی کا طلب گار ہوتا ہے۔ لاریب امامہ کی خوشی کی خاطر حویلی آتی ہے تو وہاں عباس کی بہن کے ذریعے اسے عباس اور فاطمہ کے بھی آنے کی اطلاع ملتی ہے۔ وہ لاریب کو سکندر کے حوالے سے طنزیہ باتیں سناتی ہے جس پر لاریب بھی سکندر کو لے کر اپنی پسندیدگی کا اظہار کر کے اسے حیرت میں ڈال دیتی ہے اور مزید یہ کہ وہ بہت اچھے اور کھاتے پیتے گھرانے کا چشم و چراغ ہے کہہ کر اسے بالکل خاموش کرا دیتی ہے۔ لاریب کی اس غلط بیانی پر امامہ اور بابا جان خاصے حیران رہ جاتے ہیں جب ہی اس کی ملاقات فاطمہ سے ہوتی ہے لیکن وہ اسے پہچان نہیں پاتی کیونکہ وہ عباس کے ہمراہ عریشہ کو دیکھ چکی تھی جب ہی وہ فاطمہ کے سامنے اس بات کا اظہار کرتی ہے جواب میں فاطمہ کا چہرہ زرد پڑ جاتا ہے اور وہ کوئی جواب دیئے بنا وہاں سے ہٹ جاتی ہے۔ جب ہی عباس کی نظر

لاریب پر پڑتی ہے اسے دیکھ کر وہ اپنے تمام گزشتہ رویوں کی اس سے معافی طلب کرتا ہے جبکہ لاریب کا دل چاہتا ہے کہ وہ سامنے کھڑے اس شخص سے اپنے ایک ایک پل کا حساب لے۔

(اب آگے پڑھیے)

❁ ...... ◉ ...... ❁

"مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے لاریب، مجھے یہ نہیں کرنا چاہیے تھا، پلیز معاف کردیں مجھے۔" عباس کی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

"آپ یہ سوچ کر دل پر بوجھ نہ لیں عباس، لاریب نام کی جس لڑکی کو آپ ٹھکرا گئے تھے اس کی شادی ہوچکی ہے۔" انداز سرد تھا۔

"یہ تو بہت اچھی خبر ہے میرے لیے، اللہ آپ کو ہمیشہ آباد رکھے۔" عباس واقعی ریلیکس ہوا تھا جیسے ذہن پر موجود کوئی بھاری بوجھ سرک گیا ہو۔

"آپ کو بھی مبارک ہو آپ کی دوسری شادی، میں آپ کی وائف سے یہی کہہ رہی تھی مگر وہ تو خوفزدہ ہوگئیں، شاید آپ دونوں کا یہ خیال ہے کہ یہاں اس راز سے کوئی واقف نہیں۔" عباس نے چونک کر اسے دیکھا۔ لاریب کے چہرے پر آگ سلگ رہی تھی عباس کے حواس سلب ہوئے اور ہونٹ سل کر رہ گئے۔ لاریب نے اس کی کیفیت کو پوری جزئیات سے محسوس کیا اور پھر بے ساختہ ہنس دی۔

"ارے آپ تو پریشان ہوگئے، میرا مقصد آپ کو پریشان کرنا نہیں تھا، میں آپ کی پوزیشن اور بھرم کو ہرگز خراب نہیں کروں گی۔" عباس کی خاموش نظروں میں اپنی جنونی آنکھیں گاڑھے وہ طنز سے باز نہیں آئی۔

"میں پریشان نہیں ہوں لاریب یہاں واقعی سب لاعلم ہیں، میں نے بتانا مناسب نہیں سمجھا۔" وہ اپنے ازلی پر اعتماد اور واشگاف انداز میں بات کررہا تھا جبکہ لاریب منجمد ہوتی جارہی تھی۔ اک لفظ مزید کہے بنا وہ واپسی کو مڑ گئی۔

❁ ...... ◉ ...... ❁

"شرجیل احمد میں چاہتا ہوں اس بار تبلیغی جماعت کے دورے میں تمہارا نام بھی شامل کرادوں۔" وہ لوگ کھانے میں مصروف تھے جب ابراہیم احمد نے اچانک اسے مخاطب کیا۔ شرجیل بری طرح چونکا۔

"میں......؟" اس نے انگشت شہادت سے اپنے سینے کی جانب اشارہ کیا تو آنکھوں سے واضح حیرانی مترشح تھی۔

"ہاں بالکل، کیا اس میں کوئی مضائقہ ہے؟" ابراہیم مسکرایا تھا مگر شرجیل کی حیرت تمام نہ ہوئی۔

"لیکن میں تو ابھی سیکھنے کے مرحلے میں ہوں ابراہیم احمد۔"

"تم مطالعہ سے بھی اتنا نہیں جان پاؤ گے شرجیل احمد جتنی تیزی سے تم اس دورے کے دوران دین کو جان پاؤ گے وہاں اجتماعات میں پوری دنیا سے اسکالرز جمع ہوتے ہیں میں سمجھتا ہوں تمہیں وہاں سیکھنے اور عمل کے مواقع زیادہ میسر آسکتے ہیں۔"

"تم بہت خوب صورت باتیں کرتے ہو، ابراہیم احمد۔"

"یہ اللہ کی عطا ہے۔ درحقیقت یہ ہمارے مذہب کی خوبصورتی ہے جسے اللہ نے اتنا خوب صورت مرتب کیا ہے کہ جو اسے جان لے مان لے وہ مسحور ہوئے بغیر رہ نہ سکے شرجیل احمد ہمیں اسی خوب صورتی کو انہی دلکش قوانین کو دنیا میں پھیلانا ہے یونو یہ خوب صورتی یہ دلکشی ہمارے پاس اللہ کی امانت ہے۔"

"میں ضرور چلوں گا تمہارے ساتھ ابراہیم احمد۔" اس کے لہجے میں استحکام تھا۔

❁ ...... ◉ ...... ❁

فراز نے کمرے میں داخل ہونے کے بعد لائٹس آن کیں۔ وہ بستر پر دراز ہوا تو بہت دنوں کے بعد دل کا درد تمام تر تنہائی کے احساس سمیت بڑھتا ہوا محسوس ہوا۔ یہ سچ تھا کہ وہ خود پر خول چڑھائے تھک گیا تھا۔ یہ غیر فطری زندگی جیسے ایک دھوکہ ہی تو تھا۔ ایسا دھوکہ جو وہ مسلسل خود کو دیے جارہا تھا اس نے ہونٹ بھینچے اور

آنکھیں سختی سے بند کرلیں۔

"سلمٰی بی بی چائے بنا کر لاؤ اور مما سے کہنا میرا سر دبا دیں بہت درد ہے۔" دروازہ کھلنے کی آواز پر وہ یونہی بند آنکھوں کے ساتھ بولا۔

جواب میں خاموشی طاری رہی، پھر کوئی اس کے سرہانے بادصبا کے جھونکے کی مانند آ کر بیٹھ گیا۔ اعصاب پر سحر طاری کرتی ہوئی مسحور کن خوشبو اور نرم ہتھیلی کا ماتھے پر اترتا ہوا ٹھنڈک بھرا دل فریب لمس فراز کو آنکھیں کھولنے پر مجبور کر گیا۔ اس نے ٹھٹک کر نظر گھمائی اور اریبہ کو روبرو پا کر اس کے اعصاب پر بجلیاں کوندنے لگیں۔

"تم......؟" وہ حلق کے بل چیختا ایک جھٹکے سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"نکل جاؤ یہاں سے۔" اس کے دھاڑنے سے اریبہ وحشت زدہ ہوگئی۔

"فراز...... میری...... بات......!" فراز کی نظروں کا دہکتا آتش فشاں اس کی زبان لڑکھڑا کر رکھ گیا۔

"اٹھو یہاں سے، دفع ہو جاؤ۔" فراز کے ہتک آمیز انداز میں بالکل کوئی گنجائش نہیں تھی مگر اریبہ آج بد دل ہونے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔

"آپ مجھے جو بھی سزا دینا چاہتے ہیں دے لیں مگر فراز مجھے معاف کر دیں مم...... میں......!" وہ ضبط کھو کر رو پڑی تو فراز کے تن بدن میں آگ دہک اٹھی۔ اس نے مشتعل ہوتے اس کے گال پر تھپڑ مار دیا۔

"تم نے سنا نہیں میں کیا کہہ رہا ہوں میں شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا تمہاری۔" اس کا انداز سخت جارحانہ تھا۔

"نہیں سنا، جان سے مار ڈالیں میں بھی اب مرنا چاہتی ہوں یہ سزا قبول نہیں ہے مجھے جو آپ دے رہے ہیں۔" وہ بھی جیسے حواسوں میں نہیں رہی۔ اس کا بازو پکڑ کر جھنجوڑتی ہوئی ہیجان زدہ آواز میں چیخنے لگی۔

"مجھے اس طرح اپنے قتل پر آمادہ کر کے تم چاہتی ہو میں تم سے نجات پا کر بھی نا آسودہ رہوں، اتنا شوق ہے تمہیں مرنے کا تو خودکشی کا کوئی حربہ کیوں نہیں آزمایا تم نے؟" اس نفرت نے اریبہ کو شاکڈ کر ڈالا۔ وہ سکتہ زدہ سی کھڑی آنسوؤں سے بھری آنکھوں سے اسے تکتی رہی۔

"آپ بالکل درست کہتے ہیں مجھے آپ کو یہ تکلیف نہیں دینی چاہیے۔" وہ بولی تو اس کی آواز ڈوبتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ لہجے میں ایسی حتمی اور قطعی کیفیت اتر آئی تھی جو کسی منطقی فیصلے پر پہنچ کر خود بخود الفاظ و لہجے میں جگہ پالیا کرتی ہے۔ فراز چونکا، اسے صاف لگا وہ کچھ ٹھان بیٹھی ہے۔ وہ کمرے سے جس تیزی سے نکلی تھی وہ انداز بے حد خطرناک تھا۔ فراز نہ چاہتے ہوئے اس کے پیچھے لپکا مگر جب تک وہ کچن میں اس کے پاس پہنچا وہ اس جنونی کیفیت کے زیر اثر تیز دھار چھری سے اپنا ہاتھ کاٹ چکی تھی۔ یہی نہیں اب وہ دوسرے ہاتھ کو بھی اسی طرح کاٹنے کی کوشش میں تھی مگر ہاتھ کا گہرا زخم چھری پر اس کی گرفت مضبوط ہونے نہیں دے رہا تھا۔ فراز تو جیسے دھک رہ گیا۔

"اریبہ......!" وہ زور سے چیخا اور تیزی سے لپک کر اس سے چھری چھیننی چاہی۔

"چھوڑو اسے، پاگل ہوگئی ہو تم؟"

فراز کے حواس بری طرح سے مختل ہو چکے تھے اریبہ بلک رہی تھی۔

"چھوڑ دیں مجھے...... مر جانے دیں۔"

فراز نے جیسے تیسے اس سے چھری چھین کر دور پھینک دی۔ اس کوشش میں وہ خود پسینوں پسینے ہو رہا تھا۔ اس کی نظر اریبہ کے زخم پر تھی جس سے پھوٹتا ہوا خون لمحوں میں اس کے گلابی لباس کو رنگین کرتا فرش پر بھی نقش و نگار بنا رہا تھا۔ فراز اس کی ذہنی حالت پر بری طرح بوکھلایا ہوا تھا اس پر ستم اس شور شرابے اور دھکم پیل سے صالحہ اور تائی ماں کی وہاں آمد ہو چکی تھی گویا مفت کا تماشہ لگ گیا۔ فراز کا بس نہیں چل رہا تھا کہ زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"اوہ...... ہو...... تو بے چاری شوہر کی محبت کو ترستی مظلوم لڑکی اب خودکشی کرے گی۔" صالحہ نے صورت حال کا جائزہ لینے کے بعد ٹھٹھا لگایا۔ فراز محض خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور اریبہ کی کلائی جکڑ کر اپنے ساتھ گھسیٹتا جو شاید

درد و تکلیف کے ساتھ مزاحمت کے دوران بھی ساری ہمتیں گنوا کر اب نڈھال نظر آ رہی تھی یوں جیسے کسی بھی پل بے ہوش ہو کر گر جائے گی۔

"اونہہ، ڈرامہ ہے سارا۔" تائی ماں نے ناک بھوں چڑھا کر حقارت کا اظہار ضرور سمجھا فراز نے دروازے سے نکلتے جلتی ہوئی آنکھوں سے ان کو دیکھا۔

"کوئی اور کام بھی ہے آپ لوگوں کو، ہر وقت کان آہٹوں پر لگائے بیٹھی رہتی ہیں کہ کون کیا کر رہا ہے۔" وہ اتنا اپ سیٹ اور غصیلا ہو رہا تھا کہ ان سے الجھنے کھڑا ہو گیا۔

"ارے جاؤ جاؤ، ہمیں آنکھیں دکھانے کے بجائے اپنے اور اپنی بیوی کے کرتوت ملاحظہ کرو جب تم تماشہ لگاؤ گے تو کسی کے دیکھنے پر پابندی بھی نہیں لگا سکتے۔ ویسے کہہ کیا دیا تم نے اپنی بیوی کو کہ یہ خودکشی پر ہی آمادہ ہو گئی۔" صالحہ کے جتلاتے ہوئے لہجے میں واضح تمسخر تھا فراز کا چہرہ تذلیل کے احساس سے بالکل سیاہ ہو گیا۔

اپنے دھیان میں اس جانب آتیں مما اس کی یہ حالت دیکھ کر دھک سے رہ گئیں۔

"کیا ہوا بیٹا؟ یہ..... اریبہ.....؟" ان کے چہرے پر خوف تھا۔

"ارے ہونا کیا ہے، جوانیاں نہیں سنبھالی جا رہی ہیں ان سے ذرا کسی کی بات بری لگی نہیں اور ہوئے نہیں اپنی جان کے دشمن۔" تائی اماں نے ہاتھ نچا کر بلند آواز سے طعنہ بازی کی۔ فراز ہونٹ بھینچے آگے بڑھ گیا۔ راہداری کے موڑ پر اپنے کمرے سے نکلتے سکندر کی نظر دونوں پر پڑی تو اسے جھٹکا لگا۔

"سکندر نبیل ہو گا اپنے کمرے میں اسے بلانا پلیز۔" فراز اس سے نظریں چرا کر اور اریبہ کو اٹھائے اپنے کمرے میں جا گھسا سکندر کا سکتہ بھی ٹوٹا تھا۔ تیز قدموں سے وہ نبیل کے کمرے کی جانب بھاگا تھا نبیل نے صورتحال کو سنا اور سرد آہ بھرتے ہوئے میڈیکل باکس کے ہمراہ فراز کے کمرے میں داخل ہو گیا جہاں ایک اعصاب شکن مرحلہ اس کا منتظر تھا۔

❀ ...... ❀ ...... ❀

"میں بہت خوش ہوں زینب، میرا سفر رائیگاں نہیں گیا، مجھے وہ سب ملا جس کی چاہ اور خواہش کی تھی میں نے۔ مگر اس خواہش میں پنہاں خوف کبھی کھل کر اس کا اظہار نہیں کرنے دیتا، میں امید رکھ کر بھی بے امید تھی۔ شاید مجھے اللہ کی ذات پر مکمل یقین نہیں تھا۔ اس نے میرا یقین کامل کرنے کو ہی یہ معجزہ دکھایا ورنہ میں کہاں تھی اس قابل کہ مجھے اتنے بڑے اعزاز سے نوازا جاتا۔ اس نے مجھے میرا مطلوب عطا فرما کر مجھ سے اپنا آپ تسلیم کرا لیا ہے زینب۔" عباس حیدر اپنے دھیان میں اندر آنا چاہتا تھا مگر اسے فون پر محو گفتگو پا کر جانے کس احساس کے تحت وہیں باہر ہی تھم گیا اسے لگا ان پردوں کی گرہ کھلنے کو ہے جو اس پراسرار لڑکی کے سبھی اسراروں کو ڈھانپے اور چھپائے ہوئے تھی، تھا تو یہ غیر اخلاقی مگر وہ خود کو اس کا شوہر ہونے کے ناطے شاید اس میں حق بجانب پا رہا تھا۔

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے زینب کہ عباس مجھے کیا حیثیت کیا درجہ دیتے ہیں میرے لیے یہی کافی ہے کہ مجھے ان کا ہر لمحہ ساتھ اور ان کے نام کا معتبر حوالہ مل گیا ہے خود سوچو اگر میں ان کی قربت میں رہنے کی خاطر گورنس کی معمولی ملازمت قبول کر سکتی ہوں تو پھر اس کے سامنے تو یہ بہت بڑا اعزاز ہے۔" وہ کتنے مطمئن اور سرشار انداز میں کہہ رہی تھی۔ عباس کے چہرے پر پھیلی گمبھیرتا میں کچھ اور اضافہ ہوا اور چہرے پر ایک تاریک سایہ لہرا گیا۔ جبکہ فاطمہ اس کی موجودگی کے احساس سے بے خبر مگن انداز میں کہہ رہی تھی۔

تو نے انداز محبت دیکھا ہے انداز وفا نہیں وصی
پنجرہ کھول بھی دو تو کچھ پرندے اڑا نہیں کرتے

عباس کے ضبط کی انتہا یہیں تک تھی، وہ ایک جھٹکے سے پلٹ کر وہاں سے چلا گیا۔

"کون ہے یہ، اس کا مقصد کیا ہے؟" سگریٹ سلگا کر گہرے کش لیتا وہ مضطرب سا ٹہل رہا تھا۔ تب ہی اس کا سیل فون بج اٹھا۔ اسکرین پر بلال صاحب کا نمبر تھا۔

"السلام علیکم ینگ مین کیسے ہو؟" ان کا لہجہ ہمیشہ کی طرح پرسکون تھا۔

"وعلیکم السلام، الحمدللہ آپ ٹھیک ہیں بلال بھائی؟"

"اللہ کا احسان اور کرم ہر پل محسوس کرتا ہوں تمام تر گناہوں کے باوجود، یہ رحمت ہے اس کی اور خاص عنایت۔ میں گیا تھا تمہاری طرف تو پتا چلا کہ تم اپنے گاؤں گئے ہوئے ہو۔ ایک اور بہت پیاری سی خبر بھی تمہارے حوالے سے سننے کو ملی دل خوش ہوگیا بہت اچھا فیصلہ ہے اللہ مبارک کرے۔" بلال صاحب کہہ رہے تھے اور وہ جیسے پاتال میں گرتا جارہا تھا۔

"واپس آؤ تو مجھے ضرور بتانا۔ اس خوشی میں دعوت کروں گا تمہاری، فاطمہ بیٹی کو سلام کہنا خوش رہو ہمیشہ، السلام علیکم۔" انہوں نے سلسلہ منقطع کردیا۔ عباس نے فون کان سے ہٹا کر مٹھی میں دبالیا۔ اس کے وجیہہ چہرے پر لحظہ بہ لحظہ سرخی بڑھ رہی تھی۔

(تو یہ تم تھیں جس کی غاصبانہ بدنگاہی نے مجھ سے میری خوشیاں چھین لیں میری عریشہ کو مجھ سے جدا کردیا اجاڑ ڈالا میرے دل کو)

ہونٹ بھینچے وہ بھڑ بھڑ جل رہا تھا۔ (اب میں تم سے جو بھی سلوک رکھوں اس میں حق بجانب ہوں گا)

❀ ...... ❀ ...... ❀

"مجھے سمجھ نہیں آئی اب اس کی اس حرکت کا مقصد کیا ہے؟" سکندر کے ہمراہ چلتے ہوئے فراز نے جھنجلا کر کہا تھا اس جھنجلاہٹ میں تفکر بھی تھا اور اضطراب بھی سکندر آہستگی سے مسکرا دیا۔

"یہ سوال مجھ سے کرنے کے بجائے خود سے کرلو، فراز یہ جو درمیانی کیفیت ہوتی ہے نا بہت اذیت انگیز ہوتی ہے تم اسے اس اذیت سے نکال کیوں نہیں دیتے بات معمولی تھی ختم ہوسکتی تھی۔ وہ معافی مانگ بھی چکی ہیں تم سے اگر تم خود کو اتنا اعلیٰ ظرف نہیں پاتے تو پھر طلاق دے دو۔" جتنے آرام سے سکندر نے یہ بات کہی تھی وہ اس قدر مضطرب ہوا تھا۔

"کیا تم ایسا نہیں چاہتے؟" سکندر جو اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو دیکھ رہا تھا جیسے کسی حتمی نتیجے پر پہنچنے کو سوال کر گیا۔ فراز کے چہرے پر تذبذب چھانے لگا۔

"مجھے خود بھی نہیں پتا ہے کہ میں کیا چاہتا ہوں، لیکن آج جب اس نے خود کو اس طرح سے زخمی کیا اور اپنی جان کے درپے ہوگئی تو مجھ سے اس کی تکلیف برداشت نہیں ہوسکی۔" بہت ایمانداری سے اس نے اپنا تجزیہ پیش کیا سکندر کی مسکراہٹ گہری ہوتی چلی گئی۔

"تمہاری محبت پر خود ساختہ انا کا بسیرا ہے فراز، بہتر ہوگا کہ تم اس انا سے دامن چھڑالو ورنہ یہ کوئی بڑا پچھتاوا تمہارے دامن میں ڈال دے گی۔" سکندر نے نرمی سے کہتے ہوئے سگریٹ سلگالیا۔ فراز اسے پرسوچ نظروں سے دیکھتا رہا تھا پھر جب وہ پلٹ کر اپنے کمرے میں آیا تو اریبہ کو سینے تک چادر پھیلائے آنکھیں موندے بستر پر دراز دیکھتا رہا۔ رنگت ایسے سفید پڑگئی تھی جیسے کسی نے سارا خون نچوڑ لیا ہو۔ لانبی پلکوں کی جھالریں عارضوں پر ساکن تھیں۔ فراز کا دل کسی یاسیت کے حصار میں گھرنے لگا۔ اس کے چہرے پر نگاہ جمائے وہ اندر ہوتی اکھاڑ پچھاڑ سے نبرد آزما تھا جب اریبہ نے کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔

"پپ...... پانی......!" اس کے خشک ہونٹوں سے نقاہت زدہ آواز نکلی جسے فراز بامشکل سن پایا تھا۔ اس نے بے اختیار آگے بڑھ کر اس کے قریب آکر اسے سہارا دے کر گلاس اس کے ہونٹوں سے لگادیا۔ اریبہ کی نظر اس کے چہرے پر پڑی تو گویا پانی پینا بھول گئی۔

"پانی پیو اریبہ۔" اس کے لہجے میں ملائمت تھی۔ اس کے باوجود اس نے ہاتھ سے گلاس ہٹادیا اور چہرے کا رخ پھیر لیا۔ اس طرح وہ شاید ان آنسوؤں کو اس کی نظر سے چھپانا چاہتی تھی جو اس توجہ و نرمی کے باعث آنکھوں میں امڈ آئے تھے۔

"کیوں ہیں آپ اتنے ظالم فراز، کم از کم مرنے تو دے سکتے تھے مجھے۔" وہ جس طرح ٹوٹ کر بکھری اور روئی تھی وہ کیفیت اس کے ذہنی انتشار کو واضح کرتی گئی فراز

چند ثانیوں کو کچھ بولنے کے قابل نہیں ہو سکا۔

"تم صحیح کہتی ہو تمہیں مر جانا چاہیے، کیونکہ جن سے نفرت ہوتی ہے ان کے ساتھ رہنے ان کو برداشت کرنے سے موت بہر حال بہتر رہائی ہے۔" وہ نا چاہتے ہوئے بھی شاکی ہو گیا تھا اریبہ نے چونک کر اسے دیکھا۔

"آپ میری اس غلطی کو معاف بھی کر سکتے تھے فراز، مجھے کب اعتراف نہیں ہے کہ مجھ سے جو غلطی ہوئی وہ شدید ترین نادانی تھی میری سراسر جذباتیت۔" وہ رو پڑی تو فراز نے سرد آہ بھری۔

"مگر وہ نفرت نادانی نہیں تھی، جس با بانگ دہل تم نے اظہار کیا تھا تم عام عورتوں کی طرح سمجھوتے کی بنا پر اپنی زندگی برباد کرتیں مجھے بھی اچھا نہیں لگ سکتا۔" وہ پھر اسی سرد موڈ پر آنے لگا اریبہ صرف عاجز نہیں ہوئی خوف میں بھی مبتلا ہونے لگی۔

"مجھے اس اعتراف میں عار نہیں کہ اس رات میں نے جو کچھ کہا وہ سچ پر مبنی تھا مگر اس وقت میں غصے اور جھنجلاہٹ میں مبتلا تھی۔ میری تعلیم اس اچانک شادی کی وجہ سے ادھوری رہ گئی تھی ماس کمیونیکیشن کی ڈگری میرا جنون تھا فراز، جس کی راہ میں آپ حائل ہو گئے تھے ورنہ آپ کو یاد ہونا چاہیے اس سے قبل آپ مجھ سے ملے تھے تو میرا رویہ اتنا شدید اور منتقمانہ نہیں تھا۔ میں بے تکی ہانک کر آپ سے جان چھڑانا چاہتی تھی مگر وہ ایک کنواری لاابالی لڑکی کی سوچ تھی جسے شادی کی پہلی رات نے ہی میچور بنا دیا تھا اگلا دن اس کے لیے لاتعداد رویے اور انکشاف لے کر آیا تھا۔ فراز میں نے تب جانا تھا کہ میری ہر حیثیت ہر پہچان کا حوالہ آپ ہیں آپ کی عزت میری عزت قرار پائی ہے۔ اگر میں آپ کو ڈی گریڈ کروں گی تو دوسرے لفظوں میں خود پر ذلت مسلط کر لوں گی۔ میں واقعی غلطی کر چکی تھی جس کا احساس مجھے ہر شخص نے دلایا۔ میں نے واقعی یہ زندگی سمجھوتے سے آغاز کی تھی۔ مگر آپ کے ساتھ رہتے ہوئے مجھے نہیں پتا میں کیسے آپ کی محبت میں گرفتار ہوتی چلی گئی اس کے باوجود کہ آپ کا رویہ اس کی گنجائش نہیں رکھتا تھا مگر پھر بھی پتا نہیں کیسے شاید وجہ یہ بھی ہو کہ میرا دل ایک کورا کاغذ تھا جس پر محبت کی تحریر آپ نے ثبت کی۔ میں ان الفاظ کی مہک اور سحر سے خود کو بچا نہیں سکی۔" وہ روتے ہوئے اپنی صفائی پیش کر رہی تھی یا محض اپنی راہ کے کانٹے چن رہی تھی۔ جو بھی تھا فراز نے اس پر غور کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ بس تھوڑا سا فراخ دل ہو کر اس کے لیے گنجائش نکالنا چاہتا تھا۔

"ہمیں ان پرانی باتوں کو بھول کر نئے سرے سے زندگی کا آغاز کرنا چاہیے اریبہ، کیا خیال ہے؟" اس نے مسکرا کر بھنوؤں کو جنبش دے کر اس کی تائید چاہی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ہونٹوں سے لگا لیا۔ اریبہ کو غیر یقینی سے سکتہ ہونے لگا۔ وہ گنگ سی فراز کو تکنے لگی جس کے چہرے پر تازگی و روشنی تھی وہ بے اختیار آسودہ ہو کر مسکرانے لگی اور اپنا سر اس کے کاندھے سے ٹیک دیا۔

❋ .... ❋ .... ❋

"کہیں جا رہی ہو بیٹے؟" بابا جان نے اسے تیار ہو کر کمرے میں آتے دیکھا تو قدرے حیرانی سے استفسار کیا۔

"جی بابا جان باجو سے ملنے دعا کیجیے گا کامیابی کی۔" اس کے مسکرا کر کہنے پر بابا سائیں لمحہ بھر کو چپ رہ گئے پھر اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھ دیا۔

"خدا تمہیں زندگی کے ہر نیک مقصد میں کامیابی و کامرانی عطا فرمائے میری بچی۔" ان کا گلا جیسے بھرا سا گیا لاریب ان کی یاسیت کی وجہ جانتی تھی جبھی خاموشی اختیار کیے رہی، کل رات ایک بار پھر انہوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔

"مجھے سکندر کا نمبر تو دو بیٹے میں خود بات کروں گا اس سے۔ اگر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا ہے تو پھر اسے اپنے فرائض کی جانب سے کوتاہی نہیں کرنی چاہیے۔" ان کی بات کے جواب میں لاریب کے چہرے پر تغیر بڑھنے لگا۔

"آپ کو انتظار کرنا چاہیے بابا جان، یہ احساس اسے خود سے ہو تو زیادہ بہتر ہے۔ فرائض و ذمہ داریوں کو بھی

زبردستی لادا جائے تو بوجھ بن جایا کرتے ہیں اور میں زبردستی خود کو کسی پر مسلط کرنا پسند نہیں کرتی۔"

"اسے اپنے والدین کو تو ضرور آگاہ کرنا چاہیے تھا اپنی خیریت سے مگر اس نے ایسا بھی نہیں کیا آپ کو سوچنا تو چاہیے اس پوائنٹ پر بابا جان کہ وہ ایسا کیوں کررہا ہے، دولت میں بھی تو بہت کشش ہے بابا جان۔ عین ممکن ہے وہ اسی چکا چوند کے آگے رشتوں کو فراموش کرگیا ہو۔ احسان سے لے کر حقوق و فرائض تک کو۔" وہ اتنی تلخ کبھی نہیں تھی جتنی ان دنوں ہورہی تھی ایک چیز ہوتی ہے بے مائیگی جس کا احساس بہت شدید ہوا کرتا ہے۔ عباس کے بعد اب سکندر بھی اسے اس احساس سے روشناس کرا رہا تھا۔

پورچ میں آنے کے بعد اس نے ڈرائیور کو ایڈریس کی چٹ پکڑانے کے بعد چلنے کا اشارہ کیا۔

سفر طویل تھا اور اسے اب ہر قسم کے انتظار سے وحشت ہونے لگی تھی۔ کتنا انتظار سہا تھا اس نے مگر سب بے کار لاحاصل، اس کا دل وحشتیں سمیٹ لاتا تھا بات اگر انصاف بے انصافی کی نہ رہتی اور اچھے برے سلوک پر جا کر رکتی تو کیا اس نے صرف سکندر کے ساتھ برا سلوک ہی کیا تھا؟ اس کے پاس ایسی یادیں بھی تھیں جب اس نے سکندر کو معتبر بھی کیا تھا۔ بابا جان کی خراب طبیعت کا جان کر اسے اپنی انا اپنی ضد کو پس پشت ڈالنا پڑا اس نے خود سکندر کو حویلی چلنے کا کہا تھا۔

"تھنک گاڈ یہ آپ کا بہت اچھا فیصلہ ہے لاریب جذباتیت اور انا وضد میں کیے گئے بعض فیصلے سوائے پچھتاؤں کے کچھ جھولی میں نہیں ڈالتے۔ بابا سائیں آپ کو دیکھ کر یقیناً خوش ہوں گے۔"

وہ فون سائیڈ پر رکھتا ہوا بے حد سنجیدگی و متانت سے بولا تھا لاریب نے اس کی بات کے جواب میں خاموشی اختیار کی اور اگلی صبح جب وہ جارہا تھا تو لاریب اس کے ساتھ تھی۔

"میں گاڑی میں نہیں جاؤں گی۔" عجیب تھی اس کی ضد۔ سکندر کو ہنسی آنے لگی مگر وہ کوئی بات کہہ کر اسے غصہ نہیں دلانا چاہتا تھا اور گاڑی وہیں چھوڑ کر اس کے ہمراہ حویلی کی جانب جانے والے راستوں پر قدم اٹھانے لگا۔ انہی راستوں پر ان کا ٹکراؤ وقاص حیدر سے ہوگیا تھا۔ بلیک مرسڈیز میں اپنی بارعب اور متکبر شخصیت کے ساتھ وہ اس کی جلن کا سامان کیے بغیر کیسے رہ لیتا۔

"کچھ لوگوں کو قسمت ایسے پٹختی ہے کہ بے چارے خود کو سنبھالے بغیر پستیوں میں گرتے چلے جاتے ہیں جیسے تم، ہے نا لاریب؟" وہ اس کے عین مقابل رک کر اس کا راستہ روکے کھڑا تھا۔ سکندر نے ہونٹ بھینچ لیے جبکہ لاریب سلگتی نظروں سے چپ چاپ اسے دیکھتی رہی تھی۔

"تمہارے پاس اگر گاڑی نہیں ہے تو آؤ میں ڈراپ کردوں تمہیں پیدل چلنے کی کہاں عادی ہو تم اور لمبے سفر اس طرح کٹتے بھی کب ہیں۔" وہ ہر ممکن طریقے سے اس کا مضحکہ اڑا کر اس سے اپنی شکست کا بدلہ لینا چاہتا تھا اور لاریب نے اس پر تنفر آمیز نظر ڈالتے ہوئے سکندر کا بازو دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا۔ انداز میں استحقاق تھا گویا وہ وقاص پر ہی کچھ جتلانا چاہتی تھی۔

"آؤ سکندر، راستہ بدل کر چلتے ہیں انسانوں کو دیکھ کر کتوں کو بھونکنے کی عادت ہوتی ہے مگر انہیں پتھر مار کر زخمی کرنے والے احمق کہلاتے ہیں۔ انسان اور جانور میں کوئی تو تفریق ہونا چاہیے نا۔" اپنی بات کہہ کر وہ رکی نہیں تھی اور کترا کر وہاں سے چلی گئی تھی وقاص حیدر کی تمام تلملاہٹ سے محفوظ ہوتی ہوئی مگر وہ جیسے ہی نگاہوں سے اوجھل ہوا اس نے سکندر کا بازو چھوڑ دیا۔

"ویسے تمہارے ہونے یا نہ ہونے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے؟" اس کا لہجہ اس پل یاسیت کی لپیٹ میں آگیا تھا دکھ کی آنچ سے پگھلتا ہوا اس کا دل چاہا تھا وہ سکندر سے کہے مجھے تم سے ویسا تحفظ چاہیے جو کسی بھی شوہر کی موجودگی میں ایک بیوی محسوس کرسکتی ہے تم میرے ساتھ ہو تو یہ حصار اتنا مضبوط اتنا بھرپور ہو کہ کوئی مجھے آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ کرسکے۔ اس کا دل چاہا تھا سکندر سے کہے تم اگر جسامت میں مضبوط و توانا ہو تو پھر حوصلوں کو بھی

ایسا کرلو۔ تم میرے لیے ویسے بن جاؤ سکندر جیسا عباس ہے جس کا وجود ہی شیر جیسا ہے وہ بہادر ہے باحوصلہ اور بارعب ہے اس سے محبت کا باعث صرف اس کی خوب صورتی ووجاہت ہی تو نہیں تھی اس کی یہ خوبیاں بھی ہیں جن کے بغیر مرد مرد لگتا ہی نہیں۔

اس کا دل یہ بھی چاہا تھا سکندر سے کہے تم اس غلامانہ چولے کو اتار پھینکو میرے لیے۔ میں ہوں نا تمہارے ساتھ تمہیں ڈر آخر کس بات کا ہے مگر وہ کچھ کہہ نہیں سکی تھی۔ اندر ہلکورے لیتے درد نے اسے کچھ کہنے ہی نہیں دیا تھا۔ مگر اس کے برعکس سکندر نجانے اس پل کن کیفیات کا شکار تھا اس پر الٹ پڑا۔

"آپ بالکل ٹھیک کہتی ہیں مگر یہ بات آپ کو تب سوچنی چاہیے تھی جب آپ نے مجھے اس منصب کے لیے چنا تھا یاد کریں انکار کی صورت میں تھپڑ سے تواضع کی تھی آپ نے ایک ملازم سے زیادہ حیثیت جب آپ نے مجھے نہیں دی تو کوئی اور کیسے مجھے کچھ سمجھ سکتا ہے۔" کتنا تلخ تھا اس کا لہجہ اور لاریب نے سوچا کیا یہ شخص کبھی سمجھے گا مجھے؟ دکھ کا شدید احساس اس کی رگوں کو بھینچتا ہوا خون کے ساتھ ساتھ دوڑ رہا تھا۔ وہی احساس اب بھی آج بھی اس کے ساتھ تھا۔

(میں نے سوچا تھا سکندر ہر لحاظ سے غلطی پر میں ہوں تمہیں اپنے ساتھ اس سفر میں زبردستی شامل کرنے سے لے کر تمہیں اپنی زندگی کی تمام تر مشکل مراحل سے دوچار ہونے تک ہر بات کی میں ذمہ دار تھی میں نے تسلیم کیا میں زیادتیوں کے اس سلسلے کی مرتکب ہوئی تھی۔ اس لاحاصل بے مراد محبت نے مجھے ایسا ہی بے اوسان کرچھوڑا کہ مجھے غلط صحیح کی تمیز ہی بھول گئی تھی۔ رویوں کو برتنے کے طریقے سے لے کر مزاج سے آشنائی پانے کا ہر اصول، میں نے سوچا تھا اب ازالہ کروں گی تمہاری راہوں میں اپنی پلکیں بچھادوں گی۔ تمہارے ناز اٹھاؤں گی تمہارا ہر شکوہ اور بدلے میں کی گئی کوئی بھی زیادتی کشادہ دل سے برداشت کروں گی مگر تمہارا گریز تمہاری پہلو تہی تمہاری یہ کوتاہی جس کا دائرہ تم نے اتنا وسیع کردیا کہ اپنے والدین کے ساتھ میرے پیارے بابا جان کو بھی گھسیٹ لیا اب میں تمہیں کیسے بتاؤں گی کہ میں تمہارے لیے کیا محسوس کرتی ہوں۔ میں نے سوچ لیا ہے سکندر میں کبھی تمہارے آگے محبت کے لیے دامن نہیں پھیلاؤں گی۔ اگر تم صبر کرسکتے ہو تو میں کیوں نہیں، اگر تم ضبط آزما سکتے ہو تو میں کیوں نہیں۔

"بی بی جی علوی لاج آگیا ہے، میرے خیال میں تو یہی ہے۔" ڈرائیور کی آواز پر وہ اپنے خیالات سے چونک کر باہر آئی اور سیدھی ہوکر حیرانی سے کھڑکی کے شیشے کے پار دیکھنے لگی۔ اس کی نظر شہر کے پوش ایریا میں ایستادہ سبزے میں گھری اس شاندار عمارت پر جا ٹھہری جو اپنے مکینوں کے ذوق اور حیثیت کا احساس اپنی انفرادیت اور شاہانہ طرز تعمیر سے کراتی محسوس ہوتی تھی۔

(تو یہ ہے آپ کا ٹھکانہ باجو، کاش ہماری ملاقات بھی خوشگوار ثابت ہو)

"جی میم، میں کیا خدمت کرسکتا ہوں آپ کی؟" گن سنبھالے مستعد نظر آتا واچ مین پجارو سے نکل کر اپنی جانب آنے والی خوش رو اور اپنے حلیے سے امیر ترین دکھائی دیتی اس لڑکی سے مودب انداز میں ہمکلام ہوا تھا۔

"مجھے شرجیل علوی سے ملنا ہے یہیں ہوتے ہیں نا وہ؟" اس نے گردن موڑ کر اسی پل وہاں آکر رکنے والی میرون ہنڈا اکارڈ کو دیکھا جس کا ہارن مسلسل بج رہا تھا لاریب نے دیکھا دروازہ کھول کر ایک سوٹڈ بوٹڈ لڑکا اس کی جانب پیش قدمی کررہا تھا۔

"مائنڈ مت کیجیے گا میم صاحب آئے ہیں میں گیٹ کھول کر آپ سے بات کرتا ہوں۔" واچ مین مہذب انداز میں کہتا جیسے ہی پلٹنے لگا قریب آتے فراز کو دیکھ کر سلام کیا فراز کی توجہ لاریب پر مرکوز تھی۔

"آپ......؟" اس کے شائستہ انداز میں الجھن نمایاں تھی۔

"سر یہ شرجیل صاحب کے متعلق پوچھتی ہیں۔" واچ مین نے جواب دینے میں عجلت دکھائی تھی فراز نے اب کی

مرتبہ ٹھٹک کر بغور لاریب کو دیکھا تھا۔

"آپ شرجیل بھائی کو کیسے جانتی ہیں آئی مین انہوں نے کوئی میسیج دے کر بھیجا ہے آپ کو یہاں؟" وہ کتنا بے چین لگنے لگا تھا۔ لاریب کے اعصاب کو حیرت بھرا جھٹکا لگا۔

"واٹ یو مین، میں تو خود ان کی تلاش میں یہاں پہنچی ہوں کیا وہ یہاں نہیں ہوتے؟" لاریب کے انداز میں گھبراہٹ و پریشانی اتنی واضح تھی کہ فراز سرد آہ بھرتا سر کو نفی میں ہلانے لگا۔

"کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں آپ شرجیل بھائی سے کس سلسلے میں ملنا چاہتی تھیں۔ اگر آپ بتائیں گی تب ہی میں آپ کی کوئی مدد کرسکوں گا۔" فراز کے عجیب و غریب جواب پر لاریب نے جھنجلا کر اسے غصے سے گھورا۔

"آپ مجھے بتانا پسند فرمائیں گے آپ یہ انویسٹی گیشن کیوں کررہے ہیں؟" فراز اس کے تیکھے چتونوں کو محسوس کرتا قدرے حیران ہوا پھر قدرے تحمل سے بولا تھا۔

"شرجیل میرے بڑے بھائی ہیں کچھ مسائل تھے ان کے جن کی بناء پر اب وہ یہاں نہیں رہتے مگر وہ مسائل ظاہر ہے میں کسی اجنبی سے شیئر نہیں کرسکتا آپ سمجھ رہی ہیں میری بات۔" آخر میں اس کا لہجہ جتلاتا ہوا ہوگیا۔

"کیا وہ مسائل ان کی مسز ایمان کی وجہ سے کری ایٹ ہوئے تھے، کیا ان کی شادی کے بعد آپ کی فیملی نے انہیں ایکسیپٹ کرنے سے انکار کردیا تھا جس کی بناء پر انہیں یہ گھر چھوڑنا پڑا؟" وہ قیاس کے گھوڑے دوڑا رہی تھی مگر اب کے فراز بری طرح سے چونک کر اسے سرتاپا تکنے لگا۔

"کیسے جانتی ہیں آپ یہ سب، کیا آپ کا تعلق ایمان بھابی سے ہے؟" لاریب دانستہ خاموش رہی فراز نے سرد آہ بھری تھی۔

"مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے کہ وہ معاملہ آپ کی توقع اور سوچ سے کہیں زیادہ گمبھیر اور پرتاسف ہے۔" اس کے لہجے میں اترا ہوا تاسف و ملال ہرگز بھی نظر انداز کرنے والا نہیں تھا۔ لاریب کا دل خدشات کے خوف اور بے چینی سے بھرنے لگا۔

"کیا مطلب، آپ مجھے تفصیل سے بتائیں پلیز، ویسے آپ کی تسلی کی خاطر میں بتادوں میں ایمان باجو کی بہن ہوں باجو کے لیے ہمارے گھر میں بڑی مشکلوں سے پھر گنجائش نکلی ہے اور......!"

"کیا بہتر نہیں ہوگا کہ ہم کہیں بیٹھ کر بات کرلیں میں آپ کو اپنے گھر میں ضرور بلواتا مگر میرا ذاتی خیال ہے، ہم کہیں باہر بیٹھ کر زیادہ بہتر انداز میں بات کرسکیں گے اگر آپ مناسب سمجھیں۔"

فراز اس کی بات کاٹ کر جس سنجیدگی سے بولا اس نے لاریب کو کسی غیر معمولی صورتحال کا ادراک بخش دیا تھا جبھی اس کا دل گہرائیوں میں گرتا چلا گیا اک لفظ کہے بغیر لاریب نے آمادگی ظاہر کی تھی۔ اپنی اپنی گاڑیوں میں بیٹھ کر وہ نزدیکی ریسٹورنٹ میں چلے آئے تھے لاریب نے ڈرائیور کو گاڑی میں رکنے کا کہا اور فراز کے ہمراہ اندر آ گئی۔ اس کا وجود جیسے کسی انہونی کے خیال کے ساتھ ہی بے جان ہوتا جارہا تھا۔

"پلیز جو بھی بات ہے جلدی کہیں۔" خوف اس کے وجود میں سوئیاں گاڑ رہا تھا۔

"مجھے افسوس ہے میرے پاس ہرگز اچھی خبر نہیں ہے۔" وہ بے حد افسردگی سے کہہ رہا تھا اور جو کچھ لاریب کے علم میں آیا وہ اتنا دل شگاف تھا کہ لاریب تمام ضبط تمام حوصلے گنوا کر ایک یکسر انجان شخص کے سامنے ہی روتی چلی گئی تھی۔

❀......◉......❀

عباس نے کمرے میں آنے کے بعد کوٹ اتار پھینکا۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کررہا تھا جب دروازہ بجا تھا عباس نے اجازت دینے کو محض ہنکارا بھرا اور ٹائی کوٹ کے ساتھ صوفے پر پھینک دی۔ تبھی فاطمہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا تھا، میری دوست ہیں زینب انہوں نے ہمیں آج کھانے پر بلایا ہے۔" عباس کے دل

میں اس کے لیے نفرت مزید شدت اختیار کرنے لگی۔

"کس خوشی میں ہے یہ ضیافت؟" وہ بولا تو لہجہ پرتپش تھا فاطمہ نے اس تپش کو محسوس کرتے ہوئے گڑبڑا کر نظریں اٹھائیں اور جیسے لمحوں میں زیر ہوگئی۔

"ہاں خوشی تو ہوگی اسے۔ آخر وہ تمہاری دوست تھی تمہاری شاطرانہ چالوں کی کامیابی کا جشن تو منائے گی تمہارے ساتھ مل کر مگر میں تمہیں بتاؤں کہ میں اب مزید بے وقوف نہیں بن سکتا، تم نے جتنا لوٹنا تھا لوٹ لیا مجھے نفرت ہے تم سے، شدید نفرت۔" وہ بلند آواز سے کہہ رہا تھا فاطمہ سرد پڑنے لگی۔

"مجھے تم سے نفرت ہے تم نے میرے ساتھ جو کیا وہ قابل معافی ہے ہی نہیں تمہیں مجھ پر ترس کیوں نہیں آیا، میری خوشیوں پر حاسدانہ نگاہ ڈالتے ہوئے تمہیں یہ خیال کیوں نہ آیا کہ میں عریشہ کو بھول کر جینا بھول سکتا ہوں۔ تمہارا کچھ نہیں بگڑا عریشہ ہی مجھ سے نہیں بچھڑی میری خوشیاں بچھڑ گئی ہیں میں خود سے بچھڑ گیا ہوں۔" کتنے دنوں کا لاوا تھا جو اس طرح سے پھٹ کر نکلا تھا وہ آنسوؤں میں ڈوب رہا تھا۔ فاطمہ اب بھی اس کے کرب اس کے آنسوؤں پر اپنا ہر دکھ ہر اذیت کو بھلائے تڑپ اٹھی تھی اور اس کی جانب لپکی، اسے سمیٹ لینے کو، اس کے آنسو پونچھ دینے کو۔ مگر وہ آمادہ ہی کب تھا اسے یہ حق دینے کو جبھی بے حد نفرت وحقارت سے نا صرف اسے جھٹکا بلکہ دھکے مار کر کمرے سے بھی نکال دیا۔

"چلی جاؤ مجھے تمہاری ضرورت نہیں ہے اور کبھی ہوگی بھی نہیں۔" وہ بالکل پاگلوں کی طرح چلا رہا تھا۔ فاطمہ بند دروازے کے آگے سوالی بنی کھڑی تھی۔ اپنی ذلت سے بے نیاز، اس کی تکلیف پر تڑپتی ہوئی وہ بھول گئی کہ وہ کس مقصد سے آئی تھی اسے بس عباس اور اس کا دکھ یاد رہ گیا تھا۔

❁......۞......❁

"بس یار...... پھر کیا ہونا تھا وہ بہت بری طرح رونے لگی، اتنی پیاری لڑکی اور ایسا بڑا دکھ مجھے سچ میں بہت ترس آیا تھا اس پر پھر میں اسے وہاں سے اسپتال لے گیا جہاں بھابی ایڈمٹ ہیں ان کی حالت میں کوئی فرق نہیں آسکا بلکہ وہ پہلے سے کہیں زیادہ ویک لگ رہی تھیں میں نے اور

فرزانہ سرور

السلام علیکم! جی تو دوستو میں ہوں فرزانہ سرور ملتان کے ایک خوب صورت گاؤں میں رہتی ہوں۔ ستمبر کی 15 تاریخ کو اس دنیا میں تشریف لائی، ہم چار بہن بھائی ہیں، میں سب سے بڑی ہوں مجھ سے چھوٹے دو بھائی اور ایک بہن ہے۔ جنوری کی شام بھلائے نہیں بھولتی، ہمارے ابو جان اس فانی دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے، آمین۔ میں اپنی امی جان سے بہت محبت کرتی ہوں، خوبیاں تو بہت سی ہیں سب کا احساس کرتی ہوں کسی کو بھی پریشان نہیں دیکھ سکتی، رحم دل ہوں۔ بڑوں کا احترام کرتی ہوں، محبت کا جواب محبت سے دیتی ہوں۔ ہم میں برائیاں بھی کچھ کم نہیں، غصہ حد سے زیادہ آتا ہے غصہ میں کسی سے بات نہیں کرتی جو کہوں فوراً بات پوری ہونی چاہیے۔ خانہ کعبہ میں زیارت کروں، مری کی سیر کرنے کی خواہش ہے اور اچھی افسانہ نگار بنوں جس کی کوشش جاری ہے۔ کھانے میں بریانی، قورمہ، نان چنے مل جائیں تو عید ہوجائے۔ پھلوں میں ناشپاتی، امرود، انار، سبزیوں میں کریلے دال، توری بھنی ہوئی اور سویٹ ڈش میں کسٹرڈ، کھیر، حلوہ پوری، رنگوں میں پنک کلر...... شہروں میں اسلام آباد، گاؤں میں اپنا گاؤں پیارا لگتا ہے۔ پسندیدہ شخصیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، ابو اور چچا جان شامل ہیں۔ پسندیدہ رائٹرز سمیرا شریف، نازیہ کنول نازی، عشنا کوثر، شاعر میں علامہ اقبال، وصی شاہ اور دوستوں میں شہناز حنیف۔ میں نے ایک ہی دوست بنائی اب تک اور ہمیشہ کے لیے...... آپی عطیہ کزنوں میں بیسٹ کزن ہیں۔ شرعی پردہ کرتی ہوں اور پانچ وقت کی نماز کی پابند ہوں اب اجازت چاہوں گی، اللہ حافظ۔

اس لڑکی..... اوہ میں اس کا نام پوچھنا تو بھول گیا، دراصل اس قدر گمبھیر صورت حال تھی کہ خیال ہی نہ آسکا تھا ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ خوب صورت تو امی بھابی بھی بہت تھیں مگر ان کی بہن..... یار قسم سے میں نے شاید اس سے قبل کبھی اتنا مکمل حسن نہیں دیکھا..... ارے یاد آیا جب میں نے فلم سائن کی تھی نا ساحر صاحب کی وہی تمہارے فیوڈل عباس حیدر صاحب ان کی مووی میں جو میرے ساتھ ہیروئن تھی نا وہ بھی اتنی ہی اتنی ہی حسین تھی۔ پتا ہے لوگ وہاں ساحر بھائی اور نندنی کو ایک ساتھ دیکھ کر کیا سمجھتے تھے، سب کا خیال تھا کہ یہ ایک بہترین شاندار کپل ہے، حسن و خوب صورتی میں ایسا مکمل کہ جیسے ایک دوسرے کے لیے ہی بنائے گئے ہیں۔ مگر یار وہ تو محض ان کی فلم کی ہیروئن تھیں اور تھی بھی ہندو۔" فراز اپنی عادت کے مطابق بات کو کہیں سے کہیں لے جا رہا تھا سکندر بہت ضبط اور تحمل کا مظاہرہ کرتا اس کی بات سنتا رہا اسے ٹوکے بغیر۔

"ڈاکٹر نے ہمارے بے حد اصرار پر بھی شرجیل بھائی کا ایڈریس نہیں دیا مجھے نہ ہی ان کا کوئی کانٹیکٹ نمبر، مجھے غصہ تو بہت آیا مگر ہے تو یہ رولز کے خلاف بات صاف لگتا تھا شرجیل بھائی نے ہی منع کر رکھا ہے انہیں۔" وہ متاسف سا کہہ رہا تھا۔

"لیکن بے فکر رہو میں انہیں ڈھونڈ نکالوں گا تمہیں بھی ڈھونڈ نکالا تھا ایک مزے کی بات تو سنو تم مجھے ملے تھے نا، اس سے چند روز قبل میں نے تمہاری تلاش کے لیے اخبار میں اشتہار دیا تھا۔" وہ ہنستے ہوئے بتا رہا تھا معاً ایک دم چپ کر کے اسے بغور تکنے لگا۔

"کیا ہوا تم اتنے چپ کیوں ہو سکندر؟" سکندر نے سگریٹ پھینک کر اپنی آنکھوں کے بوجھل ہوتے پپوٹے انگشت شہادت سے دبائے۔

"کچھ طبیعت بہتر نہیں ہے، بہت تھکن بھی ہو رہی ہے میرا خیال ہے مجھے آرام کرنا چاہیے۔" وہ آہستگی سے کہتا اٹھا تو فراز نے تشویش میں مبتلا ہو کر اسے دیکھا پھر ہاتھ بڑھا کر اس کی پیشانی چھوئی۔

"بخار تو نہیں ہے کیا محسوس کر رہے ہو تم؟"

"کچھ نہیں فراز..... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ سر درد ہے معمولی سا۔" سکندر نے جیسے اسے ٹالا مگر فراز ان سنی کر گیا۔

"میں نبیل سے کہتا ہوں آ کر تمہیں چیک کرے چائے بھی بھجواتا ہوں تمہارے لیے۔"

"فراز کم آن یار، نبیل کو زحمت مت دینا بے آرامی ہے بس البتہ چائے ضرور بھیج دینا میں اپنے کمرے میں ہوں۔" رسان سے ٹوکتا ہوا وہ آگے بڑھ گیا فراز کو وہ الجھا ہوا لگا یوں جیسے کچھ چھپا رہا ہو مگر اس نے کریدنا مناسب نہیں سمجھا وہ جانتا تھا سکندر اسے خود بتا دے گا۔

❀......✿......❀

سکندر، فراز سے بہانہ کر کے اٹھا تھا ورنہ اسے آرام کی ضرورت ہوتی تو اپنے کمرے میں یوں بے چین بے قرار ٹہل نہ رہا ہوتا اس کے ذہن میں اس وقت بے حد تلخی و بے بسی کے ساتھ وحشت کا احساس بھی سرسرا رہا تھا۔ کل جب لاریب یہاں پہنچی تو یہ محض اتفاق تھا کہ وہ اپنے کمرے کی کھڑکی میں کھڑا تھا اس کی نگاہ سڑک پر اسی طرف آتی پجارو کو ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر پہچان گئی تھی آخر ایک عرصہ اس نے خود بھی اس گاڑی کو استعمال کیا تھا۔

مگر اس پل یہاں..... علوی لاج کے سامنے اسے رکتے پا کر سکندر کا دل ایک لمحے کے لیے اچھل کر حلق میں آ گیا تھا پہلا خیال اسے بابا سائیں کا ہی آسکا تو کیا وہ اسے تلاش کرتے یہاں آ پہنچے تھے؟ مگر بابا سائیں کے بجائے لاریب کو گاڑی سے برآمد ہوتے دیکھ کر تو اس کا دماغ ہی چکرانے لگا یہ تو کسی طرح بھی اس کے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ آنے والی لاریب بھی ہو سکتی ہے۔

گلابی لباس میں وہ خود بھی گلابی گلابی ہو رہی تھی نازک اور بے تحاشہ حسین ہمیشہ کی طرح اس کے اعصاب کو جکڑ کر اس پر سحر طاری کرتی ہوئی اپنے تئیں وہ اس سے بدگمان تھا کتنا خفا تھا مگر اسے روبرو پا کے دل جس طرح زندگی کے احساس سمیت دھڑک اٹھا تھا وہ انداز سکندر کو اچھا نہیں

لگا۔ اب وہ اس دل کو مزید اس لڑکی کی خاطر خوار ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ جبھی بے حسی کا لبادہ اوڑھتا کھڑکی سے ہٹ گیا۔

وہ اسے نہ دیکھ کر اس کے پاس نہ جا کر خود کو اپنے ضبط کو آزمانا چاہتا تھا مگر دل خوش فہم تھا کہ اگر وہ یہاں تک پہنچ گئی ہے تو اس تک بھی لازماً رسائی پائے گی آخر وہ اس کی خاطر تو آئی تھی، ایک ایک لمحہ صدی بن گیا۔ بالآخر ضبط چھلک گیا بے چینی بڑھی تو اسے اٹھنا پڑا کھڑکی سے گیٹ کے پار جھانکنے پر اسے پجارو نظر نہیں آسکی اس نے پورٹیکو کی جانب نگاہ کی مگر وہاں بھی اس گاڑی کا نام ونشان نہیں تھا۔ اس کی حیرانی پر اضطراب اور پشیمانی کا غلبہ چھانے لگا جبھی اسے واچ مین سے پوچھنا پڑا اس کے بغیر چارہ ہی کہاں تھا بھلا۔

''سر وہ میم صاحب شرجیل صاحب کا پوچھ رہی تھیں پھر فراز صاحب کے ساتھ کہیں چلی گئیں۔''

''چلی گئی، فراز کے ساتھ؟'' اس کو حیرانی ہوئی۔

''جی سر بالکل، فراز صاحب اپنی گاڑی سے، میم اپنی گاڑی سے۔ میں نے سنا تھا فراز صاحب انہیں کچھ بتانا چاہ رہے تھے۔'' واچ مین نے حسب استعداد تفصیلات دے دی تھیں مگر سکندر کی بے چینی عجیب سی رقابت کا شکار ہوتی چلی گئی وہ اپنی کیفیت سے نگاہ چراتا ہوا واپس آیا تھا تب تک بھی اس کے ذہن میں ایمان اور شرجیل نہیں تھے اس کی ہر سوچ کی مضطرب اڑان لاریب سے شروع ہو کر لاریب پر ہی ختم ہوتی تھی لیکن جب فراز نے اسے ہر بات تفصیل سے بتائی تب سکندر کے اعصاب پر انکشاف کا بھاری بوجھ آگرا تھا۔

''اف...... تو ایمان بی بی کے ساتھ اتنا برا ہوا۔'' اس نے سر تھام لیا دل کتنا بوجھل ہوا تھا یہ سب جان کر، گویا ایمان سے وہاں ہی نہیں یہاں بھی گہرا تعلق نکل آیا تھا اور لاریب اس کی نہیں درحقیقت ایمان کی تلاش میں یہاں آئی تھی۔ ایک ایک کر کے اس کے ذہن میں لاریب کے تنفر چھلکاتے تمام روپ سمانے لگے۔ اس نے دانستہ فراز سے اپنی تمام کیفیات کو چھپا لیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا فراز لاریب سے اس کے حوالے سے آگاہ ہو۔ ابھی تو اسے خود اپنے دل کی خبر نہیں تھی کہ وہ لاریب کے متعلق کیا چاہتا ہے بس اس میں تو ایک سناٹا تھا۔ دستک کی آواز پر اس نے ٹہلنا موقوف کر کے خود آگے بڑھ کر دروازہ وا کیا تھا مگر روبرو تائی اماں کو پا کر قدرے حیران نظر آنے لگا۔

''تم نے چائے مانگی تھی نا میں خود لے کر آئی اپنے بیٹے کے لیے سر میں درد ہے تو دبا دوں؟'' مسکراہٹ کے پھول نچھاور کرتیں وہ واری صدقے ہونے کو تیار تھیں۔ سکندر کے ذہن میں ان کے حوالے سے کہی گئی نبیل اور فراز کی تنبیہی باتیں گونجیں۔ شک اس کی فطرت میں نہیں تھا وہ بہت سادہ لوح انسان تھا ہر کسی کو اپنے دل کی صاف شفاف نگاہ سے دیکھنے والا مگر تائی ماں کے چاپلوسانہ انداز سے اسے بھی بے رازی وا کتاہٹ محسوس ہوتی تھی۔

''نہیں بہت شکریہ آپ کا چائے کے لیے آپ نے زحمت کی۔'' مگ ان کے ہاتھ سے لیتا وہ رواداری سے بولا تھا مگر وہ اتنی آسانی سے جان چھوڑنے پر ہرگز آمادہ نہ تھیں۔

''ارے زحمت کیسی بیٹا، اچھا تم چائے پی لو میں صالحہ کو بھیجتی ہوں وہ سر دبا دے گی تمہارا؟''

''ارے نہیں پلیز میں بالکل ٹھیک ہوں تائی ماں آپ انہیں ہرگز نہ بھیجیے گا۔'' وہ اتنا بوکھلایا کہ فی الفور انکار کر دیا پوری شد ومد کے ساتھ اور تائی ماں مسکراتے ہوئے پلٹ گئیں اس مسکراہٹ نے سکندر کو عجیب سا احساس بخشا وہ اس مسکراہٹ کا مطلب ہرگز نہیں سمجھ سکا۔ مگر اس وقت سر تھام کر رہ گیا جب سجی بنی صالحہ اس کے سر پر آ کر سوار ہوئی تھی۔

سکندر اس کی خوامخواہ نظر ٹکا کر دیکھنے نظروں کے تیر پھینکنے ادائیں دکھانے والی عادت کو محسوس پہلے بھی کر چکا تھا مگر بہت خوبی سے نظر انداز کرتا رہا تھا۔ مگر آج مصیبت یہ تھی کہ وہ اس کے کمرے میں گھس آئی تھی اور اسے اس کام کی شہ اس کی ماں نے دی تھی جو اپنے نام کے بالکل برعکس

تھی۔ غم و غصے کے ساتھ ساتھ سکندر کو تاسف ملال نے بھی ادھ موا کر ڈالا۔

"میں کہہ چکا ہوں کہ میرا سر درد نہیں کر رہا آپ تشریف لے جائیں یہاں سے۔" سکندر کے لیے یہ سب بہت نا قابل برداشت تھا جب وہ اس کے برابر اس کے بالکل ساتھ جڑ کر صوفے پر بیٹھ گئی تھی وہ ایک جھٹکے سے اٹھا کھڑا ہوا۔

"آپ تو شرمانے میں لڑکیوں کو بھی مات دے رہے ہیں۔" وہ اس پر جھک کر کہہ رہی تھی۔ گلا قابل اعتراض حد تک گہرا، دوپٹے کا بس تکلف ہی برتا گیا تھا لہجہ بہکا ہوا تھا سکندر شاکڈ ہونے لگا اسے یقین نہیں آ رہا تھا کوئی لڑکی اپنی نسوانیت کو پامال کرتی اتنا بھی گر سکتی ہے۔

"آپ یہاں سے چلی جائیں ورنہ......!"

"ورنہ کیا؟" وہ اسی بے باک انداز میں ہنس کر کہتی گویا اسے شہ دے رہی تھی۔ سکندر کا دماغ سن ہونے لگا۔ اس کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو اس بے باکی کے جواب میں جانے کتنی اخلاقی حدیں پھلانگ جاتا مگر سکندر رنج و غم سے دیوانہ ہوتا اس پر ہاتھ اٹھانے سے خود کو روک نہیں سکا تھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے ورنہ میں ٹکڑے کر دوں گا تمہارے۔" وہ اسے دروازے سے باہر کر کے کمرہ لاکڈ کر چکا تھا۔ اس کا دماغ اور خون ابل رہا تھا صالحہ کے خیال سے ہی اسے گھن آ رہی تھی اسے اس مقام پر لاریب یاد آئی۔ دوپٹے کا خیال وہ بھی کبھی نہیں کرتی تھی اس کے سامنے نکاح سے پہلے سے لے کر بعد تک بھی مگر اس کی اس بے پروائی میں بے حیائی کا عنصر کبھی بھی چھلکتا نظر نہیں آیا تھا اس کا انداز معصومانہ اور بے پروا ہوا کرتا تھا۔ صالحہ کی تو باڈی لینگویج ہی بے ہودہ تھی۔ لاریب تو اس کی خلوتوں میں آ کر بھی اس کی قربتوں میں بھی اس طرح نہیں بہکی تھی جیسے یہ صالحہ بہکی تھی۔ ہاں یہی فرق تھا ان دنوں میں اس سے محبت اور اس سے نفرت کی وجہ یہی بنیادی فرق بن سکتا تھا۔ ورنہ محبت تو اسے ثانیہ سے بھی نہیں تھی لیکن وہ اس سے صالحہ کی طرح نفرت کرتا تھا نہ اس کے خیال سے گھن محسوس کرتا تھا۔

❁......۞......❁

وہ اتنی ڈسٹرب اور بے قرار تھی کہ کسی طرح بھی بابا سائیں سے یہ بات نہ چھپا سکی۔ جسے سن کر ان کا چہرہ کیسے ہلدی کی طرح زرد پڑتا چلا گیا تھا اور ہونٹ نیلے ہوتے ایسے کانپنے لگے جیسے تشنج میں مبتلا ہوں۔

"اللہ گواہ ہے میں نے کبھی اسے بددعا نہیں دی میں نے کبھی اس کے لیے برا نہیں چاہا تم مجھے اس کے پاس لے چلو میرا دل رک رہا ہے لاریب۔" جب وہ کسی طرح بھی خود کو نہیں سنبھال سکے تو بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ لاریب جو جانے کب سے ضبط کیے بیٹھی تھی ان کے ساتھ لگ گئی۔ دکھ سانجھا تھا اور بہت بڑا بھی آنسو تھمتے تھے نہ ملال ڈھلتا تھا۔ وہ سب اپنے اپنے طور پر اس سے خفا اور شاکی تھے اور وہ تن تنہا کیسی آزمائشوں سے گزر رہی تھی...... اور اب، اب جس انجام پر تھی اس سے آگے کیا ہونا تھا یہ تو کوئی بھی نہ جانتا تھا سوائے اللہ کے۔

جس لمحے لاریب خود بھی آنسو بہاتی بابا سائیں کو تسلی سے نواز رہی تھی امامہ اپنی بچی کے ہمراہ پہلی بار یہاں ان سے ملنے آئی تھی۔ ان کی آنکھوں میں مسکان تھی اور چہرے پر ملنے والی خوشیوں کی جگمگاہٹ مگر ان پر نگاہ پڑتے ہی اس کے چہرے کی تازگی کی جگہ خوف و ہراس نے لی لے۔ سہم اتر آیا تھا اس کی آنکھوں میں۔

"بابا جان...... بجو......!" اس کے حلق سے گھٹی ہوئی آواز نکلی تھی اگلے لمحے وہ دوڑ کر آئی تھی۔ لاریب نے اسے دیکھ کر خود کو سنبھالنا چاہا مگر جیسے ضبط اور حوصلے کی ساری طنابیں چھوٹ گئی تھیں۔

"باجو تو ٹھیک ہے نا بجو...... آپ نے انہیں ڈھونڈا تھا۔"

امامہ کے دل نے جیسے دہل دہل کر راز خود گواہی دے دی تھی لاریب کو سسکیوں پر بند باندھنا دشوار ہونے لگا اس نے انہی سسکیوں اور ہچکیوں کے درمیان وہ دل فگار مرحلہ پھر سے طے کیا ایمان کے حوالے سے صورتحال جانتی امامہ

کا چہرہ پتھراتا چلا گیا۔ پھر وہ اس وقت تک ایسے ہی رہی تھی جب تک اس نے ایمان کو دیکھ نہیں لیا۔ اسے یاد آیا اس نے کہا تھا وہ ایمان سے بہت جھگڑے گی وہ اس سے کبھی نہیں بولے گی مگر ایمان نے ایسی کوئی نوبت ہی نہیں آنے دی۔ وہ خود ناراض ہوگئی تھی ان سب سے۔ اتنی ناراض کہ کسی کے بھی پکارنے پر آنکھ کھولتی تھی نہ جواب دیتی تھی اس کی حالت دیکھتی امامہ کی دلخراش چیخیں در و دیوار کو لرزانے لگیں وہ زاروقطار رو رہی تھی۔

''باجو کو اٹھائیں بابا جان، میں انہیں ایسے نہیں دیکھ سکتی۔ آپ انہیں کہیں آپ ان سے خفا نہیں ہیں۔ بابا جان یہ آپ کو خفا کرکے کبھی خوش نہیں رہ سکتی تھیں۔ یہ اسی لیے ہم سب سے روٹھ گئی ہیں کہ آپ ان سے خفا تھے۔ بابا جان خدا کے لیے انہیں کہہ دیں آپ نہیں ہیں خفا ان سے۔ انہیں اٹھائیں بابا جان ورنہ میرا دل پھٹ جائے گا میں مرجاؤں گی۔'' چیخ چیخ کر بے حال ہوتے اس کا گلا سوکھ گیا رو رو کر آنکھیں سوجھ گئیں۔ اس کی حالت ہر گزرتے لمحے غیر تر ہوتی جارہی تھی۔ انہیں صحیح معنوں میں ایمان کی بھول کر اس کی فکر کرنی پڑی۔ ڈاکٹر کے مشورے پر اسے فوری طور پر سکون آور دوا کا انجکشن لگادیا گیا۔

''اب ہمیں چلنا چاہیے بابا جان، امامہ کی طبیعت بہتر نہیں ہے۔'' لاریب واپس بابا سائیں کے پاس آگئی جو چند گھنٹوں کے اندر اپنی عمر سے دوگنے نظر آنے لگے تھے۔

''یہ شرجیل علوی ہیں مریضہ کے ہزبینڈ انہیں میں نے بلوایا ہے یہ ضروری تھا کہ میں آپ کی آمد ان کے علم میں لاتا۔'' ڈاکٹر کے کرائے گئے تعارف پر لاریب نے تمام تر ذہنی انتشار و اضطراب کے باوجود بے اختیاری کی کیفیت میں گردن موڑ کر دیکھا سنجیدہ و متین دراز قامت بے حد خوبرو سا نوجوان کچھ فاصلے پر کھڑا حیران پریشان سا انہیں ہی دیکھ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی لاریب کی آنکھیں سلگنے لگیں۔ بابا سائیں کا بازو چھوڑتی وہ مشتعل انداز میں اس کی جانب بڑھی اور اگلے لمحے جھپٹ کر اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

''تم لے کر گئے تھے نا انہیں ہم سے چھین کر۔ اگر سنبھال نہیں سکتے تھے تو کیوں کیا تھا یہ کام؟ ان کی حیثیت نہیں منوا سکتے تھے تو انہیں تختہ مشق کیوں بنوایا، مجرم ہو تم میری بہن کی خوشیوں کے تمہیں کوئی حق نہیں تھا ہم سے ہماری بہن چھیننے کا۔'' وہ ہسٹریک ہوچکی تھی ایمان کی تباہ کن حالت امامہ کی صدمے سے بگڑتی طبیعت ان سب کا ذمہ دار وہی شخص تھا وہ اسے سامنے پاکر اپنے غم و غصے اور اشتعال پر قابو نہیں رکھ سکتی تھی۔ اسے مجرموں کی طرح اپنی عدالت میں کھڑا کیے خود بھی بلک اور تڑپ رہی تھی۔ جب ڈاکٹر کے ساتھ مل کر بابا سائیں نے اسے سنبھالا ڈاکٹر صاحب نے شرجیل کو پکڑ کر فاصلے پر کردیا تھا وہ تب بھی خاموش تھا۔

''لاریب...... لاریب بیٹا کیا ہوگیا ہے سنبھالو خود کو۔'' بابا سائیں نے بے بسی کی انتہا پر جاکر بہتے آنسوؤں کے ساتھ اسے پکڑ کر اپنے ساتھ لگایا جو تھر تھر کانپ رہی تھی انہوں نے معذرت خواہانہ نظروں سے سر جھکائے کھڑے آزردہ نظر آتے شرجیل کو دیکھا تھا۔

''معاف کردینا بیٹا، بہن ہے نا برداشت نہیں کرسکی اتنے عرصہ بعد اسے دیکھا بھی تو اس حالت میں ہم تو سمجھتے تھے وہ خوش ہوگی ہمیں کیا خبر تھی کہ وہ......!'' ان کی آواز بھرا گئی شرجیل نے غم سے نڈھال ہوتے انہیں دیکھا۔

''میں سمجھ سکتا ہوں آپ کو معذرت کرنے کی ضرورت نہیں یہ صرف ایمان کی نہیں میری بھی بہن ہیں آپ پلیز گھر چلیے میرے ساتھ چھوٹی سسٹر کی بھی طبیعت ٹھیک نہیں ہے آپ اتنا طویل سفر نہیں کرسکتے۔'' شرجیل کے انداز میں اپنائیت تھی۔

''نہیں شکریہ بیٹا آپ کو زحمت ہوگی۔'' ان کو وہ شائستہ اطوار وجیہہ نوجوان بہت بھایا تھا۔ دل میں جیسے کوئی خار چبھنے لگا (کاش وہ اس وقت انکار نہ کرتے انا کا مسئلہ نہ بناتے اور اپنی بیٹی کی خوشی کے مطابق فیصلہ کردیتے شاید آج صورتحال اتنی تکلیف دہ نہ ہوتی) ان کا غم سے بوجھل دل پچھتاوں کا شکار تھا۔

"اس طرح کہہ کر مجھے شرمندہ نہ کریں بابا جان، ایمان کا گھر ہے وہ آپ کی بیٹی کا، پلیز مجھے میزبانی کا شرف بخش دیں اور ایمان کی طرف سے بے فکر ہوجائیں مجھے اللہ پر پورا یقین ہے وہ بہت جلد ٹھیک کردے گا اسے آپ کا دکھ مجھ سے الگ نہیں ہے اور اپنے نواسے سے بھی تو ملنا چاہیے آپ کو، زارون ایمان اور میرا بیٹا۔" آخری فقرہ اس نے مسکرا کر کہا تھا۔ بابا سائیں نے چونک کر پہلے لاریب کو پھر اسے دیکھا تھا جس کے چہرے پر اس دوران پہلی بار روشنی سی پھوٹی تھی۔

"ہمیں چلنا چاہیے بابا جان زارون سے ملنا چاہیے۔" بھیگی آنکھیں پونچھتی ہوئی وہ بااصرار انداز میں گویا تھی کچھ دیر قبل کی ہذیانی کیفیت اب تبدیل ہوچکی تھی اس کے چہرے پر خفیف سی شرمندگی کا تاثر اس کے چہرے کو نکھار بخش رہا تھا۔

"آئی ایم ساری شرجیل بھائی مجھے اس طرح نہیں کہنا چاہیے تھا، غصے میں مجھے...... آپ ٹھیک کہتے ہیں ہمارا دکھ سانجھا ہے۔"

جب وہ گاڑی میں بیٹھ رہے تھے لاریب نے اچانک شرجیل کو مخاطب کرلیا تھا اس کے لہجے میں اپنی جذباتیت میں سرزد ہونے والی حرکت پر شرمندگی کا گہرا تاثر تھا۔

"اٹس او کے، ٹیک اٹ ایزی۔" شرجیل کے انداز میں بڑے بھائیوں والی مخصوص رواداری تھی۔

❁......◈......❁

"تمہیں پتا ہے آج میں نے کیا کارنامہ سرانجام دیا؟" سکندر کام میں مصروف تھا جب فراز نے اس کے کیبن کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا۔

"میں مصروف ہوں مجھے اس سے بھی کوئی غرض نہیں کہ تم کیا جھک مارتے پھرتے ہو۔ خبردار جو تم نے یہ کہا مجھ سے، میں تمہارا محسن ہوں یاد رہے۔" سکندر نے جب اسے جواب دیے بنا اپنا کام جاری رکھا تو فراز آ کر اس کی کرسی کے ہتھے پر ٹکتا ہوا جیسے اسے چھیڑنے کو بولا۔ سکندر ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گیا۔ جانتا تھا اب وہ کسی صورت بھی اپنی سنائے بغیر اسے کام نہیں کرنے دے گا۔

"نہیں بھولوں گا ڈونٹ وری مگر تم وہاں بیٹھو انسانوں کی طرح۔" سکندر کے جز بز ہوکر ڈانٹنے پر وہ بے تحاشہ ہنستا چلا گیا تھا۔

"یار کیا ہر وقت دو اور دو چار کرنے میں لگے رہتے ہو پہلے ہی بہت مالدار ہو ماشاء اللہ۔" اس نے ایک بار پھر اسے غصہ دلانے والی حرکت کی اور لیپ ٹاپ بند کردیا۔

"یار یہ کیا کررہے ہو تم؟" سکندر چیخا تھا جبکہ فراز کاندھے اچکاتا ہنستا چلا گیا۔

"تم میری بات سنو گے نہیں اور میں کام نہیں کرنے دوں گا تمہیں۔" اس کے اطمینان میں مجال ہے جو فرق آیا ہو سکندر نے جھلا کر اسے دیکھا۔

"مت بھولا کرو کہ اس طرح کے نخرے تمہیں اریبہ بھابی سے اٹھوانے چاہیے۔"

"مجھے تو تم بھی اپنی بیوی کی طرح ہی پیارے لگتے ہو۔" فراز نے اسے آنکھ ماری جس پر سکندر بدک سا گیا اور فراز کے قہقہے گویا چھت اڑانے لگے۔

"تم اپنا کارنامہ بتاؤ گے؟" سکندر نے اسے دوسری کرسی پر دھکیل کر گویا جان چھڑانے کی ابتدا کی فراز اس کی بے بسی کو محسوس کرتا خط اٹھا کے مسکرانے لگا۔

"آج میں نے مناسب فاصلہ رکھ کر شرجیل بھائی کا گھر دیکھ لیا ہے۔ وہ اپنے سسرالی عزیزوں سے ملنے آئے تھے غالباً واپسی پر انہیں اپنے گھر لے گئے تھے مجھے لگتا ہے ان کی آپس میں صلح ہوگئی ہے۔" سکندر فراز کے انکشاف پر یکدم ساکن ہوکر رہ گیا۔

(تو گویا تم بھی آئی ہوگی اچھی شروعات ہے یہ آپ کو خوشیاں مبارک ہوں لاریب بی بی)

"تمہیں کیا ہوجاتا ہے، گونگے کا گڑ کھا لیتے ہو بیٹھے بٹھائے۔" فراز کے ٹھوکا دینے پر وہ زور سے ہڑبڑایا۔

"میں سوچ رہا ہوں تمہیں ان کا تعاقب کرنے کے بجائے مل لینا چاہیے تھا شرجیل سے۔" وہ اپنی حاضر دماغی کا ثبوت فراہم کرنے کو بولا۔ فراز نے اگلے لمحے اس کی

اصلاح رد کردی تھی۔

"مجھے وہ وقت مناسب نہیں لگا تھا میں اب کسی بھی وقت ان سے الگ جا کر ملوں گا انہیں سمجھاؤں گا۔"

"تمہیں انٹیلی جنس سروسز میں ہونا چاہیے تھا۔ خوب نام کماتے۔" سکندر نے تبصرہ کیا تو فراز ہاتھ جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر کسی خیال کے آنے پر ایک دم مسکرانے لگا۔

"وہ پری وش بھی ساتھ تھی آج سفید لباس میں تھی یار مجھے لگتا ہے تمام کلرز بنے ہی اس کے لیے ہیں جس رنگ کو پہن لیتی ہے جیسے خود پر ناز کرنے لگتا ہے کوئی اتنا حسین کیسے ہوسکتا ہے بھلا؟" یہ تعریفی و توصیفی جملے وہ بھی فراز کی زبانی سکندر کو ہتھوڑے کی ضرب بن کر لگے چہرہ تمام تر ضبط کے باوجود سرخ پڑ گیا۔

"شیم آن یو آل ریڈی شادی شدہ ہو تم۔" وہ کسی طرح بھی خود کو اسے پھٹکارنے سے باز نہ رکھ سکا۔ فراز کو پروا ہی کہاں تھی بے شرمی سے دانت نکالتا رہا۔

"افوہ...... کیا شادی شدہ مرد کسی حسین ترین لڑکی کی تعریف نہیں کرسکتے؟" اس نے اس کا جھنجلایا ہوا چہرہ دیکھا لطف اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

"تم جاؤ اب...... مجھے کام کرنا ہے اور سنو...... آئندہ اسے ایسی ویسی نظر سے دیکھنے کی ضرورت نہیں وہ بھی شادی شدہ ہے۔" بے حد رکھائی سے کہتا وہ اپنے آگے دھری فائل کھول چکا تھا مگر فراز اسے ٹھٹکا کے رکھ گیا۔

"یہ بات میں بھی جانتا ہوں آل ریڈی۔" سکندر نے بے ساختہ نظر اٹھائی۔ فراز اس کی جانب متوجہ تھا نگاہ چار ہونے پر خوب صورتی سے مسکرایا تھا۔

"مجھے لاریب سکندر حیات سے مل کر بہت اچھا لگا تھا اس دن وہ واقعی اس قابل ہیں کہ اس کو عزت دی جائے مگر شاید وہ تم جیسا گھونچو ڈیزرو نہیں کرتی تھیں۔" اس کے انداز سے چھلکتی شرارت کے باوجود سکندر ہق دق رہ گیا تھا۔ اس آخری بات پر طیش میں آتا اس پر گھونسا تان گیا فراز نے ہنستے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑ کر نیچے کیا۔

"مذاق کررہا تھا یار۔"

"نہیں تم بالکل درست کہہ رہے ہو فراز۔" وہ شکستہ اور نڈھال لگنے لگا تھا فراز کی اس کو تکتی آنکھوں میں اضطراب در آیا۔

"بکومت سکندر ایسا فضول مت سوچا کرو۔"

"تمہیں یہ سب اس نے بتایا؟" سکندر نے اسی کیفیت کے زیر اثر سوال کیا' یوں جیسے اسی سوال کے جواب سے اپنی حیثیت اپنے مرتبے اور غم وخوشی کا حساب طے کرے گا۔

"نہیں تمہارے گم صم انداز سے قیاس کیا تھا جو سو فیصد درست نکلا میں نے اس روز جھوٹ بولا تھا بھابی سے ان سے کا نام میں پوچھ چکا تھا۔" اور سکندر کے چہرے پر لرزتے سائے جیسے ٹھہر گئے تھے اب وہاں مستقل تاریکی کا راج تھا ایک بار پھر ہار اور شکستگی اس کے حصے میں آچکی تھی۔ وہ اب جانے کتنی دیر تک بول نہیں سکتا تھا۔

"میں نے انہیں تمہارے متعلق بھی کچھ نہیں بتایا۔ لیکن اب سوچ رہا ہوں بتادوں۔"

"تم ایسا کچھ بھی نہیں کرو گے فراز، میں کہہ رہا ہوں۔" اس نے طیش کے عالم میں کہتے ہاتھ مار کر قیمتی اور نفیس ایش ٹرے میز سے نیچے گرادی۔ فراز اس کا اشتعال دیکھتا رہ گیا۔

"کام ڈاؤن سکندر، تمہاری مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوگا یار، ریلیکس۔" فراز نے اس کا کاندھا تھپک کر نرمی سے سمجھانا چاہا۔ سکندر ہونٹ بھینچے سرخ چہرے کے ساتھ دوسری سمت دیکھتا رہا۔ جیسے اپنے کھولتے دل و دماغ پر قابو پانے کی سعی میں مصروف ہو۔

❀......❀......❀

"صاحب......!" عباس گاڑی لاک کرکے پلٹا ہی تھا کہ ملازمہ کے پکارنے پر رک کر اسے دیکھنے لگا۔

"صاحب فاطمہ بی بی کی طبیعت بہت زیادہ خراب ہوگئی ہے پلیز انہیں آکر دیکھیں۔" ملازمہ گھبرائی ہوئی لگتی تھی عباس نے الجھ کر اسے دیکھا پھر سوال کا ارادہ موقوف کرتا اس کے ساتھ بچوں کے کمرے میں چلا آیا وہیں

فاطمہ کا اب بھی قیام ہوتا تھا۔

"کیا ہوا ہے اسے؟" فاطمہ کو ہاتھ پیر چھوڑے بستر پر بے سدھ بے خبر پڑے دیکھ کر وہ چونکے بغیر نہیں رہ سکا۔ وہ سیاہ لباس میں بھی ماند پڑتی رنگت، آنکھوں تلے گہرے ہوتے حلقے، وہ ان دو دنوں میں ہی جیسے آدھی رہ گئی تھی۔ اس آخری تلخی کے بعد عباس نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ اسے اس کو دیکھنے کی خواہش بھی نہیں تھی۔ اس کے نزدیک اس کی حیثیت و اہمیت آج بھی اپنے بچوں کی گورنس سے بڑھ کر نہیں تھی۔

"بی بی صاحبہ کو دو دن سے بخار ہے مگر یہ دوا نہیں لیتی، ابھی بھی بخار بہت تیز ہے۔" ملازمہ اپنے تئیں اسے ہوش میں لانے کی تدابیر کرتے ہوئے فاطمہ کے ہاتھ سہلا رہی تھی مگر وہ تو یوں لیٹی ہوئی تھی جیسے اب کبھی اٹھنے کا ارادہ نہ ہو۔

"پپا...... مما کو کیا ہوا؟" اسامہ جو فاطمہ کی حالت کی بدولت وہیں بیڈ پر دبکا ہوا تھا اس سے لپٹ کر سہما ہوا بولا۔ عباس نے کوفت زدہ نظر فاطمہ پر ڈال کر اسامہ کو گود میں لے لیا۔

"کچھ نہیں بیٹے ابھی ٹھیک ہو جائیں گی۔" پھر خشمگیں نظروں سے ملازمہ کو دیکھتے بچہ اس کے حوالے کیا۔

"آپ بچوں کو دوسرے کمرے میں لے کر جائیں کچھ خیال ہے کتنے پریشان ہو رہے ہیں یہ؟" اس نے ملازمہ کو ڈانٹنا ضروری سمجھا تھا۔ پھر کوٹ کی جیب سے سیل فون نکالتے ہوئے ایک بار کوفت سے بھری ہوئی نظروں سے فاطمہ کو دیکھا اور ڈاکٹر کا نمبر ملانے لگا۔ ڈاکٹر کو گھر بلا کے وہ بھی وہیں بیٹھ گیا۔

(یہ بھی یقیناً تمہارا کوئی ڈرامہ ہوگا مگر تم کچھ بھی کر لو مجھے متاثر نہیں کر سکتیں) فاطمہ کے زردیاں چھلکاتے چہرے پر قہر آلود نظروں کو جمائے اس کی سوچوں میں بھی آگ لگی ہوئی تھی۔

"ٹمپریچر بہت ہائی ہے میں انجکشن دے رہا ہوں اس سے انہیں ایک گھنٹے تک افاقہ نہ ہوا تو اسپتال میں ایڈمٹ کرنا پڑے گا۔ ٹھنڈے پانی کی پٹیاں رکھیں سر پر، دماغ پر اثر ہے بخار کا انہیں کسی شدید ذہنی دباؤ کا شکار ہونا پڑا ہے؟" ڈاکٹر صاحب ہدایات دینے کے بعد سوال کر رہے تھے عباس کے ذہن میں کھٹ سے وہ لمحے روشن ہوئے جب وہ اس پر فرد جرم عائد کر رہا تھا اور فاطمہ کا زندگی کے احساس سے روشن جگمگاتا چہرا تاریکیوں میں ڈوبتا جا رہا تھا۔

"شاید...... میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔" اس نے جس بے اعتنائی سے کاندھے جھٹکے تھے اس انداز کو ڈاکٹر صاحب نے چشمے کی اوٹ سے بالخصوص دیکھا اور محسوس کیا تھا۔

"آپ شوہر ہیں ان کے عباس حیدر صاحب آپ کو خبر تو ہونی چاہیے یہ میڈیسن منگالیں اور کوشش کیجیے گا انہیں ہر قسم کی ذہنی اذیت اور دباؤ سے محفوظ رکھ سکیں اور ہاں اگر ان دواؤں کے استعمال سے بھی ان کی حالت میں بہتری نہ آئی تو انہیں لازمی اسپتال ایڈمٹ کرائیں اوکے؟" ڈاکٹر نے اپنی تاکید کو پھر سے دہرایا اور بیگ اٹھا کر تشریف لے گئے۔ عباس نے تنفر بھرے انداز میں ان کا تھمایا نسخہ سائیڈ پر پھینک دیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ مجھے تم سے کوئی ہمدردی نہیں مجھے تمہاری سو کالڈ محبت سے نفرت ہے اگر تم مر جاؤ گی تو ڈونٹ وری میں اپنے بچوں کے لیے دوسری گورنس ہائر کر لوں گا۔ آخر تمہاری وجہ سے ہی میں نے اپنی عریشہ کو کھویا ہے۔ عریشہ جو میری محبت تھی میری زندگی کی ہر خوشی تھی۔ مجھے تم سے کبھی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔"

وہ پراگندہ ذہن کے ساتھ پراگندہ سوچیں لیے باہر نکل گیا۔ اس بات کی پروا کیے بنا کہ فاطمہ کی مدھم ہوتی سانسیں ہر لحظہ ڈوبتی جا رہی ہیں۔

(جاری ہے)

روحانی مسائل کا حل

حافظ شبیر احمد

ع...... فیصل آباد

جواب:۔ آپ کی بہن ٹھیک کہتی ہیں۔

نفیسہ بی بی...... ٹیکسلا

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ یاسین
بعد مغرب سورۃ عبس 3 مرتبہ (دم بھی کریں اپنے اوپر)
بعد نماز عشا سورۃ نصر 125 مرتبہ (درود شریف 25،25 مرتبہ اول و آخر)
(شوہر والے مسئلے کے لیے آپ خیریت سے ان کے پاس چلی جائیں) دعا بھی کریں۔

ارم شہزادی...... گوجرانوالہ

جواب:۔ بچی صبر سے کام لو، زبان کو ہلکا رکھو غصہ پر قابو پانا سیکھو۔
ایاک نعبدو و ایاک نستعین بحق ملک یوم الدین
ہر نماز کے بعد 101 بار پڑھیں۔
دونوں کاموں کے لیے۔

نسیم...... گوجرانوالہ

جواب:۔ آپ 111 بار آیتہ الکرسی پڑھ کر پانی پر پھونک مار کر گھر میں چھڑکیں، 11 روز تک روزانہ پڑھنا ہے۔
ان شاء اللہ مسئلہ حل ہوگا۔

فرزانہ کوثر...... بہائو الدین

جواب:۔ بعد نماز مغرب 3 مرتبہ سورۃ عبس پڑھ کر دم کریں (21 دن) روزانہ دعا بھی کریں۔

ثوبیہ ناہید...... فیصل آباد

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔
جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں جہاں بہتر ہو۔

حفصہ رائو......

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔
جلد اور اچھے رشتے لیے دعا کریں، (دونوں پڑھیں)
بعد نماز مغرب سورۃ عبس 3 مرتبہ (21 دن) پڑھ کر اپنے اوپر دم کریں (دونوں پڑھیں) دعا بھی کریں صدقہ دیں۔

اظہر سلطان......

جواب:۔ صبح و شام سورۃ فلق، سورۃ الناس 11 مرتبہ پڑھ کر دم کریں۔ اول و آخر (درود شریف 3،3 مرتبہ)

فروا...... گجرات

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ اول و آخر 11،11 مرتبہ درود شریف۔
جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔
بعد نماز عشاء ایک تسبیح استغفار، ایک تسبیح درود

شریف دعا بھی کیا کریں۔

فرقانہ محمود...... آزاد کشمیر

جواب:۔ بعد نماز فجر سورۃ فرقان آیت نمبر 74،70 مرتبہ (اول وآخر 11،11 مرتبہ درود شریف) جلد اور اچھے رشتے کے لیے دعا کریں۔ سورۃ الفلق، سورۃ الناس صبح وشام 11،11 مرتبہ پڑھ کر دم کیا کریں۔

راشد جمیل...... جھنگ، صدر

جواب: عمل کروایا گیا ہے۔

مکمل علاج کرائیں۔

منزل ایک مرتبہ پڑھا کریں صبح وشام۔

ن م ز...... ہزارہ

جواب: 7 مرتبہ سورۃ فاتحہ، 7 مرتبہ آیتہ الکرسی 77،77 مرتبہ چاروں قل، اول وآخر 3،3 مرتبہ درود شریف صبح وشام پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا کریں بعد نماز مغرب سورۃ عبس ایک مرتبہ پڑھ کر دم کیا کریں۔

روزانہ ایک تسبیح استغفار، ایک تسبیح درود شریف پڑھ کر اپنے تمام مسائل کے لیے دعا کریں۔

اظہر سلطان...... راولپنڈی

جواب: اظہر کو دار چینی صبح وشام 7 دن تک تھوڑی سی کھلا دیں تو افاقہ ہوگا۔ ہومیو میں اس کا اچھا علاج ہے۔

باقی دونوں بچوں کے لیے سورۃ القریش ہر نماز کے بعد 21 بار۔ بچے خود پڑھیں۔

http://facebook.com/elajbilquran
www.elajbilquran.com

نوٹ

جن مسائل کے جوابات دیئے گئے ہیں وہ صرف انہی لوگوں کے لیے ہیں جنہوں نے سوالات کیے ہیں۔ عام انسان بغیر اجازت ان پر عمل نہ کریں۔ عمل کرنے کی صورت میں ادارہ کسی صورت ذمہ دار نہیں ہوگا۔

موبائل فون پر کال کرنے کی زحمت نہ کریں۔ نمبر بند کردیا گیا ہے۔

اس ماہ جن لوگوں کے جواب شائع نہیں ہوئے وہ اگلے ماہ شائع ہوں گے۔

ای میل صرف بیرون ملک مقیم افراد کے لیے ہے۔

rohanimasail@gmail.com

روحانی مسائل کا حل کوپن برائے اکتوبر ۲۰۱۴ء

نام........ والدہ کا نام........ گھر کا مکمل پتا........

....

گھر کے کون سے حصے میں رہائش پزیر ہیں........

میمونہ رومان

عشنا نور بلوچ......نواب شاہ
دستور ہے دنیا کا مگر یہ تو بتاؤ
ہم کس سے کہیں کس سے سنیں عید مبارک؟

امیرین ظفر......ملتان خورد
ان کے دیکھنے سے آ جاتی ہے چہرہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں بیمار کا حال اچھا ہے

ماریہ نور......شاہ کوٹ
کیا خوب ہوتا کہ یادیں ریت ہوتیں
مٹھی سے گرا دیتے' پاؤں سے اڑا دیتے

آنسہ شبیر عطاریہ......ڈوگہ گجرات
کوئی ہاتھ بھی ناں ملائے گا جو ملو گے گلے تپاک سے
یہ نئے مزاج کا شہر ہے ذرا فاصلے سے ملا کرو

نبیلہ لیاقت سونو......سرگودھا
نہ دیپ ہے نہ سخن اب نہ حرف ہے نہ بیاں
کوئی بھی حیلہ تسکین نہیں اور آس بہت ہے
امید یار' نظر کا مزاج' درد کا رنگ
تم آج کچھ بھی نہ پوچھو کہ دل اداس بہت ہے

ثوبیہ نواز اعوان......کنڈان' سرگودھا
احساس ندامت' اک سجدہ اور چشم تر
اے خدا کتنا آساں ہے منانا تجھ کو

اقصیٰ نگین......شادیوال' گجرات
یہی دل تھا کہ ترستا تھا مراسم کے لیے
اب یہی ترکِ تعلق کے بہانے ڈھونڈے

عائشہ نور......شادیوال' گجرات
یہ سلسلہ مری آنکھوں پر ہی نہیں موقوف
میں تیرا شہر بھی ویران کرنے والا ہوں

اقصیٰ اشمل وفا......مقام نامعلوم
درد حد سے بڑھا ہے تو یہ احساس ہوا ہے
دل بجھ کے بھی دل رہتا ہے پتھر نہیں ہوتا
ہر شخص کو منہ مانگی مرادیں نہیں ملتیں
ہر شخص مقدر کا سکندر نہیں ہوتا

فائزہ بھٹی......پتوکی
میں پھولوں کی دلدادہ پھول بنے کو مچلتی
وہ خزاں پرست اس کا مشغلہ اداسی تھا
میں جل تھل کی تھی گواہاں اور ہم دم میرا
تپتے ہوئے صحراؤں کا باسی تھا

مدیحہ نورین مہک......برنالی
مجھے پھر سے اسکول کا بستہ تھما دو نہ
مجھے زندگی کے سبق بہت مشکل لگتے ہیں

مریم اقبال......سرگودھا
میں اپنی تنہائیوں سے تنگ آ کر
بہت سے آئینے خرید لایا ہوں

مسکان جاوید اینڈ ایمان نور......کوٹ سمابہ
کسی کو بھی کسی قیمت پر بھی نہ دوں گی کبھی
میں جس قلم سے محمد ﷺ کا نام لکھتی ہوں

منیبہ نواز......صبور شریف
نازک مزاج لوگ تھے جیسے کہ آئینہ
ٹوٹے کچھ اس طرح کہ صدا بھی نہ کر سکے

عظمیٰ شاہین رفیق......فیصل آباد
کیا اور نہیں غزنوی کارگہ حیات میں؟
بیٹھے ہیں کب سے منتظر اہل حرم کے سومنات

سمیرا غزل صدیقی......کراچی
دن بھر خفا تھی مجھ سے مگر چاند رات کو
مہندی سے میرا نام لکھا اس نے ہاتھ پر

ثمرین کنول......کراچی
لبوں پر رنگِ تبسم نہ دل میں موج سرور
میرے وطن کے غریبوں کی عید کیا ہوگی

صائقہ نور......چوٹالہ
ہر ابتدا سے پہلے ہر انتہا کے بعد

ذات نبیؐ بلند ذات خدا کے بعد
دنیا میں احترام کے لائق جتنے بھی لوگ
میں سب کو مانتا ہوں مگر مصطفیٰؐ کے بعد
اقدس ضیاء......کوٹ شاکر
آج تو ان کی یادوں میں ایسے کھوئے ہو فراز
جیسے تنہا کشتی کو سمندر میں شام ہوجائے
فرحت اشرف گھمن......سیدوالہ
شام سورج کو ڈھلنا سکھادیتی ہے
شمع پروانے کو جلنا سکھا دیتی ہے
گرنے والے کو تکلیف تو ہوتی ہے مگر
ٹھوکر انسان کو چلنا سکھادیتی ہے
رابعہ ایوب......کراچی
جمال کھیل نہیں ہے کوئی غزل کہنا
کہ ایک بات چھپانی ہے ایک بتانی ہے
مہوش اشرف......کراچی
ضبط لازم ہے مگر دکھ ہے قیامت کا فراز
ظالم اب کی بھی نہ روئے گا تو مرجائے گا
رابعہ چوہدری......فیصل آباد
وہ جو روٹھا ہوا ہے مدت سے
کاش وہ آن ملے عید کے دن
شگفتہ خان ٹوفی......بھلوال
ہمارے لہجے میں یہ توازن بڑی ہی محنت کے بعد آیا
کئی مزاجوں کے دشت دیکھے کئی رویوں کی خاک چھانی
عیش وفا......بوریوالہ
میری چاہت میری محبت میری آبرو ہے تُو
میری زندگی میرا مقام میرے روبرو ہے تُو
شمع مسکان......جام پور
اس برس ایسے عید اتری میرے آنگن میں
جیسے کوئی مسافر راستہ بھٹک کے آجائے
راؤ تہذیب حسین تہذیب......رحیم یار خان
بدل نہ پایا کسی بھی صورت
وہی ہے حال عجیب اپنا

دیئے جلائے لہو سے پھر بھی
رہنے اندھیرے نصیب اپنا
سامعہ ملک پرویز......خانپور ہزارہ
کیا خبر ہو ممکن تم سے ملن
دل پاس ہے مگر پھر بھی اک آس ہے
امبر گل......جھڈو سندھ
ہر کسی کے لیے کہاں ہوتی ہیں عید کی خوشیاں
مسرتیں لاتا ہے کہاں سب کے لیے عید کا چاند
پروین افضل شاہین......بہاولنگر
عید ہے اور سجاوٹ کے لیے پلکوں پر
ہم سلگتے ہوئے اشکوں کو سجالیتے ہیں
تیری تصویر پر لب رکھ کے میری جانِ جگر
گونگے بہروں کی طرح عید منالیتے ہیں
رابعہ اکرم......فیصل آباد
اسی عشق سے اسی چاہ سے اسی پیار سے اسی مان سے
مجھے یاد پھر سے کرونا تم میں بہت دنوں سے اداس ہوں
اقراء وکیل......للیانی سرگودھا
اس نے مٹی کی دیوار پر کچے رنگ کے ساتھ
لکھ کر نام میرا بارش کی دعا مانگی ہے
ثنا اجالا......بھوال
رکا ہے عجب دھوپ چھاؤں کا موسم
گزر رہا ہے کوئی دل سے بادلوں کی طرح
نادیہ کامران......کہوٹہ
کچھ میں بھی تھک گئی ہوں اسے ڈھونڈتے ہوئے
کچھ زندگی کے پاس بھی مہلت نہیں رہی
اس کی اک اک ادا سے جھانکنے لگا خلوص
جب مجھ کو اعتبار کی عادت نہیں رہی
طیبہ سعدیہ سعدی......سیالکوٹ
تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب!
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لیے

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

اسپائسی گارلک بیف

اجزاء:۔

بیف	آدھا کلو
لہسن کے جوئے	چھ سے سات عدد
نمک	حسب ذائقہ
کالی مرچ	پسی ہوئی ایک چائے کا چمچ
ثابت لال مرچیں	چار سے چھ عدد
چینی	آدھا چائے کا چمچ
انڈے کی زردی	ایک عدد
سرکہ	آدھا چائے کا چمچ
تیل	حسب ضرورت

ترکیب:۔

اس ڈش کو بنانے کے لیے سب سے پہلے چٹ پٹی سی مایونیز بنالیں۔ صاف خشک پیالے میں انڈے کی زردی ڈال کر اس میں چینی، نمک، آدھا چائے کا چمچ کالی مرچ اور دو جوئے لہسن کو کچل کر ڈالیں۔ ایک منٹ الیکٹرک بیٹر سے پھینٹ کر اس میں تھوڑا، تھوڑا کر کے آدھی پیالی کوکنگ آئل شامل کریں اور گاڑھا ہونے پر آخر میں اس میں سرکہ ڈال کر ایک منٹ پھینٹ لیں۔

گوشت کی چھوٹی بوٹیاں کر کے صاف دھو کر چھلنی میں رکھ کر خشک کر لیں۔ پین میں دو کھانے کے چمچ کوکنگ آئل ڈال کر ایک منٹ گرم کریں، اس میں لال مرچوں کو سنہری فرائی کر کے نکال لیں۔ اسی پین میں لہسن کے جوئے کو پیس کر ڈالیں۔ ایک سے دو منٹ فرائی کر کے اس میں گوشت کی بوٹیاں، نمک اور کالی مرچ ڈالیں اور اسے ہلکی آنچ پر ڈھک دیں (ضرورت محسوس کریں تو تھوڑا سا پانی شامل کر دیں) جب گوشت گلنے پر آجائے تو اس میں فرائی کی ہوئی لال مرچیں اور مایونیز ڈالیں تین سے چار منٹ دم پر رکھ کر اتار لیں۔ اس سادہ اور مزیدار ڈش کو ابلے ہوئے چاولوں کے ساتھ پیش کریں۔

طلعت نظامی...... کراچی

ہرے لہسن کا قیمہ

اجزاء:۔

بھنا ہوا قیمہ	ڈیڑھ پیالی
ہرا لہسن	200 گرام
انڈے	چار عدد
چیڈر چیز	تین چوتھائی پیالی
کالی مرچ	پسی ہوئی آدھا چائے کا چمچ
اجوائن	آدھا چائے کا چمچ
تھائم آدھا	چائے کا چمچ
کوکنگ آئل	چار کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

بھنا ہوا قیمہ بنانے کے لئے 200 گرام قیمے کو صاف دھو کر پین میں ڈالیں اور اس میں ایک چائے کا چمچ پسی ہوئی ادرک، حسب ذائقہ نمک، ایک چائے کا چمچ پسی ہوئی لال مرچ، آدھا چائے کا چمچ ہلدی، آدھی پیالی ٹماٹر کا پیسٹ اور دو کھانے کے چمچ تلی ہوئی پیاز ڈال کر ہلکی آنچ پر پکنے رکھ دیں۔ جب قیمے کا اپنا پانی خشک ہو جائے تو اچھی طرح بھون کر چولہے سے اتار لیں۔ لہسن کو دھو کر اچھی طرح خشک کر لیں اور باریک چوپ کر لیں چیز کو کش کر کے رکھ لیں۔ پھیلے ہوئے ڈونگن یا تسلے میں ایک کھانے کا چمچ ڈالڈا کوکنگ آئل لگا لیں اور اس میں بھنا ہوا قیمہ پھیلا کر ڈالیں پھر اس پر کٹا ہوا لہسن ڈال کر اوپر سے گرم کیا ہوا آئل ڈال کر ڈھک دیں۔ تین سے چار منٹ کے بعد اس میں انڈے ڈالیں اور کناروں پر کش کیا ہوا چیز ڈال کر اوپر سے اجوائن، تھائم اور کالی مرچ چھڑک دیں۔ اسے درمیانی آنچ پر چولہے پر تین سے چار منٹ رکھیں تاکہ انڈے مکمل طور پر پک جائیں۔ اس مزیدار ڈش کو گرم گرم روٹی کے ساتھ پیش کریں۔

شہناز نفیس...... بفرزون، کراچی

منگولین بیف بوٹی

اجزاء:۔

گائے کی چھوٹی بوٹیاں	بغیر ہڈی (آدھا کلو)
ہری پیاز	سجانے کے لئے
ہوئزن ساس	ایک کھانے کا چمچہ
سویا سوس	2 چائے کے چمچے
لہسن	ایک جوا
کینو کا مارملیڈ	ایک کھانے کا چمچہ
کٹی ہوئی کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچہ
کُٹی ہوئی لال مرچ	آدھا چائے کا چمچہ
لیموں کا رس	ایک کھانے کا چمچہ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	4 کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

ہری پیاز کے چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں۔ ایک پیالے میں ہری پیاز کے علاوہ تمام اجزاء ملا کر ایک گھنٹے کے لئے رکھ دیں۔ لکڑی کی سیخوں پر ایک بوٹی ایک ہری پیاز لگا کر اس عمل کو 2 مرتبہ دہرائیں۔ گرل پین کو چکنا کرکے گرم کریں اور سیخیں اُلٹ پلٹ کرتے ہوئے پکا کر نکال لیں۔ مزیدار منگولین بیف بوٹی ہری پیاز سے سجا کر پیش کریں۔

آسیہ بانو...... ملتان

شاہی نرگسی کوفتے

اجزاء:۔

گائے کا قیمہ	آدھا کلو
انڈے	ابلے ہوئے 5 عدد
چنے کی دال	آدھی پیالی
پیاز	باریک کٹی ہوئی (ایک عدد)
انڈہ	پھینٹا ہوا ایک عدد
پسی ہوئی لال مرچ	ایک چائے کا چمچہ
پسا ہوا گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچہ
پسا ہوا لہسن ادرک	ڈیڑھ چائے کا چمچ
پانی	ڈیڑھ پیالی
نمک	ایک چائے کا چمچہ

سالن کے اجزاء:۔

دہی	پھینٹا ہوا ایک پیالی
پانی	آدھی پیالی
پسی ہوئی ہلدی	چوتھائی چائے کا چمچ
پسا ہوا لہسن ادرک	ڈیڑھ چائے کا چمچ
پسا ہوا دھنیا	ڈیڑھ چائے کا چمچ
پسی ہوئی لال مرچ	ڈیڑھ چائے کا چمچ
نمک	حسب ذائقہ
تیل	آدھی پیالی
ہرا دھنیا، ہری پیاز، ہری مرچ	سجانے کے لیے

ترکیب:۔

دیگچی میں قیمہ، پانی، چنے کی دال، لال مرچ لہسن ادرک، پیاز اور نمک کو قیمہ گلنے تک پکا کر ٹھنڈا کرلیں۔ قیمے میں گرم مصالحہ ملا کر باریک پیس لیں۔ اس میں پھینٹا ہوا انڈہ اور تھوڑا سا پانی ملا لیں۔ ہتھیلی کو گیلا کرکے اس پر تھوڑا سا قیمہ رکھیں، اس کے اُوپر ایک انڈہ رکھیں، قیمے کو اس پر لپیٹ دیں، اس عمل کو دہراتے ہوئے دوسرے کوفتے بھی تیار کرلیں۔ کڑاہی میں تیل گرم کرکے کوفتوں کو تلیں اور چوڑائی سے کاٹ لیں۔ دیگچی میں تیل گرم کریں، دہی اور پیاز کے علاوہ سالن کے اجزاء ڈال کر بھون لیں۔ اس میں دہی ڈال کر 5 منٹ مزید بھونیں اس میں پیاز اور 2 پیالی پانی ڈال کر سالن گاڑھا ہونے تک پکا کر ڈش میں نکال لیں۔ اس پر کوفتے رکھیں اور ہرے دھنیے سے سجا کر پیش کریں۔

مہرین اسید...... میرپور، سندھ

کشمیری پلاؤ

اجزاء:۔

چاول	آدھا کلو
گوشت	آدھا کلو
تیل	آدھا کپ
پیاز	ایک سے آدھا عدد

کلونجی	ایک چٹکی
دار چینی	چار اسٹکس
کالا زیرہ	ایک سے آدھا چائے کا چمچہ
لونگ	پانچ سے چھ عدد
ادرک لہسن کا پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
پسی سونف	تین کھانے کے چمچ
ہرا دھنیا	تین کھانے کے چمچ
دہی	ایک کپ
دودھ	آدھا کپ
کشمش	ایک سے آدھا کھانے کا چمچ
پانی	آدھا جگ
فوڈ کلر	ایک چٹکی
ابلے انڈے	تین عدد
بادام	دس سے پندرہ عدد
نمک	حسب ذوق

ترکیب:۔

تیل میں کچی پیاز، کلونجی، کالا زیرہ لونگ اور ادرک لہسن کا پیسٹ ڈال کر اچھی طرح بھون لیں۔ اب گوشت، پسی سونف، پسا دھنیا، دودھ دہی اور کشمش ڈال کر اچھی طرح بھون لیں۔ اب پانی شامل کریں۔ ہلکا جوش آنے پر چاول ڈال کر مکس کریں۔ دم دینے سے پہلے دودھ اور دہی ایک پیالے میں ملائیں اور چٹکی بھر فوڈ کلر ڈال کر دم لگے ہوئے پلاؤ پر اوپر سے ڈال دیں۔ تیار ہونے پر ڈش میں نکال کر بادام کشمش اور ابلے انڈوں سے سجا کر پیش کریں۔ پیاز براؤن کر لیں یہاں تک کے کرسپی ہو جائے یا اس کے لئے آپ ٹھنڈے تیل میں ایک چٹکی نمک یا چینی ڈال لیں، پھر پیاز تلیں۔

کنول آفتاب......پسرور

بریانی بادشاہی

اجزاء:۔

مٹن	ایک کلو
چاول	ایک کلو
دہی	آدھا کلو
دودھ	آدھا کپ
کھویا	آدھا کپ
گھی	ایک کپ
ہرا دھنیا	ایک کپ
پیاز	تین عدد
بادام	بیس عدد
پودینہ	آدھی گٹھی
لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
ثابت زیرہ	ایک کھانے کا چمچ
ثابت گرم مصالحہ	ایک کھانے کا چمچ
لہسن	ایک کھانے کا چمچ
ہری مرچیں	ایک کھانے کا چمچ
ادرک	ایک کھانے کا چمچ
زعفران	آدھا چائے کا چمچ
لیموں کا رس	چار کھانے کے چمچ
نمک	حسب ضرورت

ترکیب:۔

چاولوں کو آدھا گھنٹہ بھگوئیں پھر اس میں نمک اور ثابت گرم مصالحہ ڈال کر 3 کنی ابال لیں۔ گرم گھی میں پیاز کو گولڈن براؤن کر کے آدھی پیاز نکال لیں، اب اس میں ادرک، لہسن، نمک، لال مرچ، بادام کا پیسٹ، پسی ہری مرچیں اور گوشت شامل کر کے بھون لیں، اس کے بعد پانی ڈال کر گوشت کو گلائیں پھر اس میں کٹا پودینہ، ہری مرچیں، ہرا دھنیا اور کھویا شامل کر کے مکس کر لیں جب گوشت گل جائے تو دہی کا مکسچر، زعفران اور لیموں کا رس ڈالیں کوکنگ پین میں آدھے ابلے چاول ڈالیں، اوپر گوشت کا مکسچر پھیلائیں اور بچے ہوئے چاول ڈالیں آخر میں تلی ہوئی پیاز، آدھا کپ دودھ اور ایک کھانے کا چمچ گھی شامل کر کے دم پر رکھیں بادشاہی بریانی تیار ہے۔

ہالہ وعائشہ سلیم......اورنگی ٹاؤن کراچی

سبزیوں والا بھنا ہوا گوشت

اجزاء:۔

انڈر کٹ	700 گرام
لہسن (چوپ کیا)	6 جوئے
شملہ مرچیں	لمبائی میں باریک کٹی ہوئی 2 عدد
گاجر	لمبائی میں باریک کٹی ہوئی ایک عدد
ہری پیاز	باریک کٹی ہوئی 3 ڈنڈیاں
ٹماٹر	بیج نکال کر باریک کاٹ لیں 2 عدد
کُٹی ہوئی کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچہ
گائے کے گوشت کی یخنی	ایک پیالی
سویا ساس	2 کھانے کے چمچے
ووسٹر شائر ساس	4 کھانے کے چمچے
چائنیز نمک	چوتھائی چائے کا چمچ
کارن فلور پانی میں گھلا ہوا	2 کھانے کے چمچے
نمک	حسب ذائقہ
تیل	3 کھانے کے چمچ
سلاد پتے	سجانے کے لئے

ترکیب:۔

انڈر کٹ کے پتلے لمبے ٹکڑے کاٹ لیں۔ کڑاہی میں تیل گرم کریں، اس میں لہسن اور انڈر کٹ کو تیز آنچ پر بھون لیں اس میں ساری سبزیاں ڈال کر 5 منٹ تک پکائیں، پھر ووسٹر شائر ساس، کالی مرچ، سویا سوس، چائنیز نمک اور نمک ملائیں۔ اس میں یخنی ڈال کر تیز آنچ پر 5 منٹ تک پکائیں، پھر آہستہ آہستہ کر کے کارن فلور ملائیں اور گاڑھا کر کے ڈش میں نکال لیں اور ڈش کو سلاد کے پتے سے سجادیں۔

نازش..... کراچی

مٹر تہاری

اجزاء:۔

مٹر	آدھا کلو
چاول	ڈھائی کلو
نمک	حسب ذائقہ
ادرک لہسن پسا ہوا	ایک کھانے کا چمچ
آلو	تین سے چار عدد
پیاز	دو عدد درمیانی
ٹماٹر	دو عدد درمیانے
لال مرچ پسی ہوئی	ایک کھانے کا چمچ
پسا ہوا	دھنیا ایک چائے کا چمچ
ہلدی	ایک چائے کا چمچ
چکن پاؤڈر	ایک کھانے کا چمچ
کوکنگ آئل	چار کھانے کے چمچ

ترکیب:۔

مٹر کے دانوں کو دھو کر چھلنی میں رکھ لیں، پیاز اور ٹماٹر کو باریک کاٹ لیں آلوؤں کو چھیل کر دو ٹکڑے کر لیں چاولوں کو دھو کر بیس منٹ کے لیے بھگو کر رکھ دیں۔ پین میں تیل ڈال کر پیاز کو سنہری فرائی کر لیں پھر اس میں ادرک لہسن ڈال کر فرائی کریں۔ لال مرچ، دھنیا، ہلدی اور ٹماٹر ڈال کر اتنی دیر فرائی کریں کہ ٹماٹر اچھی طرح گل جائیں آلو ڈال کر ہلکا سا بھونیں اور آدھی پیالی پانی ڈال کر ہلکی آنچ پر گلنے رکھ دیں۔ آلو گل جائیں تو مٹر اور چاول ڈال کر بھونیں، پھر تین پیالی گرم پانی میں چکن پاؤڈر ڈال کر اچھی طرح ملائیں اور اسے چاولوں پر ڈال دیں۔ ڈھک کر درمیانی آنچ پر پکائیں اور جب پانی خشک ہونے پر آجائے تو چاولوں کو الٹ پلٹ کر کے ہلکی آنچ پر دم رکھ دیں۔ گرم گرم تہاری کو ڈش میں نکال کر دوپہر کے کھانے پر اچار اور رائتے کے ساتھ پیش کریں۔

فائزہ ملک..... اورنگی ٹاؤن، کراچی

روبینہ احمد

چہرے کی حفاظت

چہرہ کا مساج جلد کے لیے نہایت مفید ہے۔ مساج نا صرف جلد کو صاف کرتا ہے بلکہ اس سے جلد کی کنڈیشنگ بھی ہوجاتی ہے اور ساتھ ہی جلد کے درجہ حرارت میں اضافہ ہوتا ہے اور خون کی گردش بھی بڑھ جاتی ہے مساج ہر طرح کی جلد کے لیے فائدہ مند ہے بشرطیکہ قاعدے سے اور ہولے ہولے کیا جائے۔

پیشہ ورانہ طور پر چہرے کا جو مساج کیا جاتا ہے۔ اس میں کلینزنگ، جلد کی اچھی طرح رگڑائی، ماسک اور کنڈیشنگ شامل ہوتی ہے اس کے علاوہ گردن کا مساج بھی کیا جاتا ہے۔ اگر آپ کا میک اپ دیر تک قائم نہیں رہتا ہے تو پھر چہرے کا مساج اس حوالے سے آپ کے لیے بہت مددگار ثابت ہوسکتا ہے۔

آپ ایسا بھی کرسکتی ہیں کہ اپنے دونوں ہاتھوں کو آپس میں رگڑیں اور جب یہ گرم ہوجائیں تو انہیں چہرے کی جلد پر بطور مساج استعمال کریں۔ اگر آپ کی جلد خشک ہے تو بھی آپ کو چہرے کے مساج سے فائدہ پہنچ سکتا ہے جلد نرم رہے گی اور آپ کا میک اپ بھی دیر تک قائم رہے گا۔

مساج کے مختلف گر

اگر آپ جلد کی بناوٹ اور اس میں فائبر کی ترتیب سے واقف نہیں ہیں تو پھر آپ کو مساج کرنے میں دقت پیش آئے گی۔ آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی انگلیوں کو درست سمت میں حرکت دیں۔ اگر جھریاں ہیں تو ان کو احتیاط سے مساج کریں۔ عموماً جھریاں مسلز کی دائیں جانب بنتی ہیں۔ اس سے فائبر کی سمت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ اگر جھریاں عمودی ہیں تو افقی انداز میں اور اگر افقی ہیں تو عمودی انداز میں مساج کریں یعنی انگلیوں کو حرکت دیں۔

مسل کئی لحاظ سے ایک پتے سے مشابہ ہوتا ہے۔ یعنی یہ صرف ایک ہی سمت میں چلتا ہے اس لیے مساج بھی ایک ہی سمت میں ہونا چاہیے اگر مسل درمیان سے باہر کی طرف جارہا ہے تو آپ کو اندر اور باہر دونوں سمت میں مساج کرنا ہے مساج کرتے وقت آپ کو چہرے پر بہت ساری کریم لگانے کی ضرورت نہیں اگر بہت ضروری ہو تو آپ آدھا ٹی اسپون کریم لے لیں جو آپ کی انگلیوں کو چہرے پر پھسلنے میں مدد دینے کے لیے کافی ہوگی۔

تولیہ سے مدد

اگر آپ کو مندرجہ بالا طریقہ دشوار لگے تو آپ صرف یہ کریں کہ مساج کریم (معمولی مقدار میں) انگلیوں پر لگا کر چہرے پر جگہ جگہ لگالیں دوسرے مرحلے میں نیم گرم تولیے کو تیس سیکنڈ تک چہرے پر مساج کے طور پر رگڑیں۔ گرم تولیے کی رگڑ سے مساج میں اثر پیدا ہوتا ہے اور آپ کی جلد پر درجہ حرارت اور خون کی گردش بھی پیدا ہوجائے گی۔

مساج کریم صاف کرنا

مساج سے فارغ ہوجائیں تو مساج کریم کی صفائی پر توجہ دیں۔ ٹشو پیپر سے کریم کو صاف کرنے کی کبھی کوشش نہ کریں۔ اس سے آپ کی جلد کو نقصان پہنچے گا اور مساج سے جو اثر حاصل کیا گیا ہے وہ ضائع ہوجائے گا اسے صاف کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ کاٹن پیڈ کو ملک لوشن میں بھگو کر کریم کو ہولے ہولے صاف کرلیں۔ متبادل کے طور پر آپ گرم تولیے سے اپنا چہرہ صاف کرسکتی ہیں۔ تولیہ کو اگر تھوڑی دیر کے لیے اسٹیم کرلیں تو بھی اچھا رہے گا۔ اس سے چہرہ صاف کرنے سے جلد کی رنگت اور نکھر جائے گی۔

مرحلہ وار طریقہ

گھر پر فیشل مساج سے سو فیصد نتیجہ حاصل کرنے کے لیے ذیل میں دی گئی ہدایات سے استفادہ کریں۔

مساج کی شروعات گردن سے کریں۔ دونوں ہاتھوں کو استعمال کریں اور ایک ہاتھ سے مساج کرنے کے فوراً بعد دوسرے ہاتھ کو حرکت میں لے آئیں تاکہ تسلسل قائم رہے دونوں ہاتھوں کو حرکت میں رکھتے ہوئے جبڑے کے نچلے حصے اور پھر گالوں کی طرف، ذہن میں یہ بات رہے کہ انگلیوں کی حرکت ایک ہی سمت میں ہو۔

جہاں ہنسنے کی وجہ سے لکیریں بن جاتی ہیں اسے لافنگ لائن کہتے ہیں۔ اب وہاں سے مساج کا عمل شروع کریں۔ ناک سے اوپر کی طرف جائیں مگر آنکھوں کے نیچے دباؤ ہلکا رکھیں ایک بار پھر اس بات کا خیال رکھیں کہ مساج ایک ہی ڈائریکشن میں ہو اب ٹھوڑی پر آجائیں اور دونوں ہاتھوں سے اوپر کی طرف حرکت دیتے ہوئے مساج کریں۔ اوپری ہونٹ کے پاس دونوں ہاتھوں سے مساج کریں اور دونوں ہاتھوں کی حرکت میں اختلافات ہو یعنی ایک کو دائیں جانب تو دوسرے کو بائیں جانب حرکت دیں۔

شہادت کی انگلی کی مدد سے آئی پاکٹ کا اندازہ لگائیں اور باہر والے کارنر سے مساج کا عمل شروع کریں پپوٹوں پر آئیں اور اسی طرح دوسرے کارنر پر نکل جائیں۔ اب ناک کے اوپر سے نیچے کی جانب مساج کریں ناک کی دائیں اور بائیں جانب بھی یہی عمل کریں۔

ماسک کا استعمال چہرے کو نئی شادابی عطا کرتا ہے

آج کل گھریلو ماسک تیار کرنے کا رجحان فروغ پا رہا ہے۔ گھر میں بنائے جانے والے ماسک میں ایک فائدہ ہے کہ آپ کو اپنی جلد کے تقاضوں کے مطابق اس میں لچک رکھنے میں آسانی ہوسکتی ہے۔ گھریلو ماسک استعمال کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ کو اپنی جلد کی نوعیت سے بخوبی آگاہی ہو۔ بہت سے ماسک پھلوں، سبزیوں، انڈوں، دودھ اور وٹامن سے بھی تیار کیے جاتے ہیں۔

انڈوں کو ماسک کے طور پر استعمال کرنے کا رجحان اس لیے زیادہ ہے کہ انڈے ہر قسم کی جلد پر استعمال کیے جاسکتے ہیں اور اس کا طریقہ استعمال بھی آسان ہوتا ہے۔ تازہ پھلوں مثلاً اسٹرابری کو اچھی طرح کچل کر چہرے پر ملیے اس طرح کیلے کو بھی استعمال کیا جاسکتا ہے۔ کیلے میں وٹامن، کیلشیم، فاسفورس اور پوٹاشیم کی مقدار بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا انہیں استعمال کرنے کا رجحان بھی عام ہے۔ عام طور پر کیلے حساس جلد کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔

ٹماٹر، پپیتے، دہی، بالائی والے دودھ، شہد کو بھی چہرے کی جلد کی حفاظت کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

بازار میں دستیاب ماسک استعمال کرنے میں بہت سہولت رہتی ہے گھر میں ماسک کی تیاری کے لیے اجزائے ترکیبی کے لیے بہت محنت کرنا پڑتی ہے اور وقت بھی بہت ضائع ہوتا ہے۔ بہرحال ماسک بازار سے خریدنے کے بجائے بیوٹی سیلون سے بھی منگواسکتی ہیں۔ اس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ وہ آپ کی جلد سے واقف ہوگی۔

عمیرہ انیس......خانیوال

نیرنگِ خیال

ایمن وقار

نظم

کبھی لمحوں کی قبروں سے
پرانے لفظ اٹھ کر
بے زبانی کی فصیلوں تک پہنچتے ہیں
بدن پر چند ادھورے خواب اور الفاظ بے چہرہ
حروف بے زباں پژمردہ اور بے چین بینائیاں
شام کی یاد کی دہلیز کے اس پار اکثر
وقت کو دوڑتا پاتے ہیں تو رو پڑتے ہیں
لڑکھڑائے جو کبھی ان کہی باتوں کا خیال
ایک ویران ہنسی ہنستے ہی رو پڑتے ہیں
جیسے پردیس میں پہنچے کوئی غمناک خبر
اور گھٹ گھٹ کے روئے جاتے ہیں تنہا اکثر
جیسے آواز کی پرچھائیں سرکوچہ دل
جانے والوں کو پکارے ہی چلی جاتی ہو
بازگشت بن کے کسی گونج میں ڈھل جاتی ہو
نیم بیدار تمنا تیرے آ جائے کی
نیم سوئی ہوئی حسرت بھی اگر بس میں ہو
ان کہی باتوں کے ویران جزیرے سے کہیں
بھولنا اس سے تو بہتر ہے اگر بس میں ہو

فاخرہ گل...... گجرات

لوٹ آنا......

سنو......!
اب یہ مشکل لگتا ہے
تم بن جی پاؤ گے کیا؟
سوچنا تم
اور لوٹ آنا......
ہوا صدائیں دے گی
بارش میں بھیگے پنچھی
منڈیروں پر بیٹھے
تمہاری راہ دیکھیں گے
تمہیں آواز دیں گے
بے قرار ہو کر
ہمارے درد سے آشنا ہو کر
تمہیں واپس بلائیں گے
وہ صدائیں
سننا تم
سوچنا تم
تم بن جی پاؤ گے کیا؟
اور لوٹ آنا......

صائمہ قریشی...... آکسفورڈ

پیارے وطن

پیارے وطن......
تیرا بُرا چاہنے والے
تجھے بُرا کہنے والے
دشمنانِ وطن......
کم نظر جو ہیں
غدارانِ وطن......
تنگ نظر جو ہیں
تجھے کوئی جو دیکھے
میری نظر سے
خدا کی قسم......
تیرا اسیرِ عشق ہو جائے
خدا گواہ ہے
میرا احسنِ نظر
ہر کسی کو جو مل جائے اگر
تیرے سحر سے وہ بچ نہ سکے
تیرا گرفتار وفا ہو جائے

عظمیٰ شاہین رفیق...... فیصل آباد

غزل

قہقہوں میں بھی اضافہ ہوگیا
جب سے غم مجھ کو زیادہ ہوگیا
دل یہ میرا کب تھا؟ تُو مجھ کو بتا

یہ تمہارا تھا، تمہارا ہوگیا
اب دوا کا اس پر ہوگا کیا اثر
عشق کا جو بھی نشانہ ہوگیا
میرے اشکوں نے کہانی وہ لکھی
صفحہ سارا ان سے سادہ ہوگیا
آنکھ نے ایسے نگہہ سے بات کی
جیسے اک دوجے سے وعدہ ہوگیا
آئینہ دیکھا تو یہ مجھ کو لگا
خود سے بچھڑے بھی زمانہ ہوگیا
کام خانم کے کبھی ہوتے لگے
یوں مشیت کا اشارہ ہوگیا
فریدہ خانم...... لاہور

عید کا دن

آج کا دن......
کتنا عظیم ہے
ہر چہرہ کھلا کھلا
ہر سُو جھولے ہی جھولے
اور...... گونج رہے ہیں ملن کے نغمے
میرے آنگن میں
خاموشی خیمہ زن ہے
نہ کوئی شور شرابا
نہ کوئی ڈھول باجا
نہ چوڑیوں کی جھنکار
سہمے سہمے......
میرے چاند ستارے دیکھ رہے ہیں اک دوجے کو
اور میں...... بے سروسامانی کے عالم میں
اپنے آپ کو...... زندہ کہوں یا مردہ
بھوک ننگ کی چادر اوڑھ کر
اس مہذب معاشرے میں
گہری نیند سو رہا ہوں
کہتے ہیں کہ...... آج عید کا دن ہے
منیر جہلمی...... جہلم

اے وطن......!

اے وطن......
تُو سلامت رہے صدا
تُو ہوا امن کا نگر
جہاں چاہتوں کی ہو سحر
جہاں رنج وغم کا گزر نہ ہو
جہاں خوشبو رنگوں کی بہاریں ہوں
جہاں کا ہر شخص ہو خالد بن ولید
اور ہر بچہ حسینؓ ہو
تُو ہمیشہ رہے بہاروں کی دسترس میں
تیرے پاس خزاں کا گزر نہ ہو
میرے وطن......
تُو سلامت رہے صدا
صدیقہ خان...... باغ آزاد کشمیر

الجھن

بارشوں کا موسم
جب بھی آتا ہے
جانے کیوں ہمیشہ دل کو بھاتا ہے
مگر......
میری الجھنوں میں اضافہ ہو جاتا ہے
کہ...... برستے بادلوں سے
گرتے ہوئے
پانی کے قطرے زیادہ ہیں
یا پھر......
میرے چھوٹے چھوٹے گناہ
علمہ شمشاد حسین...... کورنگی، کراچی

یقین

زندگی ہمیشہ اسی اک موڑ پر
رکی رہے گی
محبتوں کی شمع کبھی جلے گی نہیں
مکمل خوشیاں کبھی مجھے نصیب ہوں گی نہیں
ہر خواہش ادھوری رہے گی
سرد لہجے یوں ہی میرا دل توڑتے رہیں گے
نینوں کے رتجگے ہنوز قائم رہیں گے

دہلیز کی چوکھٹ پر جمی میری آنکھیں
یوں ہی منتظر رہیں گی
تم نہیں آؤ گے......
مجھے یقین ہو چلا ہے......
نوشین اقبال نوشی...... گاؤں بدر مرجان

سفرِ شہر دل

زندگی کی شاہراہ پر
نرم گرم سی دھوپ ہے
کہ جس کہ
سائے میں چمکتا میرا روپ ہے
اور اسی
سفرِ لاحاصل میں
اک موہوم سی
امید......
جگنو کا دیا ہے
میرا مہرباں
میرا رازداں......
بنا وہ ہمسفر......
خوشیوں کی تھی وہ رہ گزر
کہ جس کی سرد شاہراہ پر
خوشیوں کا......
امیدوں کا......
اک پیارا سا بیج ہم نے بویا تھا
مگر یہ......
کیا کہ......
ابھی تو وہ ننھی کونپل
اس شہر دل کی حسین دھرتی پر
سانس بھی نہ لے پائی تھی
کہ اسی......
مہرباں...... رازداں
ہمسفر نے وہ بیج
اپنے سفاک
ہاتھوں سے مسل ڈالا
رات کے اندھیرے میں
سایہ بننے والا وہ ہمسفر
دن کے اجالے میں
ساتھ میرا نہ دے پایا
سماج کی نظروں میں
ہولے سے......
دھیرے سے
اپنا یقین
اپنا اعتماد......
سونپ کے وہ
سنگ میرے نہ چل پایا کبھی
میری زینت کے اجالوں کو
وحشتوں کے اندھیروں میں
اس طرح دھکیلا اس نے
کہ میرے شہر دل کی
معصوم......
ننھی......
کلی
وہ ادھ کھلی کونپل
کھلنے سے پہلے ہی مرجھا گئی
اور میرا شہر دل
وحشتوں کے آسیب میں گھرا
تاعمر کے لیے بنجر ہو گیا
سمیرا غزل صدیقی...... کراچی

ہجر

جانِ جاناں تیرے ملنے کی
خوشی میں
میں اس قدر مسرور ہوں
کہ جی چاہتا ہے کہ آسمان
پر جتنے
بھی تارے ہیں وہ میرے
آنگن میں آ کر میری
خوشیوں
میں برابر کے شریک ہوں

کیونکہ انہوں نے بھی تو
ہجر کی تمام راتیں
میرے سنگ
جاگ کر گزاری ہیں
نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ صدر

ادھوری نظم

پنجرے کا پنچھی ہوں میں تو
مجھ کو کب کوئی فرق پڑے گا
بوندیں برسیں یا نہ برسیں
سردی آئے یا نہ آئے
یا پھر سارے جگ میں لو گو
گرمی ہی گرمی بھر جائے
پھول کھلیں یا مرجھا جائیں
پنجرے کا پنچھی ہوں میں تو......
شہزادی شاہانہ...... نواب شاہ سندھ

پیا کے نام

آج تو عید ہے جانم
آج خوشیوں کا سماں ہے
تم کیوں روٹھ گئے ہو
ساری رنجش
ساری تلخی
ساری خفگی کو بھلا کر
آؤ کہ "عید ملیں ہم"
شمع ناز...... کراچی

غزل

لوگ کہتے ہیں
محبت پھول ہوتی ہے مگر پھول بکھر بھی تو جاتے ہیں
محبت آئینہ ہوتی ہے مگر آئینے ٹوٹ بھی جاتے ہیں
ایک دل سے دوسرے دل میں سفر کرتی رگ و جاں میں اتر جاتی ہے
محبت خوشبو ہوتی ہے مگر خوشبو مر بھی جاتی ہے
دو دلوں کو حصار میں لے کر اپنی تپش سے جلاتی ہے
محبت آگ ہوتی ہے مگر آگ بجھ بھی تو جاتی ہے
رنگین امنگوں سے مزین سرسبز باغوں میں کھلکھلاتی
محبت شام ہوتی ہے مگر شام ڈھل بھی تو جاتی ہے
دل میں جذبوں سے منور خوشی سے بھرپور
محبت جان ہوتی ہے مگر جان نکل بھی تو جاتی ہے
مگر عینی محبت پھول نہیں، محبت آگ نہیں، یہ شام نہیں، یہ جان نہیں
محبت کی کوئی مثال نہیں، محبت تو بس محبت ہوتی ہے
انیتا عنبر...... فیصل آباد

عید

میرے مولا
یہ کیسی عید ہے؟
لب مسکراتے تو ہیں
پر آنکھ میں نمی بھی ہے
اے خدائے لم یزل
ہمارے نصیبوں میں
ایسی بھی عید لکھ دے
جب ہر لب پر ہنسی ہو
ہر چہرے پر روشنی ہو
ہر دل میں بس خوشی ہو
شگفتہ خان ٹوفی...... بھلوال

اگر تم دیکھ لو

ہے تو بہت کچھ......
ان آنکھوں میں میری
اگر تم دیکھ لو
کیسی ویرانی ہے
صرف ایک آس ہے
جس پر میں زندہ ہوں
اگر اک بار تم دیکھ لو تو......
تمہیں اپنی سانسیں
رکتی ہوئی محسوس ہوگی
لیکن تب تک شاید
میں پتھر بن جاؤں
طیبہ نذیر...... شادیوال گجرات

نظم

میرے دل کے محل میں

صرف تم ہی رہو
اپنی پلکوں پر
سجاؤں تو خواب صرف تمہارے
میری تنہائی......
میری آرزو......
میری زندگانی......
صرف تم ہو
ہو اجازت
تو روح میں بسالوں تم کو
ماروی یاسمین......سرگودھا

غزل

ترک تعلق تو اک بہانا ہے
ہم نے بس خود کو آزمانا ہے
غمِ جاناں کو ڈھالا لفظوں میں
کہ مزاج اپنا شاعرانہ ہے
یہ میرے لفظ صرف لفظ نہیں
عشق و محبت کا یہ ترانہ ہے
روز ہی ان سے ملا کرتی ہوں
مگر ملنا غائبانہ ہے
ہجر کے ساتھ وصل خواہش ہو
لذت عشق کا بہانہ ہے
عطیہ زاہرہ......باغبان پورہ لاہور

غزل

جو صبح اس کے لیے اجالی سی تھی
اسی صبح میری آنکھوں میں لالی سی تھی
جس نے رات بھر تکیے بھگوئے
سحر ہوتے ہی وہ آنکھ خالی سی تھی
بے فکر مستی میں جھومتا پھول تھا وہ
اور میری اس کے لیے فکر مالی سی تھی
فرصت ملی تو آہی جاؤں گا
مانی نہیں تھی میری بات بس ٹالی سی تھی
اپنا نام سن کر میں جھوم اٹھی
[illegible] میرے نام کے ساتھ اس کے لبوں پر گالی سی تھی

اب ایسا بھی نہیں کہ پتھر کی دیواریں تھیں صندل
اس کے اور میرے درمیان بس اک جالی سی تھی
کلثوم صندل......

نظم

وفا کی آرزو کرنا
سفر کی جستجو کرنا
جو تم مایوس ہو جاؤ
تو ربّ سے گفتگو کرنا
یہ اکثر ہو بھی جاتا ہے
کہ کوئی کھو بھی جاتا ہے
مقدر کو ستاؤ گے
تو پھر یہ سو بھی جاتا ہے
اگر تم حوصلہ رکھو
وفا کا سلسلہ رکھو
جسے تم غفار کہتے ہو
اس سے رابطہ رکھو
میں یہ دعویٰ سے کہتی ہوں
کبھی ناکام نہ ہو گے
حقیقی عشق کو سمجھو
کبھی بدنام نہ ہو گے
کشش یاسین......محمد پور دیوان پنجاب

انا کے ٹوٹ جانے سے

انا کے ٹوٹ جانے سے تکبر سر پٹختا ہے
ملنساری ہنستی ہے زعم جی بھر پٹختا ہے
قدر انسانیت کی پھر دوبارہ جاگ جاتی ہے
پھر شکوہ مقدر کا اندھیروں میں بھٹکتا ہے
خدا کی رحمتیں آ کر زمیں پر غل مچاتی ہیں
قریب انسان کے پھر نہ کوئی شیطان پھٹکتا ہے
دلوں کی وادیوں میں پھر محبت شور کرتی ہے
وہاں کوئی پھر نفرت کا نہ پتھر اٹکتا ہے
پھر انصاف ہوتا ہے ضمیروں کی عدالت میں
کرپشن اور رشوت پر بڑا تالا لٹکتا ہے
وہاں مسکان سچائی کروفر سے رہتی ہے

بڑے ہی غم سے پھریوں جھوٹ اپنا سر جھٹکتا ہے
نورین مسکان سرور......سیالکوٹ

نظم

سنو......
تمہارے بن ہمیں
ہر دن ویران لگتا ہے
ہر شام اداس لگتی ہے
تمہارے بن ہمیں
ہر موسم بے رنگ سا لگتا ہے
اداس آنکھوں میں
نہ کاجل سجتا ہے
شفاف ہتھیلیوں پر
نہ مہندی جچتی ہے
سنو......
تمہارے بن ہمیں
کچھ اچھا نہیں لگتا
کوئی چہرہ
نگاہوں میں نہیں جچتا
تم نے وعدہ کیا تھا نا
بہت جلد لوٹ آؤ گے
سنو......
لوگ کہتے ہیں عید آئی ہے
مگر تمہارے بن ہمیں
ایسا نہیں لگتا
سنو......
تم لوٹ آؤ
ہمیں تمہاری دید ہو جائے
ہماری بھی عید ہو جائے
پارس شاہ......چکوال

نظم

برستی بارشیں ہیں اور دستک ہواؤں کی
دلِ خوش فہم یہ سمجھ کہ وہ لوٹ آیا ہے
مزاجِ یار بھی میرا اسی بارش کے جیسا ہے
کبھی تو ٹوٹ کے برسا کبھی دل بھر کے ترسا
تمہاری یاد کے منظر میری آنکھوں میں پھر اترے
یہ ساون جب بھی برسا ہے نیا اک درد لے کر
کبھی جو لوٹ آؤ تو یہ منظر دیکھنا تم بھی
یہ بادل آج کیسا آنکھ میں سیلاب لایا ہے
نزہت جبین ضیاء......کراچی

دعا

اے اللہ اس سے ملنا کا کوئی سبب بنا دے
پھر کیا ہو اس کو میرا محافظ بنا دے
رشتہ اس سے ہو میرا کچھ اس طرح کا
میرا ہاتھ اٹھے دعا کے لیے اس کو میری آواز بنا دے
اے اللہ مجھے اتنا تو یقین ہے کہ تو سنے گا
بس اس بات پر اس کو پر یقین بنا دے
کوئی جا کے اسے میرا پیغام تو دے
کے اللہ سے جب مانگوں وہ عطا کرے
جو دل میں ہو اس کے وہ بن مانگے حق دار بنا دے
محبت میں یوں زبردستی اچھی نہیں
چلو جب اس کا دل چاہے
رب میرا تب اس کو میرا بنا دے
فاطمہ ماریہ......فیصل آباد

نظم

بلند کرداری آنکھیں
وہ خوش گفتاری آنکھیں
محبت کی نگہبان ہیں
در و دیواری آنکھیں
نمیدہ، شبنمی گل پوش
گل و گلزاری آنکھیں
دہکتی دھوپ میں ٹھنڈک
گھنے اشجاری آنکھیں
کمال حسن و رعنائی
سخن اشعاری آنکھیں
نازش انوار

❀

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

نادیہ عباس دیا کے نام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! نادیہ عباس دیا' میں بالکل ٹھیک ہوں امید کرتی ہوں کہ آپ بھی ٹھیک ہوں گی۔ آپ کو ڈھیر ساری عید مبارک ہو اللہ آپ کو بہت سی خوشیوں سے نوازے۔ "خوشبو کا سفر" 2011 اگست میں شائع ہوئی اس کے بعد "اندھیروں سے اجالوں تک" دسمبر 2014ء میں آپ کو میرا نام یاد رہا' ماشاء اللہ لگتا ہے اللہ عزوجل نے آپ کو بڑا خاص ذہن عطا کیا ہے ورنہ اتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھلا اس طرح کون یاد رکھتا ہے۔ آپ نے مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھا' اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ کی محبت نے مجھے سچ مچ شرمندہ کردیا' میں بھلا اتنا اچھا کیسے لکھ پائی کہ میرے لفظوں کو عمیرہ احمد جیسی رائٹر سے ملایا جائے۔ میں نے تو ابھی شروعات کی ہے لیکن میں جانتی ہوں اختتام بھی کر ڈالوں تو "پیر کامل" جیسا کچھ نہیں لکھ پاؤں گی لیکن آپ نے میرے لیے جس پیار کا اظہار کیا ہے یقین کریں مجھ ابھی تک یقین نہیں آیا۔ ہم دوست ہی ہیں کیونکہ آپ کا اچھا دوست وہی ہوتا ہے جو آپ کو کچھ بھی برا نہ کرنے دے' آپ گرنے لگیں تو سنبھالیں تو لکھنے والا ذہن پڑھنے والے ذہن کا دوست ہی ہوتا ہے وہ اپنے لفظوں سے اسے اچھے برے کا فرق سمجھاتا ہے اور میرے لفظ اگر آپ کے دل کو چھو سکیں تو ہم دوست ہی تو بن گئے۔ میں اپنے پیپرز کی وجہ سے اس ماہ رسالہ نہیں لائی تھی اور بعد میں بھول گئی اب یاد آنے پر لائی اور آپ کا پیغام دیکھا تو افسوس ہوا کہ بہت زیادہ دیر ہوگئی آپ نے انتظار کیا ہوگا' اللہ آپ کو خوشیوں بھری ہزاروں عیدیں نصیب فرمائے' آمین۔ اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے' اللہ حافظ۔

عائشہ نور محمد...... کراچی

پیاری فرینڈ کے نام

السلام علیکم! لڑکیو کیسی ہو آپ سب؟ ارے ارے رضیہ سلطانہ صاحبہ اتنا خوش ہونے کی ضرورت نہیں' میں نے تمہیں مخاطب نہیں کیا' تمہیں جب بھی مخاطب کروں گی خاتون کہہ کر کروں گی۔ ہاں جی ثریا اکرم صاحبہ امید ہے آپ ٹھیک ہوں گی اور چھٹیوں کو انجوائے کررہی ہوں گی۔ میری طرف سے تمہیں عید مبارک' اللہ رکھی آئی لو یو۔ تم تو میری بہترین دوست ہو' حنا یقیناً آپ نے سارے روزے رکھے ہوں گے' آپ ہو ہی بہت اچھی۔ رافعہ' ثوبیہ اور ثمینہ خادم تمہیں بھی بہت بہت عید مبارک۔ اب آتے ہیں رضیہ سلطانہ کی طرف' رضیہ آخر تو مجھے بتاتی کیوں نہیں کہ تو مجھے دیکھ کے ہنستی کیوں ہے' اب اگر مجھے دیکھ کے ہنسی تو یقین جانو تمہاری بتیسی توڑ کر تمہاری ہتھیلی میں تھمادوں گی (مذاق مت سمجھنا) اور ہاں میں تمہیں کبھی بھی اپنی دوست نہیں بناؤں گی۔ امید ہے رضیہ آپ کو میری کوئی بات بری نہیں لگی ہوگی اور اگر بری لگی بھی ہے تو مجھے پروا نہیں۔ ریحانہ' سمیرا' ہاجرہ' رفعت' فوزیہ' رخسانہ اور میم صائمہ خان کو بھی عید مبارک۔

کلثوم صندل...... مظفر گڑھ

چھوٹی موٹی فرینڈز کے نام

خیریت کی طالبہ بخیریت ہے' پیاری دوستو! میں آگئی' کیا ہورہا ہے آج کل؟ آپ سب کو عید الفطر بہت بہت مبارک ہو' اس مہینے میں جس جس کی بھی سالگرہ ہے اسے بہت بہت مبارک ہو۔ لودھراں کی رہنے والی نفیسہ حبیب نے پوچھا کہ اگر شازیہ اقبال اس کی دوست ہے جو کونڈی میں رہتی ہے تو جواب دے۔ نفیسہ میں آپ کی کلاس فیلو شازیہ نہیں ہوں' ہاں اگر تم مجھے اپنا دوست بنا سکتی ہو تو مجھے خوشی ہوگی۔ خوشبو کیف خوشی کیسی ہو تم؟ اور تم کہروڑ پکا میں کہاں رہتی ہو؟ سباس آپی کیسی ہیں آپ؟ آپ کا نام بہت پیارا ہے' آپ رحیم یار خان میں کہاں رہتی ہیں؟ ایس انمول کیا آپ مجھے اپنے گروپ میں شامل کریں گی۔ پروین افضل آپی! آپ کیسی ہو؟ سمیرا شریف طور اور نازیہ کنول نازی آپ کیسی ہیں؟ آپ کے ناول بہت اچھے جارہے ہیں۔ نازیہ آپی "جھیل کنارہ کنکر" ناول ختم ہونے پر بہت بہت مبارک باد۔ سمیرا آپی آپ جو بھی ناول لکھتی ہیں اس میں ہر کوئی امیر کبیر ہوتا ہے کیا آپ غریب پر کوئی ناول نہیں لکھتی۔ شاہ زندگی' شمع مسکان' لیلیٰ شاہ' امبر گل' ارم کمال' سعدیہ رمضان سعدی' عائشہ پرویز' صبا نواز' نورین لطیف' اقصیٰ اور سنیاں زرگر'

مریم بٹ تمثیلہ بٹ‘ صائمہ سکندر‘ رملہ ایمل‘ فائزہ بھٹی‘ فوزیہ سلطانہ‘ ابرش‘ زیست مکرم آفرید‘ ندا اعجاز‘ ثناء اجالا‘ ... بلوچ آپ سب میری دوست بنو گی کیا؟ جن کے نام ... نہ ہوں سوری‘ ... کیئر‘ اللہ حافظ۔

شہناز اقبال‘ شازیہ اقبال...... کبروڑ پکا‘ لودھراں

پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیسی ہو سب؟ میں تو ٹھیک ہوں پتا نہیں تم لوگ کہاں مصروف ہو نہ کوئی اتنا نہ کوئی پتا۔ قسم سے ہاسٹل والے دن بہت یاد آتے ہیں۔ عظمیٰ تم تو ڈفر ہو کتنی بار کہا ہے کہ فون کرلیا کرو مجال ہے جو تمہارے کان پر جوں تک رینگے بس صرف باتیں بنانا عملی طور پر کچھ نہ کرنا‘ شبانہ! تم کیسی ہو میں تم سے رابطہ کرنا چاہتی ہوں جہاں بھی ہو آنچل کے ذریعے مجھ سے رابطہ کرو۔ سعدیہ بتول‘ شازیب بھیر کنڈ اگر تم ایس او ایس والی شازیہ ہو تو مجھ سے رابطہ کرو۔ فریحہ باجی (کینیڈا) پلیز مجھ سے رابطہ کریں‘ میں بہت پریشان ہوں حنیفہ سے بولا تھا کہ آپ کا نمبر دے لیکن وہ کہتی ہے کہ آپ کا کوئی نمبر نہیں پلیز اگر آپ میرا پیغام پڑھیں تو پلیز مجھ سے ضرور رابطہ کریں۔ اس کے علاوہ آنچل فرینڈ مجھ سے دوستی کرنا چاہتی ہیں تو موسٹ ویلکم۔ مس روبی جی آپ کیسی ہیں میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں‘ آپ کو بھی عید مبارک۔ انیقہ‘ ابرج‘ گل‘ نورین‘ عظمیٰ باجی اور آپ کی امی سب لوگوں کو میری طرف سے عید مبارک اور سب کو سلام اپنی امی سے کہیے گا کہ میرے لیے دعا کریں۔ آمنہ شاہ آپ کیسی ہو آپ کو بیٹی کی بہت مبارک باد قبول ہو‘ ہمیشہ خوش رہو آپ سب کی جواب کی منتظر‘ اللہ حافظ۔

مسرت شاہین...... بٹنگ سیداں

کھلتی ہوئی کلیوں کے نام

السلام علیکم! کھلتی ہوئی رنگ برنگی کلیوں کیا حال چال ہے؟ امید ہے ٹھیک ہی ہوں گے سب‘ آپ سب کی چھٹیاں بھی خوب مزے کی گزر رہی ہوں گی اور خوب ہلا گلا کیا ہوگا۔ سب سے پہلے میری بہت پیاری‘ سویٹ اور کیوٹ سی کزن اقراء رزاق کی برتھ ڈے ہے ڈیئر اقراء! میری طرف سے سالگرہ بہت بہت مبارک ہو۔ سالگرہ کا کیک کھلانا نہ بھولنا (نہیں تو تمہیں چھوڑنا نہیں میں نے) اور سب گھر والوں کو ہم سب کی طرف سے سلام کہنا‘ اس کے ساتھ بہت پیاری معصوم سی سویٹ سی دوست زاہرہ نصر اللہ کی سالگرہ ہے میری طرف سے سالگرہ مبارک ہو۔ اب میری پیاری سی کزن اقراء جی اور دوست زاہرہ میری طرف سے کسی بھی گفٹ کی امید نہ رکھنا کیونکہ میں نے تم لوگوں کو آنچل کے ذریعے وش کرکے بہت بڑا سرپرائز دیا ہے (ہیں نا؟)۔ میری پیاری بیسٹ فرینڈ اقصیٰ کو بھی بہت سلام‘ اپنا بہت سا خیال رکھا کرو اور تمام دوستوں جن میں بینش‘ شائستہ‘ مریم‘ ہدیٰ اور بشریٰ نذیر کو سلام۔ اللہ میری تمام دوستوں اور مجھے اچھے نمبروں سے پاس کرے‘ آمین اور اب سیکنڈ ائیر میں بھی خوب دل لگا کے محنت کرنا۔ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا‘ اللہ حافظ۔

ماریہ چوہدری...... ساہیوال

فیملی کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں سب خیریت سے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ آپ کو سدا ہنستا مسکراتا رکھے‘ آمین۔ پیارے بھائی جان آپ کی 2 ستمبر کو برتھ ڈے ہے ہیپی برتھ ڈے‘ ارے چونک کیوں گئے میں ہوں ماہی۔ اللہ آپ کو خوشیوں سے بھری لمبی زندگی دے اور آپ ہمیشہ مسکراتے رہیں اور ماما جان کی کھٹی میٹھی ڈانٹ روز سننے کو ملے‘ ہاہاہا...... اور میرے باقی سب بھائیوں کو میرا پیار بھرا سلام‘ آپ لوگ جہاں بھی رہیں خوش رہیں‘ آباد اور شاد رہیں اور ہمارے ماں باپ کا سایہ ہمارے سروں پر ہمیشہ سلامت رہے‘ آمین۔

ماریہ کنول ماہی...... چک ورکاں

آنچل فرینڈز اور کزن کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہیں سب کے؟ سب سے پہلے میری کزنوں نزہت رانی‘ مہوش اسلم‘ انیلا شہزادی‘ اور چھوٹی شہزادی گڑیا سعدیہ کو بہت بہت عید مبارک پھر صدف بھئی سوچا کیوں نہ تمہیں بھی آنچل کے ذریعے عید کی مبارک دے دوں‘ دیکھا میں نے کہا اور پورا کیا پھر میری ان تمام کزن کو عید مبارک جن کے نام نہیں لکھ سکی‘ سب کو مشترکہ ہی عید مبارک پھر بھابی صاحبہ آسیہ عرفان آپ کو بھی سسرال میں پہلی عید مبارک اور ہاں اعتکاف کی بھی مبارک ہو پھر اپنی بہن اور بھائیوں کو عید مبارک۔ آپی پروین آپ نے دوست کا پیغام آئے میں یاد کیا‘ شکریہ۔ ارم کمال آپ کو

میرے سوالات پسند آئے اس کے لیے بھی شکریہ۔ ایک دفعہ پھر سب آنچل فرینڈز کو بہت بہت عید مبارک۔

رابعہ کوثر...... ملکوال

خاص دوستوں کے نام

السلام علیکم! پیاری دوستوں کیسی ہو سب؟ جاناں (چکوال) بھئی کہاں گم ہیں آج کل؟ جلدی سے انٹری دیں آنچل میں۔ اریبہ شاہ‘ شاہ زندگی‘ سار یہ چوہدری‘ سباس گل‘ سمیرا شریف طور اور نازیہ کنول نازی پلیز آپ لوگ کہاں غائب ہیں‘ آنچل میں انٹری دے ہی دیں۔ میں ابھی تک آپ کے جواب کی منتظر ہوں‘ اریبہ شاہ اینڈ نازیہ کنول نازی کیا میں آپ کا فون نمبر لے سکتی ہوں‘ جواب ضرور دیجیے گا‘ مجھے آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔ نورین شاہد بہت جلد ہی بھول گئیں آپ مجھے۔ شاہ گروپ کے چمکتے ستاروں آپ لوگ کیسے ہو؟ شمع مسکان‘ اقصیٰ و سنیاں زرگر آپ کیسی ہیں؟ دعاؤں میں یاد رکھا کریں اور تمام چکوالیوں اور آنچل فرینڈز کو ڈھیر سارا پیار بھرا سلام اور آپ کے لیے ڈھیر ساری دعائیں۔ اللہ نگہبان۔

پاس شاہ...... چکوال

پیارے بھائی قاسم کے نام

السلام علیکم! کیسے ہو قاسم (دبئی)۔ ٹھیک ہو نا تم؟ میں انیسہ‘ مصباح‘ شاہ ویز‘ شازم اور ابو سب تمہیں بہت یاد کرتے ہیں‘ تم اپنا بہت خیال رکھا کرو۔ اللہ تمہیں بہت ساری خوشیاں عطا کرے اور تمہیں ہر وہ خوشی ملے جس کی تم تمنا کرو۔ سدا خوش رہو‘ آباد رہو‘ آمین۔

عروسہ پرویز...... کالس

تمام اچھی دوستوں کے نام

السلام علیکم! امید ہے بخیریت ہوں گے‘ سب کے سب ہم سے ناراض لگتے ہیں یار! میں مجبوری کی بنا پر کچھ عرصہ غائب ضرور ہوئی لیکن آنچل ہمیشہ میرے ہمراہ رہا کیونکہ اس آنچل کی وجہ سے مجھے اتنے اچھے دوست ملے۔ بشریٰ کی شادی ہوگئی بہت مبارک ہو‘ بشریٰ آپ تو بہت زیادہ ہی ناراض ہوگئی ہو‘ یار میں کیا کروں کیسے مناؤں۔ آپ تو میری بیسٹ فرینڈز ہونا۔ رابی اریبہ شاہ آپ تو بالکل بدل گئیں‘ فضی تم نے تو مجھے ہمیشہ یہی کہا جاب چھوڑ کر واپس آجاؤں دوستوں میں اب جبکہ میں واپس آگئی ہوں تو پھر بھی ناراضگی۔ ایمن تمہارا پہلا لیٹر آنچل میں پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ صائمہ سکندر علی سومرو‘ فریحہ شبیر‘ طیبہ شیریں‘ طیبہ نذیر آپ ہمیشہ مجھے یاد کرتی ہو بہت خوشی ہوتی ہے یار۔ سیدہ جیا عباس شادی بہت بہت مبارک ہو‘ ہمیشہ خوش رہو ڈئیر۔ صنم ناز‘ چندا مثال‘ نادیہ لیسین‘ ایس انمول‘ شمع مسکان‘ مسکان (قصور)‘ ساریہ چوہدری‘ فروا شہیلہ‘ ثنا اعوان آپ سب کیسی ہو؟ فرح طاہر‘ کرن وفا آپ دونوں کیسی ہو؟ فرح آپ کی اسٹوریز بہت اچھی لگتی ہیں۔ نازیہ کنول نازی یار آپ کے بارے میں جان کر بہت اچھا لگا یعنی آپ کا تفصیلی انٹرویو بہت اچھا جارہا ہے‘ ندا چوہدری‘ ثنا ملک‘ تحریم چوہدری‘ عظمیٰ ایمان آپ کیسی ہو؟ اسٹڈی کیسی جارہی ہے۔ امبر گل‘ شاہ زندگی‘ دلکش مریم‘ ام ثمامہ‘ سامعہ ملک پرویز‘ آپ کی پیغامات‘ تبصرے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ ان شاء اللہ پھر حاضر ہوں گی‘ اللہ حافظ۔

جاناں...... چکوال

آنچل کی پریوں کے نام

طویل غیر حاضری کے بعد خنساء عباس آپ کی خدمت میں محبت بھرا سلام پیش کرتی ہے‘ امید ہے آپ مجھ ناچیز کو نہیں بھولے ہوں گے۔ نگینہ سسٹر پیاری سی دعا دینے کا شکریہ‘ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کے والدین‘ سنیاں زرگر کی والدہ اور جتنے بھی مسلمان وفات پاچکے ہیں ان سب کی مغفرت فرمائے‘ آمین۔ عبید اور ہادیہ کے لیے ڈھیروں پیار اور دعائیں۔ حساس دل کی مالک‘ اداس موسموں کی فاختہ نازیہ کنول نازی سے ”بہنوں کی عدالت“ میں ملاقات کرکے بہت مزہ آیا‘ نازی آپی آئی لائک یو۔ سمیرا آپی! پلیز خوش رہا کریں‘ کیوٹ سی ام مریم آپی! آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہیں (اللہ کرے زور قلم اور زیادہ) عائش چندا اپنا خیال رکھا کرو۔ سباس گل‘ انا احب‘ جیا عباس‘ پروین افضل شاہین‘ نوشین اقبال نوشی‘ عائشہ پرویز‘ تانی آکسفورڈ‘ شاہ زندگی‘ اریبہ شاہ‘ شمع مسکان‘ فریحہ شبیر‘ سمیرا التعبیر‘ نورین شاہد‘ سامعہ ملک‘ فائزہ بھٹی‘ صدف سلیمان‘ طیبہ نذیر اور جن بہنوں کے نام لکھنے سے رہ گئے ان سب کو میرا اخلوص بھرا سلام اور دعاؤں کی درخواست‘ اللہ حافظ۔

خنساء عباس...... جھنگ

مخلص اپنوں کے نام

السلام علیکم! آنچل اسٹاف و قارئین' میرے تمام اپنوں کو بہت بہت عید مبارک۔ آپ سب کی عید ہنستی مسکراتی اور غموں سے آزاد گزرے اور میرے پیارے ملک میں عید ایسی عید آئے جس میں خودکش حملے نہ ہوں' معصوم بچوں کے دھماکوں سے ٹکڑے نہ ہو' ہمیشہ امن کی عید آئے' آمین۔ مس عمارہ نیازی اور عائشہ صدیقہ میں آپ کی محبتوں (جو کہ بے پناہ ہیں) کی مقروض ہوں' آپ سب کا خلوص تھا کہ مجھے الوداع ایسے کیا کہ میں جہاں بھی رہی آپ سب کو یاد کرتی رہوں گی۔ حانی تم سے بے وفائی نہیں کی عمرو ہی بات کہ منزل تک جانے کے لیے جدائی جیسی دشوار سیڑھیاں پار کرنا پڑتی ہیں۔ جانی بھیا آپ کے ساتھ گزری عید یادگار تھی اور مجھے آپ نے یاد بھی رکھا ہوا ہے کہ...... اور A تم ہر ٹائم لڑائی نہ کیا کرو' امن کے ساتھ رہا کرو میرے ساتھ (ہاہاہا)۔ فاطمہ' فریحہ' عریشہ' عبد' اسفند' امجد تم بہت کیوٹ ہو' دیکھ کر اپنا بچپن یاد آ جاتا ہے (ہمیشہ خوش رہو) فوجی بھیا میں آپ کو اس بار عید پر بہت یاد کروں گی کیونکہ آپ کراچی میں ہو گے' تمام دوستوں سے خاص کر حانی اینڈ شاہ زندگی میرے لیے دعا کرنا میں اسلام آباد عالمہ بننے جامعہ حفصہ جا رہی ہوں' دعا کرنا بہت کہ کامیابی کی ساتھ معلمہ بن جاؤں' اللہ ہمارے پیارے ملک کا اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو' آمین۔

حافظہ زائمہ' حافظہ ریحانہ...... میانوالی

پاکستانی پریوں کے نام

السلام علیکم! میری پیاری سی فرینڈز زنیرہ' نیشہ' اقراء' ادیبہ' آنسہ' المیر' اردا' حفصہ' عمارہ' سعدیہ (بھابی)' سفیرہ' مریم' آپی عائشہ راشد اور میری سسٹرز انشاء' گڑیا' فاطمہ آپ سب کو میری طرف سے عید مبارک ہو۔ دعا ہے کہ آپ صدا پھولوں کی طرح مسکراتی رہو' ہمیشہ خوشیاں آپ کا مقدر بنیں۔ باقی تمام آنچل بہنوں کو بھی میری طرف سے عید کی خوشیاں مبارک ہوں۔ آپ کی دعاؤں کی طالب۔

اقراء روشی...... گوجرانوالہ

نگینہ بحر عمران اور دیگر پڑھنے والوں کے نام

تمام اہل اسلام کو عید کی بہت مبارک ہو' اللہ ربّ العزت سے دعا ہے کہ ملک پاکستان میں امن و آشتی کا بول بالا فرمائے' آمین۔ جیا باجی مجھے آپ کی شادی کا تھوڑا لیٹ پتا چلا' بہت بہت مبارک ہو' اللہ آپ کو بہت خوشیاں دے۔ مائی ڈیئر نگینہ بے بی کی بہت بہت مبارک ہو' یقین مانو بہت خوشی ہوئی جب تمہارے پیغام میں اپنا نام پڑھا کچھ رسالہ لیٹ ملا پھر جب آپ کا پیغام نظروں سے گزرا تب تک اگلے ماہ کی ڈاک جا چکی تھی ورنہ دل چاہ رہا تھا کسی کبوتر کے ہاتھ خط بھیج دوں۔ پروین افضل شاہین آپ کے ابو کا پتا چلا بہت دکھ ہوا' اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور جنت میں جگہ دے' آمین۔ یار حلیمہ تم نے اپنے ایک پیغام میں دوستوں کی لمبی لسٹ میں میرا بھی نام لکھا میں نے تمہیں اپنے بارے میں بتایا اور غضب خدا کا تم نے اگلے پیغام میں میرا پتا صاف کر کے کسی اور کو دوستی کی آفر کر دی (ہاہاہا)۔ نگینہ اللہ آپ کو بہت خوشیاں دے' کاکا' کاکی کو میری طرف سے پیار کرنا۔ او کے' اللہ حافظ۔

روبی علی...... سید والہ

نازیہ کنول نازی کے نام

السلام علیکم! یقیناً خیریت سے ہوں گی۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' مس اُم مریم کے ناول کے لیے آپ نے آنچل والوں سے جھگڑا کیا' میں شاکڈ ہو گئی تھی یہ بات پڑھ کر۔ آپ نے شاید اس میں ایمان بی بی کا کردار نہیں پوچھا ہوگا ام مریم سے نہ انہوں نے بتایا ہوگا ورنہ (مجھے امید ہے) آپ کبھی بھی اس ناول کے لیے کانشس نہ ہوتیں۔ ایمان جیسا کردار بہت ساری اس جیسی ''پریوں'' کے پَر نکالنے کا باعث بن سکتا ہے جبکہ اس کردار میں شرجیل کے حوالے سے ایک فیصد بھی سچائی نہیں ہے جب میں نے ایمان کے گھر سے بھاگ جانے کا پڑھا میرا دل چاہا یہ صفحے ہی اکھاڑ دوں اتنا غصہ آیا اتنا دکھ ہوا۔ آج کل کی لیڈی ڈیانا ہر وقت ایسے کاموں کے لیے تیاری کیے رکھتی ہیں اوپر سے اس کردار کو اتنا آسان بنا کر پیش کیا کہ کیا بات ہے ہیرو بھگا کر لے جاتے ہیں اس کے بعد کیا ہوتا ہے اگر وہ بتایا ہوتا تو اچھا ہوتا اور میری ریکوئسٹ ہے آئندہ اس طرح کے کردار کے ساتھ انصاف کیا جائے چاہے کوئی بھی رائٹر لکھے۔ آپ کا ناول ''ساحل پہ آ کے ڈوب گئے'' اتنا زبردست ہے کہ میں نے بیس دفعہ پڑھا ہے اور ہر بار آنکھیں بھر آئیں' او کے اجازت چاہوں گی' اللہ حافظ۔

مدیحہ گل...... فیصل آباد

سویٹ دل والوں گروپ کے نام

السلام علیکم! ارے حیران مت ہو میں نو ماہ کے بعد حاضر خدمت ہوں۔ شادی کے بعد کچھ مصروفیات کی وجہ سے نہ آسکی اس لیے آپ سب سے معذرت خواہ ہوں۔ نورین شاہد' شاہ زندگی' صبا نواز' مسکان قصور' شمع مسکان' ام ثمامہ' سیدہ جیا عباس' چندا مثال' فائزہ بھٹی' صنم ناز' نوشین شاہد اور جن کے نام رہ گئے ہیں' معذرت کے ساتھ سب کو میری طرف سے دل کی گہرائیوں سے عید مبارک۔ میری تمام فیملی بابا جان' امی جان' بلاول بھائی' حنان بھائی' ذکی بھائی' بختاور اور فضالہ بھابی آپ کو بھی عید کی مبارک باد۔ میرے سسرال میں پھوپھاں جیسی اور ماموں پیاری سی ثونیہ' عادل' رضوان سب کو عید مبارک اور کیوٹ سے مرتضیٰ' مقبول اور وفا زہرہ اور علی روشن کو پیار۔ اور میرے شوہر عابد علی کو بھی میری طرف سے عید مبارک۔ کیسا لگا بھئی ماں جی میرا عید وش کرنا' مجھے سب اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا' اللہ حافظ۔

کومل رباب...... گوجرانوالہ

بہت پیارے بھیا کے نام

السلام علیکم! فرسٹ آف آل آنچل ٹیم' آنچل فرینڈز اینڈ بہت پیارے طالب بھیا کو دل کی گہرائیوں سے عید مبارک۔ سویٹ بھیا آپ کہتے ہونا کہ شمع تم میرے لیے میسج کیوں نہیں کرتی تو عزیز از جان بھائی سچ کہوں مجھے تمہارے شایان شان الفاظ نہیں ملتے' جب بھی آپ کی ذات کو سوچوں تو جذبات کے اظہار کے لیے الفاظ نہیں ملتے۔ بس اتنا کہوں گی کہ جیسے گاڑی کے لیے سی این جی لازم ہے ویسے ہی ہماری زندگی میں آپ اہم ہیں۔ آپ کی ذات وائٹ کالر کی طرح ہے جو ہر کلرز میں منفرد مقام رکھتا ہے' پاکیزگی کی نشانی۔ آپ کے جانے کے بعد بھیا آپ کی گڑیا آپ کو بہت یاد کرتی ہے۔ نغمہ باجی سے بھی زیادہ مگر بھیا آپ کو آپ کی بہن نغمہ باجی ہی عزیز ہیں میں نہیں' ارے میں بھی کیا شکوہ کرنے لگی چھوڑیں...... طالب بھیا اپنے بچوں کو بہت سا پیار کرنا ان کی پھوپو کی طرف سے۔ بھابی کو سلام کہنا۔ بھیا آپ بہت اچھے ہیں آپ مجھے بالکل اپنی چائے کی طرح پیارے لگتے ہیں' اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا' آپ کی گڑیا۔

شمع مسکان...... جام پور

اپنوں کے نام

السلام علیکم! سب کو عید مبارک' باجی نصرت آپ کو بیٹے کی پیدائش اور بھائی سلیم آپ کو بیٹی کی بہت مبارک ہو۔ پیارے سویٹ سمی پپی برتھ ڈے ٹو یو' ہزاروں سال جیو۔ بھائی وقاص منگنی مبارک' ردا شکیل' عقیل' عروہ' زارا' عبیرہ پاکستان جلدی آجاؤ نا آپ لوگ۔ نوشین آپ کی جولائی میں برتھ ڈے۔ تھی بہت بہت مبارک ہو۔ طیبہ نذیر' شاہ زندگی' سارہ چوہدری' انا احب' جیا عباس اور تمام پڑھنے والوں کو عید کی مبارک باد قبول ہو۔ جس نے دوستی کی آفر کی آنچل میں ان کو ویلکم' اللہ کرے عید کی خوشیاں سب کو راس آئیں' دعاؤں میں یاد رکھیے گا' آپ کی دوست' اللہ حافظ۔

مدیحہ نورین مہک...... برنالی

سویٹ دل والوں گروپ کے نام

السلام علیکم! تمام دوستوں کو میری طرف سے عید کی خوشیاں مبارک' شکریہ سباس تمہیں ہماری یاد تو آئی کیسی ہو؟ ثوبیہ کوثر آپ کی غلط فہمی دور کردوں کہ میری سالگرہ 15 اپریل کو ہوتی ہے۔ خنساء عبدالمالک تم سناؤ۔ ڈیئر ریحانہ کوثر میں خود کو خوش قسمت سمجھتی ہوں کہ شاہ خاندان سے میرا تعلق ہے ڈیئر نام پسند کرنے کا شکریہ اور پکی دوستی' ڈن۔ جیا شادی مبارک ہو' اقراء آفرین' فائزہ بلال' آپ سناؤ؟ سنیاں زرگر اللہ آپ کو ہمت دے اور ماں جی کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے' آمین۔ مدیحہ کنول یاد کرنے کا شکریہ' شہزادی شہانہ پکی دوستی۔ نگینہ عمران کیسی ہو اور منے کا کیا حال ہے؟ سوری یار فریحہ شبیر' ڈیئر تم سناؤ' میرے نام کا مطلب زندگی کی لگن ہے' انیس انجم' نورین شاہد مبارک ہو سالگرہ۔ نبیلہ نازش' صبا نواز کہاں گم ہو یار! فاخرہ' کومل رباب آجاؤ اب' شمع مسکان اگست میں سالگرہ مبارک ہو۔ ماہ رخ' علمہ' شمشاد' سارہ چوہدری' نادیہ یٰسین طبیعت ٹھیک ہے' آجاؤ اب۔ پرنس امیہ' نوشین' زرش بخاری' حمیرا عروش جانو' زنیرہ طاہر' کہاں غائب ہو سب؟ مدیحہ نورین' ڈیئر آئی لو یو۔ عائشہ پرویز آجاؤ تم بھی' اقراء رشدہ' ثوبیہ زاہد' قرۃ العین' نور سحر شاہ غائب ہو' رابعہ بھی غائب ہے۔ آنسہ شبیر' زائمہ خان' صائمہ عنبرین' مسکان ڈیئر' الیس انمول' فائزہ بھٹی' نایاب سید' عائشہ خان' نادیہ کامران' شیریں گل' حلیمہ بی بی' طیبہ نذیر' انیقہ ملک' فوزیہ سلطانہ' جاناں' روبی علی' طیبہ افضل'

عمارہ رباب' مدیحہ کنول' زویا' خنساء' حافظہ ریحانہ زائمہ' صائمہ سکندر' ایس بتول شاہ کیسے ہو سب؟ جلدی سے انٹری دو' اللہ نگہبان۔

شاہ زندگی......راولپنڈی

بہت اپنوں کے نام

السلام علیکم! ہیلو فرینڈز اور میری پیاری ٹیچر مس مریم جمیل کیا حال ہے؟ لاریب اسرار پچھلی بار جلدی میں آپ کا نام لکھنا بھول گئی' سوری ویری سوری۔ فروا افضل تم کیسی ہو کتنی اسٹوریز لکھیں؟ عدیلہ تم کیا کرتی ہو؟ صائمہ رجب تمہارا تو پتا ہے کالے برتن صاف کرتی ہوگی۔ لاریب میری طرح ہر کسی میں کباب کی ہڈی بنی ہوئی ہوگی' لاریب ویسے تمہارے لیے خوش خبری ہے میں ایک کہانی لکھ رہی ہوں جس کا نام ''اک لفظ محبت'' ہے تم دو ماہ بے چین ہو کر نکالو مجھے پتا ہے فروا' عدیلہ اور لاریب بی بی تم تینوں نے تو آنچل ضرور لینا ہے چاہے اماں ابا کے جوتے ہی کھانے پڑیں۔ عدیلہ' فروا' صائمہ اور فضہ یار ہم لوگ تو رسالے پڑھتے رہے عظمیٰ حمید آدھا سلیبس کور کر گئی ہوگی۔ زاہرہ لیاقت تم نے جون میں ٹیوشن اسٹارٹ کرنا تھی کیا بنا؟ شائلہ عبدالرحمن اور صائمہ شہادت کیسی ہو؟ رابعہ عبداللہ تم بھی آنچل پڑھو تو تمہیں پتا چلے یہاں کتنی ہستیاں آباد ہیں' کشور نور ایک بار آ کر مل جاؤ۔ آپی فرزانہ اکرم آپ کا انٹرویو پڑھا آپ بہت اچھی لگی' مجھ سے دوستی کرلیں اگرچہ آپ ٹیچر ہیں مگر میں تو نومبر کو پورے چودہ سال کی ہو جاؤں گی۔ او کے اللہ حافظ۔

ایس گوہر......تاندلیانوالہ

آنچل فرینڈز کے نام

تمام آنچل فرینڈز' ریڈرز' رائٹرز کو سلام و دعا۔ امبر گل کیسی ہو؟ شمع مسکان کیا حال چال ہیں؟ شکریہ ان بہنوں کا جنہوں نے مجھے یاد کیا' پروین افضل شاہین' فریحہ شبیر کیسی ہو؟ میں تمام بہنوں کے خط پیغامات بہت شوق سے پڑھتی ہوں' پہلے آنچل سے وابستہ نہیں تھی تو معلوم ہی نہیں تھا کہ یہاں تو بزم لگی ہوئی ہے پیاری پیاری بہنوں کی۔ امبر گل' شمع مسکان' تم دونوں سے رابطہ کرنا چاہتی ہوں' مگر کیسے؟ سنیاں اور اقصیٰ کی امی کے انتقال پر بہت افسوس ہوا' اس دکھ سے میں بھی گزر چکی ہوں اللہ آپ کو صبر دے' آمین۔ ویسے میرا دل بڑا دکھا جب کسی بھی بہن نے مجھے ویلکم نہیں کیا بھئی جب گھر میں نیا مہمان آتا ہے تو آگے بڑھ کر خوش آمدید کہتے ہیں۔ تمام بہنوں' ام ثمامہ' سمیرا غزل صدیقی' بشریٰ باجوہ' امبر گل' نزہت جبین ضیاء کو سلام۔ نئی مصنف بہنیں (اوئے ہوئے) شازیہ فاروق خان بیلہ کو مبارک باد۔ سیدہ جیا' طیبہ نذیر' آمنہ امداد' سمیرا تعبیر' سباس گل' مہر گل' دعا گل' سویرا فلک' یاسمین کنول' آنسہ شبیر' ثانیہ مغل للیانی' سادیہ چوہدری (کہاں ہو؟) خوب صورت ناموں کی مالک دلکش مریم' شاہ زندگی' حافظہ سمیرا NBI' سب کیسی ہو؟ ان شاء اللہ پھر ملیں گے' اللہ حافظ۔

عائشہ خان......ٹنڈو محمد خان

پیاری امی جی کے نام

میری پیاری امی جی! آپ دنیا کی عظیم ترین ماؤں میں سے ہیں' آپ زندگی کی رنگینیوں کو بھول گئیں صرف ہماری خاطر اور اپنی زندگی کے چوبیس سال ہمارے لیے محنت کی بلکہ اب بھی کر رہی ہیں شاید ہی کوئی ماں ایسی ہو' امی جیسی آپ ہیں۔ امی ہم بہنوں کا رشتہ صرف آپ سے ہے آپ ہی ہماری امی' ابو' بھائی دوست ہیں اگر ہم سر اٹھا کر جیتی ہیں تو صرف آپ کی وجہ سے۔ خدانخواستہ اگر آپ نہ ہوتیں تو یہ قابل نفرت لوگ جو بدقسمتی سے ہمارے اپنے ہیں ہمیں زندہ زمین میں گاڑ چکے ہوتے۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ کو لمبی عمر دے' اور آپ کو اس طرح حوصلہ مند بنائے رکھے۔ رمشاء عظمت کو 9th میں بہت اچھے مارکس لینے پر مبارک باد (دیکھا...... میری دعاؤں کے سبب ہی آئے ہیں' شکر ادا کرو اللہ نے آپ کو فرشتہ صفت دوست عطا کی ہے)۔ آخر میں دعا ہے کہ میری سسٹر مریم مختار کا 21 ستمبر کو فرسٹ ائیر کا رزلٹ آرہا ہے' میری بہن بہت اچھے نمبر حاصل کرے' اللہ حافظ۔

صدف مختار......بوسال مصور

یادگار لمحے

جویریہ سالک

حمد باری تعالیٰ

جو کہیں نہ ملے وہ خوشی چاہیے
درد کیسا بھی ہو بندگی چاہیے
مجھ کو دنیا کی اب کوئی خواہش نہیں
آخرت کی مجھے زندگی چاہیے
تیرے ہی آگے ہاتھ پھیلاؤں میں
اللہ ایسی مجھے بے بسی چاہیے
تُو ہوجائے راضی سنور جاؤں میں
میرے مالک ایسی آگہی چاہیے
میں جھکوں اور جھکوں بس جھکی ہی رہوں
عبادت میں یہ عاجزی چاہیے
میں بھٹک جاؤں تو آسرا دے مجھے
ایسی اللہ مجھے رہبری چاہیے

علمہ شمشاد حسین......کورنگی کراچی

عیدالفطر

چاند اور عید جب بھی آتے ہیں
اک خوشی کی نوید لاتے ہیں
ہم بھلا کر بھی الجھنوں کو کل
دل سے ''عید الفطر'' مناتے ہیں

سباس گل......رحیم یار خان

احادیث مبارکہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اے علیؓ روزانہ پانچ کام کرکے سویا کرو۔

☆ چار ہزار دینار صدقہ دے کر
☆ ایک قرآن پاک پڑھ کر
☆ جنت کی قیمت دے کر
☆ دولڑنے والوں میں صلح کرا کر
☆ ایک حج کرکے

حضرت علیؓ نے کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اتنے سارے کام کس طرح کروں گا؟''
پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

☆ ''چار مرتبہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب چار ہزار دینار صدقہ کے برابر ہے۔
☆ تین مرتبہ قل ھو اللہ پڑھ کر سویا کرو اس کا ثواب ایک قرآن مجید پڑھنے کے برابر ہے
☆ دس مرتبہ استغفار پڑھ کر سویا کرو دولڑنے والوں میں صلح کے برابر ہے
☆ تین دفعہ درود شریف پڑھ کر سویا کرو جنت کی قیمت ادا کرنے کے برابر ہے۔
☆ چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھ کر سویا کرو۔ ایک حج کے برابر ہے۔

اس پر حضرت علیؓ نے کہا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اب تو میں روزانہ ہی یہ عمل کرکے سویا کروں گا۔''

ماریہ کنول ماہی......چک ورکاں

موتی جیسی باتیں

❖ رشتے کا تقاضا اس بات میں نہیں کہ کوئی تمہیں مکمل کردے لیکن کوئی ایسا ہونا چاہیے جس کے ساتھ تم اپنے ادھورے پن کو بانٹ سکو۔
❖ پریشانیاں چھوٹے پتھروں کی طرح ہوتی ہیں اگر تم اسے اپنی آنکھوں کے قریب رکھو گے تو یہ تمہاری بینائی کو چھپا دیں گی اور اگر تم اسے فاصلے پر رکھو گے تو تم دیکھ سکو گے کہ یہ کتنی چھوٹی ہیں۔

عمارہ شاہ......کوہاٹ

عبادت

⊙ مذہب سے انسانیت‘ احساس اور خدمت نکال دی جائے تو صرف عبادت رہ جاتی ہے جس کے لیے رب کے پاس فرشتوں کی کوئی کمی نہیں۔

اصل تعلیم

اصل تعلیم آپ کا دوسروں کے ساتھ رویہ ہے تمہارا بلند مرتبہ نہیں‘ اس لیے محنت کرو مگر کچھ وقت ان کے ساتھ گزارو جو تمہارے تحفظ اور تمہارے پیار سے جڑے ہیں کیوں کہ کوئی بھی تمہیں تمہارے نمبروں اور ڈگریوں سے نہیں یاد رکھے‘ تمہاری وفات پر لوگ تمہیں یاد رکھیں گے صرف تمہارے اچھے اور بُرے رویے سے......

مدیحہ نورین مہک......برنالی

تم جو چاہو تو سنو

❖ دکھ کی دراڑیں چہروں سے تو رخصت ہوجاتی ہیں مگر دل کے نہاں خانوں میں جاکر کسی ایک گوشے کو ویران کردیتی ہیں اور یہ کسی مخصوص شخص کے لیے ہوتا ہے۔

❖ کسی کے بُرا کہہ دینے سے نہ ہم بُرے ہوجاتے ہیں اور نہ وہ اچھے ہر شخص اپنی زبان سے اپنا ظرف دکھاتا ہے نہ کہ دوسرے کا عکس۔

❖ اچھے لوگ سڑک کے کنارے لگی روشنیوں کی مانند ہوتے ہیں جو فاصلے کو کم تو نہیں کرتے البتہ راستے کو چلنے والوں کے لیے محفوظ اور آسان ضرور بناتے ہیں۔

❖ رشتے اور راستے زندگی کی دو پہلو ہیں کبھی کبھی رشتے نبھاتے نبھاتے راستے کھوجاتے ہیں اور کبھی کبھی راستوں پر چلتے چلتے رشتے بن جاتے ہیں' کسی کو رشتے راس آجاتے ہیں تو کسی کو راستے' فرق صرف اتنا ہے راستوں کی دکھ برداشت ہوجاتے ہیں مگر رشتوں کے نہیں۔

❖ انسان محبت ایک بار ہی کرتا ہے اور باقی محبتیں اس محبت کو بھلانے کے لیے کرتا ہے۔

عروشہ تصور.....تلہ گنگ

اچھی بات

میرے پاس وقت نہیں
ان لوگوں سے نفرت کرنے کا
جو مجھ سے نفرت کرتے ہیں
کیونکہ
میں مصروف رہتی ہوں
ان لوگوں میں
جو مجھ سے محبت کرتے ہیں۔

کنزیٰ رحمان.....فتح جنگ

کام کی باتیں

✦ پڑھنا چاہتے ہو تو کلمہ پڑھو
✦ لکھنا چاہتے ہو تو حق لکھو
✦ جنگ کرنا چاہتے ہو تو باطل کے خلاف کرو
✦ کہنا چاہتے ہو تو سچ کہو
✦ بچنا چاہتے ہو تو جھوٹ سے بچو
✦ عمل کرنا چاہتے ہو تو اسوۂ حسنہ پر کرو
✦ خواہش کرنا چاہتے ہو تو جنت کی کرو
✦ کمانا چاہتے ہو تو نیکیاں کماؤ
✦ ڈرنا چاہتے ہو تو اللہ سے ڈرو
✦ سنوارنا چاہتے ہو تو آخرت سنوارو
✦ بانٹنا چاہتے ہو تو علم کو بانٹو
✦ پڑھنا چاہتے ہو تو قرآن پڑھو

مدثرہ ضیاء.....کوٹ شاکر

منصوبہ

ایک صاحب نے شادی کے خلاف کتاب لکھی' اس میں انہوں نے ثابت کیا کہ شادی اس دور کی سب سے بڑی لعنت ہے' ان کے ایک دوست نے پوچھا ''اس سے کیا فائدہ ہوگا؟''
ان صاحب نے جواب دیا ''کتاب خوب بکے گی اور اس کی فروخت سے جو آمدنی ہوگی اس سے میں شادی کروں گا۔''

حرا قریشی.....ملتان

حقیقت

✦ پاؤں گیلا کیے بغیر سمندر تو پار کیا جاسکتا ہے مگر آنسو بہائے بغیر زندگی نہیں گزاری جاسکتی۔
✦ زبان کو شکوہ سے روکو خوشی کی زندگی عطا ہوگی۔
✦ محبت اور نفرت دونوں اگر حد سے بڑھ جائیں تو جنون کی حد میں داخل ہوجاتی ہیں۔
✦ ہم خیال لوگ ہم سفر ہوجائیں تو زندگی آسان ہوجاتی ہے۔
✦ جن میں خوبی ہوتی ہے وہ باتیں نہیں کرتے اور جن میں خوبی نہیں ہوتی' وہ باتیں کرتے ہیں۔
✦ عجلت' دانش وحکمت کی دشمن ہے۔

نوشین اقبال نوشی.....گاؤں بدرمرجان

قیامت کی چند نشانیاں

○ لوگ نمازیں غارت کریں گے یعنی نمازوں کا اہتمام رخصت ہوجائے گا۔
○ امانت میں خیانت ہوگی۔
○ دین بیچ کر دنیا جمع کریں گے۔
○ جھوٹ سچ بن جائے گا۔
○ انصاف نایاب ہوجائے گا۔
○ لباس ریشم کا پہنا جائے گا۔
○ طلاقوں کی کثرت ہوگی۔
○ اونچی اونچی عمارتیں ہوں گی۔
○ ظلم عام ہوجائے گا۔

○ قطع رحمی یعنی رشتہ داروں سے بدسلوکی ہوگی
○ سچے کو جھوٹا اور جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا
○ بارش کے باوجود گرمی ہوگی
○ لوگ جانوروں کی کھالوں کا لباس پہنیں گے
○ چاندی کی مانگ ہوگی
○ سونا عام ہوجائے گا
○ امن کم ہوجائے گا
○ شرابیں پی جائیں گی
○ دل ویران ہوں گے
○ مسجدوں میں نقش ونگار کیے جائیں گے
○ لونڈی آقا کو جنے گی یعنی بیٹی ماں پر حکمرانی کرے گی
○ بیٹا اپنی ماں سے بدسلوکی کرے گا
○ زکوٰۃ کو جرمانہ سمجھا جائے گا

نادیہ اسلم ......ننکانہ صاحب

سنہری باتیں

◉ عقل مند کی پہچان غصے کی حالت میں ہوتی ہے۔
◉ جاہل کو جواب نہ دینا ہی جواب ہے۔
◉ کامیابی کا سب سے بڑا راز خود مختار ہے۔
◉ خودغرضی میں انسان پاگل ہوجاتا ہے۔
◉ خوب صورتی چند دن کی حکومت ہے۔
◉ نیکی ایسی شمع ہے جو دوست دشمن سب کے گھر میں اجالا کرتی ہے۔

رانی اسلام ......گوجرانوالہ

سانحہ لاہور

اے کریم و مالکِ دو جہاں
وہ ہوا ہے ظلم کہ الاماں
کیسے عرض حال کریں بتا؟
جو سنے یہ درد کی داستان

راؤ تہذیب حسین تہذیب ......رحیم یار خان

اللہ پاک اپنے بندوں کو کس وقت کیا دیتا ہے؟
آیئے دیکھتے ہیں
فجر......نور
ظہر......دولت
عصر......صحت
مغرب......کامیابی
عشاء......پرسکون نیند۔
اگر آپ زندگی میں یہ سب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو نماز قائم کریں۔

عروسہ علی......ٹانڈہ

عادل کون؟

اللہ عدل کرے تو بڑے بڑے جہاندار اور جہانگیر لوگ اس کے آگے کانپتے رہیں گے۔

جو حاکم ہیں وہ بھی گندم خور ہیں اور جو محکوم ہیں وہ بھی گندم خور ہیں، سونے کے برتنوں میں کھانے والے بھی مٹی میں جائیں گے اور مٹی کے برتنو میں کھانے والے بھی مٹی میں جائیں گے، اسے کہتے ہیں انصاف...... اور اس انصاف کو کرنے والا کہلاتا ہے عادلوں کو عادل......!!!

اچھی باتیں

☐ ساری دنیا کے لوگ تجھے اپنے فائدے کے لیے چاہتے ہیں، صرف ایک تیرا ربّ ہی ہے جو تجھے تیرے فائدے کے لیے چاہتا ہے۔
☐ جب ربّ راضی ہونے لگتا ہے تو بندہ کو اپنے عیب نظر آنا شروع ہوجاتے ہیں اور یہ اس کی رحمت کی پہلی نشانی ہے۔
☐ مظلوم کا ہر آنسو ظالم کے لیے بددعا بن کر اس کی آنکھ سے ٹپکتا ہے۔

نورین مسکان سرور......سیالکوٹ

قرآنی معلومات

قرآن میں چار مسجدوں کے نام ہیں:۔
☐ مسجد الحرام...... مسجد اقصیٰ...... مسجد قبا...... مسجد ضرار
قرآن میں تین شہروں کے نام ہیں:۔
مکہ......مدینہ......بابل
☐ قرآن میں چار پہاڑوں کے نام ہیں:۔
کوہ طور......جودی......صفہ......مروہ
قرآن میں چار دھاتوں کے نام ہیں:۔
☐ سونا......چاندی......تانبا......لوہا
قرآن میں چار سبزیوں کے نام ہیں:۔
☐ پیاز......لہسن......ککڑی......ساگ

آنسہ بشیر......ڈوگہ گجرات

خاموش نظم

ہر سال کی طرح

آج بھی عید کا چاند دیکھا تو
اپنے چارسو......
محسوس کی تمہاری ذات کی
خوشبو......
اور کہیں نہ تھا
تُو......
تو دل بھر آیا اور
آنکھ سے ٹپکا اک خاموش
آنسو......!!!
شمع مسکان...... جام پور

نظم

شہر کی صورت میں
اپنی راجدھانی بیچ کر
دو نوالے ہی ملے
آنکھوں کا پانی بیچ کر
اپنی بوڑھی ماں کی خاطر
اک بیٹی شہر سے
لے کے آئی ہے دوا
لیکن جوانی بیچ کر
سچ کہاں لکھے گا؟
میرے دور کا تاریخ داں
جب وہ اپنا پیٹ بھرتا
ہے کہانی بیچ کر
پوچھا جو میں نے
حکمران کی امیری کا سبب
ملا جواب
ابھی آیا ہوں میں
امریکا میں ''پاکستانی'' بیچ کر
عظمیٰ شاہین رفیق...... فیصل آباد

نمکین غزل

میری محبت کو اپنے دل سے باندھ لینا
ہاں آٹے کو اچھی طرح گوندھ لینا
جانے اگر پیار تو کھونا نہیں
وقت تم رونا نہیں
جانے کا بہانہ اچھا ہے
تھوڑی دیر اور پکاؤ' گوشت ابھی کچا ہے
مل کے پھر خوشیوں کو بانٹنا ہے
ٹماٹر ذرا باریک ہی کاٹنا ہے
لوگ ہماری محبت سے جل نہ جائیں
چاول ٹائم پر دیکھ لینا لگ نہ جائیں
کیسی لگی غزل بتادینا
نمک کم لگے تو اور ملا لینا
شمائلہ رفیق...... سمندری

تماشہ

ہمیں تماشہ دیکھنے کی عادت ہوگئی ہے لیکن تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جو قومیں تماشہ دیکھنے کی عادی ہوجائیں ایک روز وہ خود تماشہ بنتی ہیں۔

اقتباس: مجھے ہے حکم اذاں
دلکش مریم...... چنیوٹ

لمحہ فکریہ

کیوں ایقان اور اعتماد کی فضا ہم سے روٹھی جاتی ہے' اکثر یہ خیال آتا ہے کہ ہم خوشیاں منانے میں کنجوس' خوشیاں بانٹنے میں کنجوس' مسکرانے میں کنجوس اور مل بیٹھنے میں بھی اتنے کنجوس کیوں ہوتے جارہے ہیں۔

ہم پر یہ عذاب لمحے اتنے طویل کیوں ہوجاتے ہیں کہ ہم اپنے ہر رشتے پر اعتماد کھوتے جارہے ہیں' بے بس ہوتے جارہے ہیں' اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا کبھی ہم نے جاننے کی کوشش کی ہے' نہیں ناں...... یہی تو المیہ ہے کہ جن موقعوں پر ہم گلے ملتے تھے ان موقعوں پر بھی ہم ایک دوسرے کو نظر انداز کرنے لگے ہیں۔

کبھی وقت کی کمی کا رونا روتے ہوئے اور کبھی جان بوجھ کر خود کو اوروں سے الگ سمجھتے ہوئے' ذرا سوچئے......! ہم چاند دیکھنے کے خوب صورت لمحوں کو بھی سیاست کے اکھاڑے میں لے آئے ہیں اور یہ بچے ہم سے بڑی معصومیت سے پوچھتے ہیں کہ ''چاند نکلتا ہے تو چاند مبارک کہتے ہیں' ناں۔ یہ ہمارے بڑے اس موقع پر بھی محاذ آرائی کرتے کیوں نظر آتے ہیں۔'' خود کو ایک دوسرے سے برتر سمجھتے ہوئے الزام تراشی سے بھی گریز نہیں کرتے اور...... یہ سلسلہ رکتا ہوا بھی نظر نہیں آتا۔

کیا بچوں کے ایسے سوالوں کا ہم ''بڑوں'' کے پاس

جواب ہے؟

مبشرہ سحر......عبدالحکیم

لفظ بنیں جگنو

⌘ جب اللہ آپ کی مشکلات حل کرتا ہے تو آپ کا اعتماد اس پر بڑھ جاتا ہے لیکن جب اللہ آپ کی مشکل نہ سلجھائے تو یاد رکھیں اللہ اس وقت آپ کی صلاحیتوں پر اعتماد کرتا ہے۔

⌘ ہر کامیاب شخص کی ایک دردناک کہانی ہوتی ہے اور ہر دردناک کہانی کا ایک کامیاب اختتام ہوتا ہے لہٰذا کامیابی حاصل کرنی ہے تو مصائب کو برداشت کرنا ہی ہوگا۔

⌘ ہر دن کچھ امیدوں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے لیکن اس کا اختتام ہمارے ہاتھ میں تجربات کے جگنو تھماتا ہے۔

⌘ زندگی میں اگر بُرا وقت نہ آئے تو اپنوں میں چھپے غیر اور غیروں میں چھپے اپنے دونوں ہی چھپے رہتے ہیں۔

⌘ دوستی کے لیے آئینہ جیسے شخص کا انتخاب کرو تا کہ جب تم روؤ تو وہ تم پر ہنس نہ سکے۔

مہر گل دعا گل......اورنگی کراچی

ورلڈ رپورٹ

فجر کی اذان سب سے پہلے انڈونیشیا میں شروع ہوتی ہے اور پھر ملائیشیا، ڈھاکا، سری لنکا، انڈیا، پاکستان، افغانستان، مسقط، سعودیہ عرب، کویت، دبئی، یمن، عراق، ایران، استنبول، لیبیا، امریکہ تک لگاتار 9 گھنٹے فجر کی اذان ہوتے ہوئے واپس انڈونیشیا میں پہنچتی ہے، جہاں ظہر کی اذان کا وقت ہو جاتا ہے اسی طرح پانچ وقت کی اذان سے پوری زمین پر اک بھی سیکنڈ ایسا نہیں جب اذان کی آواز نہ آتی ہو۔

کبریٰ ریاض......منڈی بہاؤالدین

جوتے چغلی کھاتے ہیں

❁ جس شخص کے بائیں جوتے کی ایڑی زیادہ گھسی ہوگی وہ کافی ذہین ہوگا۔

❁ جس عورت کے دائیں چپل یا سینڈل کی ایڑی گھسی ہوگی اس کے مجرمانہ ذہنیت اور عیاش ہونے کا امکان ہے۔

❁ زیادہ اونچی ایڑی پہننے والی عورتیں رومان پسند ہوتی ہیں۔

❁ جو عورتیں سرخ رنگ کے سینڈل یا چپل پسند کرتی ہیں وہ دقیانوسی اور پرانے خیالات کی حامل ہوتی ہیں۔

❁ جو عورتیں سیاہ رنگ کی چپل اور سینڈل پسند کرتی ہیں وہ سنجیدہ مزاج اور قابل اعتماد ہوتی ہیں۔

❁ جو عورتیں فیتہ والے جوتے پہننا پسند کرتی ہیں وہ خود سے پیار کرنے والی اور اکثر بے وفا ثابت ہوتی ہیں۔

❁ جن خواتین کے سینڈل یا چپل میں زیادہ سوراخ ہوتے ہیں وہ شکی طبیعت اور لڑنے جھگڑنے والی ہوتی ہیں۔

سعدیہ رمضان سعدی......صادق آباد

جواہر پارے

❖ موت اور محبت دونوں ہی بن بلائے مہمان ہوتے ہیں، فرق صرف اتنا ہوتا ہے محبت دل لے جاتی ہے اور موت دھڑکن۔ (شیخ سعدیؒ)

❖ خدا اگر ہمارے مقدر میں پتھریلے راستے لکھتا ہے تو ہمیں مضبوط جوتے بھی بخشتا ہے۔ (کیری پون)

❖ محبت وہ پھول ہے جو مرتے دم تک نہیں مرجھاتا۔

عظمیٰ فرید......ڈی آئی خان

لاجواب باتیں

❖ اپنی عمر اور پیسے پر بھی کبھی اعتبار مت کرنا کیوں کہ جو چیز گنتی میں آ جائے لازمی ختم ہونے والی ہے۔

❖ وہ لوگ کسی کی نہیں ہوتے جو دوست اور رشتے کو لباس کی طرح بدلتے ہیں۔

❖ اگر تم سے کوئی پوچھے بتاؤ زندگی کیا ہے (ہتھیلی پر ذرا سی خاک رکھنا اور اڑا دینا)۔

❖ اس چراغ کی طرح جیو جو بادشاہ کے محل میں بھی اتنی ہی روشنی دیتا ہے جتنی کسی غریب کی جھونپڑی میں۔

❖ اگر آپ کے پاس کسی کو دینے کے لیے کچھ بھی نہیں تو اپنے ہونٹوں پر صرف ایک مسکراہٹ سجا لو یقین رکھو آپ کا یہ تحفہ ہر چیز سے قیمتی ہے۔

رابعہ اکرم......فیصل آباد

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ! ابتداء ہے پروردگار کے پاک نام سے جو خالق ارض وسماں ہے۔ ستمبر کا شمارہ عید نمبر 2 حاضر خدمت ہے۔ امید ہے آپ کے ذوق کے عین مطابق ہوگا اور آئندہ کا شمارہ بھی عیدالضحیٰ نمبر ہوگا' آئیے اب چلتے ہیں آپ بہنوں کے دلچسپ تبصروں کی جانب:۔

ریحانہ کوثر...... ملکوال۔ السلام علیکم! امید کامل ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے اور رب عز وجل سے دعا ہے کہ سب کو اپنی رحمت کے سائے میں رکھے' آمین۔ میں نے سوچا کہ کیوں نا اس خاص موقعہ یعنی عیدالفطر پر ہم ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دیں اور ان خاص لوگوں کو عید مبارک کہیں جن کی ہماری زندگی میں بہت زیادہ اہمیت ہے۔ سب سے پہلے تمام پاکستانیوں کو عید مبارک' اس عید کی خوشی کے موقع پر سب کچھ بھلا کر ہمیں چاہیے کہ آگے بڑھ کر اپنے بہن بھائیوں کو گلے لگائیں اور آپس کی رنجشیں ختم کر کے اپنے حالات حاضرہ کو ایک طرف رکھ کے عید مبارک کہیں کیونکہ پورا سال کی بھاگ دوڑ میں ہم ایک دوسرے سے فاصلے پر ہو جاتے ہیں اور ان لوگوں کو بھلا دیتے ہیں جن کی وجہ سے ہم آج خوش ہیں تو میں نے سوچا کہ میں سب پاکستانی بہن بھائیوں' اپنے کزن و بزرگوں کو آنچل کے ذریعے عید کی مبارک باد دوں۔ آنچل کی تمام لکھاری بہنوں کو عید کی مبارک باد۔ سمیرا شریف طور آپی! آپ کو سب سے پہلے عید مبارک' آج نہ میں آپ کی کہانیوں کی تعریف کروں گی نہ کوئی تنقید بلکہ آپ کو زندگی کی خوشیوں کی دعائیں دوں گی اور آپ کو عید مبارک کہوں گی۔ نازیہ کنول نازی! ارے او میری شہزادی کیا حال ہیں امید واثق ہے کہ خیریت سے ہوں گی اور آپ کو بھی ڈھیروں ڈھیر عید مبارک۔ ام مریم! آں ہاں' ملکہ عالیہ! کیسے مزاج ہیں آپ کے؟ خیریت سے ہیں' آپ کو بھی عید کی بہت بہت مبارک باد۔ عشنا کوثر سردار! امید ہے خیر خیریت سے ہوں گی' اللہ تعالیٰ سے آپ کی خوشیوں کے لیے دعا کہ ہر دم خوش رہو' زندگی میں کامیاب رہو' آمین' عید مبارک! اقراء صغیر احمد آنٹی جی! امید ہے آپ بھی خیر خیریت سے ہوں گی کیوں کہ جن لوگوں کے پیچھے دعا کرنے کے لیے ہاتھ بلند ہوں' اللہ تعالیٰ کامیابیاں ان کے مقدر میں لکھ دیتا ہے' عید مبارک۔ آنچل فرینڈز جن میں پروین افضل شاہین خاص ہیں سب کو عید کی مبارک باد۔ اب شاعر حضرات نازیہ کنول نازی' راشد ترین' مسز نگہت غفار' جویریہ خان' سباس گل' فریدہ فری یوسف زئی اور ان تمام کو عید مبارک جن کے نام رہ گئے ہیں' اب اجازت اللہ حافظ۔

❖ ریحانہ ڈیئر! خوب صورت کارڈ اور تفصیلی تبصرہ بہت پسند آیا' اتنی محبتوں کا بے حد شکریہ۔

سامعہ ملک پرویز...... خانپور' ہزارہ۔ پیاری آپی! آنچل ٹیم اینڈ آل پاکستان السلام علیکم! امید کرتی ہوں کہ آپ سب خیریت سے ہوں گے اور دعا ئے بحضور ذوالجلال کہ وہ آپ سب کی تمام پریشانیوں کو آسانیوں میں بدل ڈالے آمین۔ اب آتے ہیں آنچل کی جانب تو آنچل کی صحت دیکھ کر خوشی ہوئی' صحت مند آنچل بالکل گول مٹول بے بی کے جیسا لگا (ہاہاہا)۔ سب سے پہلے حمد و نعت سے فیض یاب ہوئے پھر دانش کدہ سے دل کو تقویت پہنچائی' درجواب آں کے بعد عید سروے اور ہمارا آنچل کا وزٹ کیا جو کہ کافی خوشگوار رہا۔ اس کے بعد سلسلہ وار ناولز کی جانب جھٹ سے قدم بڑھایا اُم مریم کا ناول زیر دست جا رہا ہے' لاریب کے دل میں

سکندر کے لیے محبت کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر دیکھ کر مزہ آرہا ہے اور باقی کردار بھی فٹ ہیں۔ نازی آپی کا ناول ''برف کے آنسو'' ابھی کھل کر سامنے نہیں آیا لیکن انٹرسٹنگ ہے۔ راحت وفا کا ناول دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہانی کافی دلچسپ محسوس ہوئی۔ سمیرا شریف طور کا ناول ''ٹوٹا ہوا تارا'' بھی اختتامی منازل کی جانب رواں دواں ہے اب پلیز پردہ ہٹا دیجیے اور شہوار کے گلے شکوے ختم کردیجیے سمیرا آپی! سندس جبیں کا ناول ''ذاتِ شکست'' بہت عمدہ دل کو چھوتی اور زبردست تحریر تھی جس کے لیے الفاظ نہیں ملتے' ویل ڈن۔ باقی سب تحریریں بھی نہایت عمدہ تھیں اور سبق آموز بھی۔ یادگار لمحے میں ملالہ اسلم' سنیاں' اقصیٰ' نورسحر اور مہرین آصف بٹ کا انتخاب اچھا لگا۔ شاعری میں محمد بلال' فوزیہ سلطانہ' سیدہ جیا عباس' چندا چوہدری اور عمیس احمد کی شاعری اچھی لگی اور ام ثمامہ ٹاپ پر رہیں۔ بیاض دل میں فوزیہ سلطانہ اور فائزہ بھٹی کا شعر دل کو چھوگیا۔ آئینہ میں مزید ار تبصرے دیکھ کر ہم نے بھی قلم اٹھالیا کہ آپ تک اپنی رائے پہنچادیں' اب اجازت اس دعائے بالخیر کے ساتھ ربّ ذوالجلال ہماری جائز حاجتوں کو پورا فرماتے ہوئے ہم پر اپنا سایہ رحمت تاابد قائم ودائم رکھے' آمین' والسّلام۔

❖ ڈیئر سامعہ! آنچل کی پسندیدگی کا شکریہ۔

مریم بٹ' تمثیلہ بٹ...... گجرات۔ السّلام علیکم! شہلا آپی کیسی ہیں آپ؟ آئینہ میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں خوش آمدید کہیں جی۔ اس دفعہ اگست کا آنچل 30 جولائی کو ملا بڑی کوششیں کیں کہ عید سے پہلے آنچل مل جائے تاکہ عید کی خوشیاں دوبالا ہوسکیں لیکن اتنی کوششوں کے باوجود آنچل نے اپنی زیارت عید کا ایک دن گزرنے کے بعد ہی کروائی' خیر عید کے باقی دودن ہم نے آنچل کے ساتھ ہی گزارے۔ ٹائٹل گرل نے کچھ خاص متاثر نہیں کیا' سلسلہ وار ناولز پڑھے' سمیرا آپی آپ نے ہمیشہ کی طرح بہت ہی عمدہ لکھا۔ شہوار مصطفیٰ کی رخصتی کا سن کر سیروں خون بڑھ گیا جی۔ بس اب آپ تابندہ بوا کے ماضی سے روشناس کروادیں تاکہ شہوار کے ساتھ ساتھ ہماری کشمکش بھی دور ہو۔ نیا ناول پڑھا' اچھا لگا اب دیکھتے ہیں کہ راحت وفا اس کو کس رخ پر لے کر جاتی ہیں کیونکہ یہاں تو ہر کوئی شرمین سے محبت کا دعوے دار ہے۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' ویری گڈ ام مریم! بہت اچھا لکھ رہی ہیں آپ۔ بس عباس کے مخاطب کرنے پر لاریب کا ردعمل کچھ خاص اچھا نہیں لگا کہ اسے تو عباس سے بے پروائی برتنی چاہیے کیونکہ وہ اب سکندر سے محبت جو کرنے لگی ہے عباس کو تھوڑی عقل دے دیں تاکہ فاطمہ بھی اپنی زندگی میں کچھ اچھے دن دیکھ لے بہت ظالم کرتا ہے عباس فاطمہ پر۔ ''برف کے آنسو'' نازی آپی تھوڑا زیادہ لکھا کریں پلیز عینا اور معید کی جوڑی زبردست رہے گی۔ شکر ہے زعیم اور عائزہ کی شادی خانہ آبادی بھی پایہ تکمیل کو پہنچی۔ باقی تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح زبردست تھے' آخر میں آپ سب بہنوں سے التماس ہے کہ ہمارا رزلٹ آیا ہے دعا کیجیے گا کہ بہت اچھا آئے' اس کے ساتھ ہی ہمیں اجازت دیں' اللہ حافظ۔

❖ ڈیئر سسٹرز! خوش آمدید' آئندہ بھی شریک محفل رہیے گا۔

صدف مختار' رمشاء عظمت...... بوسال مصور۔ السّلام علیکم! آنچل 30 کو جلوہ افروز ہوا' ٹائٹل بس نارمل ہی تھا۔ ''ہمارا آنچل میں سب سے ملاقات کی مگر نصباح شریف ہی پسند آئیں' سعدیہ رمضان سے ملاقات نارمل ہی رہی یعنی اتنا چھوٹا تعارف پسند نہیں آیا۔ سلسلہ وار ناول میں سب سے پہلے ''ٹوٹا ہوا تارا'' پڑھی تحریر کافی تیزی سے بڑھ رہی ہے' اچھا لگ رہا ہے لیکن شہوار کا احساس کمتری ذرا بھی اچھا نہیں لگتا۔ ''موم کی محبت'' بالکل بھی اچھی نہیں لگی' محبت محبت اور شرمین تیسرا موضوع ڈھونڈنے سے بھی ملنا مشکل تھا۔ ''وہی ایک لمحہ زیست کا'' فاخرہ گل کی تمام تر تلخیوں وحقیقتوں کی وجہ سے تحریر پسند آئی خصوصاً اس وقت جب نمازی

حقارت سے اس سے دور جا کھڑے ہوتے ہیں' مؤذن صاحب کو یہ علم تھا کہ مسجد پاک صاف کپڑے جوتوں والوں کے لیے بنائی گئی ہے مگر گندے دلوں والوں کو پھر وہ مسجد سے نکال باہر نہیں کرتے تھے' لوگ دن میں پانچ دفعہ بھی دل نہیں دھوتے۔ مکمل ناول ''شکست ذات'' اچھا لگا مگر ماہا کا یہ جاننے کے باوجود کہ آغا ایک بچے کا باپ ہے اس سے رابطہ رکھنا سب سے بڑی غلطی تھی۔ سی ایس ایس کا امتحان ماہا نے آغا سے باتیں کرتے کرتے دیا اور اول پوزیشن بھی حاصل کی' حیرت انگیز لگا حالانکہ سی ایس ایس کے لیے بہت زیادہ محنت کی ضرورت ہوتی ہے' باقی سب ناول ناولٹ ٹھیک تھے لیکن ''پہلی سی محبت'' کے سوا۔ افسانے بھی ہلکے پھلکے اور سبق آموز تھے لیکن صدف آصف کا ''دل بے نقاب'' موجودہ دور کی حقیقت کو بیان کرتا اچھا لگا' دوسروں کو نصیحت خود میاں فصیحت' فرحت آرا پہ فٹ لگا۔ مستقل سلسلوں میں سب سے پہلے ''بیاض دل'' پڑھا' نورین لطیف' سمیرا تعبیر اور ماریہ انصاری کے شعر بیسٹ لگے' لیلیٰ شاہ کا انتخاب بھی اچھا تھا۔ بیوٹی گائیڈ سے دلچسپی نہیں۔ ''نیرنگ خیال'' سباس گل' چندا چوہدری اور مہر گل سب سے زیادہ دل کو بھائیں خصوصاً مہر اور سباس گل۔ یادگار لمحے' جویریہ سالک نے اپنا سلسلہ بہترین سے پُر کر رکھا تھا لیکن راؤ تہذیب' شبانہ امین اور نادیہ عباس دیا اینڈ آورش زیادہ اچھی لگیں' زویا خان کا انتخاب بھی کسی سے کم نہیں تھا۔ آئینہ میں نورین شاہد اور آمنہ امداد بازی لے گئیں۔ ''ہم سے پوچھئے'' مدیحہ نورین (سیر پر سوا سیر والا معاملہ ہوگیا)۔ ایک طویل غیر حاضری کے لیے ڈبل اللہ حافظ اور دعا کر رہی ہوں کہ رمشا کا رزلٹ بہت اچھا آئے۔

✤ صدف اینڈ رمشا! خوش آمدید۔

فرحت اشرف گھمن...... سیدوالہ۔ السلام علیکم! شہلا باجی اور قارئین کو محبت بھرا اسلام' اس بار آنچل ماڈل بس سوسو تھی' سب سے پہلے ''مجھے ہے حکم اذاں'' کی طرف چھلانگ لگائی پلیز ام مریم! عباس کا فاطمہ کے ساتھ ایٹی ٹیوڈ اچھا کردیں اور ایمان کو کب ہوش آئے گا' میرا خیال ہے ابراہیم کی سسٹر فاطمہ ہے۔ ''ٹوٹا ہوا تارا'' بھی اچھا جارہا ہے' سمیرا آپی جو بھی حقیقت ہے جلد کھول دیجیے' مزید انتظار نہیں ہوتا۔ مکمل ناول ''برف کے آنسو'' میں زرنیلا کو اپنے کیے کی سزا مل گئی ہے۔ ''پہلی سی محبت'' میں ثانیہ کی اتنی خود غرضی پسند نہیں آئی' انسان کو اپنے جذبات کے علاوہ دوسروں کے جذبات کا بھی خیال رکھنا چاہیے' اتنی من مانی بھی کبھی بہت نقصان کراتی ہے۔ انسان کو ہمیشہ اپنی حد میں رہنا چاہیے۔ سعدیہ اور شجاع کا کردار بہت اچھا لگا۔ ''شکست ذات'' نے کوئی تاثر نہیں چھوڑا پہلے تو آغا شاہ زمان نے ماہا کے جذبات کی قدر نہ کی جب ماہا کو اس راستے پر لا رہا تھا اس وقت بیوی' بچہ اور بوڑھے ماں باپ کا کوئی خیال نہ آیا جب وہ مرگئی پھر خودکشی کرکے کیا ثابت کیا۔ افسانے بھی ٹھیک تھے ''دل بے نقاب'' بہت اچھوتا اور عمدہ ٹاپک تھا اس ماڈرن دور میں دو چہرے بہت پائے جاتے ہیں' عنایا کا فیصلہ من کو بھایا۔ ہمارا آنچل میں نصباح شریف اور سعدیہ رمضان کا تعارف بہت اچھا لگا' آپ دونوں کا تعلق جٹ ذات سے ہے' جان کر بہت خوشی ہوئی۔ ہم بھی جٹ ہیں' جٹ گھمن۔ آپ دونوں دوستی کروگی مجھ سے؟ بیاض دل میں نادیہ عباس اور لیلیٰ شاہ کے شعر اچھے لگے۔ یادگار لمحے میں سب ہی متاثر کن تھے' شمائلہ آپی کے چٹ پٹے جواب پڑھ کے مزہ ہی آ گیا' اگر زندگی نے وفا کی تو پھر انٹری دوں گی تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

سائرہ دائود...... ڈی جی خان۔ آنچل 29 تاریخ کو ملا' سب سے پہلے ''ٹوٹا ہوا تارا'' کی طرف دوڑ لگائی لیکن یہ کیا ابھی تک تابندہ کا ماضی روپوش ہے۔ سمیرا پلیز سسپنس جلدی ختم کریں' فاخرہ اور سندس کی کہانی اچھی لگی' باقی رسالہ ابھی زیر مطالعہ ہے' اللہ حافظ۔

رُخماء رضوان...... گجرات۔ السّلام علیکم! پیاری شہلا آپی! کیا حال ہے؟ آپ کی محفل میں پہلی بار شرکت کررہی ہوں' واہ آپی! اپنے آنچل کی تو بات ہی الگ ہے مجھے تو آنچل سے عشق ہے۔ ہر ماہ کی 24 تاریخ کو آنچل میرے ہاتھ میں ہوتا ہے' اللہ تعالیٰ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے' آمین' اللہ حافظ۔

❖ ڈیئر رخماء! خوش آمدید۔

فضہ ہاشمی...... عارف والہ۔ السّلام علیکم! خداوند عالم سے دعا ہے کہ بحق محمدؐ وآلِ محمدؐ ہمارا وطن ترقی کی راہ پر گامزن رہے' ہر طرف راوی چین ہی چین لکھے' آمین۔ اس طرح ہمارا آنچل بھی دن بہ دن ترقی کرے یوں کہ کوئی چیز بھی اس کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے اس دفعہ کا آنچل دیکھا تو بہت خوشی ہوئی اس کی موٹائی دیکھ کر دل کو اطمینان ہوا کہ قیمت میں اضافہ کے ساتھ صفحات کا اضافہ خوش آئند ہے۔ میری عادت ہے سب سے پہلے سرگوشیاں میں قیصر آراء آپا کا تبصرہ پڑھتی ہوں' تحاریر اور ملکی حالات پر جس چیز نے مجھے چونکایا وہ یہ تھا کہ نئے افق کی جنس تبدیل کرکے آنچل کی بہن بنا دیا جائے یہ ایک انتہائی اچھی بات ہے ایک تو یہ کہ اس طرح ٹیلنٹ کا نہ صرف اضافہ ہوگا بلکہ نئے لوگوں کو موقع بھی ملے گا (یہ اشارہ یقیناً میں نے اپنی طرف اور بہت سی دوسری لڑکیوں کی طرف کیا ہے جو منتظر ہیں اپنی باری کی) کیونکہ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ ہماری سوچ پر جمود چھاتا جارہا ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ آنچل میں صرف تین چار لوگوں کو مستقل جگہ ملی ہوئی ہے بالخصوص نازیہ کنول نازی اور سمیرا شریف طور صاحبہ کو یہ میرا شکوہ ہے بھی اور نہیں بھی کیونکہ میں بچپن سے بڑی رائٹرز کو پڑھتی آئی ہوں۔ آنچل کے توسط سے جن میں سلمیٰ کنول' فوزیہ فرخ جیسی عظیم مصنفین شامل ہیں۔ وہ بھی گھریلو مسائل پر لکھتی تھیں لیکن انداز چونکانے والا اور اچھوتا ہوتا تھا جس میں دکھ سکھ' شوخی شرارتی لمحات کی قدر کے ساتھ ساتھ اندرونی دکھوں اور خوشیوں کا امتزاج ہوتا تھا لیکن اب وہ انداز موجودہ مصنفین میں ناپید ہے۔ ''پہلی سی محبت'' نگہت عبداللہ صاحبہ کا ناول پڑھا' اچھا تھا لیکن فراز ثانیہ کو اچھی طرح سبق نہیں سکھا سکا۔ ''وہی ایک لمحہ زیست کا'' نہ کوئی سر نہ پیر...... جانی اور بوبی کا ماضی کیا تھا' ماؤں کا کردار کیا تھا' پینو رانی اس کی ماں' بہن ہر اک کردار ادھورا صرف اس خاص فقرے کے لیے اتنی محنت کی گئی کہ دعا کرو ہم بم دھماکے میں مرجائیں کم سے کم پیٹ میں روٹی تو پڑے' یہاں تک تو غربت نے سمجھا دیا لیکن چندا کا کردار جانی اور بوبی تمام کے تمام الجھے ہوئے کردار اور ادھورے...... کیا شروع کیا اختتام سب سوالیہ نشان تھا۔ عید سعید اور ساعت رحمت دونوں اچھی تحریریں تھیں۔ ''پیا من بھائی مہندی'' ہیرو تو اندھا لگتا تھا' ٹیالی سی مہندی پر لڑھک گیا۔ ''موم کی محبت'' میں راحت وفا صاحبہ نے شرمین کو سینڈوچ بنا کر رکھ دیا ہے جسے دیکھو وہی منہ اٹھا کر محبت کا دعویدار بن رہا ہے اب دیکھو کس کے مقدر میں زور آوری لکھی ہے' عارض مرزا' نوازش صبیح احمد یا وہ اٹھارہ سالہ بچہ چلو کسی کہانی میں تو ٹوئسٹ آیا۔ سلسلے وار ناول میں جہاں تک مجھے لگتا ہے وہ یہ کہ درشہوار کا اور اس کی ماں کا بابا صاحب کے ساتھ قریبی رشتہ ضرور ہے۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' بھی کلائمکس تک آ پہنچی ہے۔ سب سے آخر میں درجواب آں پڑھا' انکل مشتاق احمد قریشی اور بھائی طاہر قریشی صاحب کی خدمت میں بھرپور آداب! والسّلام۔

❖ فضہ ڈیئر! اس قدر بدگمانی و تلخ لہجہ اچھا نہیں ہوتا' آپ نے اُم اقصیٰ کی تحریر کے ہیرو کے لیے جو غلط لفظ استعمال کیا ہے آئندہ اس قسم کے الفاظ سے اجتناب کیجیے گا۔ خیال رہے یہ ایک ادبی پرچہ ہے۔

حافظہ راشدہ...... وہاڑی' ماچھیوال۔ سب سے پہلے تو آنچل کے تمام ہی قارئین کو اور تمام ہی اسٹاف رائٹرز اور سب پڑھنے والوں کو بہت سارا سلام۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنے حفظ وامان میں رکھے'

اگست کا رسالہ عید نمبر ملا' سرورق بہت اچھا لگا' آئینہ میں یہ میرا پہلا خط ہے۔ جی تو اب آتے ہیں اپنی فیورٹ کہانی ''ٹوٹا ہوا تارا'' کی طرف' آپی سمیرا میں آپ کو اب کیا بتاؤں کہ آپ مجھے کتنی اچھی لگتی ہیں' ماشاء اللہ آپ بہت اچھا لکھ رہی ہیں۔ مصطفیٰ اور شہوار کا کردار مجھے بہت پسند ہے۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' آپی مریم ونڈر فل! بہت زبردست چل رہا ہے آپ کا ناولٹ اور تھینک گاڈ آپی مریم نے بھی لاریب کے دل میں سکندر بے چارے کے لیے احساس پیدا کردیا ہے اور اس بار لاریب شدت سے سکندر کا انتظار کررہی ہے' یہ جان کر بہت اچھا لگا۔ ''برف کے آنسو'' آپی نازی! کیا غضب کا لکھ رہی ہیں آپ۔ مجھے آپ کے لکھنے کا ہر انداز بہت پسند ہے اور باقی سب رائٹرز نے ہمیشہ کی طرح اس بار بھی بہت اچھا لکھا اور آنچل کے باقی سلسلوں کے متعلق بات کرنے لگ جاؤں تو شاید تعریف میں الفاظ کم پڑ جائیں' مختصراً یہ کہ سب کے سب بہت اعلیٰ ہیں اور آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آنچل کو دن دگنی رات چوگنی ترقی ملے اور کامیابی کی وجہ سے یوں ہی کارروان چلتا رہے' اب اجازت چاہتی ہوں آئندہ شمارے میں پھر حاضر ہوں گی تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

❖ حافظہ ڈیئر! خوش آمدید۔

انعم حسن گجر ...... مقام نامعلوم۔ السلام علیکم! ڈیئر آنچل اسٹاف اور میرے پیارے قارئین' امید ہے آپ سب خیریت سے ہوں گے۔ اب آتے ہیں رائٹرز کی طرف تو ان کی تعریف کے لیے الفاظ کم پڑ جاتے ہیں سمیرا شریف' نازیہ کنول نازی' عشنا کوثر' اقراء صغیر' ام مریم یہ سب میری فیورٹ رائٹرز ہیں ان کے ناولز' افسانے میں کبھی نہیں چھوڑتی۔ گھر میں لڑ جھگڑ کے آنچل منگواتی ہوں' نیٹ پر دیر سے اپ لوڈ ہوتا ہے اور مجھے تو 25 تاریخ سے ہی فکر پڑ جاتی ہے مگر ملتا 2 تاریخ تک ہے' سب سے پہلے قسط وار ناولز پڑھتی ہوں پھر باقی ناولٹ اور افسانے۔ تمام رائٹرز بہت اچھا لکھتی ہیں سب کو میرا خصوصی سلام اور میری بہت ساری دعائیں آنچل رائٹرز اور اسٹاف کے لیے جو دن رات محنت کرتے ہیں ہمارے لیے۔ اب اجازت دیں اگلے ماہ تک کے لیے۔

ثمینہ بتول ...... لاہور۔ تمام آنچل پڑھنے والوں کو پیار بھرا اسلام۔ آپی! پہلی بار شرکت کررہی ہوں' اب آتی ہوں تبصرے کی طرف' ہماری پیاری پسندیدہ نازیہ کنول نازی آپ بہت ہی کم صفحات لکھتی ہیں' آپ سے درخواست ہے آپ زیادہ صفحات لکھیں۔ سمیرا جی! آپ سے ہم یہ کہنا چاہتے ہیں' آپ اپنے سلسلے وار ناول ''محبت رنگ دھنک لوڑھ کر'' کو دوبارہ ایک بار پڑھ لیں اور فیصلہ کریں آپ کے ناول کس قدر ست جارہے ہیں۔ آپ بہت اچھا لکھتی ہیں لیکن آپ کے ناول کی ہیروئن ہماری ناپسندیدہ ہیں کیونکہ اک طرف شہوار کو دیکھو تو دوسری طرف انا کو دیکھو اس سے پہلے زرش اور نوریہ کو...... سب اپنی انا کے خول میں بند رہتے ہیں اگر آپ اردگرد کا جائزہ لیں اور دیکھیں تو آپ کو لاکھوں لڑکیوں میں ایک لڑکی ایسی ملے گی اگر لڑکی کو تھوڑی بھی توجہ اور پیار ملے تو وہ اس کے لیے جان دینے کو تیار ہو جاتی ہے۔ سمیرا جی! آپ کی مشل اور شاہ زار والی کہانی میں نے 7 سال پہلے پڑھی' اچھی تھی آج تک دل میں نقش ہے۔ پلیز اس ناول کو دیکھ لیں اور پہلے والے انداز میں لکھیں۔ ام مریم! نے ''مجھے ہے حکم اذاں'' بہت اچھا لکھا ہے' والسلام! سب کو عید مبارک۔

پروین افضل شاہین ...... بھاولنگر۔ پیاری باجی شہلا عامر صاحبہ! السلام علیکم! اس بار اگست کا آنچل عید نمبر بہت ہی جاذب نظر سرورق عبیر قریشی نے سجایا۔ نئے افق کو نئے افق ہی رہنے دیں اس کی جنس تبدیل نہ کریں تو بہتر ہے۔ اب تو ہمیں اگلے شمارے کا شدت سے انتظار ہے کیونکہ ہماری فیورٹ رائٹر اور دوست نازیہ کنول نازی کا سلسلے وار ناول ''شب ہجر کی پہلی بارش'' شروع ہورہا ہے۔ بیاض دل میں فصیحہ

آصف خان، فائزہ بھٹی، نیرنگ خیال میں ام ثمامہ، سباس گل، فریدہ فری، دوست کا پیغام آئے میں مدیحہ کنول، مسز نگہت غفار، یادگار لمحے میں سنیاں زرگر، مہرین آصف بٹ، ہم سے پوچھیے میں مدیحہ نورین ملک، ناہید چوہدری چھائی رہیں۔ زنیرہ طاہر! کیا تمہاری ہی تصویر ستلج پارک کے گیٹ کے باہر پوزیشن ہولڈر طالبات کی تصاویر میں لگی ہوئی ہے؟

خدیجہ رانا...... مقامی کھڈیاں، قصور۔ السلام علیکم! پچھلی ماہ مصروفیت کی وجہ سے آئینہ میں حاضری نہ دے سکی ویسے تو دنیا والے ہمیں فارغ البال سمجھتے ہیں لیکن اب ہر بات پر آنکھیں بند کر کے یقین تو نہیں کیا جاسکتا ناں (ہاہاہا)۔ دانش کدہ کے بعد حمد و نعت سے دل و جان کو معطر کرتے ہوئے سیدھے پہنچے ''برف کے آنسو'' پر یہ زرنیلا تو زہریلا ہی ثابت ہوئی، ریان کے لیے بے حسی، بے شرمی کہ پہلے اپنے شوہر کو مروادیا پھر ریان کو بے اماں کیا، زرنیلا تو کچھ زیادہ ہی بے حس ہے۔ عائزہ کو تو زعیم ٹھیک کر ہی دے گا البتہ زرنگار کا سندان کو اذیت دینا ایک آنکھ بھی نہیں بھایا جبکہ سندان اپنی غلطی مان چکا ہے تو زرنگار کو بھی چاہیے کہ وہ سندان کو معاف کردے۔ معید نے اپنے ممی ڈیڈی کی صلح کروا کر بہت اچھا کیا بس آپی اب آپ جلدی سے عینا کی پریشانیاں دور کردیں اور اس کا ساتھ معید کے ساتھ لکھ دیں۔ ''اک لمحہ زیست کا'' کا بھی بہت اچھا اینڈ ہوا ہے بے شک فاخرہ نے ایک اہم موضوع پر قلم اٹھایا ہے ناجی کا مسجد امام کے سامنے رونا اور معافی مانگنا اور پھر آگے سے امام کا جھڑکنا یہاں سے بہت زیادہ تکلیف ہوئی کہ صاف ستھرے لوگ خود کو دین کا ٹھیکیدار سمجھنے لگتے ہیں۔ ''مجھے ہے حکم اذاں'' پل میں تولہ پل میں ماشہ منٹ منٹ پر بدلتا ہوا عباس ساحر کا موڈ ہماری تو سمجھ سے بالاتر ہے (ہاہاہا)۔ شکر ہے لاریب کو عقل آ گئی مجھے پہلے ہی پتا تھا لاریب کو عقل آ جائے گی۔ وقاص بھی صراط مستقیم پر چل پڑا بس اب ایمان کو جلدی سے ہوش میں لے آئیے، بہت دن ہوگئے اس سے ملے ہوئے۔ ''پہلی سی محبت'' نگہت عبداللہ آپی! ثانیہ کو تھوڑی سی سزا تو دینی تھی جب فراز جانتا تھا شجاع ثانیہ میں انٹرسٹڈ ہے تو پھر اس نے ثانیہ سے شادی کیوں کی۔ موسٹ فیورٹ ''ٹوٹا ہوا تارا'' بھی اچھا جارہا ہے بس آپی! جلدی سے شہوار کا حویلی سے رشتہ واضح کردیں اور ایاز کو تو کہیں سمندر میں غرق کردیں (ہاہاہا)۔ سمیرا آپی شہوار کی شادی کا فنکشن ڈیٹیل سے لکھنا تا کہ ہم بھی مصطفیٰ کی شادی کو خوب انجوائے کرسکیں۔ راحت وفا کا سلسلہ وار ناول پر تبصرہ ادھار رہا جب مکمل ہوجائے گا تو کروں گی۔ ''کسی مہربان نے آکے'' خوب لکھا البتہ صولت بیگم نے برائی کا جواب بھلائی سے دے کر بہت اچھا کیا۔ ''عروس عید'' سروے بھی زبردست رہا لیکن یہ نازیہ آپی کو کون سے کٹہرے میں کھڑا کردیا۔ تعارف ارم خان کا پسند آیا، نیرنگ خیال میں شازیہ ہاشم کی نظم پسند آئی، بیاض دل میں محترمہ کوثر ماہم طیبہ کے شعر پسند آئے۔ یادگار لمحے بھی میری ڈائری کی زینت بن کر یادگار رہے، ہم سے پوچھیے میں شمائلہ آپی نے خوب ہنسایا۔ حنا کے رنگ بھی پسند آئے۔ کام کی باتیں پڑھتے ہوئے ہمیں بہت سے کام یاد آگئے (ہاہاہا)، او کے اللہ حافظ، اجازت چاہوں گی۔

☆ خدیجہ ڈیئر! شگفتہ اور دلچسپ انداز میں لکھا آپ کا تبصرہ بہت پسند آیا۔

❖ اب اگلے ماہ تک کے لیے اجازت۔ اس دعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے وطن پاکستان کو امن و آشتی کا گہوارہ بنادے اور دشمنوں کی نظر بد سے اسے محفوظ رکھے، آمین۔

ہم سے پوچھیے

شمائلہ کاشف

ارم کمال......فیصل آباد

س: پیاری اپیا! عید کے پُرکیف اور مہکتے لمحات کو کیسے محفوظ کیا جائے؟

ج: دل کی الماری میں بند کرکے تالا لگادو اور چابی یادوں کے سمندر میں پھینک دو۔

س: میں چاہتی ہوں کہ عید سے پہلے ہی عید ہوجائے؟

ج: خیر تو ہے نا' کہیں عید پر تمہارے وہ تو نہیں آرہے۔

س: عید کے دن وہ میرے آگے پیچھے گھومتے ہیں؟

ج: بھئی تم سے عیدی جو بٹورنی ہوگی......

س: دل کی گہرائیوں سے آپ کو پیار بھرا عید کا سلام قبول ہو؟

ج: پیار اور سلام دونوں قبول کیے۔

س: ان کی کڑواہٹ عید پر مٹھاس میں کیسے تبدیل ہوجاتی ہے؟

ج: مٹھائیاں کھا کھا کر میٹھا ہی بولیں گے نا......

انائیہ پرنس......نامعلوم

س: جب آپ کے چاہنے کے بعد بھی کوئی آپ کو یاد نہ کرے تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: تم نے یادوں کا اچار ڈالنا ہے کیا؟

س: جب مجھے غصہ آتا ہے تو میں خاموش ہوجاتی ہوں اور آپ؟

ج: میں آپ کے سوالات کے جوابات دیتی ہوں۔

س: اگر دل ٹوٹ جائے تو......؟

ج: چیونگم سے جوڑلو ہمیشہ کے لیے جڑ جائے گا۔

س: کتنی بار بلایا تھا اسے مگر وہ کمبخت نہ جانے کہاں رہ گیا' بتایئے کون؟

ج: تمہارا خاکروب......!

س: مجھے انتظار ہے کس کا؟

ج: لائٹ کے آنے کا۔

شاہ زندگی......راولپنڈی

س: چشمہ صاف کرلیں' ارے اپنا نہیں ساتھ والے کا۔

ج: چشمہ صاف کرنا' ہاتھ صاف کرنا' جیبیں صاف کرنا یہ تو تمہارے کام ہیں۔

س: ویسے کون سی کریم استعمال کرتی ہیں' دن بہ دن رنگ گورا ہونے کی بجائے......؟

ج: گلابی اور دوآتشہ ہوتا جارہا ہے' تم جلتی رہو۔

س: بہت سن لی بجلی آگئی' بجلی چلی گئی......اب گولی مارو لائٹ کو اور یو ایس پی لگالو؟

ج: ارے جناب یو ایس پی نہیں......یو پی ایس!

کنزیٰ رحمان......فتح جنگ

س: میری طرف سے آپ کو عید اور جشن آزادی کی بہت بہت مبارک باد۔

ج: آپ کو بھی جشن آزادی مبارک۔

س: آپی اس دفعہ کوئی عیدی دینے کو تیار ہی نہیں ہے آپ ہی عیدی دے دیں تاکہ کچھ بھرم رہے۔

ج: اب آئندہ عید پر آجانا۔

س: آپی اس دفعہ سب نے فرمائش کی ہے کہ ہم کوئی اسپیشل ڈش بنائیں عید پر' کچھ سمجھ نہیں آرہا کیا بنائیں؟

ج: سوائے بے وقوف بنانے کے تم کچھ بھی اچھا نہیں بناسکتی ہو......

سنیاں زرگر' قصیٰ زرگر......جوڑہ

س: آپی آپ بڑے سے سرپرائز کے لیے تیار ہیں' ہم آپ کے پاس عیدی لینے آرہے ہیں (ہاہاہا)؟

ج: ارے تکلف مت کرو وہیں مل جائے گی عیدی۔

س: آپی سچی سچی بتائیں کہ آپ عید کس کے ساتھ منانا پسند کرتی ہیں؟

ج: گھر والوں کے ساتھ۔

صائمہ نورین......N.B157

س: آپی! پہلی مرتبہ آئی ہوں' کیسا لگا؟
ج: خوش آمدید۔
س: آئے ہائے ہائے یہ گرمی اور یہ بجلی؟
ج: بہت ستاتے ہیں' کہاں جائیں۔
س: اپنوں کے دھوکے اذیت ناک ہوتے ہیں یا غیروں کے؟
ج: اپنوں کے ہوں یا غیروں کے سب ہی ناک والے ہوتے ہیں مثلاً دردناک' عبرتناک' اذیت ناک۔

نورین مسکان...... سیالکوٹ

س: شہلا میڈم! میں آ گئی ہوں' اب کہاں بیٹھوں؟
ج: ایسا کرو چھت پر جا کر بیٹھ جاؤ اور ہوا کھاؤ۔
س: سب کہتے ہیں میں بہت زیادہ عقل مند ہوں تو آپ کا کیا خیال ہے؟
ج: بہت ہی خطرناک خیال ہے اگر بتا دیا تو آپ عقل سے پیدل نہ ہو جاؤ کہیں۔
س: آپی مجھے نیند بہت آتی ہے کیا کروں؟
ج: گدھے گھوڑے بیچ کر سونے سے بہتر ہے کہ تم ان کے ہمراہ رہو پھر نیند بھی نہیں آئے گی۔
س: میں آپ سے تنہائی میں ملنا چاہتی ہوں' بتایئے پھر ڈیٹ پر کہاں آ رہی ہیں؟
ج: تمہارے خوابوں میں۔

ادیبہ صالحہ...... چکوال

س: اوہ...... ہم تو بغیر اجازت آپ کی محفل میں شرکت فرما چکے ہیں' آپ کو ناگوار تو نہیں گزرا؟
ج: ہمارا نازک دل ایسے ناگوار حادثات کو گوارہ کرنے کا عادی ہو چکا ہے اب۔
س: شمی آپی! آپ کے جوابات مجھے اتنے اچھے کیوں لگتے ہیں؟
ج: کیونکہ اس میں آپ کے سوالات جو نہیں ہوتے۔
س: اکثر لوگ باتھ روم جا کر گانے کا شوق پورا کیوں کرتے ہیں؟
ج: وہاں کوئی ان کو سننے والا نہیں ہوتا ناں۔

س: آپ سب سے زیادہ کس سوال سے لطف اندوز ہوتی ہیں؟
ج: جب کوئی سوال ہی نہ ہو اور آپ جیسے سوالی بھی نہ ہوں تب......!

صدف مختار' رمشاء عظمت...... بوسال مصور

س: سنا ہے جب تک آپ اپنی مما کے ہاتھوں صبح صبح ٹھنڈے پانی سے لطف اندوز نہ ہوں اٹھتی نہیں ہیں۔
ج: اس کا بھی اپنا مزہ ہے' آزمائش شرط ہے کیا سمجھیں۔
س: بچپن میں کیا سوچا تھا کہ بڑے ہو کر کیا بنیں گی؟
ج: ارے جناب بچپن میں سوچتا کون ہے۔

نوشین مشتاق جوئیہ...... فیض آباد

س: سوچا نہ ہائے رے دیکھا نہ ہائے رکھ دی سوالوں کی پٹاری آپو کے سامنے...... پہلی بار آئی ہوں' کیا بولیں گی ہمارے لیے؟
ج: عقل سے پیدل ہو اسی لیے ایسے سوالات کیے ہیں' خوش آمدید۔
س: آپو اگر ہم ان سے ناراض ہو جائیں تو وہ ہمیں کیسے منائیں گے؟
ج: تمہاری ناراضگی پر خوشیاں منائے گے اور خود راضی راضی ہو جائے گے۔
س: شعر کا جواب شعر سے عرض کرنا' ورنہ ہم......؟

محبت کرنے والوں کی انوکھے کھیل ہوتے ہیں
نتیجہ جب نکلتا ہے عاشق فیل ہوتے ہیں

ج: ہیں...... کہیں تم بھی فیل تو نہیں ہو گئی نا؟

رخسانہ اسماعیل...... تونسہ شریف

س: آپی' ہائے اللہ اس بار بھی شادی ہونے کی خواہش' خواہش ہی رہ گئی......؟
ج: میری شادی کرواؤ' میری شادی کرواؤ...... صبح و شام گاتی رہو ہو جائے گی۔
س: آپی آپ نے پچھلے شمارے میں مجھے "مس کوئل" کہا اب کیا کہیں گی؟

ج: تمہارے لیے ”مس کوئل“ یہی نام کافی ہے۔
س: آپی سنا ہے اس بار بھی وہ عید پر نہیں آرہیں اور عیدی بھی نہیں دے رہیں، بھلا کون؟
ج: تمہاری ہونے والی ساس اور کون......؟
س: آپی! اتنا بُرا حال ہے گرمی سے کہ اب تو رونا بھی نہیں آتا۔
ج: تم اپنی حال سے بے حال حالت پر ہنسنا شروع کردو۔

فریحہ شبیر......شاہ نکڈر
س: خوشیوں سے بھری عید مبارک! میری عیدی تو دیں؟
ج: تمہاری عیدی محکمہ ڈاک کی نذر ہوگئی ہے غالباً۔
س: اتنے عرصہ بعد مل کر کیسا لگ رہا ہے؟ آپ نے یاد کرنا بھی گوارہ نہیں کیا، میں آواز کے انتظار میں تھی؟
ج: بہت ہی اچھا لگ رہا ہے، خوش فہم لوگو! ہم نے تمہیں بہت یاد کیا اب خوش۔
س: قاصد دیارِ یار سے لائے ہو کچھ خبر
عید تو دہلیز پر ہے اور وہ آئے نہیں
ج: آتے بھی کیسے وہ تو وہاں مزے سے عید منارہے تھے۔
س: ہم مہمان نہیں رونق محفل ہیں
مدتوں یاد رکھو گے کہ آیا تھا کوئی
ج: دو ہی لمحے مجھ پر گزرتے ہیں کٹھن
اک تیرے آنے سے پہلے اک تیرے جانے کے بعد
س: آپی کبھی کبھی آنے کی اجازت دے دیں، سچ میں اداس ہوجاتی ہوں میں؟
ج: سوفی صد اجازت ہے، محفل سے جانے کی اور پھر لوٹ کے آنے کی۔

عائشہ عمر......اسلام آباد
س: السلام علیکم! آپی کیا خیر خبر ہے آپ کی طرف؟
ج: وعلیکم السلام! خیر کی کیا خبر سنائیں، ہم وہاں ہیں جہاں سے ہم کو بھی کچھ ہماری خبر نہیں آتی۔
س: میں اتنا بولتی ہوں نان اسٹاپ کہ......
ج: کوے بھی شرما کر کانوں کو ہاتھ لگائیں، ہے ناں؟
س: میرے بھائی نے پتا ہے اس بار عیدی میں مجھے کیا دیا؟
ج: ایک عدد ٹیپ دے دیا ہوگا تاکہ تمہارا منہ بند کرسکے......
س: میرا بھائی چاندرات پر مہندی لگوانے مجھے کیوں نہیں لے کر جاتا؟
ج: اس کے لیے ایک عدد دلہن لے آؤ پھر دیکھو کیسے سر کے بل جائے گا۔

سائرہ داؤد......ڈی جی خان
س: شمائل جی پہلی دفعہ آپ کی محفل میں آئی ہوں، خوش آمدید کہیں۔
ج: بھئی زبردستی ہے کیا؟
س: عید کے دن میں تیار ہوکر جارہی تھی کہ میرے وہ دُم ہلاتے ہوئے آگئے؟
ج: اچھا پھر کاٹا تو نہیں یا پھر چودہ انجکشن لگوائے تم نے۔
س: آپی یہ بتائیں آپ کا نور جہاں سے رشتہ ہے جو ہر وقت بے سُرے گیت گاتی رہتی ہیں؟
ج: خرابی گیتوں میں نہیں بلکہ تمہارے کانوں میں ہے۔

طیبہ نذیر......شادیوال گجرات
س: آداب کیسی ہیں آپ اور کراچی کے حالات کیسے ہیں؟
ج: کراچی کے حالات گرم ہیں لیکن لاہور جتنے نہیں۔
س: انسان جو سوچتا ہے وہ کیوں نہیں ہوتا اور جو سوچ بھی نہیں سکتا وہ کیوں ہوجاتا ہے؟
ج: یہی تو ربّ کائنات کے ہونے کی دلیل ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔
س: کچھ لوگ پل میں تولہ اور پل میں ماشہ کیوں بن جاتے ہیں؟
ج: سناروں کے خاندان سے تعلق رکھتے ہوں گے۔

آپ کی صحت

ہومیوڈاکٹر ہاشم مرزا

فائزہ ننکانہ صاحب سے لکھتی ہیں کہ کیا ایفروڈائٹ کے استعمال سے بال ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتے ہیں اور کیا اس کے ساتھ گولیاں بھی استعمال کرنی ہوتی ہیں؟

محترمہ آپ ایفروڈائٹ میرے کلینک سے منگوا لیں اس کے استعمال سے بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے اس کے ساتھ OLIUM JACC 3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں۔

آصفہ شبیر گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 33 سال ہے پانچ بچے ہیں حسن نسواں کی کمی ہے اور دوسرا مسئلہ بالوں کے دو منہ ہیں اور گرتے بھی ہیں شادی سے پہلے صحت ٹھیک تھی اب بہت کمزور ہوگئی ہوں۔

محترمہ اس عمر میں حسن نسواں کی بہتری ناممکن ہے بالوں کے لیے HAIR GROWER کا استعمال جاری رکھیں اس کے علاوہ ALFAFA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت کھانے سے پہلے پیا کریں اور بیٹی کے بارے میں ٹیلیفون پر رابطہ کریں۔

ڈاکٹر صبا نواز لکھتی ہیں کہ میں نے آپ سے جتنے مریضوں کے لیے مشورہ طلب کیا اللہ کے فضل سے وہ سب شفایاب ہوئے ہیں ایک مریضہ ہیں ان کا ماہانہ نظام خراب ہے اور وزن بھی بڑھ گیا ہے آپ اس کی دوا تجویز فرمائیں دوسرا مسئلہ امی کے جوڑوں کے درد کا ہے اس کے علاوہ ان کے دل کا ایک والو بھی سکڑ گیا ہے آپ برائے مہربانی کوئی شفا بخش دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ اس مریضہ کو PITUITRIN 3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ دیں اور امی کو RHUS TOX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ دیں اور NAJA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ میں ڈال کر رات سوتے وقت پلائیں مریضوں سے متعلق مشوروں کے لیے آپ مجھے کلینک کے اوقات میں 02136997059 پر کال کرسکتی ہیں۔

ع۔ا گوجرانوالہ سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر دوا تجویز فرمادیں۔

محترمہ آپ CALCIUM FLOUR 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ لیں۔

مسز شبیر ٹیکسلا سے لکھتی ہیں کہ بہن کی عمر 30 سال ہے اور غیر شادی شدہ ہے بہت زیادہ موٹی ہیں موٹاپا کم کرنے کی دوا بتائیں دوسرا مسئلہ میری عمر 34 سال ہے بہت زیادہ دبلی پتلی ہوں ALFAFA Q استعمال کررہی ہوں یہ دوا کتنے عرصے استعمال کرنی ہے۔

محترمہ آپ بہن کو PHYTOLACCA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ لیں اور آپ ALFAFA کا استعمال جاری رکھیں۔

مسز توقیر احمد ٹیکسلا سے لکھتی ہیں کہ شوہر کا مسئلہ لکھ رہی ہوں شائع کیے بغیر دوا تجویز فرمائیں اور میرے منہ پر بہت زیادہ موٹے اور ابھرے تل ہیں میں THUJA Q استعمال کررہی ہوں اس سے تل ختم ہوجائیں گے۔

محترمہ آپ کے شوہر کی رپورٹس مایوس کن ہیں آپ ان کو DAMIANA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں اور دوا 6 ماہ استعمال کروائیں اور اللہ سے کامیابی کی دعا کریں اور تل کے لیے THUJA کا استعمال جاری رکھیں۔

SRA چکوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ ARUM MUR NATRO 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور گلے کا مسئلہ کسی مقامی ڈاکٹر کو دکھائیں۔

روہاب زہرہ اسلام آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے تمام جسم پر مردوں کی طرح بال ہیں جس کی وجہ سے میں احساس کمتری کا شکار ہوں برائے مہربانی کوئی دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ OLIUM JACC 3X کی ایک ایک گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا اس پر لکھے ہوئے طریقہ کے مطابق استعمال کریں ان شاء اللہ ہمیشہ کے لیے بال ختم ہوجائیں گے۔

فاطمہ عبدالغفور لیہ سے لکھتی ہیں کہ HAIR GROWER کے استعمال سے بال گرنا بند ہوگئے ہیں لیکن بڑھ نہیں رہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ APHRODITE کی ابھی ایک بوتل استعمال کی ہے جب میں تھریڈنگ کرواتی ہوں تو چہرے پر دانے نکل آتے ہیں اس کے لیے کوئی دوا بتادیں۔

محترمہ آپ دانوں کو ختم کرنے کے لیے NATRUM SULPH 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھائیں اور HAIR GROWER, APHRODITE کا استعمال جاری رکھیں۔

محمد اسلم جھنگ سے لکھتے ہیں کہ حق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہیں رہا مختلف قسم کی خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں برائے مہربانی کوئی اچھی سی دوا بتائیں۔

محترم آپ STAPHISAGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

آصف زریں کراچی سے لکھتے ہیں کہ میرا خط شائع کیے بنا دوا تجویز فرمائیں میں آپ کا احسان مند رہوں گا۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اللہ بہتر کرے گا۔

علی علوی فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ خط شائع کیے بغیر علاج تجویز کریں۔

محترم آپ CONIUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ استعمال کریں۔

عبدالسلام کوئٹہ سے لکھتے ہیں کہ میرے دوست نے بتایا کہ آپ کے پاس گنجے سر پر بال اگانے کا کوئی تیل ہے وہ گنجا تھا آپ کے HAIR GROWER کے استعمال سے ماشاء اللہ اس کے سر پر گھنے بال آگئے ہیں کیا میں یہ تیل استعمال کرسکتا ہوں کیونکہ میں خاندانی گنجا ہوں میں بہت پریشان ہوں۔

محترم آپ HAIR GROWER استعمال کریں ان شاء اللہ آپ کے سر پر بھی بال آجائیں گے بہت سے خاندانی گنجے پن کے مریض اس سے شفا یاب ہوچکے ہیں۔

شمائلہ کلثوم لیہ سے لکھتی ہیں کہ خط شائع کیے بغیر کوئی علاج بتادیں۔

محترمہ آپ NATRUM SULPH 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھایا کریں۔

عائشہ ناصر مخدوم پور سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترمہ آپ BERBERIS AQUIF Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت

روزانہ پیا کریں بال ختم کرنے کے لیے 900 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے پتے پر ارسال کریں۔ APHRODITE آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

رنگ صاف کرنے کے لیے JODIUM 1M کے پانچ قطرے ہر پندرہ دن میں ایک دفعہ 6 ماہ تک استعمال کریں آپ نے جو دوائیں لکھی ہیں ان کو استعمال نہ کریں۔

ش خ گجرات سے لکھتی ہیں کہ آئرن کی کمی ہے بلڈ پریشر لو رہتا ہے چکر آتے ہیں تھوڑا سا کام کر کے تھکان محسوس ہوتی ہے۔ چہرہ بہت کمزور ہے کیل مہاسے کی وجہ سے چہرہ پر داغ بن جاتے ہیں لیکوریا بھی ہے۔

محترمہ آپ FERRUM PHOS 6X کی چار چار گولیاں تین وقت روزانہ لیں اور GRAPHITE 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ایک وقت لیں ہر آٹھویں دن لینی ہے۔

زینب کوٹ رادھا کشن سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 21 سال ہے میں حسن نسواں کی کمی کے لیے BREAST BEAUTY استعمال کر رہی ہوں اور ساتھ SABAL Q بھی استعمال کر رہی ہوں مگر کوئی خاص فائدہ نظر نہیں آیا۔

محترمہ آپ کی GROWTH کی عمر گزر چکی ہے 16,17 سال کی عمر میں ان ادویات کا بھرپور فائدہ ہوتا ہے استعمال جاری رکھیں اللہ کی طرف سے بہتری کی امید ہے۔

شیخ شہریار ضلع ننکانہ صاحب سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز کر دیں۔

محترم آپ ACID PHOS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں مبلغ 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے پتے پر ارسال فرمائیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا ان شاء اللہ بالوں کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔

محمد عباس ضلع خانیوال سے لکھتے ہیں کہ مسئلہ شائع کیے بغیر دوا تجویز فرما دیں۔

محترم آپ STAPHISAGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں ان شاء اللہ صحت بحال ہوگی۔

ثناء سعید بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 21 سال ہے حسن نسواں کی زیادتی کی وجہ سے بھاری پن ہے اور سر کے بال بھی گر رہے ہیں۔

محترمہ آپ CHEMAPHILLA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں مبلغ 1150 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال فرمائیں منی آرڈر کے فارم کے آخری کوپن پر مطلوبہ دوا کا نام BREAST BEAUTY اور HAIR GROWER ضرور لکھیں مطلوبہ دوائیں آپ کے گھر پہنچ جائیں گی۔

سعدیہ ناز ٹوبہ ٹیک سنگھ سے لکھتی ہیں کہ لیکوریا کی شکایت ہے ناف کے نیچے درد رہتا ہے اور دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ میرے گلے میں گلہڑ بننا شروع ہوا ہے برائے مہربانی ایسی دوا بتائیں کہ گلہڑ ختم ہو جائے اور لیکوریا کا مسئلہ بھی حل ہو جائے۔

محترمہ آپ SEPIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور JODUM 200 کے پانچ قطرے ہر آٹھویں دن ایک مرتبہ پیا کریں۔

فاطمہ ہری پور سے لکھتی ہیں کہ میری بہن کے چہرے پر بال اور دانے بھی نکلتے ہیں برائے مہربانی کوئی دوا تجویز کریں۔

محترمہ آپ GRAPHITE 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ

پیا کریں بال ختم کرنے کے لیے APHRODITE کا استعمال جاری رکھیں ان شاء اللہ چہرے سے بال مستقل طور پر ختم ہوجائیں گے۔

محمد شکیل اسلام آباد سے لکھتے ہیں کہ خط شائع کیے بغیر دوا تجویز کردیں۔

محترم آپ STAPHISAGARIA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں۔

کائنات عابد فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرے چہرے پر داغ دھبے ہیں آپ نے ایک لڑکی کو GRAPHITE 30 کا مشورہ دیا تھا میں نے بھی یہی دوا استعمال کرنا شروع کی ہے کیا اس سے چہرے کے دانے ٹھیک ہوجائیں گے دوسرا مسئلہ میری بہن کے وزن کا ہے اس کے لیے بھی کوئی اچھی سی دوا تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ GRAPHITE کا استعمال جاری رکھیں ان شاء اللہ دانے ختم ہوجائیں گے اور بہن کو PHYTOLACCA-Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پلائیں۔

عبیرہ انیس کراچی سے لکھتی ہیں کہ میری دور کی نظر کافی کمزور ہے میری دوست نے ہومیوپیتھی دوا استعمال کی جس سے اس کا چشمہ اتر گیا ہے آپ مجھے بھی کوئی اچھی سی دعا تجویز فرمائیں دوسرا مسئلہ میری بہن کا ہے آپریشن کے بعد سے گھٹنوں میں کافی درد رہتا ہے بچے کو فیڈ بھی کراتی ہیں کوئی مناسب علاج تجویز فرمائیں۔

محترمہ آپ PHYSOSTIGMA 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر تین وقت روزانہ پیا کریں اور CENERARIA آنکھوں کے قطرے استعمال کریں اور بہن کو CALCIUM PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ کھلائیں اور RHUS TOX 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں ڈال کر ہر آٹھویں دن دیں۔

حجاب فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میرا دماغ ہر وقت تھکا تھکا سا رہتا ہے کوئی پریشانی نہیں ہے پھر بھی ہر وقت بوجھ رہتا ہے دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے لیکوریا کی شکایت ہے۔

محترمہ آپ KALI PHOS 6X کی چار چار گولی تین وقت روزانہ لیں ان شاء اللہ آپ کے دونوں مسئلے حل ہوجائیں گے۔

اقصیٰ فیصل آباد سے لکھتی ہیں کہ میری امی کو شوگر ہے موٹاپا، پٹھوں کی تکلیف اور قبض بھی ہے ان کے لیے دوا بتائیں دوسرا مسئلہ میری بہن کے بال بہت کمزور ہیں کیا ان کے لیے HAIR GROWER ٹھیک رہے گا۔

محترمہ امی کو GYMNIMA Q کے دس قطرے آدھا کپ پانی میں تین وقت روزانہ دیا کریں اور بہن کے لیے 600 روپے کا منی آرڈر میرے کلینک کے نام پتے پر ارسال کردیں HAIR GROWER آپ کے گھر پہنچ جائے گا۔

ملاقات اور منی آرڈر کرنے کا پتا۔

صبح 10 تا 1 شام 6 تا 9 بجے، فون 021-36997059 ہومیو ڈاکٹر محمد ہاشم مرزا کلینک دکان C-5 کے ڈی اے فلیٹس فیز 4 شادمان ٹاؤن 2 سیکٹر 14-B نارتھ کراچی 75850

خط لکھنے کا پتا۔ آپ کی صحت ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس 75 کراچی۔

کام کی باتیں

حنا احمد

کھجور

کھجور ایک عام درخت ہے جو مشرق وسطیٰ، امریکا اور ایشیائی ممالک میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ شمالی افریقا بھی کھجور کا گھر ہے۔ امریکا میں کیلی فورنیا کی کھجوریں بڑی لذیذ اور مقبول ہیں۔ پاکستان میں کھجور کے لیے خیر پور، ملتان، اور ڈیرہ غازی خان کے علاقے اگر چہ زیادہ مشہور ہیں مگر یہ چاروں صوبوں میں ملتی ہے۔ بلکہ صوبہ سرحد میں اگر چہ کم ہوتی ہیں مگر ان کا معیار بہت عمدہ ہوتا ہے۔

کھجور کا درخت بنیادی طور پر گرم علاقوں میں ہوتا ہے۔ یہ ان علاقوں میں بھی پھل دیتا ہے جہاں پانی کم ہو، لمبائی میں تیس میٹر تک چلا جاتا ہے مگر اب اس کی چھوٹی قسم بھی کاشت کی جارہی ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا سر دھوپ کی وجہ سے آگ میں اور پیر یعنی جڑیں پانی میں ہوتی ہیں۔ گرم علاقوں میں زیر زمین پانی کی سطح نیچی ہوتی ہے اس لیے کھجور کے درخت کی جڑیں بڑی گہری اور لمبی ہوتی ہیں تا کہ یہ دور دور سے اپنے لیے پانی اور توانائی حاصل کرسکیں مگر یہ ایسے علاقوں میں بھی پایا جاتا ہے جہاں پانی چھ فٹ پر موجود ہوتا ہے۔

کھجور کا درخت جنس کے لحاظ سے مذکر اور مونث ہوتا ہے۔ مذکر کو پھل نہیں لگتے جبکہ اس کے دانے مونث کو بار آور کرنے کے لیے ہوا یا باغبانوں کی کوشش سے پہنچائے جاتے ہیں۔ پھل شدید گرمی میں لگتا ہے جو گچھوں کی شکل میں ہوتا ہے۔ ایک درخت کی اوسط عمر ڈیڑھ سو سال ہے اس کا کوئی بھی حصہ بے کار نہیں۔ پتوں سے ٹوکریاں بنتی ہیں۔ تنا عمارتی لکڑی کے طور پر کام آتا ہے شاخیں کرسیاں بننے اور جلانے کے کام آتی ہیں۔

کھجور کا درخت دنیا کے اکثر مذاہب میں مقدس مانا جاتا ہے۔ مسلمانوں میں اہمیت کی انتہا یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے درختوں میں سے اس درخت کو مسلمان کہا کیونکہ یہ صابر و شاکر اور اللہ کی طرف سے برکت والا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جس گھر میں کھجور ہو اس گھر والے کبھی بھوکے نہیں رہیں گے۔“

فوائد

کھجور کو رات بھر بھگو کر رکھ دیں اور صبح اس کا پانی استعمال کریں۔ یہ پانی جسم کی غلیظ رطوبتوں کو خشک کرتا ہے۔ معدے کو تقویت دیتا ہے۔ منہ کے زخموں کو مندمل کرتا ہے خاص طور پر مسوڑوں کی سوزش میں مفید ہے۔

پھلوں میں کھجور ممتاز حیثیت رکھتی ہے کیونکہ یہ جسم کے ہر حصے کے لیے یکساں طور پر مفید ہے۔ اس کی اصلاح کے لیے سکنجبین زیادہ موثر ہے۔ جبکہ دوسرے ذرائع بتاتے ہیں کہ کھجور کے ذیلی اثرات کو دور کرنے کے لیے اس کے ساتھ بادام اور خشخاش کا استعمال زیادہ مفید رہتا ہے۔ نیز زخموں کو مندمل کرتی ہے۔ اسہال کو دور کرتی ہے۔ یرقان کے لیے بہترین ہے پتہ اور جگر کے فعل کو درست کرتی ہے۔ صنوبر کے بیجوں کے ساتھ کھجور، جگر کے لیے مزید مقوی ہوجاتی ہے۔ یہ جسمانی کمزوری کو دور کرتی ہے لیکن جس کی آنکھیں دکھتی ہوں، اسے اس کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے۔ نہ ہی اسے انگور، کشمش یا منقہ کے ساتھ کھانا چاہیے۔

کھجور کے درخت سے ایک قسم کا گوند نکلتا ہے۔ جو بیرونی چوٹوں کے لیے مفید ہوتا ہے۔ اس کے تنے میں گھاؤ لگائیں تو ایک میٹھا اور خوشبودار رس نکلتا ہے تازہ رس تو بڑا لذیذ ہوتا ہے مگر ایک دن گزارنے کے بعد اس میں خمیر اٹھ جاتا ہے اور یہ نشہ آور بن جاتا ہے کھجور کی گٹھلی جلا کر دانتوں پر ملی جائے تو منہ کے تعفن کو دور کرتی ہے۔ دانتوں سے میل اتارتی ہے۔ ہر قسم کے بہتے خون کو روکنے کے لیے اس کی راکھ لگانا مفید ہے۔ یہ زخموں کو صاف کرتی ہے کھجور کا کھانا قوت کا باعث ہے جگر کو

طاقت دیتی ہے کمزوری سے پیدا ہونے والے صفرا کے لیے مفید ہے۔ کھجور کا گودا اور چڑ چٹے کی جڑ پیس کر پانی میں رکھ کر کھانے سے سردی لگ کر آنے والا بخار ٹوٹ جاتا ہے۔

کھجور کی جڑ یا پتوں کی راکھ سے منجن کرنا دانتوں کے درد کے لیے مفید ہے۔ راکھ کے بجائے اگر ان کو پانی میں پکا کر اس پانی سے کلیاں کی جائیں تو بھی فائدہ مند ہے۔

کھجور کا گابھا

کھجور کے درخت کی شاخوں میں جس جگہ پھول لگتے ہیں وہاں پر کونپلوں سے پہلے یہ گاڑھا، لیس دار، شیریں اور خوشبو دار رس جمع ہوتا ہے۔ ذائقہ، دودھ اور بادام جیسا ہوتا ہے۔ جس درخت کی شاخوں سے جمار نکال لیں اس کو پھر پھول نہیں لگتے اس کے کھانے سے آنتیں مضبوط ہوتی ہیں۔ دست رک جاتے ہیں سینے کے درد کی دوا کرتا ہے۔ اگر گھوک میں خون آتا ہو تو وہ بند ہو جاتا ہے آواز میں نکھار آتا ہے۔ کھانسی ٹھیک ہو جاتی ہے جسم میں قوت مدافعت پیدا ہوتی ہے۔ گردوں کی سوزش دور کرتی ہے۔ قے روکتا ہے چکروں میں مفید ہے کھجور کا گابھا لگانے سے بھڑ کے کاٹنے کے بعد ورم نہیں ہوتا۔

جدید مشاہدات

اس کے درخت سے نکلنے والی گوند آنتوں، گردوں اور پیشاب کی نالیوں کی سوزش کے لیے مفید ہے اسے کھانے سے منہ کی بدبو ختم ہو جاتی ہے۔ بنیادی طور پر کھجور غذائیت سے بھرپور ہے۔ بلغم نکالتی ہے مقوی ہے جلن کو دور کرتی ہے کھجور کو دھو کر دودھ میں ابال کر دینے سے ایک مقوی اور فوری طور پر توانائی مہیا کرنے والی غذا تیار ہو جاتی ہے۔ کھجور میں توانائی مہیا کرنے والے عناصر فوری اثر کرتے ہیں اس لیے بخار اور چیچک کے بعد کی کمزوری جلد دور ہو جاتی ہے۔ تپ دق کے مریض کے لیے بھی یہ فائدہ مند ہے۔

کھجور کے درخت کی جڑوں کو جلا کر زخموں پر مرہم کی صورت لگانا مفید ہے۔ اس کی گھٹلیوں کو آگ میں ڈال کر اس کی دھونی دینے سے بواسیر کے مسے خشک ہو جاتے ہیں پیٹ کے کیڑے مارنے کے لیے اسے نہار منہ کھانا مفید ہے۔

انار کے فوائد

میٹھا انار معدہ اور اس میں موجود اشیا کے لیے بڑا مفید ہے۔ یہ حلق کے ورم، سینے کی سوزش اور پھیپھڑوں کے امراض میں مفید ہے۔ کالی کھانسی میں بڑا کارآمد ہے۔ اس کا عرق پیٹ کو نرم کرتا ہے جسم کو مزید اضافی غذائیت اور توانائی مہیا کرتا ہے۔ جسم کو بڑی معتدل قسم کی حرارت مہیا کرتا ہے۔ فوراً ہی جزو بدن بن جاتا ہے۔ اس کی عجیب تاثیر یہ ہے کہ اگر اسے روٹی کے ساتھ کھایا جائے تو پیٹ میں کسی قسم کی خرابی پیدا نہیں ہونے دیتا۔

معدے میں سوزش ہو تو یہ دور کرتا ہے قے اور اسہال کو روکتا ہے جگر کی حدت کو بجھا کر ختم کر دیتا ہے جسم کے تمام اعضا کو قوت دیتا ہے۔ دل کی پرانی بیماریوں کو آرام دیتا ہے۔ انار کا پانی اس کے چھلکے سمیت نکال کر اسے شہد کے ساتھ ابال کر مرہم کی طرح گاڑھا کر کے آنکھوں میں سلائی کے ساتھ لگایا جائے تو آنکھ کی سرخی کو کاٹ دیتا ہے۔

ترش انار کے فوائد بھی تقریباً میٹھے کی مانند ہیں۔ مگر اس سے ذرا کم، اس کے دانے گٹھلی سمیت پیس کر شہد ملا کر ایسے زخموں پر لگائے جائیں جو عام علاج سے ٹھیک نہ رہے ہوں، وہ ٹھیک ہو جائیں گے۔

ام عائشہ..... وہاڑی